سیرت

میرے حضور ﷺ کی

مرزا محمد نواز بیگ

Marfat.com

ولقد یسرنا القرآن للذکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العزیز الحکیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

صدق اللہ العظیم

"(مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی (سلسلہ نبوت ختم کرنیوالے) ہیں۔ اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔"

سورۃ احزاب ۳۳، آیت: ۴۰

Marfat.com

(ضیائے رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سیرت میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

مرزا محمد نواز بیگ

ناشران

بک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

Seerat Mere Hazoor ﷺ Ki
By: Mirza Muhammad Nawaz Baig
Jhelum: Book Corner. 2014
448p.
1. Life of Prophet Muhammad ﷺ
ISBN: 978-969-9396-74-8

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت .... مئی 2014ء

نام کتاب .... سیرت میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

مصنف .... مرزا محمد نواز بیگ

معاون .... سیّد کفیل حسین (ڈائریکٹر ایم اے جناح گروپ آف کالجز جہلم)

پروف ریڈنگ .... سیّد امیر کھوکھر

سرورق .... ابوامامہ

مطبع .... بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

التماس: اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کی پروف ریڈنگ، ایڈیٹنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ناشر، پروف ریڈرز اور طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفور الرحیم سے عفو وکرم کے خواستگار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی غلطی یا خامی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل میں لائی جاسکے۔ ادارہ ''بک کارنر جہلم'' کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

BC DISPLAY CENTER
BOOK CORNER SHOWROOM
Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan
Ph: +92 (0544) 614977, 621953 - Mob: 0323-577931, 0321-5440882
http://www.bookcorner.com.pk - email: bookcornershowroom@gmail.com
www.facebook.com/bookcornershowroom

Marfat.com

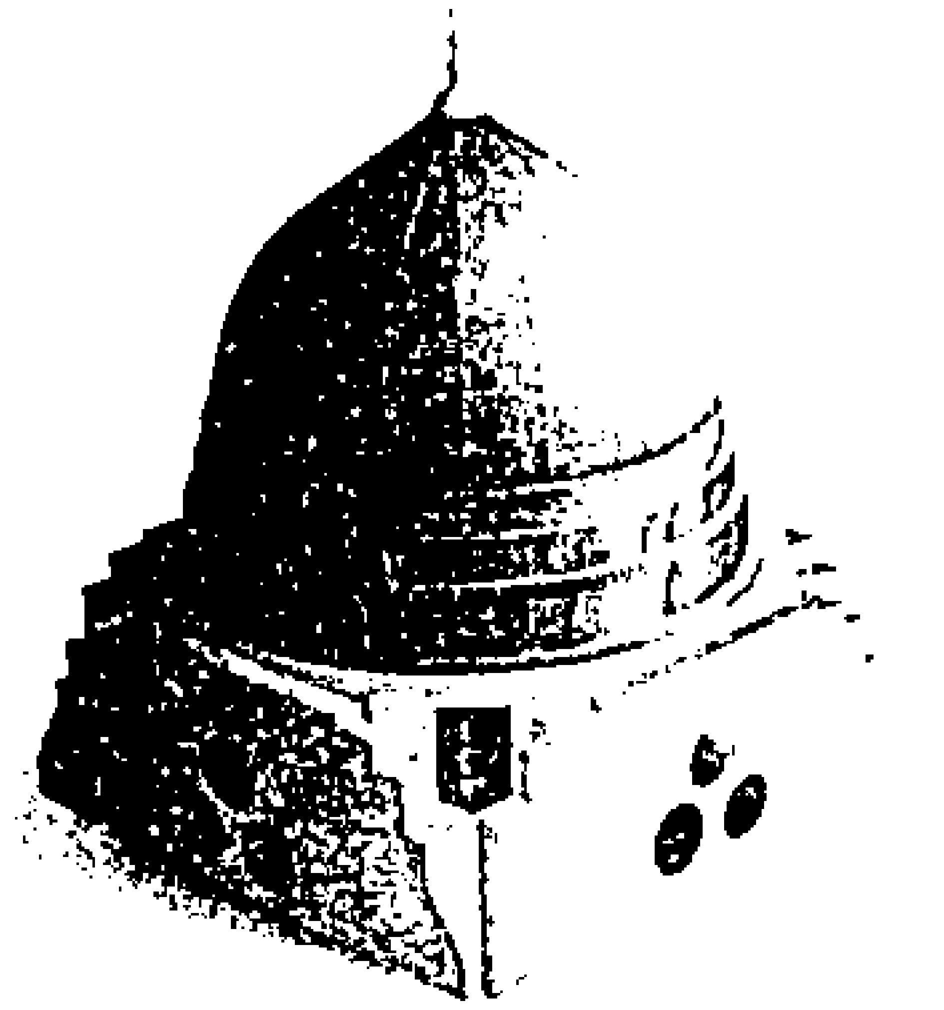

تمنّا

ایک گناہ گار بندے کا آقائے دو جہاں، سرورِ کونین ﷺ کے دربارِ اقدس میں نذرانہ عقیدت اس خواہش کے ساتھ کہ یہ حقیر سا نذرانہ باعثِ شفاعت بن جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ وہ میری خطاؤں، گناہوں سے درگزر فرما کر میری اس حقیر سی خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے اور گناہ گار کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔

اے میرے اللہ عزوجل! یہ سب تیری ہی عنایت وتوفیق سے ہے، بس قبول کر لیجیے۔

Marfat.com

کچھ اپنے بارے میں

میرا تعلق جہلم شہر سے جانب مغرب پاکستان تمبا کو کمپنی کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں ٹھٹھی مغلاں سے ہے۔

تاریخ پیدائش 11 ستمبر 1946ء ہے، 1963ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، 1966ء میں بطور (JVPTC) ٹیچر کی حیثیت گورنمنٹ سروس کا آغاز کیا 1975ء میں بطور EST ترقی ملی 1975ء ہی میں قومی ریویو کمیٹی وزارت تعلیم شعبہ نصاب (Curriculm Wing) نے ایلیمنٹری نصاب کی تبدیلی کے وقت مشاورت کیلئے لاہور طلب کیا۔

1891ء میں میری خدمات ورلڈ بینک کے تھرڈ فورتھ پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ میں بطورِ رابطہ آفیسر سُپرد کی گئیں۔ جہاں پہلے جہلم اور بعد آیزاں پنجاب کا سینئر رابطہ آفیسر مقرر کیا گیا 1982ء میں پرائمری کی تعلیم کے شعبہ امتحانات وتعطیلات کی مشاورت کیلئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ IER طلب کیا۔ 1983ء میں وفاقی حکومت نے چاروں صوبائی حکومتوں سے ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت ٹیچر کو پرائمری تعلیم کے مسائل پر پاکستان ٹیلی ویژن پر مذاکرے کی دعوت دی۔ چنانچہ حکومت پنجاب (محکمہ تعلیم) کی نمائندگی کا اعزاز مجھے حاصل ہوا۔

1991ء میں بطور SST ترقی ملی 1993ء میں ایم اے (اسلامیات) کا امتحان دیا۔

1997ء میں قریباً 31 سالہ سروس کے بعد ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

Marfat.com

فہرست مضامین

❀ جزیرۃ العرب کا محل وقوع 27
❀ جزیرۃ العرب کی اقوام وقبائل 27
❀ حضرت ابراہیم علیہ السلام 28
❀ شجرۂ مبارک (خاندان نبوت) 39
❀ خانوادہ نبوت 39
❀ قصی 39
❀ ہاشم 41
❀ زمزم کی تلاش 43
❀ بیٹیاں 45
❀ ذبیح ثانی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی 45
❀ مدینہ کی کاہنہ کا فیصلہ 45
❀ اُمِ قتال بنت نوفل کا فریب 46
❀ شادی مبارک 46
❀ قبل از اسلام عربوں کی سیاسی حالت 48
❀ اخلاقی حالت 49
❀ مذہبی حالت 50
❀ اوصاف 53
❀ جزیرۃ العرب میں آباد مذاہب 53
❀ ظہور نبوی کا مژدہ یہود ونصاریٰ کے مذہبی رہنماؤں کے ہاں 55
❀ یمن کے بادشاہ کا خواب 56
❀ واقعہ اصحاب فیل 58
❀ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری 60
❀ معارج النبوۃ کے مطابق 61
❀ یہودی کاہن 64
❀ واقعہ شقِ صدر 65

Marfat.com

❀ عکاظ کا میلہ 65
❀ مدینے کا سفر 66
❀ دادا کی کفالت 66
❀ شفیق چچا کی کفالت 67
❀ روئے مبارک کے وسیلے سے بارانِ رحمت کی دعا 67
❀ سفرِ شام 68
❀ جنگِ فجار 69
❀ حلف الفضول 69
❀ معاشی زندگی 70
❀ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح 70
❀ کعبہ کی تعمیر اور حجرِ اسود کا تنازعہ 72
❀ کعبہ شریف کے تعمیر کنندگان 73
❀ آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم 76
❀ ورقہ بن نوفل 76
❀ دعوتِ حق 76
❀ نماز 81
❀ تکبیر 82
❀ ہاتھ باندھنا 83
❀ قیام 83
❀ رکوع 84
❀ قومہ 84
❀ سجدہ 84
❀ جلسہ کرنا 86
❀ سلام پھیرنا 86
❀ اقربا کو دعوت و تبلیغ کا پہلا مبین کھلا حکم 86
❀ علانیہ اعلانِ نبوت 87
❀ آغازِ مصائب 88
❀ کفار کا پاگل مشہور کرنا 89
❀ جعلساز اور بازی گر 90
❀ گبن (GIBBON) 90

Marfat.com

❀ یو۔آر۔بوسورتھ سمتھ ایک عیسائی مبلغ (r ev.Bosworth Smith) 91
❀ مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H Heart) 91
❀ قرآن پاک ایک معجزہ 92
❀ عربی حروف ابجد (۲۸) نقشہ ''ا'' 95
❀ مقطعات میں استعمال ہونے والے حروف (۱۴) نقشہ ''ب'' 95
❀ حروف مقطعات (۱۴) نقشہ ''ج'' 95
❀ سائنسی ثبوت 100
❀ شہد کی مکھی 103
❀ قریش حضرت ابوطالب کی خدمت میں 106
❀ کفار کا لالچ دینا 106
❀ کفار مکہ کا معجزات طلب کرنا 107
❀ پہلی ہجرت حبشہ ۵ نبوی 109
❀ رمضان المبارک ۵ نبوی ﷺ 111
❀ دوسری ہجرتِ حبشہ 112
❀ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ۶ نبوی 115
❀ حضرت عمر رضی اللہ عنہ 116
❀ حضرت ابوطالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کرتے ہیں 118
❀ مقاطعہ قریش 119
❀ عام الحزن ۱۰ نبوی 121
❀ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات 122
❀ مظالم کی نئی لہر 122
❀ سفر طائف 124
❀ اہلِ طائف کی گستاخیاں اور ایذا رسانی 125
❀ دعائے مصطفیٰ ﷺ 126
❀ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد 126
❀ باغ میں پناہ 126
❀ جنات کا قبولِ اسلام 127
❀ مکہ میں پناہ کی تلاش 129
❀ واقعہ معراج 130
❀ قبائل کو دعوتِ اسلام 133

Marfat.com

❀ سوید بن صامت 134
❀ ضماد ازدی رضی اللہ عنہ 134
❀ ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ 134
❀ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ 135
❀ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ 136
❀ یثرب کے خوش نصیب 136
❀ بیعتِ عقبہ اولیٰ 137
❀ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کامیاب سرگرمیاں 139
❀ قابلِ رشک کامیابی 139
❀ بیعت عقبہ ثانیہ 140
❀ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معاملے کی نزاکت کے بارے میں وضاحت 140
❀ قبیلہ اوس کے نقبا 142
❀ قبیلہ خزرج کے نقبا 142
❀ خبر کا یقین اور قریش کا ردعمل 143
❀ مدینہ کی طرف ہجرت کا اِذن 144
❀ دارالندوہ میں قریش کا جلسہ اور مشاورت 145
❀ ہجرت کا حکم 147
❀ مکان کا گھیراؤ 148
❀ نُور کی کرنیں غارِ ثور میں 149
❀ سفرِ مدینہ 151
❀ اُمِ معبد سے ملاقات اور معجزہ 154
❀ مدینہ منورہ میں تشریف آوری 156
❀ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مکان 158
❀ تعمیرِ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 161
❀ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر و توسیع 162
❀ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات (موجودہ) 163
❀ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی گذربسر 163
❀ اذان کی ابتدا 163
❀ مواخات 164
❀ پہلی سیاسی دستاویز میثاق مدینہ 165

Marfat.com

❀ منافقت کی ابتدا 166
❀ سنہ ۱ھ کے متفرق واقعات 168
❀ ہجرت کا دوسرا سال 168
❀ سریہ سیف البحر رمضان ۱ھ (مارچ ۶۲۳ء) 168
❀ سریہ رابغ شوال ۱ھ اپریل ۶۲۳ء 169
❀ سریہ ضرار ذی قعدہ ۱ھ (مئی ۶۲۳ء) 169
❀ غزوۂ بواط ربیع الاول ۲ھ ستمبر ۶۲۳ء 169
❀ غزوۂ سفوان ربیع الاول ستمبر ۶۲۳ء 170
❀ غزوۂ ذی العشیر ہ جمادی الاول والآخر ۲ھ نومبر دسمبر ۶۲۳ء 170
❀ غزوۂ بدر 172
❀ عاتکہ کا خواب 173
❀ اسلامی لشکر 174
❀ لشکر اسلام کی بے سروسامانی 174
❀ جنگ کے لیے اہلِ مکہ کی تیاری 175
❀ الجہمہ بن الصامت کا خواب 175
❀ اسلامی لشکر جانبِ بدر 176
❀ مجلس مشاورت کا انعقاد 176
❀ بدر 178
❀ لشکرِ کفار کے متعلق جاسوسی 180
❀ مرکزِ قیادت 181
❀ لشکرِ کفار کی آمد 181
❀ لشکرِ اسلام کی جاسوسی 182
❀ رسالت مآب ﷺ کی شب بیداری 182
❀ رات کو بارانِ رحمت 182
❀ لشکرِ کفار میں اختلاف 183
❀ دونوں لشکر آمنے سامنے 183
❀ میدانِ جنگ میں ایفائے عہد 184
❀ میدانِ جنگ 185
❀ جنگِ بدر کے معرکے کا پہلا ایندھن 186
❀ عام جنگ 187

Marfat.com

❀ مدینے میں فتح کی خوشخبری 189
❀ مالِ غنیمت کا مسئلہ 189
❀ اسلامی لشکر کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی 190
❀ استقبالی وفود کی ملاقات 190
❀ جنگِ بدر کے اثرات 191
❀ ابولہب کا انجام 191
❀ قیدیوں سے سلوک 192
❀ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام 193
❀ سن ۲ ہجری کے متفرق واقعات 194
❀ ابوسفیان سردارِ قریش کی حیثیت سے 195
❀ خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مبارک 196
❀ قریشِ مکہ، یہود اور منافقین کی سازشیں 197
❀ بنوقینقاع کا انجام 199
❀ قریش کی جنگی تیاریاں اور سامانِ جنگ 201
❀ لشکرِ مجاہدین کی ترتیب اور میدان جنگ کو روانگی 203
❀ لشکرِ اسلام کی ترتیب ۷ شوال ۳ ہجری 205
❀ لشکرِ کفار کی ترتیب 205
❀ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر سے خطاب 206
❀ جنگ کی ابتدا 206
❀ آغازِ جنگ 207
❀ عام لڑائی 208
❀ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے 210
❀ جنگ میں دوبارہ شدت 211
❀ تابناک اور بے نظیر قربانیاں 212
❀ مدینہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر 213
❀ شہدا سے مشرکین مکہ کا سلوک 216
❀ شہدا اور زخمیوں کی خبر گیری 216
❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری 218
❀ جنگِ اُحد میں یہود اور منافقین کا کردار 219
❀ غزوہ اُحد پر قرآن کا تبصرہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتیں 219

Marfat.com

❀ ۳ھ کے واقعات متفرقہ 221
❀ ۴ھ 221
❀ یکم محرم ۴ھ 221
❀ ۵ محرم ۴ھ 222
❀ ماہ صفر ۴ھ 222
❀ روح فرسا حادثہ 224
❀ ربیع الاول ۴ ہجری ایفائے عہد اور یہود کی سازش 225
❀ جمادی الاول ۴ ہجری غزوۂ ذات الرقاع 227
❀ رجب ۴ھ غزوہ بدر ثانی 227
❀ واقعات متفرقہ ۴ھ 229
❀ ۵ ہجری غزوۂ دومتہ الجندل 229
❀ شوال ۵ ہجری غزوہ بنی مصطلق 230
❀ یہود اور منافقین کی سازش 231
❀ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر منافقین کی شرارت 231
❀ منافقین کی دوسری سازش 235
❀ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ 237
❀ نکاح کا اثر 238
❀ غزوۂ احزاب (جنگ خندق) ذیقعد ۵ ہجری 238
❀ دوران کھدائی معجزات کا ظہور 240
❀ لشکرِ کفار کی مدینہ آمد 242
❀ یہود کی سازش 245
❀ عام حملہ 245
❀ یہود کی کارستانی 246
❀ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود کا کردار 246
❀ عذابِ الٰہی 249
❀ جنگِ خندق کا نتیجہ 250
❀ یہود اور منافقین کا کردار واضح شکل میں سامنے آگیا 250
❀ بنی قریظہ کا انجام 251
❀ یہودی عورت کی دلیری 255
❀ منافقین کا کردار اور عیسائی مورخوں کی خباثت 255

Marfat.com

❀ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح 256
❀ واقعات متفرقہ ۵ ہجری 257
❀ ۶ ہجری سریہ بنی کلب 258
❀ سریہ دیار بنی سعد 258
❀ سریہ وادی القریٰ 258
❀ سریہ عرنیین (منافقین کا کردار) شوال ۶ ہجری 259
❀ صُلح حدیبیہ 260
❀ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روانگی 262
❀ قریش کے ایلچی 263
❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی 264
❀ قریش کا سفر عروہ بن مسعود 265
❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت 265
❀ بیعت رضوان 266
❀ شرائط صُلح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردِ عمل اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایفائے عہد 268
❀ مہاجرہ عورتوں کی واپسی سے انکار 270
❀ صُلح حدیبیہ کے فوائد وثمرات 271
❀ ۶ ہجری کے متفرق واقعات 273
❀ ۶ ہجری کا آخر اور ۷ ہجری کا شروع 273
❀ بادشاہوں اور امرا کو دعوتِ اسلام 274
❀ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام 274
❀ مقوقس شاہ مصر کے نام خط 276
❀ شاہ فارس خسرو پرویز کے نام خط 277
❀ ہرقل بادشاہِ روم کے نام خط 279
❀ حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام خط 280
❀ حاکم یمامہ کے نام 280
❀ حاکمِ دمشق کے نام 281
❀ واقعات متفرقہ ۶ ہجری 281
❀ فتح خیبر ۷ ہجری 281
❀ اللہ تعالیٰ کا وعدہ 282
❀ واقعہ ذی قعدہ شروع محرم ۷ ھ 283

Marfat.com

❀ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا 287
❀ ابنِ الحقیق کے بیٹوں کا قتل 290
❀ زہر آلود بکری کا واقعہ 291
❀ مہاجرین حبشہ کی واپسی 292
❀ وادی قریٰ 292
❀ فدک 292
❀ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 296
❀ جنگِ موتہ ۸ھ 297
❀ معان میں اسلامی لشکر کی مجلس شوریٰ 298
❀ جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کردار 300
❀ فتح مکہ رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء 302
❀ اسلامی لشکر مکہ کی جانب 308
❀ ابوسفیان کی عزت افزائی 309
❀ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فتح 311
❀ قریشِ مکہ سے سلوک 312
❀ اذان بلالی رضی اللہ عنہ 313
❀ ابوسفیان کے وساوس کا ازالہ 317
❀ فتح کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ 317
❀ قیامِ مکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (انصاری) کا اندیشہ 318
❀ غزوہ حنین 319
❀ دشمن کا نظامِ جاسوسی 320
❀ اوطاس 326
❀ محاصرہ طائف 326
❀ مالِ غنیمت کی تقسیم 328
❀ مدینہ منورہ کو واپسی اور مکہ کا پہلا امیر 330
❀ ۸ ہجری کے واقعات متفرقہ 330
❀ ۹ ہجری 332
❀ واقعہ ایلاء 333
❀ غزوۂ تبوک 338
❀ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی فیصلہ 339

Marfat.com

- منافقین کا پردہ چاک 339
- جنگی تیاریاں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایثار 340
- امیر مدینہ کا تقرر 341
- لشکرِ اسلام کی تبوک روانگی 341
- تپتے صحرا، شدت کی پیاس اور مجاہدین سرگرمِ سفر 342
- مسجدِ ضرار کی مسماری 346
- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے نائب 350
- ۹ھ کے واقعات متفرقہ 351
- نجران کے عیسائی اور مباہلہ 354
- ۱۰ ہجری 356
- اہلِ یمن 357
- حجۃ الوداع 358
- آخری خطبہ 360
- آخری مہم 365
- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور رفیقِ اعلیٰ کی جانب سفر 366
- جانشینی کا مسئلہ 372
- تجہیز و تکفین 372
- خاندانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 374
- اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 374
- حضرت قاسم رضی اللہ عنہ 375
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا 375
- حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا 376
- حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا 377
- سیّدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا 377
- حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ 380
- سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ 380
- شہادت 382
- ازواج و اولاد 382
- اُم المومنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا 383
- اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 383

Marfat.com

❀ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا 385
❀ ام المومنین حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا 385
❀ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا 386
❀ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا 387
❀ اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا 388
❀ اُم المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 389
❀ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا 390
❀ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا 390
❀ دایہ 392
❀ خدام 392
❀ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 393
❀ حضرت بلال رضی اللہ عنہ 393
❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ 394
❀ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے اغراض ومقاصد 394
❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ 395
❀ جانور 397
❀ اسلحہ 397
❀ متبرکاتِ مقدسہ 398
❀ گفتگو 403
❀ لباس 403
❀ معمولاتِ روز وشب 406
❀ معمولاتِ نماز 407
❀ عبادت شبانہ 408
❀ دیگر سُنن ونوافل 409
❀ تلاوتِ قرآن 409
❀ روزہ 410
❀ زکوۃ 411
❀ حج 412
❀ حج، عمرہ اور طواف 413
❀ طوافِ کعبہ اور نظامِ شمسی میں مماثلت 416

Marfat.com

❁ کہکشاؤں کی گردش 418
❁ طوافِ کعبہ اور انسانی جسم میں گردشِ خون 419
❁ دل 419
❁ سپرم (نطفہ) کی حرکت 421
❁ سمندری طوفان کی حرکت 421
❁ ایٹمی ذرات کی حرکت 422
❁ راکٹ اور میزائل کی حرکت 423
❁ نئی اسلامی ریاست کا انتظام 424
❁ گورنروں کا تقرر 424
❁ محصلینِ زکوٰۃ و جزیہ 425
❁ سلطنت کے ذرائع آمدن 427
❁ خراج 428
❁ جاگیریں 429
❁ مذہبی انتظامات 430
❁ تعلیم و تربیت 431
❁ مساجد کی تعمیر 433
❁ ائمہ کا تقرر 434
❁ مؤذنین کا تقرر 435
❁ اللہ کے حضور التجا اور اظہارِ تشکر 432

Marfat.com

پیش لفظ

سب تعریفیں اس خالق و مالک وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں انسان اور نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ ﷺ کا اُمتی پیدا فرمایا۔ نیاز مند کو مطالعہ کا شوق بچپن ہی سے تھا ابتدا ''پھول اور کلیوں'' سے ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور ساتھ ساتھ کتب کے انتخاب میں تبدیلی آتی گئی، 1984ء کے بعد زیادہ تر توجہ اسلامی اور تاریخی کتب پر مرکوز ہوگئی۔

ریٹائرمنٹ کے بعد مطالعے میں جنون کی حد تک شدت آگئی اس جنون کو دیکھ کر میرے داماد، بیٹے اور بیٹی نے مجھے تحریک دی کہ میں اپنے علم، خیالات، معلومات اور محسوسات کو احاطہ تحریر میں لاؤں، چنانچہ انکی تحریک پر ہادیٔ برحق، رسولِ رب العالمین، خیر البشر، شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اور مدح سرائی کی طرف توجہ من جانب اللہ سبحانہ وتعالیٰ مبذول ہوئی۔

یہ کوئی آسان کام نہ تھا اس سے پہلے بڑی بڑی نامور ہستیاں سیرتِ طیبہ کے موضوع پر کتب تحریر فرما چکی ہیں، ان کی علمی وسعت اور شان بزرگی کو دیکھتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ مجھ جیسا کم علم اور گنہگار اس کام کو کیسے پایہ تکمیل تک پہنچا سکے گا، مگر اس موضوع پر لکھنے کی توفیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی اور اُسی کی مدد سے نیاز دس سال کی شب و روز محنت کے بعد اس مقصد میں کامیاب ہوا۔

سیرتِ طیبہ کے موضوع پر لکھنے کی ذمہ داری آسان کام نہیں، ایک ایک لفظ قلمبند کرنے سے پہلے متعلقہ کُتب کے حوالہ جات ضروری ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے بھرپور وسائل اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کردہ بہترین صلاحیتوں کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کتاب کی مکمل صحت و درستی یقینی ہو۔ میں کسی بھی نادانستہ غلطی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور معافی کا طلبگار رہوں اور قاری حضرات سے بھی التماس ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کی خاطر میری غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں میں بہت ممنون ہوں گا۔

میں اپنے بیٹوں (محمد شیراز بیگ، محمد ایاز بیگ) داماد (عبدالرشید مرزا) اور بیٹی کا شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے مجھے اس کام کی طرف راغب کیا اور مادی وسائل مہیا کیے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس عاجزانہ کاوش کو قبول فرمائے اور اپنے پیارے حبیب، میرے اور آپ کے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے حضور میرا یہ ادنیٰ سا نذرانہ عقیدت شرفِ قبولیت پائے۔

آپ کا نیاز مند

مرزا محمد نواز بیگ

ساکن ٹھٹی مغلاں، ڈاک خانہ کشمیر کالونی — 25 جمادی الثانی 1433ھ

راٹھیاں، تحصیل و ضلع جہلم — 17 مئی 2012 بروز جمعرات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی رسولہ النبی الکریم وعلیٰ آلہ اصحابہ اجمعین۔ اللہ رب العزت نے اس کائنات رنگ و بو کو پیدا فرمایا اور اپنی اس مخلوق کی ہدایت کیلئے یکے بعد دیگرے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش پیغمبران عظام کو مبعوث فرمایا، ہر نبی جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام حق لوگوں کو پہنچاتے رہے وہاں نبی آخر الزماں نبی رحمت آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کے بارے میں لوگوں کو صرف آگاہ ہی نہیں کرتے رہے بلکہ آپ ﷺ کی آمد کی نشانیوں کے بارے میں مطلع کرتے رہے اور ایمان والوں کو آپ ﷺ کا ذکر کرنے کا حکم فرمایا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکؒ نے فرمایا:

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

ہر دور میں اہل محبت نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر قلم اُٹھایا اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر بڑی بڑی کتابیں لکھیں، آخر میں یہ کہنا پڑا!

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زیرِ نظر کتاب میں مرزا نواز بیگ صاحب نے بڑی محنت شاقہ سے سرکار عالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو آشکار کیا ہے۔ جس سے مصنف کی حضور ﷺ کے ساتھ محبت وعشق کی وارفتگی آشکار ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے مصنف نے حضور ﷺ کے ثنا خوانوں میں اپنا نام لکھوا کر اپنے گناہوں کی معافی کا خوبصورت وسیلہ بنایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عوام الناس کو اس کتاب کے مطالعے سے آقا ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ آقا ﷺ کے عشق و محبت سے سرشار فرمائے اور مصنف اور اسکے تمام لواحقین کے لیے بخشش و مغفرت کا باعث ہوں۔ آمین

محمد اکرم صدیقی

سرپرست اعلیٰ
ضیاء الامت فاؤنڈیشن، ضلع جہلم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت رسول عربی ﷺ کے موضوع پر لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

سیرت مبارکہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے لاریب کلام میں اس طرح بیان فرمادیا ہے کہ اس سے بہتر کا تصو رہی ممکن نہیں۔ انسانی تخلیقات میں اس کتاب (سیرت مبارکہ) کو ''عاشقان رسول اللہ ﷺ'' زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے مصنف مرزا محمد نواز بیگ نے سیرت مصطفیٰ ﷺ کے حسین موضوع پر ''ضیائے رہبرِ اعظم'' کے پیارے نام سے کم وبیش 450 صفحات پر مشتمل ایک گل دستہ بشکل کتاب لکھ کر بڑی ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔

مطالعہ کے ذوق، امام الانبیاء کے احوال جاننے کے شوق نے آپ کے قلب وذہن میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

درسِ نظامی، نہ پڑھنے کے باوجود آپ نے وہ کام کر دکھایا جو درسِ نظامی پڑھے ہوئے نہ کر سکے۔ سچ ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ کی اگر توفیق نہ ہو انسان کے بس کی بات نہیں۔ محبت عام ہے عرفانِ محبت عام نہیں۔ سیرت مبارکہ کی تصنیف میں سیرت کے مختلف پہلوؤں کا جامع احاطہ اور ساتھ ہی الفاظ جو بیاں مافی الضمیر کیلئے استعمال کئے گئے ہیں اُن میں خاص احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ جس سے فن وادب کی رعایت کے ساتھ عشق ومحبت کی چاشنی بھی واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔

واقعات کے بیان میں قرآن وحدیث کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

غیر ضروری جزئیات سے اجتناب کیا گیا ہے۔

مرزا محمد نواز بیگ کی کتاب کا مطالعہ میں نے پوری توجہ سے کیا ہے اور کچھ موضوعات پر بھی بذاتِ خود گفتگو کی ہے، موصوف انتہائی معقولیت پسند ہیں دوسرے کی بات ظرف کے ساتھ سننے اور اپنا مدعا بطورِ احسن بیان کرنے کا اسلوب بھی جانتے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

Marfat.com

مرزا محمد نواز بیگ نے سیرت پاک کے ہر پہلو کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے، بالخصوص نماز کی اہمیت، اس کے جملہ ارکان کی حکمت بیان کرنے میں کمال جوہر دکھایا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر قرآن مجید کے معجزہ ہونے کے حوالے سے سائنسی اور تجرباتی پہلو بیان کرنے میں کیف و رنگ بھر دیا ہے۔ نوجوان نسل دونوں موضوعات سے باآسانی فائدہ اُٹھا کر اپنی زندگی سنوار سکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو اُمت مصطفیٰ ﷺ کے لیے نافع بنائے اور یہ نذرانہ عقیدت بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول و منظور ہو اور ہم سب کو سیرت پاک پر عمل کی توفیق نصیب ہو۔

مالک ارض وسما مرزا محمد نواز بیگ کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین!

مفتی محمود حسین شائق ہاشمی نقشبندی مجددی، سلطانی، صادقی

امیر جماعت اہلسنت انٹرنیشنل
چیئرمین تحریک امامت کبریٰ انٹرنیشنل
ناظم الجامعۃ السلطانیہ (محمود آباد) عبدو پور
میر پور (A.K) پاکستان
Mob: 0300-9571840

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ضیائے رہبر اعظم ﷺ اپنی ترتیب، تدوین اور تالیف کے اعتبار سے ایک جدید انداز بیاں اور رواں اسلوب کے ساتھ خاتم النبیین جناب حضرت محمد ﷺ کی ثنا خوانی کی منفرد اور حسین کوشش ہے۔

مولف محترم مرزا محمد نواز بیگ صاحب نے تاریخ کے چودہ سو سال پر پھیلے ہوئے حقائق اور واقعات کو ایسے انوکھے اور عقیدت بھرے جذبے کے ساتھ مرتب کیا ہے کہ میں نے اس مجموعہ کے تمام تر صفحات کو محبوب رب العالمین سرورِ انبیا اور خاتم النبیین کے حضور ایک پروانے کی طرف سے پیش کیے گئے رنگا رنگ گل ہائے عقیدت کی صورت میں مزیّن دیکھا ہے۔

یہ کتاب قابل دید ہی نہیں قابل مطالعہ بھی ہے۔ تحقیق اور تالیف میں بڑی دل سوزی اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے جنابِ مولف نے ایک خوبصورت گلدستہ محبت و عقیدت سے پیش کیا ہے جو سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی معروف کتابوں کے عظیم اور سلسلہ دراز میں ایک جدید اضافہ ہے۔ اس کی سلیس زبان اور روانی نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کی یہ کاوش قبول اور منظور فرمائے۔ آمین ثم آمین!

مرزا عبدالغفور بیگ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی رسولہ النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

سیرت النبی ﷺ اس قدر دلکش، ایمان افروز اور رُوح پرور عنوان ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ کیلیے اس چمنستان کی گل چینی، ایمانی قلب ورُوح کے لیے فرحت وسرور کی ایسی ''بہشت خُلد'' ہے کہ جنت الفردوس کی ہزاروں رعنائیاں اس کے پھول سے رنگ وبُو کی بھیک مانگنے کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار تصور کرتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کو میں نے تمام قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور دیگر حوالہ جات کے لحاظ سے درست پایا ہے۔مقدس ومحترم بات کو حوالہ جات کی مدد سے اس کی اہمیت وافادیت نہایت ہی محتاط انداز میں اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

مصنف نے عشق ومحبت سے آقا ﷺ کے حضور اپنا نذرانہ عقیدت نہایت محنت، تحقیق اور ذوق وشوق سے پیش کیا ہے۔یہ تصنیف اس لحاظ سے ادب میں ایک اعلیٰ اور منفرد مقام کی حامل ہے کیونکہ مصنف نے سائنس، جغرافیہ اور ریاضی کے نہ صرف مروجہ اصولوں بلکہ جدید سائنسی تحقیقات کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور مختلف نقشہ جات کی مدد سے سیرتِ مبارکہ ﷺ کے کئی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔

مصنف نے نہایت سادہ اور عام فہم انداز بیان اختیار کیا ہے۔بلاشبہ کتاب نثر میں شاعری اور علم وحکمت کے اسرار ورموز کا حسین گلدستہ ہے۔

بلاشبہ زیرِ نظر کتاب مصنف مرزا محمد نواز بیگ کی کئی سالوں کی محنت اور لگن سے ایک ایسی کتاب منظرِ عام پر آئی ہے جس کے کئی عنوانات اس سے پہلے کئی سیرت نگاری کی کُتب میں موجود نہیں ہیں۔

دعا کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت وعشق کی وارفتگی کو اپنے حضور قبول ومنظور فرما کر اِن کی بخشش ومغفرت کا باعث بنائے۔آمین ثم آمین!

مفتی محمد طیب ارشد

مہتمم جامعہ قاسمیہ [illegible] العلوم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

تمام حمد وثنا اس رب العالمین کے لیے ہے جس نے ملائکہ، جن وانس، چرند، پرند، درند، نباتات، حیوانات اور تمام جہانوں کو پیدا کیا، وہ تمام عالم کا خالق ورازق ہے، زمین کا ذرہ ذرہ شجر وحجر، جن وانس، ملائکہ، حیوانات، نباتات اسی کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ وہ مربی ہے ہر عالم کا، وہ بڑا مہربان اور رحیم ہے، وہ مالک ہے روز جزا کا، وہ معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ جاننے والا اور نگہبانی کرنے اور صورتیں بنانے والا ہے، بڑی عظمت والا ہے، وہ ہر شرک سے پاک ہے۔

وہی تو ہے جس نے آسمان کی نیلی وسیع چھت، اس میں لٹکے ہوئے اَن گنت ستارے، چاند اور سورج، پھر ان کا مقررہ وقت پر طلوع وغروب جن میں ایک سیکنڈ کے برابر بھی کبھی فرق نہیں ہوتا، ان کی گردش کے متعین راستے جن سے سرِ مو کبھی انحراف نہیں ہوا۔ زمین کا یہ کشادہ صحن، اس میں رواں دواں ندیاں اور دریا، رات دن کی پیہم گردش، ان کا گھٹنا بڑھنا، بے قرار سمندروں کے سینوں پر مسافروں سے لدی اور سامان سے بھری ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا خراماں خراماں آنا جانا، گھنگور گھٹائیں اور ان کا موسلادھار برسنا، پھر مردہ زمین کا دیکھتے دیکھتے سرسبز وشاداب ہو جانا، بادلوں کا کرۂ ہوا میں منڈلاتے پھر نا کبھی برسنا اور کبھی ترساتے ترساتے آنِ واحد میں ناپید ہو جانا، ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے تنوع میں یکسانیت، اختلاف میں توافق، کثرت میں وحدت، اور یہ بے مثال نظم وضبط بغیر کسی حلیم وحکیم اور قدرت والے خالق کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات میں موجود ہر چیز کو لفظ ''کُن'' سے پیدا فرمایا مگر جب اپنی پہچان کرانے کے لیے انسان کو پیدا کرنے کا مرحلہ آیا تو اسے اپنے خاص دست قدرت سے بنایا اور جب وہ خالق حقیقی اپنا شاہکار تخلیق کر چکا تو اسے اشرف المخلوقات قرار دیتے ہوئے اعلان فرما دیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو نہایت خوبصورت سانچے میں ڈھالا۔''[1]

حضرت انسان نے عالم وجود میں آنے کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں راہ راست کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا اور حضرت شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام کے عہد میں ہی بت پرستی شروع ہو گئی تو خالقِ کائنات نے جو

[1] سورہ تین:4۔

Marfat.com

کہ ماں سے کئی ہزار گنا زیادہ اپنی مخلوق پر شفیق و مہربان ہے اسے اپنے شاہکار پر رحم آ گیا اور اسے راہ راست پر لانے کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نہایت پاکیزہ فکر و عمل کے حامل انسانوں کو دین اخلاق اور شریعت کا علم عطا فرما کر مخلوق کی رہنمائی کے لیے بھیجا تا کہ وہ اپنے قول و فعل اور مثالی کردار سے بنی نوع انسان کو دین اور دنیا کی بھلائی کا درس دیں، ان نفوس قدسیہ کو نبی/پیغمبر اور رسول کہتے ہیں۔

انبیاء کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام ہی سے نسل انسانی وجود میں آئی جو دن بدن پھیلتی چلی گئی مگر ساتھ ہی ساتھ حضرتِ انسان راہ راست سے ہٹ کر کفر و شرک میں مبتلا ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ضرورت پیش آئی کہ لوگوں کو توحید اور محاسنِ اخلاق کی تربیت دینے کے علاوہ اسے رذائل سے روکا جائے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے جو انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے وہ اس وقت کے معاشرتی بگاڑ کی ضرورت کے مطابق اوصاف حمیدہ میں کامل تھے۔ مثلاً سب سے پہلے صاحب شریعت پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں عفو عام نہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں صلح و عفو اور حلم و تحمل کی تعلیم تھی مگر حکومت اور فرمانروائی کے لیے جن خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اظہار مخفی رکھا گیا۔ اس کے معنی ہیں کہ ہر کمال کے ظہور کے لیے مناسب موقع و محل کی ضرورت ہوتی ہے ان انبیائے کرام علیہم السلام کے بعض کمالات کے عملی ظہور کا موقع و محل نہ تھا ورنہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام تمام کمالاتِ نبوت اور فضائلِ اخلاق سے مکمل طور پر مزین تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مختلف اقوام کی طرف مختلف عرصہ میں جو انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے ان کی نبوت کا یہ تسلسل ہزاروں سالوں پر محیط ہے۔ انسان تیزی سے اپنی ارتقائی منازل طے کرنے کی طرف گامزن تھا اب اسے کسی ایسے رہنما جو صاحب شمشیر و نگیں بھی ہو اور جو فقر، استغنائے اور جود و سخا میں کامل اور اکمل بھی ہو، گھر میں فاقہ بھی ہو، دولت کے ڈھیر قدموں میں ہوں مگر دست مبارک میں کوئی چیز بھی رکھنا گوارا نہ ہو۔

ایک ایسی ہستی جو فضائل و اخلاق کا پیکر مجسم ہو، جو خود عدل و انصاف مداومت عمل، جود و سخا، ایثار و قربانی، حسن معاملہ، حسن اخلاق، مہمان نواز، عدم تشدد کا حامی، رہبانیت سے انکاری، سادگی و بے تکلفی کا محور، شرم و حیا کا پیکر، راست گفتار، ایفائے عہد کا پابند، عفو و درگزر کرنے والا، غریبوں اور ناتوانوں کا ملجا و ماوا ہو، یعنی خود ہمہ تن آئینہ عمل ہو، جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے سکے۔ ابرو کا ایک اشارہ اوامر سلطانی بن جائے۔

چنانچہ یہ تمام صفات ایک ہستی میں سمو کر اُن ﷺ کو آخری نبی بنا کر عالمِ قُدس سے عالمِ امکان میں بھیجا گیا جن کا اسم مبارک حضرت محمد ﷺ ہے، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت عرب کے شہر مکہ میں ہوئی اور آپ ﷺ کی نبوت کے آفتابِ عالم تاب کی ہر کرن دنیا کے لیے مشعلِ ہدایت بنی اور ظلمت کدہ عالم کا ہر گوشہ آپ ﷺ کے کمالات سے پرنور رہا۔ سیرت طیبہ کی مکمل تفصیل سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب اقوام اور ان کی ارتقائی کیفیت پر روشنی ڈالی جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس وقت بنی نوع انسان ظلمت کی کن تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آئی۔

Marfat.com

عربوں کی تاریخ

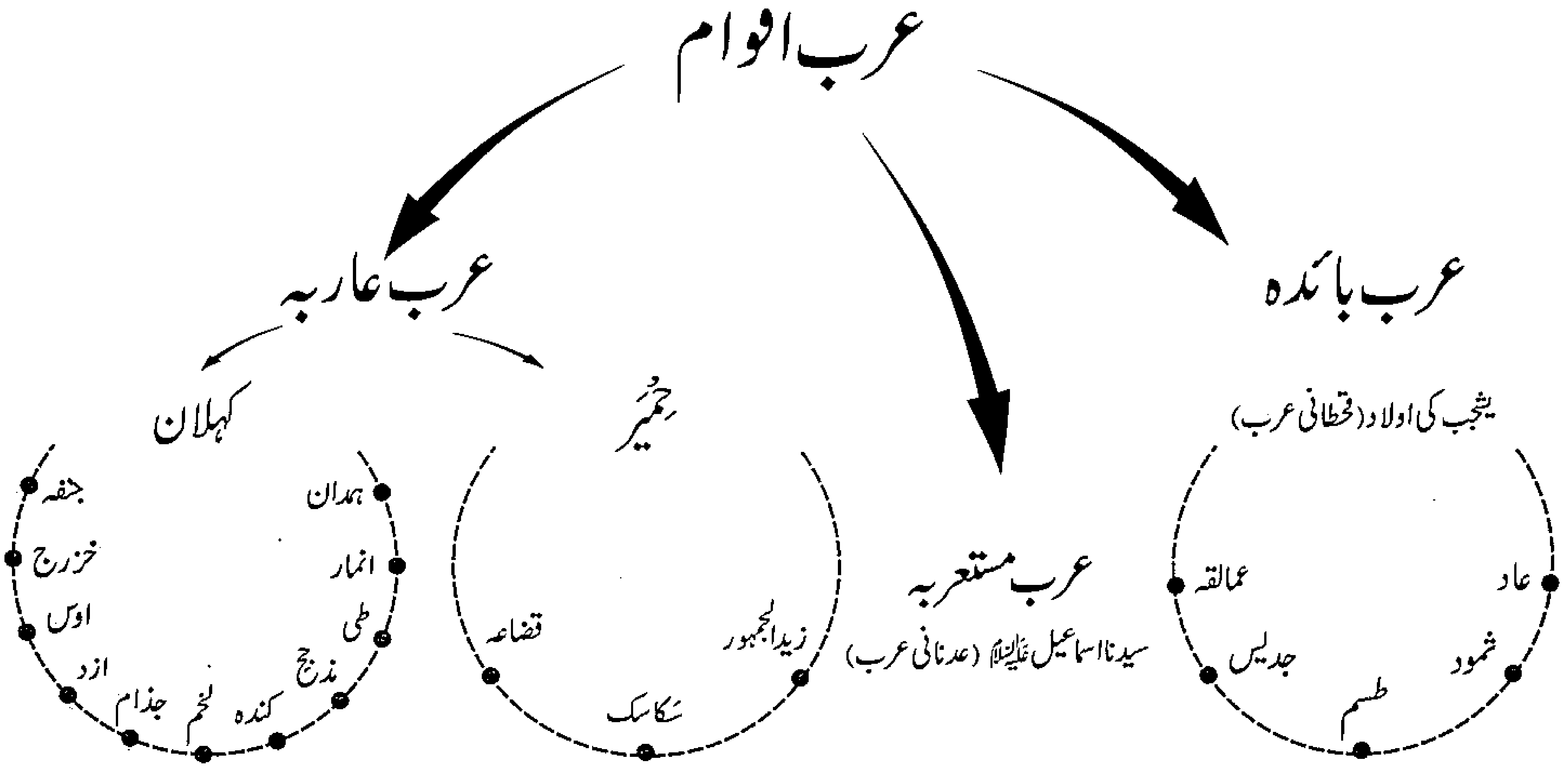

Marfat.com

Marfat.com

جزیرۃ العرب کا محل وقوع

عرب کے لغوی معنی صحرا اور بے آب وگیاہ زمین کے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں اہل لغت کے مطابق عرب اور اعراب کے معنی فصاحت و بلاغت کے ہیں۔ چونکہ یہاں کے مکین اپنے آپ کو عرب یعنی زبان آوری میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ اور باقی دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔

سامانی زبانوں میں عرب کے معنی جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ صحرا و دشت کے ہیں اور سرزمین عرب کا بیشتر حصہ لق و دق صحرا پر مشتمل ہے اس لیے اس علاقہ/ملک کو عرب کہتے ہیں۔

جزیرۃ العرب قریباً پندرہ سو میل لمبا اور چھ سو میل چوڑا ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ قریباً بارہ لاکھ مربع میل ہے۔[1] اس کے شمال میں ملک شام اور کسی قدر شمالی عراق، جنوب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق اور مغرب میں بحیرہ قلزم۔

یوں بغور مشاہدہ کریں تو یہ چیز مشاہدے میں آتی ہے کہ جزیرۃ العرب پرانی دنیا کے معلوم براعظموں کے بیچوں بیچ واقع ہے اور اندرونی طور پر یہ چاروں اطراف سے صحرا اور ریگستان سے گھرا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کی دو عظیم طاقتوں یعنی روم و ایران کے ہمسایہ ہونے کے باوجود ان کے لیے اس علاقے پر قبضہ کرنا اور اپنا اثر و رسوخ پھیلانا مشکل تھا، صرف شمالی اور جنوبی گوشے مختلف اقوام کی آماجگاہ اور تجارت و ثقافت، فنون و مذاہب کے مرکز تھے۔ مگر اندرون حصہ مکمل طور پر کسی بھی اثر و رسوخ سے مبرا تھا۔

جزیرۃ العرب کی اقوام وقبائل

مورخین نے عرب قبائل واقوام کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے

① عرب بائدہ:

یعنی عرب کے وہ قدیم قبائل واقوام جو اس خطہ میں آباد تھیں مگر اسلام سے بہت پہلے صفحہ ہستی سے مٹ چکی تھیں اور انکے متعلق ضروری تفصیلات بھی دستیاب نہیں مثلاً عاد وثمود، طسم، جدیس، عمالقہ وغیرہ۔

② عرب عاربہ:

یہ عرب بائدہ کے بعد عرب کے اصلی باشندے تھے اور یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے تھے، انہیں قحطانی عرب بھی کہا جاتا ہے۔

---

[1] سیرت النبی ﷺ جلد اول ص 274۔

Marfat.com

③ عرب مستعربہ:

یعنی وہ عرب قبائل جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور حجاز میں آباد تھے۔ [1] اس کے علاوہ خال خال یہودیوں کی آبادیاں بھی تھیں جنکی ایک طویل فہرست ہے اور تاریخ اور سیرت کی کتب میں تفصیلات درج ہیں۔ میں اتنی تفاصیل تحریر کرنے کی بجائے صرف تیسری قسم یعنی عرب مستعربہ تک محدود رکھنا چاہتا ہوں۔ خصوصاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وہ اولاد جو حجاز میں آباد تھی۔ جو لوگ ملکِ عرب میں باہر سے آباد ہوئے، اس لیے ان کو عرب مستعربہ یا مخلوط عرب کا خطاب دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر اُور کے باشندے تھے۔ نبوت کے بعد آپ علیہ السلام نے پہلے حران اور پھر فلسطین میں اقامت فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔ (اعلانِ نبوت سے پہلے کے حالات زندگی بوجوہ اختصار تحریر نہیں کیے)۔

پھر مصر تشریف لے گئے تو فرعون مصر حضرت سارہ کو دیکھ کر بدنیت ہو گیا اور انہیں اپنے دربار عام میں طلب کیا اس کی بدنیتی کو محسوس کر کے حضرت سارہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی دعا کی، دعا کے نتیجے میں فرعون غیبی طور پر ایسی گرفت میں آیا کہ وہ ہاتھ پاؤں مارنے اور چھینکنے لگا، وہ حادثے کی نوعیت سمجھ گیا کہ حضرت سارہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خاص اور مقرب عورت ہیں۔ وہ ان کی خصوصیات سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنی بھتیجی ہاجرہ کو ان کی خدمت میں دے دیا، بعد میں حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا۔ [2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کے ہمراہ فلسطین تشریف لائے، فلسطین میں حضرت ہاجرہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خوبصورت فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عطا فرمائے جبکہ حضرت سارہ سے ابھی تک کوئی اولاد نہ تھی۔ بیٹے کی پیدائش پر حضرت سارہ بڑی آزردہ اور ملول ہوئیں۔ ان کے دل میں نسوانی رشک پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ علیہا السلام کو میرے گھر سے نکال کر دُور دَراز مقام پر چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے متردّد و متفکر

---

① تاریخ اسلام جلد اول صفحہ 41۔ از اکبر شاہ نجیب آبادی۔

② کچھ مورخین نے حضرت ہاجرہ کو لونڈی بتایا ہے مگر جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ آپ علیہا السلام فرعون مصر کی بھتیجی تھیں۔ (رحمت للعالمین جلد 2 ص:37)

Marfat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حجاز میں آمد

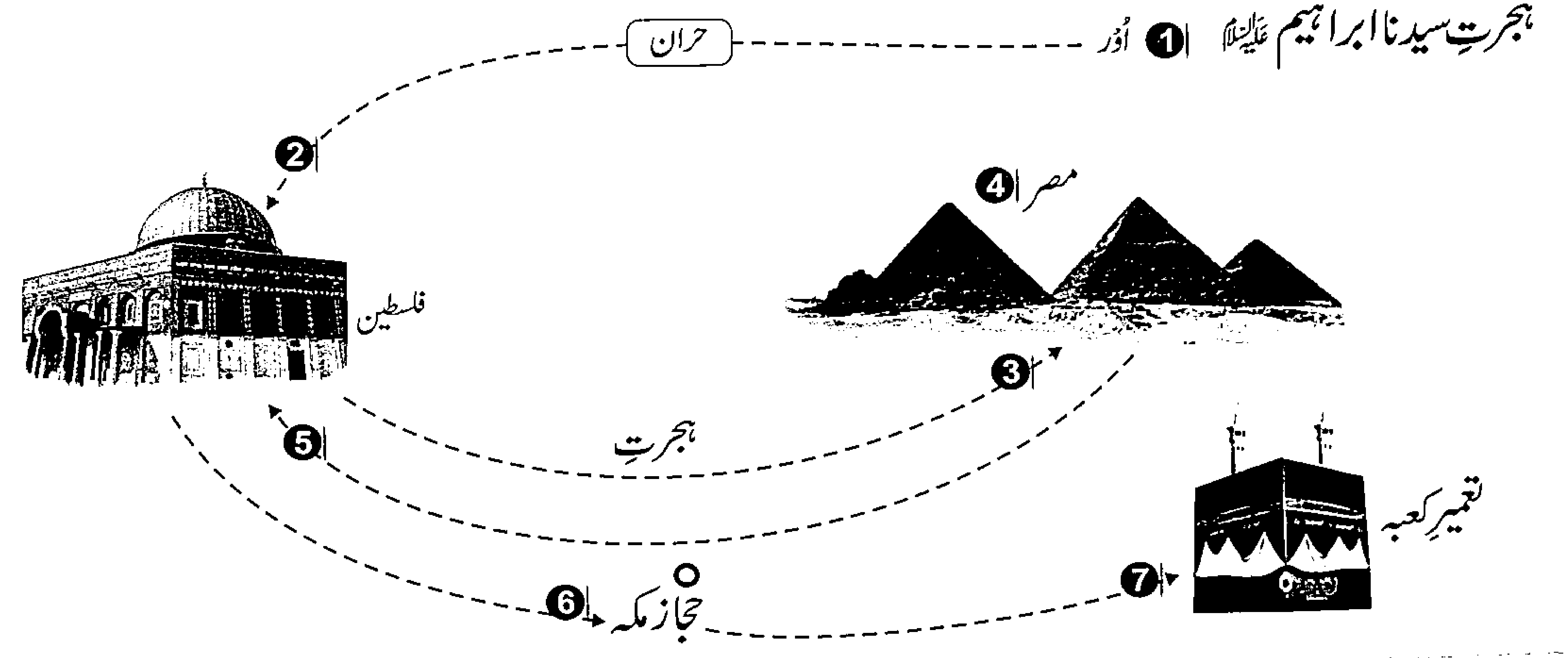

1 اُور (پیدائش) 2 فلسطین (تبلیغ) 3 ہجرت (سیدنا ابراہیم، سیدتنا ہاجرہ، سیدنا اسماعیل علیہم السلام) 4 مصر (سیدتنا ہاجرہ علیہا السلام سے شادی) 5 فلسطین (پیدائش سیدنا اسماعیل علیہ السلام)

6 حجاز مکہ (سیدتنا ہاجرہ علیہا السلام، سیدنا اسماعیل علیہ السلام + جرہم قبیلہ) (سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پرورش + شادی) 7 تعمیرِ کعبہ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسماعیل علیہ السلام)

Marfat.com

Marfat.com

ہوئے مگر اسی دوران حکمِ الٰہی آ گیا کہ سارہ علیہا السلام جو کہتی ہیں وہ کرو۔ [1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں بیٹے یعنی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور دوسرے اونٹ پر خود بیٹھ کر عازم سفر ہوئے اور چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں اب خانہ کعبہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ کھجوریں اور کچھ پانی انہیں دیا اور حضرت ہاجرہ کو فرمایا تم یہاں ٹھہرو۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کہ آپ ماں بیٹے کو لق و دق صحرا میں چھوڑ کر جا رہے ہیں کیوں؟ آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے حضرت ہاجرہ نے پھر سوال کیا آپ علیہ السلام پھر خاموش رہے حضرت ہاجرہ نے پوچھا کیا آپ ایسا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں سر ہلا دیا اور فرمایا: اَمَرَنِی رَبِّی [2] تو حضرت ہاجرہ بخوشی اس جگہ قیام پر راضی ہو گئیں۔ پھر آپ علیہ السلام دلگیر اور آنسو بہاتے ہوئے واپس فلسطین روانہ ہو گئے۔

جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں بیٹے کو چھوڑا تھا وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ اس کے علاوہ وہاں نہ کوئی آبادی تھی نہ آدم زاد، دُور دُور تک ریت کے ٹیلے اور لق و دق صحرا تھا، پاس بہت بڑا ریت کا ٹیلہ تھا یہی ٹیلہ بیت اللہ شریف تھا بارش ہوتی تو بارش کا پانی احتراماً اس ٹیلے سے کنی کترا کر گزر جاتا اور ریت کے اس ٹیلے کو کوئی نقصان نہ ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رخصتی کے بعد حضرت ہاجرہ گھڑی دو گھڑی انتظار کرتی رہیں جب آفتاب گرم ہوا اور گرم لُو کے تھپیڑے پڑنے لگے تو چند لمحات بعد ہی پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ گرمی کی شدت بڑھی تو پیاس کی شدت بھی بڑھ گئی۔ اب ننھے اسمٰعیل علیہ السلام کو شدت سے پیاس محسوس ہوئی وہ پانی کے لیے رونے چلانے لگے۔ ممتا کی ماری ماں کو بیٹے کی پیاس نے پریشان کر دیا اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی کہ شاید کہیں پانی نظر آ جائے مگر سوائے ریت اور گرم ہوا کے بگولوں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اِدھر بچہ پیاس کی شدت سے نڈھال تھا وہ بچے کی شدت پیاس اور بیتابی کو دیکھ کر قریبی پہاڑی کی طرف دوڑیں اور اس کی چوٹی پر چڑھ کر پانی کے لیے نظر دوڑانے لگیں مگر پانی نظر نہ آیا تو دوسری پہاڑی کی طرف دوڑیں۔

کہ شاید وہاں سے کہیں پانی نظر آ جائے یہ دونوں پہاڑیاں صفا و مروہ تھیں پانی کی تلاش میں آپ صَفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑیں لیکن پانی نظر نہ آیا اللہ تبارک و تعالیٰ کو ممتا کی یہ دوڑیں اتنی پیاری لگیں کہ اس بھاگ دوڑ کو حج کا ایک رُکن بنا دیا۔ چنانچہ ہر حاجی دوران حج سنت حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر عمل کرتے ہوئے صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑیں لگاتا ہے اور حاجیوں پر قیامت تک سنتِ ہاجرہ علیہا السلام جاری رہے گی۔

---

[1] ابن خلدون جلد اول ص:57.

[2] ابن خلدون جلد اول ص:57.

Marfat.com

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جس جگہ لٹا کر صفا و مروہ کی طرف دوڑیں لگائی تھیں واپسی پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو آ کر دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شدت پیاس سے جس زمین پر ایڑیاں رگڑتے تھے اس جگہ بحکم رب العزت پانی کا ایک چشمہ جاری ہوا جو بفضلہ تعالیٰ اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا جس کا نام آبِ زم زم ہے۔ حضرت ہاجرہ پانی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں، خدا کا شکر بجالائیں، پانی بچے کو پلایا اور خود بھی پیا اور فرمایا زم زم یعنی ٹھہر جا پھر مٹی و پتھر لا کر چاروں طرف سے اس پانی کو بند کر دیا تا کہ زیادہ نہ پھیلنے پائے۔ ایک روایت ہے کہ اگر حضرت ہاجرہ وہ پانی بند نہ کرتیں تو وہ بہت بڑا چشمہ ہوتا اور مکہ معظمہ کی تمام حدود میں قیامت تک جاری رہتا۔

جس جگہ دونوں ماں اور بیٹا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تشریف فرما تھے اس جگہ کچھ دور ایک قدیمی گزرگاہ تھی ایک قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا، قافلے والوں نے ایک جگہ پرندے اڑتے ہوئے دیکھے تو انہوں نے قیاس کیا کہ ضرور وہاں کوئی پانی کا چشمہ ہے۔

چنانچہ وہ قافلہ گزرگاہ کو چھوڑ کر اس جگہ کی طرف روانہ ہوا تو انھوں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو بچہ گود میں لیے بیٹھی ہے اور ساتھ ہی چشمے کا پانی دیکھا وہ بہت حیران ہوئے بقول ان کے وہ اکثر اس گزرگاہ سے گزرتے رہتے ہیں اور اس سے پہلے انھوں نے وہاں پر پانی کا کوئی نشان تک نہ پایا تھا اسی تعجب اور حیرانگی میں وہ حضرت ہاجرہ کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے کہ تم کون ہو اور اس بے آب و گیاہ، لق ودق صحرا میں کہاں سے پہنچی اور کیوں بیٹھی ہو۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے انہیں اپنی سرگزشت سنائی، وہ لوگ صحرائی خانہ بدوش تھے جن کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ تھا۔

انہوں نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ تمھارے پاس بود و باش اختیار کرلیں اور پانی کے عوض آپ کو ہر سال عشر دیں گے تا کہ یہ پانی ہم پر حلال ہو، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے انہیں اجازت دے دی۔ یہ لوگ قبیلہ جرہم سے تعلق رکھتے تھے۔

چنانچہ اس قبیلہ نے وہاں اپنے خیمے نصب کیے اور اونٹوں اور بکریوں کو چرنے کے لیے صحرا میں چھوڑ دیا۔ آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی اور اس جگہ کا نام بکہ رکھا گیا جو بعد میں مکہ مکرمہ ہوا۔ زبور میں ہے کہ۔

بکہ کی وادی سے گزرتے ہوئے اسے ایک کنواں بتاتے، برکتوں سے مورۃ کو ڈھانپ لیتے اور قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ [1]

قران پاک میں اس بارے میں یوں ارشاد ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ .

ترجمہ: ”پہلا گھر جو انسان کے لیے بنایا گیا وہ بکہ میں تھا۔“ [2]

---

① کتاب زبور جلد:4 ص:84. سیرت النبی از سید سلیمان ندوی جلد:1 ص:98.

② پارہ 4 سورہ آل عمران، آیت:96.

Marfat.com

وقت گزرتا گیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہو گئے۔ آپ علیہ السلام بہت خوبصورت تھے قبیلہ والوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے آپ علیہ السلام کی شادی کر دی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی سے پہلے وہ واقعہ پیش آیا جس کی سنت آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گی یعنی قربانی۔ اس سلسلہ میں یہود نے تورات میں ترامیم کر ڈالی ہیں وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ذبیح نہ تھے بلکہ اصل ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔

یہود نے اگرچہ عدمِ احتیاط، اغراض ذاتی کی بنا پر تورات میں مختلف ترامیم کر ڈالی تھیں مگر اس کے باوجود اصل حقائق کے عناصر ابھی تک تورات میں موجود ہیں۔ سابقہ شریعت کی رو سے قربانی صرف اس جانور یا آدمی کی ہو سکتی تھی جو پہلوٹا بچہ یا جانور ہو چنانچہ ہابیل نے جن مینڈھوں کی قربانی کی تھی وہ بھی پہلوٹے بچے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا جو حکم ہوا تھا اس میں قید تھی کہ وہ بیٹا قربان کیا جائے جو اکلوتا ہو اور محبوب ہو۔ ①

جو اولاد خدا کی نذر کی جاتی تھی تورات کی شریعت کے مطابق اس کو باپ کا ترکہ نہیں ملتا تھا نیز قربانی کے لیے جو شرائط سابقہ شریعت کی رُو سے عائد تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پیش نظر رکھا۔

① حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اکلوتے اور پہلوٹے بیٹے تھے کیونکہ اس وقت تک حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ہاجرہ سے بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اکلوتے اور پہلوٹے بیٹے تھے حضرت اسحاق علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت ہاجرہ کی ہجرت بحکم رب العالمین تھی۔

② حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا تمام ترکہ دیا جبکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزے میں تھوڑا سا پانی دیا یعنی ترکہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کچھ بھی نہ دیا گیا۔

③ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے خاندان میں مدت تک یہ رسم قائم رہی کہ لوگ سر کے بال نہیں منڈواتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ دوران حج احرام اترنے تک بال نہیں منڈائے جاتے۔ یہ اسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ اب تو حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کے سر پر استرا نہ پھیرا جائے کیونکہ یہ خدا کے لیے نذر کیا جائے گا۔ ②

---

① تورات، تکوین، اصحاح:22 آیت 2.

② تورات، قضاۃ، اصحاح:13-4.

Marfat.com

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وقوع پذیر ہوا، ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام اُٹھ اور قربانی کر۔ تب آپ علیہ السلام نے صبح اُٹھ کر ۲۰۰ اونٹ قربان کیے کیونکہ پیغمبر کا خواب بمنزلہ وحی ہوتا ہے دوسری شب پھر وہی خواب آیا۔

آپ علیہ السلام نے صبح اٹھ کر پھر ۲۰۰ اونٹ قربان کیے، تیسری شب پھر وہی خواب آیا چنانچہ آپ علیہ السلام نے پھر ۲۰۰ اونٹ قربان کیے۔ ①

چوتھی شب خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اپنے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں لہٰذا میں حکم باری تعالیٰ کی بجا آوری کے لیے جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اونٹ پر سوار ہو کر عازمِ سفر ہوئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پہنچے۔ آپ نے حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خوب اچھی طرح نہلا دھلا کر تیار کرو میں اسے دعوت الی اللہ میں لے جاؤں گا۔ حضرت ہاجرہ نے بیٹے کو نہلایا، پاکیزہ کپڑے پہنائے، بال مشک وعنبر سے خوشبودار کیے، سر میں کنگھی اور آنکھوں میں سرمہ ڈال کر باپ کے ہمراہ روانہ کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ساتھ لیا اور ایک تیز دھار چھری آستین میں چھپالی۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً ۱۷ سال تھی۔ ②

باپ بیٹے کی روانگی کے بعد شیطان لعین حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہ نے جواب دیا کہ وہ اسے اپنے ساتھ ایک ضیافت پر لے گئے ہیں، شیطان لعین نے کہا افسوس وہ اسے ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں اس پر حضرت ہاجرہ نے جواب دیا کیا کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے اس پر شیطان لعین بولا کہ حضرت ابراہیم ایسا خدا کے حکم سے کر رہے ہیں اس پر حضرت ہاجرہ بولیں کہ اگر واقعی خدا کا فرمان ہے تو میں اس کی رضا پر راضی ہوں شیطان لعین یہاں سے مایوس ہو کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس گیا اور آپ علیہ السلام سے بھی پوچھا کہ آپ علیہ السلام کہاں جا رہے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا باپ کے ساتھ ضیافت میں جا رہا ہوں اس پر شیطان لعین بولا کہ نہیں تمھارا باپ تمھیں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے اس پر حضرت اسمٰعیل نے استفسار فرمایا کہ کیا کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے اس پر شیطان لعین بولا کہ انہیں خدا نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اس پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بولے کہ اگر یہ حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے باپ سے پوچھا اے ابا جان آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے۔

---

① سیرت النبی ﷺ جلد۔ ص:90. تورات، اصحاح:10 آیت:98.

② آپ علیہ السلام کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن زیادہ گمان ۱۷ سال کا ہے کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ ماہ بڑے تھے اور یہ واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وقوع پذیر ہوا۔ (الرحیق المختوم ص 38۔

Marfat.com

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ.

ترجمہ: ''اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔''①

فانظر ماذا ترای

ترجمہ: ''پس بیٹے بتا تیری کیا رائے ہے؟''

سعادت مند بیٹے جواب دیا۔

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ: ''اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے مجھے آپ ان شاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے۔''②

اس کے بعد باپ بیٹا منیٰ کے مقام پر پہنچے۔ یہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی مبادا کہ شفقت پدری کی بنا پر جوشِ محبت میں آ کر حکم باری تعالیٰ میں کوئی لغزش نہ آ جائے پھر بیٹے کو ماتھے کے بل زمین پر لٹایا اور زور سے چھری گردن پر چلائی کہ پیچھے سے آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر یہ آواز حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تھی آواز سن کر آپ علیہ السلام نے پٹی کھولی تو دیکھا کہ ایک دنبہ ذبح کیا ہوا ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پاس کھڑے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کا پیغام دے رہے ہیں۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ: ''اسی وقت ہم نے ندا فرمائی اسے کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں (نیکوں کو)۔''③

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظیم قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی مقبول ہوئی کہ قربانی کی یہ رسم سنت قرار دے کر قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے واجب قرار دے دی گئی۔

قربانی سے فراغت پا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں اور بیٹے کو چھوڑ کر واپس فلسطین چلے گئے۔ چند روز گزرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ تم پر اللہ تبارک تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور ساتھ ہی حکم دیا ہے کہ اللہ کے لیے ایک گھر بناؤ تا کہ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا باری تعالیٰ یہ تیرا گھر (خانہ کعبہ) کہاں بناؤں؟ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو جاؤ ایک بادل آئے گا اور چلنا شروع ہو جائے گا تم بھی ساتھ ساتھ چلتے جانا جہاں پر بادل رک جائے گا اسکی سیدھ کو دیکھ کر زمین کھودنا تو تمھیں بنیاد مل جائے گی اس بنیاد پر میرا گھر تعمیر کرنا۔

---

①کنز الایمان.

②پارہ:23 سورہ الصفت آیت:102.

③پارہ:23 سورہ الصفت آیت نمبر:105.

Marfat.com

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو جگہ کی نشاندہی کی، جگہ کی نشاندہی پر آپ علیہ السلام نے اللہ سے التجا کی کہ یاباری تعالیٰ میں اس صحرا میں پتھر کہاں سے لاؤں؟ اس پر اللہ نے وحی فرمائی کہ آپ علیہ السلام کو جس جس پتھر کی ضرورت ہوگی آپ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام پانچ پہاڑوں کوہ لبنان، حرا، ابوقبیس، صفا اور مروہ سے لاکر دیں گے۔ باپ بیٹے نے مل کر تعمیر کعبہ کے لیے بنیادیں اٹھائیں اور اللہ سے دعا کی قرآن پاک میں اس کا یوں ذکر کیا گیا ہے۔

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُؕ-رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ-اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۱۲۷)

ترجمہ: ''اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام اس گھر کی بنیادیں اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تُو ہی سنتا جانتا ہے۔''①

چنانچہ باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی جب گھر بن چُکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ ایسے مقام پر لگادوں جہاں سے طواف شروع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ گھر حجرِ اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز لمبا، رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز چوڑا اور زمین سے چھت تک ۹ گز اونچا تھا، جب گھر مکمل ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر دعا کی۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ

ترجمہ: ''اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امن والا کردے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔''②

اس کے بعد باپ علیہ السلام اور بیٹے علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی یارب! ہماری یہ اطاعت اور خدمت اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ اس کے بعد توبہ واستغفار کی اور پھر وہ دعا کی کہ جس کے بارے میں سید انبیا حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں دعائے ابراہیم ہوں۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْؕ-اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۱۲۹)

---

①سورہ بقرہ آیت نمبر:127 ترجمہ کنز الایمان.
②سورہ البقرہ آیت:126.

Marfat.com

ترجمہ: ”اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔“①

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ یارب اپنے محبوب نبی آخرالزماں ﷺ کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عطا کر باپ بیٹے کی دعا قبول ہوئی اور ان کی نسل میں حضور ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہزاروں انبیاء حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔②

گھر مکمل ہو چکا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے ابراہیم علیہ السلام:

وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ

ترجمہ: ”اور میرا گھر صاف ستھرا رکھ طواف والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع وسجدے کرنے والوں کے لیے اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیں۔“③

جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا اس وقت موجودہ دور کی طرح اعلان کرنے کے وسائل نہ تھے، ویران جگہ تھی۔ تھوڑی سی آبادی تھی اس کے علاوہ کوسوں تک کوئی آدم زاد نہ تھا مگر ایک اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر کی آواز تھی۔ آپ علیہ السلام نے جب لوگوں کو حج کے لیے پکارا تو آپ علیہ السلام کی معمولی آواز مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب اور زمین سے آسمان تک پہنچی۔

مناسک حج کے باب میں مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ

ترجمہ: ”اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔“④

کی تفسیر کرتے ہوئے کہ جن باتوں سے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا وہ دس چیزیں ہیں۔“⑤

---

①سورہ البقرہ آیت:129.
②خزائن العرفان تفسیر سورہ بقرہ آیت نمبر:129.
③خزائن العرفان تفسیر سورہ حج آیت:26-28 آیت نمبر:129.
④سورہ بقرہ آیت:123
⑤تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ بحوالہ خزائن العرفان.

Marfat.com

① مونچھیں کٹوانا ② ناک میں صفائی کے لیے پانی استعمال کرنا
③ کلی کرنا ④ مسواک کرنا
⑤ سر میں مانگ نکالنا ⑥ ناخن تراشنا
⑦ بغل کے بال دور کرنا ⑧ زیر ناف بالوں کی صفائی
⑨ ختنہ ⑩ پانی سے استنجا کرنا یہ سب چیزیں/باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واجب تھیں اور ہم پر یہ سب سنت ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس فلسطین تشریف لے گئے، کچھ عرصہ بعد پھر مکہ تشریف لائے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہو سکی، بہو سے حالات دریافت کیے اس نے تنگدستی کی شکایت کی آپ علیہ السلام نے اسے پیغام دیا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئیں تو ان علیہ السلام سے کہنا کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دیں اور واپس لوٹ گئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر آئے تو بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام دیا آپ علیہ السلام مطلب سمجھ گئے اور بیوی کو طلاق دے دی اس کے بعد قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی سے شادی کر لی۔ ابراہیم علیہ السلام ایک بار پھر مکہ تشریف لائے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی، بہو سے حالات دریافت کیے بہو نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، آپ علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور بیٹے کے لیے پیغام چھوڑا کہ دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھے اور واپس فلسطین تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مضاض بن عمرو کی بیٹی سے بارہ بیٹے عطا فرمائے۔(جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① نابت یا نبایوط ② قیدار ③ ادبائیل ④ میثام
⑤ مشماع ⑥ دوما ⑦ میثا ⑧ تیما
⑨ یطور ⑩ نفیس ⑪ حدد ⑫ قیدخان

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد انکے بیٹوں کی اولاد مکہ میں خوب پھلی پھولی اور ان سے بارہ قبیلے وجود میں آئے انہوں نے پہلے تو مکہ ہی میں رہائش رکھی مگر بعد میں جزیرۃ العرب کی مختلف اطراف اور پھر بیرون عرب میں پھیلتے چلے گئے اور آخر کار سوائے نابت اور قیدار کی اولاد کے زمانے کی تاریکیوں میں گم ہو گئے، ان میں سے بھی قیدار کی نسل مکہ ہی میں پھیلتی پھولتی رہی یہاں تک کہ عدنان اور پھر اس کے بیٹے معد کا زمانہ آ گیا معد کے بیٹے نزار اور نزار کے چار بیٹوں ایاد، انمار، ربیعہ اور مضر کا زمانہ آیا ان میں سے ربیعہ اور مضر کے دو قبیلے اور ان کی کئی شاخیں مکہ اور گردونواح میں پھیلتی پھولتی رہیں۔

ربیعہ بن نزار سے اسد، غزہ، وائل، بکر، تغلب اور بنو حنیفہ قبائل وجود میں آئے۔ نزار کے دوسرے بیٹے مضر سے دو قبائل قیس عیلان اور الیاس وجود میں آئے۔ الیاس سے مزید قبائل رہیم بن مرہ، ہذیل بن

Marfat.com

مدرکہ، بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ بنے اس کے بعد کنانہ سے قریش کا قبیلہ وجود میں آیا پھر قریش بھی مختلف شاخوں جمیم، سہم، عدی، مخزوم، تیم، زہرہ اور قصی بن کلاب کے خاندان بنے، قصی کے تین بیٹوں عبد الدار، اسد بن عبدالعزیٰ اور عبد مناف کے قبائل بنے، عبد مناف کے چار بیٹوں عبد شمس، نوفل، مطلب اور ہاشم سے چار ذیلی قبیلے وجود میں آئے، اس کے بعد ہاشم کی اولاد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرور کونین حضرت محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا۔

قیدار کی نسل سے عدنان کی اولاد جب مکہ میں بہت زیادہ پھیلی تو انہیں چارے اور پانی کے مزید ذخائر کی تلاش کی ضرورت محسوس ہوئی اسی تلاش میں قبیلہ عبدالقیس، بکر بن وائل اور بنو تمیم کی کئی شاخیں بحرین میں جا بسیں، دیگر قبائل بھی معاشی ضروریات کے تحت جزیرۃ العرب اور بیرون عرب اور اطراف مکہ میں پھیلتے اور بستے چلے گئے، چنانچہ بنو سلیم نے مدینہ کے قریب رہائش اختیار کی اور وادی القریٰ سے شروع ہو کر خیبر اور مدینہ کے مشرق سے حرہ بنو سلیم سے متصل پہاڑوں تک پھیل گئے بنو ثقیف نے طائف میں رہائش اختیار کی۔ بنو ہوازن نے مکہ کے مشرق مکہ بصرہ شاہراہ پر وادی اوطاس میں بود و باش اختیار کی۔

بنو حنیفہ بن صحب بن علی بن بکر نے یمامہ میں ڈیرے ڈالے، بکر بن وائل کی کچھ شاخوں نے یمامہ سے بحرین، ساحل کاظمہ، خلیج سواد عراق، ابلہ اور بیت تک کے علاقوں کو اپنا مسکن بنایا، بنو تغلب جزیرہ فرائیہ اور بنو بکر کے ساتھ بھی کچھ نے رہائش اختیار کی بنو تمیم نے بادیہ بصرہ کو چنا۔

بنو اسد تیاء کے مشرق اور کوفہ کے مغرب میں آباد ہوئے۔ بنو ذبیان تیاء کے قریب حوران کے اطراف میں آباد ہوئے۔ ①

تہامہ میں بنو کنانہ کے خاندان رہ گئے ان میں خاندان قریش کی رہائش مکہ اور اس کے اطراف میں تھی۔ یہ تمام قبائل منتشر تھے آپس میں ان کا کوئی اتحاد نہ تھا آخر کار ایک نامور شخصیت قصی بن کلاب کا زمانہ آیا تو اس نے تمام قریش کو متحد کر کے بلندی و وقار اور شرف و عزت بخشی۔

رسالت مآب ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ کی نسل میں سے قریش کو چنا پھر قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا۔ ②

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلق کو تخلیق فرمایا تو میرا سب سے اچھے گروہ میں انتخاب فرمایا پھر ان کے دو گروہوں میں سے مجھے اچھے

---

① الرحیق المختوم جلد 1۔ ص:4.

② صحیح مسلم۔ جامع ترمذی:3.

Marfat.com

گروہ میں رکھا پھر قبائل کا انتخاب فرمایا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے کے اندر رکھا پھر ان قبائل میں سے گھرانوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں رکھا لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔ ①

رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر میرے نسبی سلسلہ تک کوئی بھی فرد بے راہرو نہیں ہوا سب ہی نکاح کرتے رہے۔ ②

میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین کے صلبوں اور رحموں میں لایا گیا جنہوں نے دور جہالت میں بھی کسی برائی کو چھوا تک نہیں۔ ③

---

①جامع ترمذی جلد:2 ص:201.

②البدایہ والنہایہ جلد:2 ص:255.

③دلائل النبوۃ للبیہقی جلد:1 ص:174-175.

Marfat.com

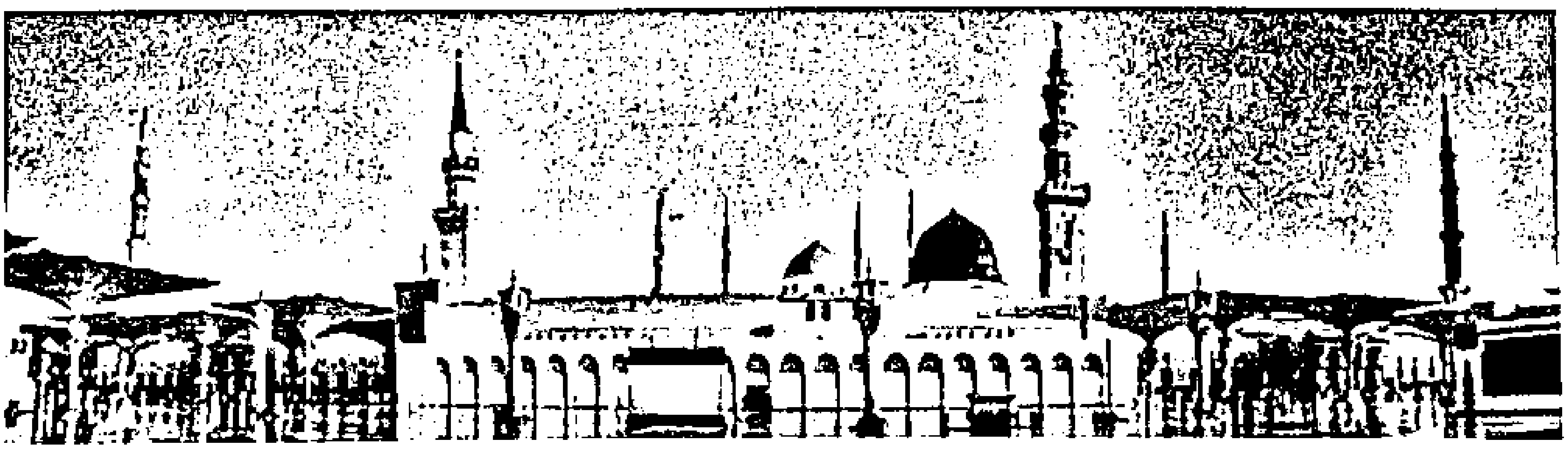

شجرہ مبارک (خاندان نبوت)

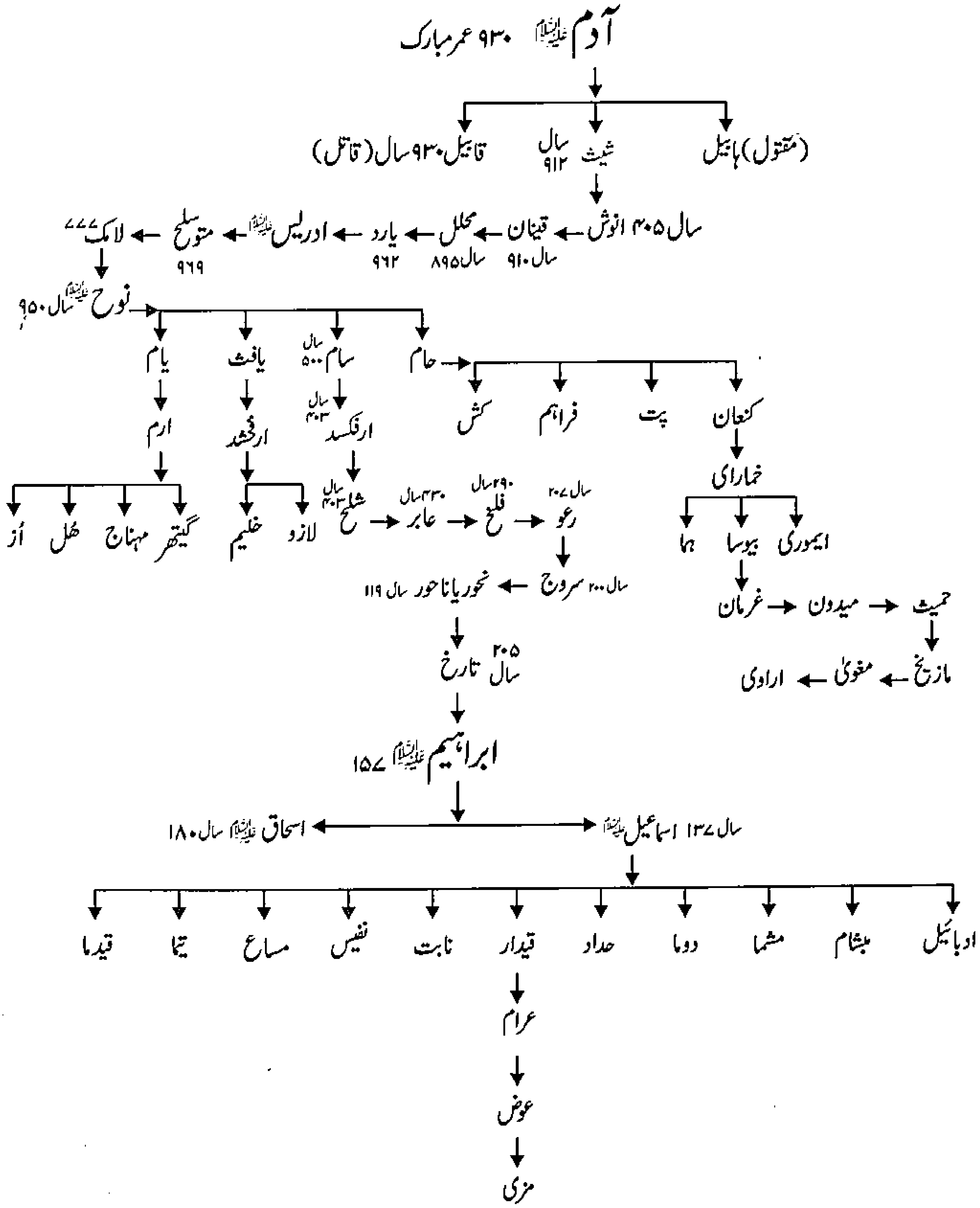

Marfat.com

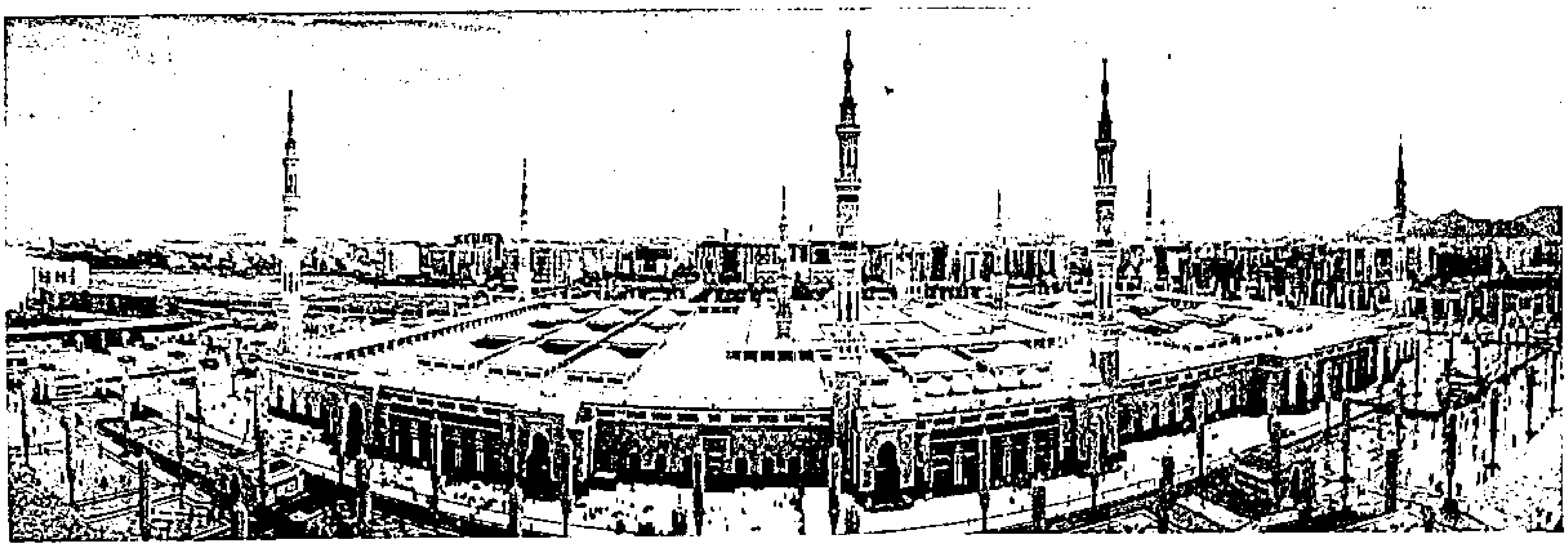

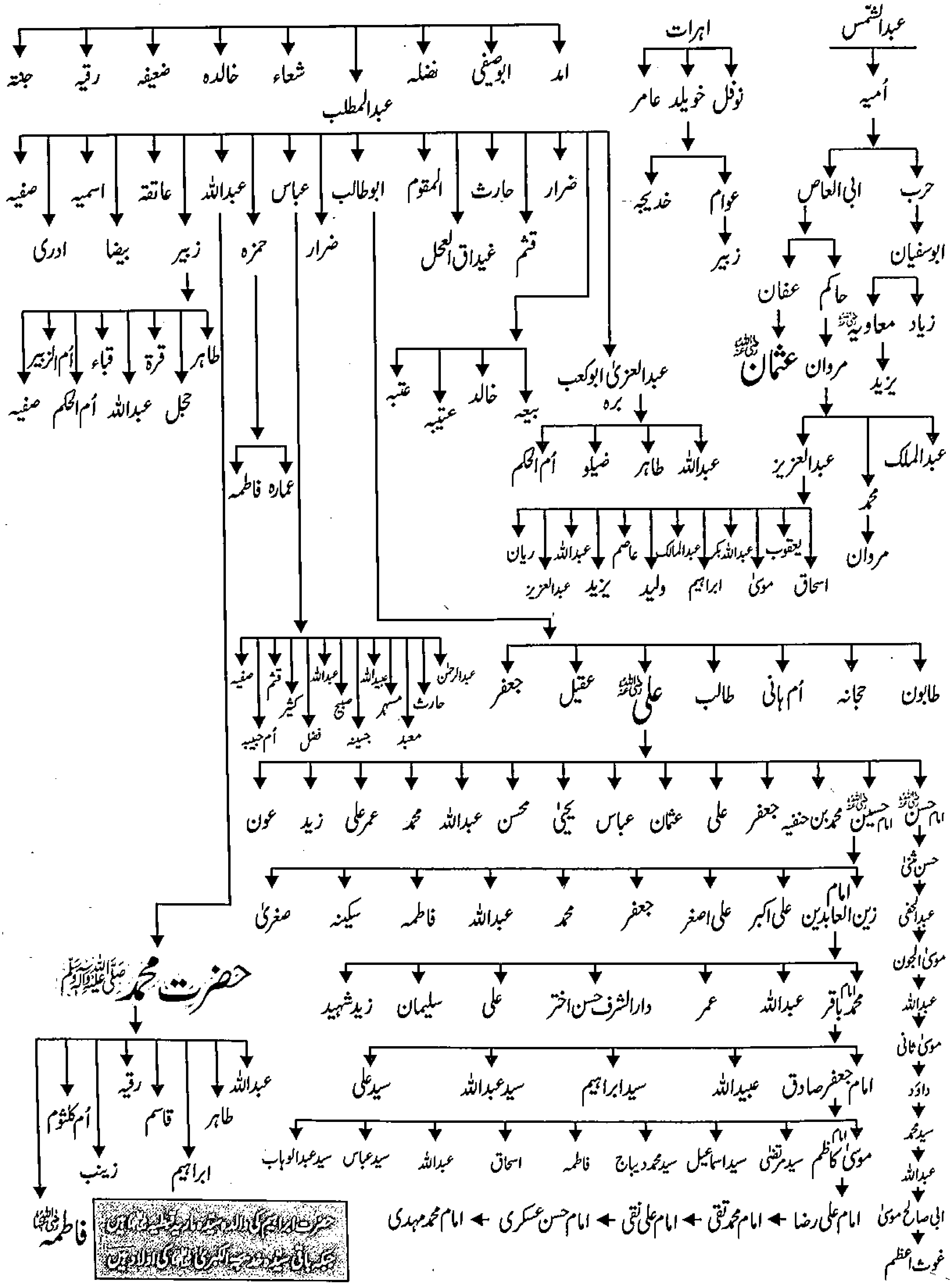

عبدالشمس
اُمیہ
حرب ابی العاص
ابوسفیان
زیاد معاویہ
یزید
حاکم عفان
مروان عثمان
عبدالملک محمد عبدالعزیز
مروان
یعقوب عبداللہ بکر عبدالملک عاصم عبداللہ ریان
اسحاق موسیٰ ابراہیم ولید یزید عبدالعزیز
اہرات
نوفل خویلد عامر
عوام خدیجہ
زبیر
امد ابوصیفی نضلہ عبدالمطلب شعاء خالدہ ضعیفہ رقیہ جنتہ
ضرار حارث المقوم ابوطالب عباس عبداللہ عاتقہ اسمیہ صفیہ
قثم غیداق الحجل
ضرار
حمزہ
زبیر بیضا ادری
طاہر قرۃ قباء اُم الزبیر
حجل عبداللہ اُم الحکم صفیہ
عبدالعزیٰ ابولعب
برہ
عبداللہ طاہر ضیلو اُم الحکم
بیعہ خالد عتیبہ عتبہ
عمارہ فاطمہ
عبدالرحمن عبیداللہ عبداللہ قثم صفیہ
حارث مسہر صبیح کثیر
معبد جسینہ فضل اُم حبیبہ
طالبون حجانہ اُم ہانی طالب علی عقیل جعفر
امام حسن امام حسین محمد بن حنفیہ جعفر علی عثمان عباس یحییٰ محسن عبداللہ محمد عمر علی زید عون
حسن مثنیٰ
عبدالمحض
موسیٰ الجون
عبداللہ
موسیٰ ثانی
داؤد
سید محمد
عبداللہ
ابی صالح موسیٰ
غوث اعظم
امام زین العابدین علی اکبر علی اصغر جعفر محمد عبداللہ فاطمہ سکینہ صغریٰ
امام محمد باقر عبداللہ عمر دارالشرف حسن اختر علی سلیمان زید شہید
امام جعفر صادق عبیداللہ سید ابراہیم سید عبداللہ سید علی
امام موسیٰ کاظم سید مرتضیٰ سید اسماعیل سید محمد دیباج فاطمہ اسحاق عبداللہ سید عباس سید عبدالوہاب
امام علی رضا ← امام محمد تقی ← امام علی نقی ← امام حسن عسکری ← امام محمد مہدی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
عبداللہ طاہر قاسم رقیہ اُم کلثوم
ابراہیم زینب
فاطمہ

Marfat.com

شجرہ مبارک (خاندان نبوت)

مندرجہ بالا سلسلہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہے اس میں یقیناً کچھ غلطیاں بھی ہیں، کچھ ناموں کا بھی اختلاف ہے۔

دوسرا حصہ: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو کر عدنان تک ہے اس حصہ میں کچھ سیرت نگاروں اور علم انساب کے ماہرین میں اختلاف ہے اور بعض نے توقف اختیار کیا ہے اور کچھ قائل ہیں۔

تیسرا حصہ: اس حصہ کا تعلق عدنان سے حضرت محمد ﷺ تک ہے اس حصہ پر سیرت نگاروں اور ماہرین انساب کا اتفاق ہے البتہ تاریخ طبری کے مطابق ناموں کا فرق ہے اور یہ فرق مختلف زبانوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

خانوادہ نبوت

محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا مگر کچھ محققین کے مطابق قریش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور چونکہ قصیٰ نے لوگوں کو ایک رشتہ میں منسلک کیا اس لیے قریش کہلائے۔ بعض محققین کے مطابق قریش ایک مچھلی کا نام ہے جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے کیونکہ قصیٰ ایک بہت بڑے سردار تھے جنہوں نے بے شمار منتشر قبائل کو جمع کیا اس لیے بانی خاندانِ قریش ہوئے۔ ①

قُصَیؒ

مکہ میں ایک معزز عورت فاطمہ بنت سعد تھی اس کے شوہر کا نام کلاب بن مرہ تھا۔ کلاب بن مرہ سے بنت سعد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام زہرہ اور دوسرے کا نام زید (قصیٰ) تھا یہی قصیٰ (زید) رسالت مآب ﷺ کے جد امجد تھے۔ ان کا اصل نام زید تھا مگر کافی عرصہ قبیلہ سے دور رہنے کی وجہ سے ان کا نام قصیٰ پڑ گیا۔ ② زہرہ اور قصیٰ ابھی بچے تھے کہ والد کلاب فوت ہو گئے۔ ارض شام سے ایک شخص جس کا تعلق بنی قضاعہ سے تھا اس کا نام ربیعہ بن حرام تھا۔ وہ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے آیا دوران قیام مکہ اس نے فاطمہ بنت اسد سے شادی کر لی اور کچھ عرصہ مکہ میں قیام کے بعد واپس ارض شام آیا اس وقت زہرہ جوان

---

① طبقات ابن سعد جلد:1۔ ② سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

تھااس نے مکہ میں ہی قیام کیا جبکہ قصیٰ چھوٹا ہونے کی بنا پر ماں کے ساتھ چلا گیا جب قصیٰ جوان ہوا تو ایک دن بنی قضاعہ کے ایک جوان رقیع سے جھگڑا ہو گیا، رقیع نے اسے طعنہ دیا کہ تمہارا تو بنی قضاعہ سے کوئی تعلق نہیں تم کس بَرتے پر اترا رہے ہو۔

قصیٰ نے گھر آ کر ماں سے اپنی اصلیت جاننے کی کوشش کی، پہلے تو ماں ٹالتی رہی مگر آخر کار مجبور ہو کر بیٹے کو بتایا کہ تو اپنی ذاتی اور خاندانی وقار میں بنی قضاعہ سے افضل اور بہتر ہے اور ساتھ ہی تمام گزشتہ حالات سے آگاہ کیا اس پر قصیٰ نے فیصلہ کن انداز میں قسم کھائی کہ وہ یہاں نہیں رہے گا بلکہ مکہ اپنے قبیلے میں جائے گا پھر ایک قافلے کے ساتھ مکہ واپس پہنچا جب قصیٰ مکہ آیا اس وقت اس کا بڑا بھائی زہرہ اندھا ہو چکا تھا۔

ان دنوں مکہ کا حاکم خلیل بن حبشہ تھا یہ کعبہ کا متولی تھا اس کا تعلق بنی خزاعہ سے تھا اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام جبی تھا قصیٰ ایک نہایت خوبصورت، دیانت دار، شجاع جوان تھا اس نے خلیل کو اس کی بیٹی کے لیے شادی کا پیغام بھیجا خلیل قصیٰ کی وجاہت اور شجاعت سے پہلے ہی متاثر تھا اس نے بڑی خوشی سے اپنی بیٹی جبی کی شادی قصیٰ سے کر دی۔ (1)

جب خلیل بوڑھا ہوا تو اس نے کعبہ کی چابیاں اپنی بیٹی کے حوالے کر دیں جبی نے یہ چابیاں اپنے خاوند قصیٰ کے حوالے کر دیں۔ خلیل کا تعلق چونکہ بنی خزاعہ سے تھا اس لیے خلیل کی وفات کے بعد بنوخزاعہ نے کعبہ پر اپنا حق جتا دیا اس پر قصیٰ نے اپنے منتشر قبیلے کو اکٹھا کیا اور اسے ساتھ ملا کر بنوخزاعہ کو مکہ سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ بنوخزاعہ نے مکہ سے نکلتے وقت نہ صرف زمزم کو بند کر دیا بلکہ سونے کے دو ہرن اور دیگر کعبہ میں موجود قیمتی اشیاء بھی زمزم کے کنویں میں پھینک کر اسے بند کر دیا۔ (2)

قصی نے بڑے بڑے نمایاں کام کیے اس نے ایک دارالشوریٰ/ دارالمشورہ قائم کیا جس کا نام دارالندوہ رکھا جہاں صُلح، جنگ، تجارت، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات منعقد کی جاتی تھیں۔

لوگ دور دراز سے حج اور زیارت کعبہ کے لیے آتے تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت اور سہولت کے لیے سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے اور رفادہ یعنی حاجیوں اور زاہدین کے لیے کھانے پینے کے انتظامات آپ ہی نے شروع کیے ان انتظامات کے لیے باقاعدہ طور پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔

قصیٰ کے چھ بیٹے تھے انہوں نے اپنی وفات سے پہلے بڑے بیٹے عبدالدار کو تمام اختیارات سونپ دیئے، وہ تمام بھائیوں میں سے سب زیادہ ان اختیارات کے لیے نااہل تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کی بجائے تمام اختیارات عبد مناف نے سنبھال لیے۔ عبد مناف کے چھ بیٹے تھے ان میں ہاشم سب سے زیادہ بااثر تھے چنانچہ تمام تر اختیارات انہیں تفویض کیے گئے، یہی ہاشم حضور ﷺ کے جدامجد ہیں اور ان کی نسبت سے آپ ﷺ ہاشمی کہلوائے۔

---

(1) سیرت ابن ہشام۔ (2) تاریخ مکہ المکرمہ۔

Marfat.com

ہاشم

ان کا اصلی نام عمرو تھا ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط پڑا لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ ہاشم کو ان کی حالتِ زار پر بڑا ترس آیا آپ بے شمار اونٹ اور نقدی لے کر ارضِ شام کی طرف روانہ ہوئے اور بھاری مقدار میں خشک روٹیاں خرید کر لائے پھر آپ نے جن اونٹوں پر روٹیاں خریدی تھیں ان تمام کو روزانہ کی بنیاد پر ذبح کر کے بڑی بڑی دیگوں میں گوشت تیار کرواتے، گوشت تیار ہونے پر اسے پراتوں میں ڈالتے اور خشک روٹیوں کا چورہ کر کے تیار شدہ گوشت میں ملا کر ثرید جیسا کھانا تیار کر کے تمام اہل مکہ کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ آپ کا نام عمرو سے ''ہاشم'' پڑ گیا ہاشم کے معنی چورا کرنے والا ہے، عربی میں ہشم چورا کرنے کو کہتے ہیں اور ہاشم اس کا اسم فاعل ہے۔

ہاشم نہایت ہی فراخ دل اور بہترین منتظم تھے انہوں نے سب سے پہلے حجاج کرام کی خدمت کو بہتر انداز میں ترتیب دیا، پھر قیصر روم، کسریٰ، حبشہ اور اقیال یمن کے بادشاہوں سے راہداری تجارت حاصل کی اور ان بادشاہوں سے باقاعدہ فرمان لکھوایا کہ قریش جب ان ممالک میں مال تجارت لے کر جائیں گے تو ان سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔ چنانچہ قریش کے قافلے بلا روک ٹوک عراق، مصر، شام، عمان، یمن اور حبشہ جاتے تھے۔ [1]

ظہور اسلام سے پہلے عربوں کا ایک پیشہ ڈاکہ زنی/لوٹ مار بھی تھا مگر ہاشم نے نہایت تدبر اور فہم و فراست سے مختلف قبائل سے یہ معاہدہ بھی کیا کہ کوئی قبیلہ بھی قریش کے قافلہ تجارت کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور صلہ کے طور پر قریش کے تجار ان قبائل میں خود ضرورت کی چیزیں لے کر جائیں گے۔ چنانچہ ان حالات میں یعنی جب پورا عرب قتل و غارت، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار میں مصروف تھا قریش کے قافلہ ہائے تجارت بالکل محفوظ تھے۔ وہ بلاخوف و خطر سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں دیگر ممالک میں تجارت کے لیے جاتے تھے۔

ایک بار تجارت کے لیے شام کی طرف جاتے ہوئے ہاشم نے مدینہ قیام کیا، مدینہ میں اس وقت ایک سالانہ تجارتی بازار لگتا تھا آپ بازار گئے راستے میں ایک حسین و جمیل لڑکی پر نظر پڑی اس کی حرکات و سکنات اور شرم و حیا سے نہایت متاثر ہوئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی کا تعلق بنو نجار خاندان سے ہے اور اسکا نام سلمٰی بنت عمرو ہے۔ آپ نے شادی کی درخواست کی، لڑکی نے درخواست قبول کر لی اس طرح دونوں کا نکاح ہو گیا۔ [2]

---

[1] سراج منیر از ایم اے راحت۔

[2] ابنِ ہشام۔

Marfat.com

مدینہ میں تھوڑا عرصہ قیام کے بعد ہاشم بغرض تجارت ارضِ شام کی طرف روانہ ہو گئے مگر اتفاقاً فلسطین کے شہر غزہ میں انتقال ہو گیا، مدینہ میں سلمٰی کے ہاں ۴۶۷ء کو ایک بیٹا پیدا ہوا بوقت پیدائش بچے کے سر کے بالوں میں سفیدی تھی جس کی بنا پر اس کا نام شیبہ رکھا گیا بچہ اپنے ننھال مدینے میں پرورش پانے لگا۔

عرصے تک کسی کو ہاشم کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا مگر آخر کار اس کے بھائیوں کو اس کی شادی اور اس کی وفات کا پتہ چل گیا اس پر ہاشم کے بھائی مُطلب نے مدینے کا سفر کیا اور اپنے بھتیجے کی تلاش شروع کر دی جب سلمٰی کو خبر ہوئی تو اس نے مُطلب کو اپنے پاس بلا کر مہمان بنایا پھر مُطلب کی خواہش پر شیبہ کو اس کے حوالے کر دیا ایک روایت کے مطابق اس وقت شیبہ کی عمر ۸ سال تھی۔ [1] اور دوسری روایت کے مطابق ۱۲ سال تھی۔ [2]

شیبہ کو لے کر مُطلب مکہ پہنچا تو اس وقت وہ اونٹ پر سوار تھا اور شیبہ اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب قریش نے دیکھا تو کہا یہ اونٹ کے پیچھے عبدالمطلب ہیں یعنی مُطلب کا غلام اس پر مُطلب نے کہا کہ نہیں، نہیں یہ میرا بھتیجا اور ہاشم کا بیٹا ہے مگر اس دن سے شیبہ کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ ہاشم کی وفات کے بعد کعبہ کے تمام اختیارات عبدالمطلب کو تفویض کیے گئے۔

مُطلب کی وفات کے بعد نوفل نے اپنے بھتیجے عبدالمطلب کے صحن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا، عبدالمطلب نے قریش سے اپنے چچا کے خلاف مدد چاہی مگر تمام نے معذرت کر لی۔ اس نے مجبوراً مدینہ میں اپنے ماموں ابوسعد بن عدی کو اشعار میں تمام صورت حال سے آگاہ کر کے مدد کی درخواست کی۔

درخواست موصول ہونے پر ان کا ماموں ابوسعد بن عدی اسی (۸۰) سوار لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا، جب یہ سوار مقام ابطح پہنچے تو عبدالمطلب نے ماموں سے ملاقات کر کے دوبارہ ساری صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے مکہ تشریف لے چلنے کی درخواست کی مگر ابوسعد نے قسم کھائی کہ نوفل سے ملے بغیر میں آپ کے گھر نہیں جاؤں گا اور تیزی سے مکہ میں داخل ہو کر حطیم میں مشائخ قریش کے پاس بیٹھے، نوفل کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ ابوسعد نے تلوار نیام سے نکال کر کہا اس گھر کے رب کی قسم میرے بھانجے کی زمین واپس کر دو ورنہ یہ تلوار تمہارے اندر پیوست کر دوں گا، اب نوفل کے پاس کوئی چارہ نہ تھا تو وہ بولا کہ لو میں نے واپس کر دی اس پر ابو سعد نے مشائخ قریش کو گواہ بنایا اور عبدالمطلب کے ہاں تین روز قیام کر کے عمرہ ادا کیا اور واپس مدینے چلا گیا۔

اس واقعے نے تاریخ پر بڑے دوررس اثرات مرتب کیے۔

نوفل نے اس واقعے کے بعد بنی ہاشم کے خلاف بنی عبدالشمس سے باہمی تعاون کا معاہدہ کیا اور بنوخزاعہ نے بنی ہاشم سے دارالندوہ میں باہمی تعاون کا معاہدہ کیا۔ یہی عہد و پیمان آگے چل کر فتح مکہ کا سبب بنا۔

عبدالمطلب جوان ہو کر بڑا خوبصورت اور دانشمندی میں بڑا مشہور ہوا، اب اس نے شادی کر لی۔

---

① الرحیق المختوم جلد:1 ص:276۔ ② سیرت النبی ﷺ از سلیمان ندوی جلد:1 ص:76۔

Marfat.com

زمزم کی تلاش

ایک دن عبدالمطلب مقام حجر میں سو رہے تھے کہ کسی نے خواب میں کہا اے عبدالمطلب! اٹھو اور طیبہ کو کھودو۔ ① دوسرے دن وہ اپنی آرام گاہ میں سو رہے تھے کہ پھر کسی نے کہا اٹھو اور برہ کو کھودو تیسرے روز بھی حالت خواب میں حکم ہوا خضونہ کو کھودو۔ چوتھے روز عبدالمطلب اپنی آرام گاہ میں سو رہے تھے کہ پھر کسی نے کہا کہ اٹھو اور زمزم کو کھودو۔ ② اس پر عبدالمطلب نے پوچھا کہ یہ زمزم کیا چیز ہے اور کہاں ہے تو جواب آیا کہ یہ ایک چشمہ/کنواں ہے جو کبھی نہ سوکھے گا اور نہ اس کا پانی کم ہوگا وہ حج کرنے والے بڑے بڑے گروہوں کو سیراب کرے گا وہ اس وقت لید اور خون کے درمیان غراب اعصم کے گھونسلے کے پاس چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے۔ ③

عبدالمطلب نے پہلے تین روزہ خوابوں سے قریش کو آگاہ کر رکھا تھا جب چوتھے روز جگہ کی نشاندہی ہوئی تو انہوں نے قریش کو بتلایا کہ مجھے زمزم کی جگہ بتلا دی گئی ہے، اب میں کھدائی شروع کروں گا قریش نے ساتھ دینے کی بجائے تماش بین کی حیثیت اختیار کر لی۔

عبدالمطلب نے کھدائی شروع کی جب زمزم کا کنواں نمودار ہو گیا اور اس میں سے قیمتی ہرن نمودار ہوئے تو قریش نے جھگڑا شروع کر دیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شریک کرلو اس پر عبدالمطلب بولے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس کام کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ مگر قریش نہ مانے اور جھگڑا طول پکڑ گیا، اسی دوران کھدائی پر دیگر قیمتی اشیا بھی برآمد ہوئیں، جھگڑے نے مزید طول پکڑا تو فیصلہ ہوا کہ ارض شام کی کاہنہ کو ثالث مقرر کیا جائے۔

جب ارضِ شام کی طرف روانگی ہونے لگی تو اس موقع پر عبدالمطلب نے دعا مانگی اور نذر مانی کہ اگر رب کعبہ نے اسے دس بیٹے دیے اور وہ بلوغت کو پہنچ کر اس کے محافظ بنے تو وہ اپنے ایک بیٹے کو خدا کی خوشنودی کی خاطر کعبہ کے پاس قربان کر دیں گے۔

سفر شروع ہوا، دوران سفر صحرا میں سے گزرتے ہوئے عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا، صحرا کا سفر تپتی ریت، گرم ہوا کے اٹھتے ہوئے بگولوں کا رقص اور ایسے منظر میں عبدالمطلب اور اس کے ساتھیوں کے پاس پانی کی ایک بوند بھی نہ رہی جب کہ پیاس کے مارے برا حال ہو گیا تو عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب مرنا ہمارا مقدر ہے لہٰذا ہر آدمی اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھو دے جب پیاس سے ایک ساتھی مر جائے تو باقی مل کر اسے اس گڑھے میں دفن کر دیں۔

---

① 1 تا 4 چاہ زمزم کے نام ہیں۔
② ایسا کوا جس کے پروں کی نوک سفید ہو۔
③ ماخوذ از سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

مخالف گروہ کے پاس وافر مقدار میں پانی موجود تھا، وہ عبدالمطلب اور انکے ساتھیوں کی پیاس سے بری حالت دیکھ رہے تھے مگر انہوں نے عبدالمطلب اور اس کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جب تمام لوگوں نے گڑھے کھود لیے اور بیٹھ کر ستانے لگے تو عبدالمطلب نے مخاطب کر کے کہا کہ اے ساتھیو! اسی طرح بیٹھ کر موت کا انتظار کرنا اور سعی وکوشش عمل میں نہ لانا بڑی بزدلی کی بات ہے۔ کیوں نہ آس پاس کسی بستی یا چشمہ کی تلاش کریں اور جب جسمانی طاقت وہمت جواب دے گئی تو واپس یہاں آکر اپنے آپ کو بے رحم موت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں گے۔ اس لیے ہمت نہ ہارو شاید خدا تعالیٰ کو ہماری حالت پر رحم آجائے اور کسی نہ کسی طرح ہم ضرورت مندوں کو پانی جیسی نعمت عطا فرمادے۔

عبدالمطلب کی اس گفتگو پر سب ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے، عبدالمطلب بھی اٹھے اور جب اپنی اونٹنی کو اٹھایا تو اس کا ایک پاؤں زمین میں دھنس گیا اور جب اونٹنی نے اپنا پاؤں باہر نکالا تو وہاں سے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا، سب ساتھی اپنی سواریوں سے نیچے اترے، جی بھر کر پانی پیا، جانوروں کو پلایا اور اپنے مشکیزے بھر لیے۔ [1]

اب عبدالمطلب نے مخالف گروہ کو مخاطب کر کے کہا یامحشر القریش (اے اہل قریش) خدا تعالیٰ نے ہمیں اس بے آب وگیاہ صحرا کے اندر پانی عطا کر دیا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہاں پانی کا ملنا ناممکنات میں سے تھا لہٰذا تم لوگ بھی آؤ اور جی بھر کر پانی پیو چنانچہ ان لوگوں نے بھی پانی پیا، جانوروں کو پلایا اور ضرورت کے مطابق اپنے مشکیزے بھر لیے، اب تازہ دم ہو کر ارضِ شام کی طرف روانگی کے لیے تیاری ہوئی تو قریش کے مخالف گروہ نے مشاورت کی پھر ان میں سے ان کا سرکردہ عبدالمطلب کے پاس آیا اور انھیں مخاطب کر کے کہا اے عبدالمطلب اب ارضِ شام کی طرف جانے کی ضرورت نہیں، ہم زمزم کے دعوے سے دستبردار ہوتے ہیں اب ہم اس پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی قسم کا جھگڑا کریں گے کیونکہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ جس ذات نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اس تپتے ہوئے صحرا میں سیراب کیا ہے بے شک اسی ذات نے تجھے زمزم بھی عطا کیا ہے۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو بارہ بیٹے [2] عطا فرمائے جو کہ سب جوان ہو گئے، یہ بارہ بیٹے اور سات بیٹیاں عطا کیں۔ [3] یہ اولادیں کئی بیویوں سے تھیں۔

① عباس ② حمزہ ③ ضرار (والدہ کا نام نتیلہ) ④ المقوم (والدہ کا نام ہالہ)
⑤ حجل ⑥ الحارث (والدہ کا نام سحراء) ⑦ عبداللہ ⑧ ابولہب (والدہ کا نام لبنیٰ)
⑨ ابوطالب (فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ
⑩ زبیر ⑪ صفار/مغیرہ قثم

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد:1 ص:172.
[2] اس بارے میں اہل سیر میں اختلاف ہے کچھ بارہ اور کچھ تیرہ پر متفق اور کچھ کے نزدیک بیٹوں کی تعداد چھ ہے۔ [3] ابن ہشام۔

Marfat.com

بیٹیاں

① صفیہ والدہ کا نام ہالہ ② ام حکیم ③ بیضاء والدہ کا نام فاطمہ بنتِ محمد ④ راتکہ ⑤ برہ ⑥ اروی ⑦ امیہ

ذبیح ثانی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی

ایک دن عبدالمطلب نے سارے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا اے میرے فرزندو! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور وہ سبھی جوان ہو گئے تو میں ان میں سے ایک خدا کی خوشنودی کے لیے بیت اللہ کے پاس قربانی کروں گا، اب تم سب جوان ہو چکے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ نذر پوری کرنے کا وقت آ گیا ہے لہٰذا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ سب بیٹوں نے باپ سے اتفاق کیا اور کہا کہ ہم تیار ہیں آپ ہم میں سے جس کو چاہیں قربانی کر دیں یا نذر پوری کرنے کا طریقہ کار بتلا دیں۔ اس پر باپ نے کہا کہ تم میں سے ہر کوئی تیر پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لائے۔

عبدالمطلب سب تیروں کو لیکر ہبل بت کے پجاری کے پاس آئے اور اسے فال نکالنے کو کہا جب فال نکلی تو اس میں سے آپ کے پیارے، خوبصورت، چہیتے اور پاکدامن بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے ایک تیز چھری لی پیارے بیٹے کو تھاما اور زمزم کے پاس ایساف و نائلہ[①] کے بتوں کے قریب جگہ پر لے گئے تا کہ نذر کے مطابق اپنے چہیتے بیٹے کو ذبح کریں۔ اس پر قریش دوڑے آئے اور عبدالمطلب سے کہا کہ اے عبدالمطلب ایسا مت کرو اگر آج آپ نے اپنے بیٹے کو نذر کے طور پر ذبح کر دیا تو آئندہ لوگ اپنے بچوں کو یہاں لا کر قربان کیا کریں گے اور اس طرح بچوں کی نسل کشی شروع ہو جائے گی۔ آپ کے ننھال والے اور ابو طالب بھی آڑے آئے۔ آپ کی والدہ فاطمہ کے قبیلے کے ایک شخص مغیرہ بن عبداللہ نے بھی ایسا کرنے سے منع کیا۔ تمام لوگوں کے منع کرنے پر عبدالمطلب بولے بتاؤ میں اپنی نذر کا کیا کروں۔ سب نے مشورہ دیا کہ مدینہ کی کاہنہ اور حرافہ سجاح سے رجوع کیا جائے اور اس سے نذر پوری کرنے کا حل دریافت کیا جائے۔

مدینہ کی کاہنہ کا فیصلہ

سب لوگ کاہنہ کے پاس گئے اور اس کے سامنے مسئلہ پیش کیا، سجاح نے ان سے پوچھا کہ تمہارے (دیت) خون بہا کی کیا مقدار ہے سب نے کہا کہ دس اونٹ اس پر کاہنہ نے کہا تم لوگ مکہ واپس جاؤ اور

---

① زمانہ قدیم میں قبیلہ جرہم کے اساف بن بغی اور نائلہ بنت ولک حج کے لیے مکہ آئے، دوران طواف انہوں نے بدکاری کی جس پر دونوں پتھر بن گئے، اب اساف کے بت کو کوہ صفا اور نائلہ کے بت کو جبل حزوہ میں پھینک دیا گیا بعد میں بت پرستوں نے ان بتوں کو زمزم کے پاس رکھ دیا اور ان کی پوجا اور ان کے پاس قربانی دینی شروع کر دیں۔ (سیرت ابن ہشام)

Marfat.com

دس اونٹوں اور عبداللہ پر فال نکالو اگر پھر بھی قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس دس کے حساب سے اونٹ بڑھاتے جاؤ اس پر سب خوشی خوشی مکہ واپس آ گئے۔

مکہ واپس آنے پر فال نکالنی شروع کی گئی تو دس اونٹوں پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام پھر نکلا۔ چنانچہ دس دس کے حساب سے گنتی بڑھاتے گئے حتیٰ کہ سو اونٹوں کی فال پر قرعہ اونٹوں پر نکلا ایسا تین بار کیا گیا اور تینوں بار قرعہ اونٹوں پر ہی نکلا چنانچہ عبداللہ کی بجائے اونٹوں کی بخوشی قربانی دی گئی اس رسم کو اسلام نے بھی قائم رکھا اور خون بہا اونٹ مقرر کر دیا گیا۔ رسالتمآب ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ میں دو ذبیح کی اولاد ہوں ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اُم قتال بنت نوفل کا فریب

حضرت عبداللہ بڑے خوبصورت اور وجیہ تھے۔ جب آپ سو اونٹوں کی قربانی کے عوض ذبح ہونے سے بچ گئے تو مکہ کی ایک نہایت حسین وجمیل عورت جس کا نام ام قتال بنت نوفل تھا اور یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔ وہ قدیم مقدس کتب اور صحائف کا علم رکھتی تھی۔ وہ نبی آخر الزماں ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی تمام نشانیوں سے آگاہ تھی اسے یہ بھی معلوم تھا کہ آپ ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صلب سے پیدا ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ ﷺ کے والد ماجد کو اپنی زلف کا اسیر بنانے کی کوشش کی بلا مبالغہ ام قتال حسن کا بہترین شاہکار تھی مگر آپ ﷺ کے والد ماجد اس حسین ساحرہ کے سحر سے محفوظ رہے جب اس کی تمام کوششیں بے کار ہو گئیں تو اب اس نے روپ بدلا اور آپ کو پیشکش کی کہ میرے ساتھ شادی کر لو اور بدلے میں مَیں آپ کو سو اونٹ دوں گی مگر اس کا یہ حربہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

شادی مبارک

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب قربانی سے بچ گئے تو باپ کو بیٹے کی شادی کی فکر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے قبیلہ زہرہ کے معزز خاندان میں وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی جن کا نام آمنہ تھا، اس کا انتخاب کیا وہ نسب اور رتبے کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ ان کے والد نسب یعنی وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اور شرف کے لحاظ سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ اس وقت وہ اپنے چچا وہیب [1] کے پاس مکہ ہی میں مقیم تھیں عبدالمطلب وہیب کے پاس گئے اور بیٹے کے لیے شادی کا پیغام دیا انہوں نے منظور کیا اور عقد ہو گیا اس طرح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی سے رخصت ہو کر سسرال آ گئیں۔

---

① سیرت النبی ﷺ جلد 1 ص: 108.

Marfat.com

اس موقع پر خود حضرت عبدالمطلب نے وہب کی بیٹی ہالہ سے شادی کی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہی کے بطن سے تھے۔ ہالہ رشتے سے آنحضرت ﷺ کی خالہ ہوئیں اور اسی رشتے کی بنا پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ اس وقت عرب میں دستور تھا کہ دلہا شادی کے بعد تین دن تک سسرال میں رہتا تھا چنانچہ دستور کے مطابق آپ تین دن سسرال میں رہنے کے بعد دلہن کو لے کر اپنے گھر آئے۔

حضرت عبداللہ تجارت کے لیے ارضِ شام روانہ ہوئے اور ایک روایت کے مطابق آپ کو والد نے مدینہ منورہ کھجوریں لانے کے لیے بھیجا مگر اکثریت اہل سیر کے مطابق آپ شام کو گئے اور واپسی پر مدینہ میں ہی قیام فرمایا مدینہ میں آپ بیمار ہوئے عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو خبر لانے کے لیے مدینہ بھیجا مگر جب وہ مدینہ پہنچے اس وقت تک حضرت عبداللہ فوت ہو چکے تھے اور نابغہ جعدی کے گھر تدفین ہو چکی تھی۔ جب ان کی وفات کی خبر مدینے پہنچی تو تمام خاندان کو بہت صدمہ ہوا۔ اس موقع پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نہایت درد انگیز مرثیہ کہا۔

عفا جانب البطحا من ابن هاشم
جاور لحدا خار جا فی الخاغم
دعده المنا یا دعوة فاجابها
قوما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم
عشية راجو الحملون سیروه
تعاوره اصحابه فی التراحم
فان تک غالبة المنایا دربیها
فقد کان معطاء کثیر التراحم ①

"بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگئی وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودہ خواب ہو گیا اسے موت نے پکارا اور اس نے لبیک کہہ دیا اب موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اٹھائے لے جا رہے تھے اگر موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کر دیا ہے تو انکے کردار کے نقوش نہیں مٹائے جا سکتے وہ بڑے دانا رحم دل تھے۔"

---

① طبقاتِ ابن سعد جلد 1:۔ الرحیق المختوم ص:82.

Marfat.com

حضرت عبداللہ نے ترکہ میں پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ، ایک حبشی لونڈی جن کی کنیت اُمِ ایمن تھی اور انہی نے رسالت مآب ﷺ کو گود میں کھلایا۔[1] اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے والد کی وفات سے دو ماہ قبل دنیا میں تشریف آوری ہو چکی تھی جو کہ غلط ہے اکثریت مورخین اور سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد کے واقعات بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اس وقت تک آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری نہ ہوئی تھی اور ظہور قدسی میں ابھی چند ماہ باقی تھے۔

قبل از اسلام عربوں کی حالت

سیاسی حالات:

اسلام سے قبل عربوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ ان میں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ لوگ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ کیونکہ جزیرۃ العرب کا زیادہ تر حصہ ریگستان اور صحرا پر مشتمل تھا لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جہاں کوئی نخلستان نظر آیا وہاں پر پھر ڈیرے جما لیے۔ قبائلی نظام تھا ہر قبیلے کا ایک سربراہ تھا جس کی حیثیت ایک مطلق العنان حکمران کی سی تھی۔ چونکہ لوگ خانہ بدوش تھے اس لیے ان کا کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہ تھا، لوگوں کا پیشہ تجارت چوری، ڈاکہ زنی تھا معمولی معمولی باتوں پر جنگ و جدال کے لیے تیار رہتے تھے یہ جھگڑے اور قتل و غارت معمولی سی بات سے شروع ہوتے اور کئی سالوں تک جاری رہتے مثلاً قبیلہ بنی بنو بکر اور بنو تغلب کے درمیان چالیس سال جنگ جاری رہی اسی طرح گھوڑ دوڑ پر بنو عیض اور بنو ذبیان کے درمیان کئی برسوں تک جنگ جاری رہی۔

جزیرۃ العرب کے وہ علاقے جو غیر ممالک کے پڑوس میں تھے ان کی سیاسی حالت بھی سخت اضطراب و انتشار اور زوال و انحطاط کا شکار تھی۔ انسان انہی دو گروہوں یعنی حاکم اور محکوم، مالک اور غلام میں منقسم تھا۔ تمام تر بوجھ غلاموں پر تھا جن پر ہر قسم کا ظلم روا تھا وہ ظلم کی چکی میں پس رہے تھے مگر حرفِ شکایت زبان پر نہ لا سکتے تھے انسانی حقوق نامی کسی چیز کا وجود نہ تھا۔

صرف حجاز کی حکومت کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اسے مرکز دین کا قائد اور پاسبان تصور کیا جاتا تھا، حرم اور اطراف حرم پر اس کی باقاعدہ حکمرانی تھی۔ بیت اللہ کی ضروریات اور شریعت ابراہیمی کے احکامات کا نفاذ کرتی تھی لیکن یہ حکومت نہایت کمزور تھی اور پورے جزیرۃ العرب کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔

---

[1] صحیح مسلم جلد دوم۔

Marfat.com

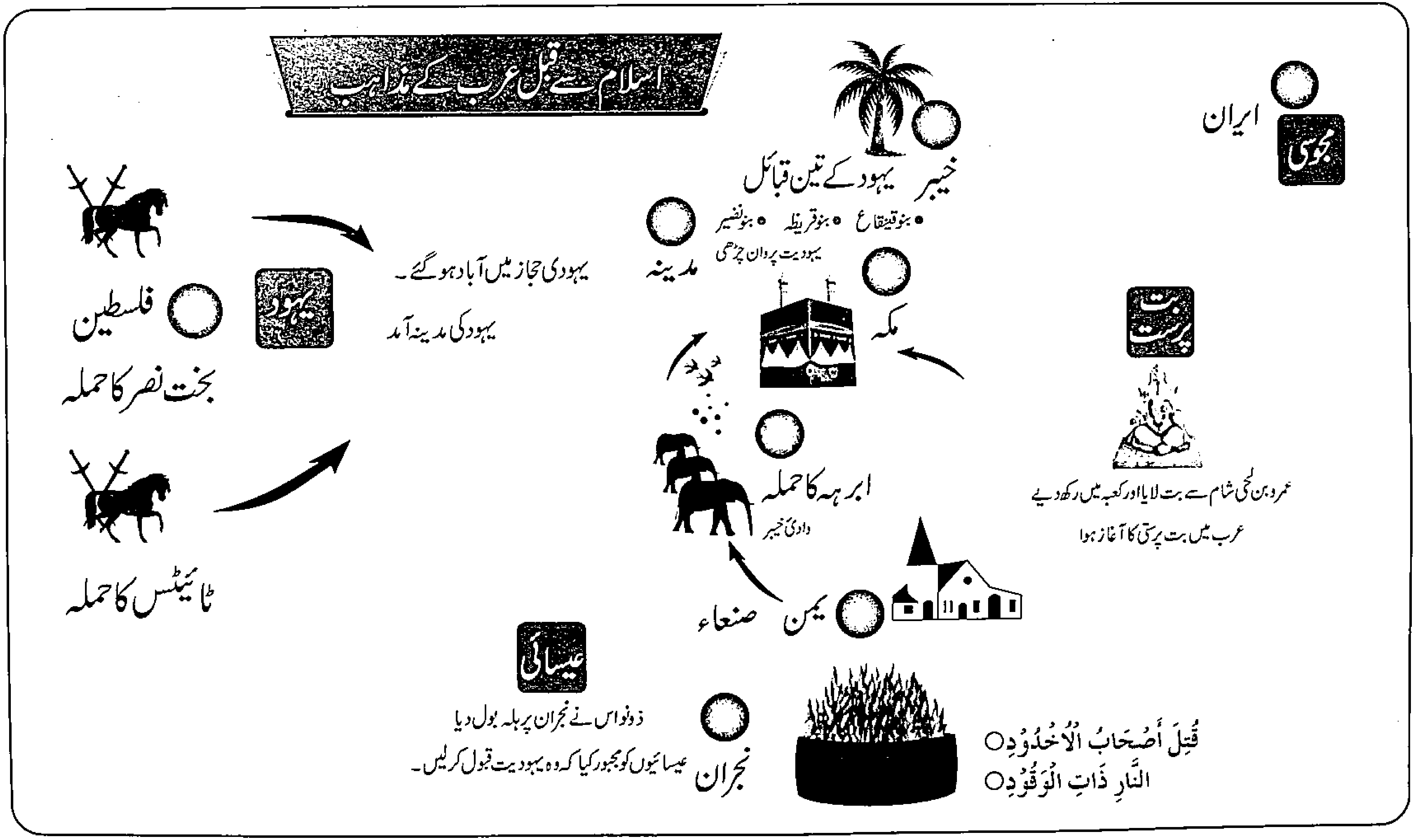
اسلام سے قبل عرب کے مذاہب
ایران
مجوسی
بت پرست
عمرو بن لحی شام سے بت لایا اور کعبہ میں رکھ دیے
عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا
خیبر یہود کے تین قبائل
• بنو قینقاع • بنو قریظہ • بنو نضیر
یہودیت پروان چڑھی
مدینہ
مکہ
ابرہہ کا حملہ
وادیٔ خیبر
یمن صنعاء
قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ
نجران
عیسائی
ذونواس نے نجران پر حملہ بول دیا
عیسائیوں کو مجبور کیا کہ وہ یہودیت قبول کرلیں۔
یہودی حجاز میں آباد ہو گئے۔
یہود کی مدینہ آمد
یہود
فلسطین
بخت نصر کا حملہ
ٹائیٹس کا حملہ

Marfat.com

Marfat.com

اخلاقی حالت

اخلاقی طور جزیرۃ العرب نہایت ہی پست تھا۔ ان میں گناہوں کی بھر مارتھی، قتل وغارت، چوری ڈاکہ زنی، شراب نوشی، سودخوری اور قمار بازی زوروں پر تھی۔ اکثریت اپنی بیویوں کو بھی جوئے میں ہار دیتے تھے۔ بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ عورتوں کی حیثیت جانوروں کی سی تھی، مرد جب چاہتا اور جتنی بار چاہتا شادیاں کر لیتا اور جب چاہتا کسی بیوی کو بے یارو مددگار چھوڑ دیتا۔ فحش کاری اور زنا کاری کے معاملے میں انتہائی پستی میں گھرے ہوئے تھے، اس زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔ ①

① پہلی صورت یہ تھی جو کہ ہمارے ہاں مروج ہے۔

② دوسری صورت یہ تھی کہ مرد عورت سے نکاح کرتا اور جب عورت حیض سے پاک ہو جاتی تو اسے کہتا کہ فلاں شخص کو پیغام بھیج کر اس سے زنا کرواؤ اور خود الگ تھلگ ہو جاتا، وہ عورت اس سے اس وقت تک زنا کراتی جب تک حمل وضع نہ ہو جاتا حمل وضع ہونے کے بعد مرد اگر چاہتا تو عورت کے پاس واپس آ جاتا۔

③ تیسری صورت یہ تھی کہ دس آدمیوں کی ایک جماعت ایک عورت کے پاس جاتی اور بدکاری کرتے اور یہ بدکاری وضع حمل تک جاری رہتی۔ حمل وضع ہونے کے بعد وہ سب الگ تھلگ ہو جاتے، جب بچہ پیدا ہوتا تو عورت سب اشخاص کو بلا لیتی
چنانچہ ان تمام افراد کو لازماً آنا پڑتا پھر وہ عورت ان میں سے کسی ایک شخص کا نام لے کر کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے۔ چنانچہ وہ بچہ اس کا مان لیا جاتا۔

④ چوتھی قسم کے نکاح کی یہ صورت تھی کہ رنڈیاں اپنے دروازے پر جھنڈے گاڑ دیتی تھیں۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر اس کے پاس جاتے اور زنا کاری کرتے، وہ کسی بھی آنے والے سے انکار نہیں کرتی تھیں، جب ایسی عورت حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو سب کے سب زنا کار اس کے پاس جمع ہو جاتے، پھر قیافہ شناس کو بلایا جاتا وہ بچے کو دیکھتا اور پھر موجود تمام مردوں کو دیکھتا اور پھر اپنی رائے کے مطابق کسی شخص کے ساتھ بچے کو مربوط کر دیتا اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا تھا۔

جب اسلام آیا تو زمانہ جاہلیت کی ان تمام رسومات کو ختم کر دیا گیا اور جاہلیت کے یہ تمام نکاح منسوخ کر دیئے گئے صرف اسلامی نکاح باقی رہا جو آج بھی رائج ہے۔ ②

---

①روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ②صحیح بخاری کتاب النکاح جلد:3 ص:55.

Marfat.com

مذہبی حالت

عرب کے لوگ بت پرست تھے وہ بتوں کی پوجا کرتے اور انھی سے ہر قسم کی حاجت روائی کے طالب تھے۔

بت پرستی کی یہ رسم حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کے بعد شروع ہوگئی تھی شیث علیہ السلام کی اولاد میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نام کے پانچ نہایت نیک اور پرہیزگار انسان تھے۔ جب یہ فوت ہوگئے تو شیطان لعین نے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کے بت بنا کر ان کی پوجا شروع کرادی۔ اس طرح بت پرستی کی رسم شروع ہوگئی حضرت نوح علیہ السلام ساری عمر ان بت پرستوں کو تبلیغ کرتے رہے۔

طوفانِ نوح علیہ السلام میں یہ بت بھی غائب ہوگئے۔ طوفانِ نوح ختم ہونے کے بعد شیطان مردود مسلسل ان بتوں کو تلاش کرتا رہا اور آخر کار اس نے ساحل جدہ کی ریت میں ان کو تلاش کر لیا۔ بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن لحی نیکو کاری، صدقہ خیرات اور دینی امور میں گہری دلچسپی کا حامل شخص تھا لوگ اسے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اولیاء میں تصور کرکے اس کی پیروی کرتے تھے۔ اس کا موکل ایک جن تھا۔

شیطان مردود نے جن کے ذریعے اس کے ذہن میں بتوں کی پوجا کی بات ڈالی وہ اس سے پہلے ارضِ شام میں لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھ چکا تھا اور اس سے متاثر بھی تھا۔ چنانچہ شیطان مردود کی نشاندہی پر اس نے بتوں کو نکالا اور اس طرح عرب میں عمرو بن لحی نے جس کی کنیت ابوشمامہ تھی، بت پرستی شروع کرادی اور اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی دعوت دی۔ چنانچہ اہل مکہ نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور پھر اہل مکہ کے ہی نقش قدم پر پورا جزیرۃ العرب اس میں شریک ہوگیا۔[1] یہ واقعہ رسالت مآب ﷺ کی بعثت سے چار سو سال قبل کا ہے۔

عمرو بن لحی نے یہ بت مختلف علاقوں میں نسب کرائے۔

① ود: اس بت کو دومۃ الجندل میں نصب کیا گیا

② سواع: یہ ایک حسین وجمیل عورت کا بت تھا اسے بنی ہذیل کا سردار حارث بن تمیم مدینے لے گیا۔

③ یغوث: اسے قبیلہ مذحج کا سردار انعم بن عمرو الحراری یمن لے گیا۔

④ یعوق: اسے بنی ہمدان کا سردار مالک بن مرثد خیوان لے گیا۔

⑤ نسر: مقام حمیر میں ذی الکلاع نسر کی عبادت کرتے تھے۔

⑥ ہبل: اسے سب سے قدیم بت تصور کیا جاتا تھا گویا یہ اہل مکہ کا بت تھا۔

---

① بخاری شریف جلد:1.

Marfat.com

⑦ عزیٰ: یہ اہل مکہ کا نہایت ہی طاقتور اور متبرک بت سمجھا جاتا تھا اسے جنگ میں فتح دلوانے والا دیوتا تصور کیا جاتا تھا اسی وجہ سے جنگ احد میں ابوسفیان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں ابوسفیان نے بڑے فخر یہ انداز میں کہا تھا کہ ہمارے پاس عزیٰ ہے یہ بت وادی نخلہ میں نسب تھا۔

⑧ مناۃ: یہ بحر احمر کے قریب مقام مُشلل پر نصب تھا۔

⑨ مناۃ: یہ بحر احمر کے قریب مقام پر نصب تھا۔

⑩ ایساف ونائلہ: یہ چاہ زمزم کے قریب رکھے گئے تھے قربانی کی رسومات انہی کے پاس ادا کی جاتی تھیں۔

⑪ لات: یہ اہل طائف کا بت تھا۔

⑫ فلس: یہ بنی طے کا بت تھا۔

⑬ رمنا: یہ بنی ربیعہ کا بت تھا۔

⑭ ذوالخاختہ: یہ دوس اور خثم قبائل کا بت تھا

⑮ سعد: یہ بنی ملخان کا بت تھا اور اس سے اونٹوں میں برکت حاصل کی جاتی تھی۔

⑯ ذوالکعبات: یہ قبائل بکر وتغلب کا بت تھا اس کے بعد آہستہ آہستہ پہلے ہر ہر قبیلے اور پھر ہر ہر گھر میں بت رکھ دیئے گئے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف کے اندر اور ارد گرد بت نصب کر دیئے گئے ہر بت مختلف قسم کی حاجات کے لیے مختص تھا۔

کفار کا کہنا تھا کہ ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے اور ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں گے مگر باری تعالیٰ نے ان کے اس شرک کے بارے میں صاف اعلان فرما دیا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: ''یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''①

عمرو بن لحی نے صرف بتوں کی پوجا کروانے پر اکتفا نہ کیا بلکہ سرزمین حجاز پر دیگر کئی نئی اور بری رسموں کا بھی اجرا بھی کیا جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔②

---

①پارہ:11 سورہ یونس آیت:18۔ ② سیرت ابن ہشام جلد:1۔

Marfat.com

① بحیرہ: وہ اونٹنی جس کا کان چیر دیا جاتا اس پر سواری نہ کی جاتی اور نہ ہی اس کے بال کاٹے جاتے مہمانوں کے سوا دوسرا کوئی اس کا دودھ نہیں پی سکتا اور اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا۔

② سائبہ: وہ اونٹنی جو مسلسل دس بار مادائیں جنتی، اس پر بھی نہ سواری کی جاتی اور نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور اسے بھی بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا۔

③ وصیلہ: وہ بکری جو مسلسل پانچ بار دو دو کر کے مادائیں جنتی اسے وصیلہ کا نام دے کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا البتہ اس کے بعد وہ جو بچہ دیتی اس کا گوشت مرد حضرات کھا سکتے تھے اور عورتوں کے لیے یہ گوشت ممنوع تھا ہاں اگر وہ مردہ بچہ جنتی تو اس گوشت کو مرد وعورت دونوں کھا سکتے تھے۔

④ حامی: وہ نر اونٹ جس کے نطفہ سے دس مادائیں پیدا ہوتیں اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا ستم بالائے ستم یہ کہ اسے چارے اور پانی سے بھی روکتے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار کی ان جاہلیت کی رسومات کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: ’’اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور وصیلہ اور نہ حامی ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر نرے بے عقل ہیں۔‘‘①

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وصیلہ بکری کے بارے میں کفار کی جاہلیت کی رسوم کے متعلق خصوصی طور پر ارشاد فرمایا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاۗءُ ۭ

ترجمہ: ’’اور بولے ان مویشیوں کے پیٹ میں جو ہے وہ نرا خالص ہمارے مردوں کا ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور جب مرا ہوا نکلے تو سب اس میں شریک ہیں۔‘‘②

قرآن نے عمرو بن لحی کی جاری کردہ رسومات کا تذکرہ فرما دیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وقت معراج مجھے جہنم کا نظارہ کرایا گیا تو میں نے جہنم میں دیکھا۔ ایک پستہ قد سرخ رنگ کا انسان جو جہنم کی آگ کے اندر آنتیں گھسیٹتا پھرتا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے تو مجھے بتایا گیا کہ عمرو بن لحی ہے۔ (الحدیث)۔

---

①پارہ:7 سورہ مائدہ آیت نمبر:103.
②پارہ:8 سورہ الانعام آیت نمبر:139.

Marfat.com

وقت گذرنے کے ساتھ قریش مکہ نے اپنی طرف سے کئی نئی رسومات کا بھی اجرا کر دیا مثلاً پاسبانِ حرم ہونے کی وجہ سے ان کا دعویٰ تھا کہ کوئی شخص ہمارے رتبے کا نہیں اور نہ ہی کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں لہٰذا بیرونِ حرم کا کوئی بھی فرد حرم میں آنے کے بعد پہلا طواف حمس (یعنی قریش نے اپنا نام بہادر اور گرم جوش مقرر کر رکھا تھا) سے حاصل کیے ہوئے کپڑوں سے کرے۔ چنانچہ اگر کپڑا دستیاب نہ ہوتا تو مرد ننگے طواف کرتے اور عورتیں ایک چھوٹا سا کھلا ہوا کرتا پہن لیتی اور دوران طواف یہ شعر پڑھتی تھیں۔

الیوم یبدو بعضه اوکل

وما بدا منه فلا احله

"آج بعض یا کُل کچھ شرمگاہ کھل جائے گی اور جو کھل جائے گی اسے دیکھنا حلال قرار نہیں دیتی۔"

قریش یعنی حمس کے لیے حالت احرام میں گھی اور پنیر بنانا درست نہیں۔ وہ چمڑے کے خیمے کے علاوہ کوئی خیمہ یعنی بالوں سے بنے ہوئے کمبل کے خیمے استعمال نہیں کر سکتے تھے نیز بیرون حرم کے لوگ حج یا عمرہ کے لیے آئیں تو کوئی کھانے کی چیز اپنے ساتھ لانا درست نہیں سمجھتے تھے اس کے علاوہ کاہنوں، عرافوں اور نجومیوں پر اعتقاد رکھتے تھے۔

اوصاف

اپنی تمام تر خباثتوں اور رذیلہ عادات کے باوجود ان میں کچھ اوصاف حمیدہ بھی تھے۔ عرب نہایت دلیر اور شجاع تھے۔ ان کے نزدیک جنگ سے پیٹھ پھیر لینا نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ وہ مہمان نواز تھے خود بھوک پیاس برداشت کر لیتے تھے مگر مہمانوں کی تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اگر کوئی نہایت غریب ہوتا اور اس کے پاس گزارے کے لیے صرف ایک اونٹنی ہوتی تو وہ مہمان کی خدمت کے لیے اسے بھی ذبح کر ڈالتا۔

وعدے کے پابند تھے اور وعدے کی پاسداری میں اپنی اولاد کا خون اور پورے گھرانے کی تباہی برداشت کر لیتے وہ نہایت خوددار تھے اور عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچانے کے لیے ذرا ذرا سی بات پر بھڑک کے تیر و تلوار اٹھا لیتے وہ بڑے سخی تھے۔ وہ شراب بھی اس لیے پیتے کہ حالت نشہ میں انسان زیادہ سخی ہوتا ہے وہ جوا کھیلتے تو ایک نظریہ یہ بھی ہوتا کہ ہار کر وہ دوسرے فریق کی مدد کر رہے ہیں۔ قبیلے کے سربراہ کے انتخاب کے وقت سخاوت کو ایک خصوصی صفت تصور کیا جاتا ہے۔

جزیرۃ العرب میں آباد مذاہب

جزیرۃ العرب میں اس وقت چار قسم کے مذاہب آباد تھے۔

Marfat.com

① بت پرست: یہ بتوں کو پوجتے تھے۔ ان میں گناہوں کی بھر مار تھی اگرچہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں مگر شریعت ابراہیمی سے یہ کوسوں دور تھے۔ چنانچہ دین میں نت نئی خرافات شامل کر چکے تھے اور ان خرافات نے ان کی سیاسی اجتماعیت اور دینی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

② یہود: یہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ یہ نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے نہ صرف مکمل آگاہ تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی بتاتے تھے کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر بوقت تشریف آوری رسالت مآب ﷺ سے حسد کی وجہ سے انکار کر کے کافر قرار پائے۔ ان میں بڑے بڑے عالم اور متقی لوگ بھی تھے جن میں سے کچھ کو اسلام قبول کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ یہود کے یہ عالم لوگ خود سیاہ سفید کے مالک بن بیٹھے تھے جن کا صرف ایک ہی مقصد تھا حصول زر اور اس خواہش میں حالت کفر تک جا پہنچے اور مالی مفاد کے لیے کتب مقدسہ میں تحریف تک کر ڈالی۔

③ عیسائی: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے، انہوں نے مذہب کو ناقابلِ فہم بت پرستی میں تبدیل کر رکھا تھا۔ اللہ اور انسان کو عجیب طرح سے غلط ملط اور گڈمڈ کر رکھا تھا۔ ان میں بھی بڑے بڑے تورات اور انجیل کے عالم موجود تھے جو رسالت مآب ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت تک کا بھی علم رکھتے تھے۔

④ حنیف: یہ لوگ سلیم الفطرت تھے۔ یہ بتوں کی پوجا اور دیگر مذہبی معاشرتی، اخلاقی اور سماجی برائیوں سے دور تھے اور ہر وقت حق کی تلاش میں رہتے تھے۔

⑤ صابی: جزیرۃ العرب میں صابی بھی آباد تھے یہ حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مانتے تھے ان کے ہاں سات وقت کی نمازیں اور ایک قمری مہینہ روزوں کا تھا یہ نماز جنازہ بھی پڑھتے تھے۔ یہ سات ستاروں کی پوجا کرتے تھے البتہ خانہ کعبہ کی عزت و توقیر کرتے تھے۔[1]

غرضیکہ اس وقت جزیرۃ العرب، سیاسی، مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور معاشی اعتبار سے تباہی کے کنارے پر تھا پوری انسانیت ظلمت کے اندھیرے میں بھٹک رہی تھی ساری دنیا شیطان کی نردبانِ باطل پر چڑھ کر مصیبت کی سلگتی تنہائیوں، بدی کے شورزدہ سمندر اور گناہوں کی سنسان زندگی میں سسک رہی تھی۔ لوگ دل رکھتے تھے مگر دلوں میں سچائی کا فقدان تھا ذہنی قوت تھی مگر خباثتوں کی وجہ سے اس کی حالت بنجر زمین جیسی تھی۔

---

① تاریخ ابن خلدون جلد:1 ص:343.

Marfat.com

لوگوں میں قوت وفکر وعمل، قوت استقلال، استنباط، قوت حال، قوت حافظہ، قوت تمیز، قوت فیصلہ، قوت انتخاب، قوت ارادی تھی مگر ان قوتوں میں گمراہی کا رنگ چڑھا ہوا تھا ایسے گمراہ کن اور مخدوش حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی پیدا کردہ مخلوق پر رحم آیا اس کی رحمت جوش میں آئی اور سرزمین عرب کو اپنی رحمت سے نوازتے ہوئے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

ظہور نبوی کا مژدہ یہود ونصاریٰ کے مذہبی رہنماؤں کے ہاں

کاہنوں اور نجومیوں نے قبل از نبوت یہ کہنا شروع کر دیا کہ بہت جلد ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے یہود ونصاریٰ بھی تورات اور انجیل کی بشارتیں اور واضح نشانیاں دیکھ کر ایک نبی کے ظہور کا اعلان کر رہے تھے۔ ①

سیف بن ذی خزن حبشہ کا حکمران بنا تو عبدالمطلب اور رئیسان مکہ اسے مبارک باد دینے گئے ملاقات پر سیف بن ذی خزن نے عبدالمطلب کو خصوصی خوشخبری دی کہ آپ کی اولاد میں ایک عظیم نبی کا ظہور ہونے والا ہے واپسی پر رئیسان عرب جن میں خصوصاً امیہ بن ابی الصحات اور ابوسفیان بن حرب شامل تھا وہ اہل کتاب کے پاس اس نیت سے گئے کہ شاید وہ نبی میں ہی ہوں اور ہوسکتا ہے کہ نبوت بنو عبدالمناف میں ہو لیکن اہل کتاب سے جواب اس کے برعکس ملا۔ ②

عموریہ جو کہ قدیم دور میں اناطولیہ کے شمال کی طرف ایک شہر تھا اس کے کلیسا کے اسقف اعظم کا خطاب:

خداوند کی قسم ایک نبی کا زمانہ قریب ہے۔ وہ دینِ ابراہیمی پر مبعوث ہونے کو ہے اس کا ظہور عرب کی سرزمین میں ہوگا اس کی ہجرت گاہ دو کالے پتھر والی سرزمین ہوگی (مدینۃ النبی دو کالے پتھروں کے درمیان ہے جو شرقاً غرباً پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک کا نام حرہ واقم اور دوسرے کا نام حرہ دبرہ ہے۔ گویا یہ کالے پتھر مدینہ کی جانب دیوار کی صورت میں ہیں) ان دونوں زمینوں کے درمیان کھجور کے پیڑ ہوں گے اور جو علامتیں اس نبی میں ہوں گی چھپی نہ رہیں گی۔ وہ نبی ﷺ ہدیہ قبول کرے گا مگر صدقہ نہ کھائے گا اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ ③

ابن الہیبان نام کا ایک یہودی عالم جس کی کنیت ابوعمر تھی ارضِ شام سے نقل مکانی کر کے مدینہ آیا اور یہیں رہائش اختیار کر لی وہ نہایت نیک اور صالح انسان تھا نیکی کرنے میں مدینہ میں اس سے بڑھ کر کوئی نیک نہ تھا۔ سخی بھی ایسا تھا کہ مدینہ کے لوگ ایک طرح سے اس کے محتاج ہو گئے تھے۔ جب بارش نہ ہوتی تو لوگ اس کے پاس جاتے اور کہتے اے ابوعمیر بارش کے لیے دعا کرو۔ چنانچہ دعا کرنے سے قبل وہ

---

① تاریخ ابن خلدون جلد اول ص:32. الخصائص الکبریٰ جلد:1 ص:75.
② تاریخ ابن خلدون جلد:1 ص:342. الخصائص الکبریٰ جلد:1 ص:166.
③ سیرت ابن ہشام و تاریخ طبری.

Marfat.com

لوگوں سے صدقہ دلواتا اور اس کے بعد بڑی انکساری سے اللہ تعالیٰ کے حضور بارش کے لیے دعا کرتا چنانچہ اس کی دعاؤں سے اکثر بارش ہو جاتی۔

وہ جب مرض موت میں مبتلا ہوا تو اس نے یہودیوں کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا اے گروہ یہود! کیا تم جانتے ہو میں نے ارضِ شام سے اس بھوک اور تکلیف دینے والی سرزمین میں کیوں رہائش اختیار کی لوگوں نے کہا ہمیں کیا معلوم؟ تب اس نے انکشاف کیا کہ میں اس سرزمین میں محض اس لیے آیا ہوں کہ ایک نبی ﷺ کا انتظار کروں جن کا زمانہ تم پر آ گیا ہے یہی شہر اُس نبی ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو پایا تو نبی ﷺ کی پیروی کروں گا تم لوگ بھی اللہ کے نبی ﷺ پر ایمان لانے میں اوروں سے سبقت لے جانا۔[1]

ارضِ حجاز کے بت لات کے بوڑھے دربان جس کا تعلق بنی معتب سے تھا۔ وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں اس وقت بچہ تھا۔ جب یہ واقعہ آج سے پچاس ساٹھ سال قبل میری موجودگی میں وقوع پذیر ہوا کہ ایک روز آسمان سے ایک عجیب وغریب ستارے کے گرنے کی وجہ سے طائف میں قبیلہ بنوثقیف کے لوگ پریشان ہو گئے چنانچہ وہ طائف کے ستارہ شناس عمرو بن امیہ کے پاس آئے اور اس سے کہا اے عمرو بن امیہ! گرنے والے ستارے کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے۔ اس پر عمرو بن امیہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا لوگو سنو! گرنے والے ستارے کو میں نے بھی دیکھا ہے اگر یہ ستارہ وہی ہے جس سے ستاروں کا تعین کیا جاتا ہے اور جاڑے، گرمی اور برسات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اور اگر یہ ستارہ ٹوٹ کر بکھرا ہے تو پھر یقین رکھو کہ دنیا کا فیصلہ ہو گیا اور جس قدر مخلوق دنیا میں موجود ہے اس کے کوچ کا وقت آ گیا ہے اور اگر یہ کوئی اور ستارہ ہے تو پھر کوئی اور امر ہے جس کا اس مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے اور یہ ٹوٹنے والا ستارہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی نبی عرب کی سرزمین پر مبعوث ہونے والا ہے اور یہ ستارہ اس نبی ﷺ کے آنے کی نوید ہے۔[2]

یمن کے بادشاہ کا خواب

یمن کے بادشاہ ربیعہ بن نصر نے ایک خواب دیکھا[3] یہ خواب ایسا ہولناک اور ڈراؤنا تھا کہ ربیعہ بن نصر خوفزدہ ہوا اور اس کی تعبیر جاننے کے لیے بڑا بے چین ہوا اس نے یمن کے کاہنوں، ساحروں، فعال لوگوں اور نجومیوں کو طلب کر کے کہا کہ میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ خواب بیان کریں اس پر بادشاہ نے کہا کہ اگر میں نے خواب بتا دیا تو اس کی تعبیر جو تم بیان کرو گے شاید اس تعبیر سے میں

---

(1) طبقاتِ ابن سعد۔ (2) طبقاتِ ابن سعد۔

(3) تاریخ ابن خلدون جلد:2 ص:93۔ ابن سعد۔

Marfat.com

مطمئن نہ ہوسکوں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ خود تعبیر بتانے والا میرا خواب بھی بتائے۔ بادشاہ کی یہ گفتگو سن کر ایک کاہن نے کہا اگر ایسا ہے تو صرف دو اشخاص ایسا کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ بتاؤ یہ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اس پر کاہن نے کہا کہ اے بادشاہ ان میں سے ایک ربیع بن ربیعہ ہے۔ اس کا تعلق بنی خازن سے ہے اور لوگوں میں یہ شخص سطیح کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا شخص ابوصحب شکر بن وہب ہے۔ اس کا تعلق بنی خثم سے ہے اور لوگوں میں شق کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ میرے دربار میں حاضر کیا جائے۔

پہلے سطیح کو پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے تم خواب سنے بغیر اس کی تعبیر بتاؤ اس پر کاہن نے بادشاہ کو مخاطب کر کے گونج دار آواز میں جواب دیا اے بادشاہ تو نے خواب میں ایک شرارہ دیکھا جو اندھیرے سے نکلا پھر نشیبی زمین پر گرا وہاں اس نشیب میں وہ شرارہ ہر ذی روح اور جاندار شے کو کھا گیا۔ سطیح کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ خوشی سے اچھل پڑا اور کہا اب اس کی تعبیر بھی بتا دو۔

اس پر سطیح چند لمحے خاموش رہ کر سوچتا رہا اور پھر بولا اے بادشاہ قسم خداوند کی جو خالق کائنات ہے، جو دلوں کے بھید جانتا ہے اور اپنے بندوں کو نیکی و بدی کا الہام کرنے والا ہے، تمھاری اس زمین پر حبشی نازل ہوں گے وہ مقام ابلین اور جرش کے درمیان سارے علاقوں کے مالک بن جائیں گے۔

کاہن کی یہ تعبیر سن کر بادشاہ خوف زدہ ہو گیا اور نہایت ہی بے تابی سے پوچھا ایسا کب تک ہوگا اس پر کاہن نے کہا اے بادشاہ ایسا تیرے زمانے میں نہ ہوگا بلکہ تیرے زمانے کے ساٹھ ستر سال بعد ہوگا اور تیرے ملک پر حبشیوں کا قبضہ ہو جائے گا اس پر بادشاہ نے فکرمندی سے پوچھا کیا ان حبشیوں کی حکومت ہمیشہ رہے گی؟ اس پر کاہن نے کہا کہ نہیں ان حبشیوں کا قتل اور حکومت کا خاتمہ ارم ذی یزن کے خاندان کے ہاتھوں ہوگا اور ارم کے خاندان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے نبی کے ہاتھوں ختم ہوگی۔

روسائے عرب کے ساتھ عبدالمطلب اسی خاندان کے بادشاہ سیف بن ذی یزن کے پاس گئے تھے اور اسی نے عبدالمطلب کو انھی کے صلب سے نبی ﷺ کے ظہور سے متعلق بتایا تھا بادشاہ نے پوچھا کہ یہ نبی ﷺ کس کی اولاد سے ہونگے؟ اس پر کاہن نے کہا کہ یہ نبی ﷺ غالب بن مالک بن نضر سے ہونگے اور ان کا لایا ہوا دین قیامت تک رہے گا سطیح کو انعام واکرام دے کر بادشاہ نے دوسرے کاہن شق کو بلایا اسے بھی کہا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے وہ بتلاؤ شق کچھ دیر خیالوں میں گم رہا اور پھر بولا اور بالکل سطیح کی طرح خواب بتلایا اس پر بادشاہ خوش ہوا اور کاہن کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے خواب درست بتایا ہے اب اس کی تعبیر بتا دے اس پر شق نے بالکل سطیح والی تعبیر بتائی۔ ①

---

① طبقات ابن سعد۔ تاریخ ابن خلدون جلد:2.

Marfat.com

غرض علمائے اہل تورات وانجیل رسالت مآب ﷺ کے ظہور پرنور کے بارے میں تمام نشانیوں، زمانہ ہجرت، مقامِ ہجرت اور عام مصائب وآلام سے مکمل آگاہ کرتے رہتے تھے۔

واقعہ اصحابِ فیل

ابرہہ نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اپنی چالاکیوں کی بدولت حاکم یمن بن گیا۔ اس نے حکومت ملنے پر اظہار تشکر میں ایک نہایت قیمتی کلیسا بنوایا اور پھر نجاشی اور قیصر روم کو بھی اطلاع دی پھر بتایا کہ کلیسا بنانے کا میرا مقصد یہ ہے کہ عربوں کو حجِ کعبہ سے روکوں اور انھیں اس کے طواف کی طرف مائل کروں۔ اس بات کا اس نے باقاعدہ اعلان بھی کیا اور ایک روایت کے مطابق اسی خیال کے تحت اس نے دو آدمی مکہ روانہ کیے مکہ میں جب انھوں نے ابرہہ کے خیالات کا اظہار کیا تو عرف بن ایاز نے ایک کو تیر سے قتل کر دیا جب کہ دوسرا جان بچا کر ابرہہ کے پاس جا پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا ابرہہ کو بڑا غصہ آیا اور اسی وقت ایک لشکر لے کر کعبہ کو شہید کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔[1] دوسری روایت کے مطابق کلیسا کی تعمیر کے بعد جب اس نے بیت اللہ کی بجائے کلیسا کے طواف کا حکم جاری کیا تو بنی کنانہ کے ایک آدمی نے رات کے وقت کلیسا کے اندر گھس کر اس کے قبلے پر پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ کو پتا چلا تو وہ ساٹھ ہزار کا لشکر مع ہاتھیوں کے لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔[2]

ابرہہ سرزمین یمن سے نکل کر حجاز پہنچا اور مکہ سے پہلے طائف میں داخل ہوا مسعود بن محتب ثقفی بنی ثقیف کو لے کر ابرہہ کے پاس آیا اس کی اطاعت قبول کرتے ہوئے ابورعال نامی شخص کو بطور رہبر ساتھ روانہ کیا مکہ اور طائف کے درمیان مقام حمس پر ابورعال کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوا بعد میں عرب اس کی قبر کو باقاعدہ سنگسار کرنے لگے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر ابرہہ نے اسود بن موصود حبشی کو ایک دستہ دے کر روانہ کیا اس نے مکہ کے اطراف کافی مویشی اور اونٹ پکڑے اور واپس لشکر میں پہنچ گیا ان اونٹوں میں سے دو سو اونٹ عبدالمطلب کے تھے عبدالمطلب کو جب لشکر کی آمد اور اونٹوں کے بارے میں معلوم ہوا تو اتنے بڑے لشکر سے مقابلے کی طاقت نہ ہونے پر خاموش ہو گئے۔

دوسرے دن ابرہہ نے اپنے ایک سردار حیاط حری کو مکہ روانہ کیا تاکہ وہ روسائے مکہ کو اس کے ارادے سے آگاہ کرے اور اگر اہل مکہ خانہ کعبہ کو گرانے میں مانع ہوں تو جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ حضرت عبدالمطلب یہ سن کر ابرہہ کے پاس گئے ابرہہ نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور تخت سے اتر کر فرش پر ان کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو شروع کی عبدالمطلب نے اس سے اپنے اونٹوں کی واپسی کی درخواست کی۔ یہ سن کر ابرہہ نے بڑے تعجب سے کہا کہ تم نے کعبہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جو تمھارے آبا و اجداد کا مذہبی گھر ہے۔ اس پر عبدالمطلب بولے۔

---

① تاریخ ابن خلدون جلد:2۔ ② سیرت ابن ہشام جلد:1۔

Marfat.com

انا رب الابل و للبیت رب سیمنعکم.

ترجمہ: ''میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے اونٹ مانگتا ہوں اس گھر کا ایک مالک ہے وہ عنقریب تمھیں روکے گا۔''

علامہ طبری تحریر کرتے ہیں کہ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ عبدالمطلب کے ہمراہ روسائے مکہ میں سے سردار کنانہ عمرو بن لحابہ بن نعدی بن رئل اور سردار بنی ہذیل، خویلد بن واثلہ بھی تھے۔ انھوں نے ابرہہ سے درخواست کی کہ تہامہ کی ثلث آمدنی کے عوض ابرہہ کعبہ کو گرانے سے باز آجائے ابرہہ نہ مانا البتہ حضرت عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے۔ حضرت عبدالمطلب دونوں سرداروں کے ساتھ واپس آئے اور تمام اہل مکہ کو ہدایت کی کہ وہ مکہ کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔ پھر بوقتِ روانگی قریش کے چند منتخب اکابرین کے ہمراہ خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کیں حضرت عبدالمطلب نے اشعار میں دعا کی۔

لاھم ان العبد لم
نعُ رحله فامنع حلاك
لا یغلبنك صلیبھم
ومحا لھم غدواً محالك
والنصر علی اھل الصلیب
وعا بدیه الیوم الك

ترجمہ: ''اے خدا! بے شک بندہ اسے رد کرتا ہے جو اس کے مہر میں آتا ہے لہذا تو ہی منع کر اسے جو تیرے مکان پر آئے ہرگز ان کی صلیب اور ان کا غصہ تیرے غصے پر غالب نہیں آئے گا مدد کر اہل صلیب اور اس کے پرستش کرنے والوں کے خلاف آج اپنے اہل کو۔''

اس کے بعد عبدالمطلب اہل مکہ اور قبیلے والوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کے ساتھ جو حشر کیا اس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے ابرہہ کے لشکر کی تباہی کے بعد لوگ اطمینان سے گھروں کو واپس آ گئے۔ [1]

یہ واقعہ اہل سیر کے مطابق رسالت مآب ﷺ کے دنیا میں تشریف آوری سے پچاس یا پچپن دن قبل ماہ محرم میں پیش آیا جو غالباً فروری کے آخر یا مارچ کے شروع میں ۵۷۱ء کا ہے۔ اس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابرہہ کا حشر در حقیقت ایک تمہیدی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے کعبہ

---

[1] سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

کے لیے ظاہر فرمائی اس سے پہلے غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا اور مسلمان ہی اس کے متولی تھے۔ اس کے باوجود ۵۸۷ ق م کے بعد اہل روما نے ۷۰ء کو نہ صرف بیت المقدس پر قبضہ کر لیا بلکہ بیت المقدس کو مار گرانے کے ساتھ اسے تباہ بھی کر دیا گیا۔ سامری بادشاہ اسباط نے نہ صرف شہر پناہ منہدم کیا بلکہ خزانہ ہیکل کے مقام کا مال اسباب قیمتی برتن اور جوہرات تک کو لوٹ لیا۔ ① لیکن ابرہہ جس کا تعلق عیسائیت سے تھا اور بیت اللہ کے متولی اور دیگر باشندے مشرک تھے مگر اس کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت اللہ کو ہر طرح سے محفوظ رکھا۔

اور اس وقت کی متمدن دنیا کو جب ابرہہ کی بربادی کی خبر ملی تو انھیں لاشعوری طور پر یہ احساس ہو گیا کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مقصد کے لیے منتخب کیا ہے لہٰذا مستقبل میں اس مقدس جگہ سے کسی کا دعویٰ نبوت کے ساتھ اٹھنا خدائی حکمت کی تفسیر ہوگا۔

حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری

بارہ ربیع الاول ② یوم دوشنبہ بائیس اپریل ۵۷۱ء کو اونگھتی چاندنی، سنسان اور پرشور ہواؤں سے بغل گیر رات اپنی تاریکی کا دامن دراز کرتی جا رہی تھی۔ آخر کار رات کے اندھیرے تمام ہوئے مشرق سے روشنی اور رنگ کی لہریں سحر کی خبر دینے لگیں۔ پھر افق لالہ گوں ہوا اور دلکش داستانوں جیسی سحر نمودار ہوئی، فضائیں شاداب، ہوائیں دل آویز اور مناظر پرکشش ہو گئے۔ بادلوں سے آسمان پر رنگ بکھر گئے، زمین نے حسن کی رنگین قبا پہن لی، ایسے میں کل کائنات پر نور کا عالم چھا گیا، ایسی باسعادت ساعت میں درِ یتیم جگر گوشہ حضرت آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب وعجم فرماں روائے عالم شہنشاہ کونین ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری پر اسیرِ قفس ہوس آزاد ہوئے چہروں سے تاریک ماضی کی دھول اڑی، سسکتی انسانیت نے فلاح پائی، خوابوں کے ویران نگر کو افکار وآگہی کا طلسم ملا، اجالوں میں دبتی اور تاریک رات کو روشنی کا فشار، مغموم امنگوں کے شبستانوں کو تعبیر خوش بختی، درماندہ تمناؤں کی یخ بستہ چٹانوں پر تازگی آ گئی، علم وفن اور دانش اور حکمت کی قندیلیں روشن ہوئیں۔

---

① تاریخ ابن خلدون۔

② اہل سیر: 12-10-9۔ ربیع الاول تحریر کرتے ہیں مصر کے محقق محمود پاشا فلکی کی تحقیق کے مطابق تشریف آوری ۹ ربیع الاول ہے۔ لیکن تحقیق سے ثابت ہے کہ 12 ربیع الاول ہی یوم ولادت ہے۔ سیّد سلیمان ندوی نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے ہی ۹ ربیع الاول تحریر کی ہے۔ جبکہ کچھ اہل سیر اور علامہ جلال سیوطی رحمہ اللہ نے بارہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن تحریر کیا ہے۔ خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۱۰۔ بارہ ربیع الاول دوشنبہ۔ رسول عربی ﷺ علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تاریخ کا یہ اختلاف دراصل عیسوی تقویم کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

بوقت پیدائش شیطان لعین کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر امیق میں الٹا کر ڈال دیا گیا، آفتاب عالم کو نور کا عظیم لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلد میں اس کے سر پر ایستادہ کی گئیں۔ جو ولادت رسول مقبول ﷺ کی منتظر ہوئیں حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کے سال کوئی درخت ایسا نہ تھا جس نے پھل نہ دیا ہو، کوئی عورت ایسی نہ تھی جو بانجھ رہی ہو کوئی شادی شدہ عورت نہ تھی جس نے بچہ نرنہ جنا ہو۔

جب حضور ﷺ کی ولادت پاک ہوئی تو احادیث کے مطابق عالم ملکوت میں ندا کی گئی کہ سارے جہانوں کو انوارِ قدس سے منور کردو، زمین وآسمان کے تمام فرشتے خوشی سے جھوم اٹھے، رضوان کو حکم ہوا فردوس اعلیٰ کو کھول دو اور سارے جہانوں کو خوشبوؤں سے معطر کرو، جب ولادت مبارکہ ہوئی تو اس کے ساتھ ہی چاروں طرف روشنی اور نور پھیل گیا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی، حضور ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حوضِ کوثر کے کناروں پر مشکِ اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لیے بخور بنایا۔ عرشِ معلیٰ پر ستر بلند مینار بنائے۔ حضور ﷺ سے ارشاد پاک مروی ہے کہ بوقت معراج مجھے یہ مینار دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں یہ بلند مینار قائم کیے گئے۔ [1]

معارج النبوۃ کے مطابق

رسالت مآب ﷺ تولد ہوئے اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ گذرے ایک ہزار آٹھ برس اور بعض روایات کے مطابق تین ہزار ستر برس، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ گزرے تین ہزار آٹھ سو برس، نوح علیہ السلام چار ہزار نو سو برس اور بعض روایات کے مطابق چار ہزار چار سو برس، اور آدم علیہ السلام کا زمانہ گذرے ہوئے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ برس اور بعض روایات کے مطابق چھ ہزار سات سو پچاس برس گذر چکے تھے۔

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے کافی عرصہ پہلے مکہ میں قحط تھا لوگ قحط سالی کی بنا پر بھوک سے عاجز ونڈھال تھے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تب خدا کی رحمت سے خوب بارشیں ہوئیں جس سے قحط کی کیفیت ختم ہوگئی ہر طرف ہریالی نظر آنے لگی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا ایک شخص آسمان سے نازل ہو کر کہتا ہے کہ اے آمنہ تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ سرورِ کائنات ﷺ ہے اور جب وہ تولد ہوں گے اپنی زبان سے کہنا:

نعوذ باللہ من شر کل حاسد.

---

[1] الخصائص الکبریٰ جلد:1 ص:103. خلاصتہ السیر از محب الدین ابو جعفر احمد الطبری۔

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زچگی کی تکلیف شروع ہوئی تو فرماتی ہیں اس وقت میں اکیلی تھی اچانک ایک دہشت ناک آواز آسمان سے آئی جسے سن کر میں ڈر گئی اسی وقت ایک مرغ ہوا میں سے اڑتا ہوا آیا اور آ کر میرا سر ملنے لگا جس سے میری دہشت جاتی رہی پھر کئی عورتیں جو بہت خوبصورت تھیں اور میں انھیں خاندانِ ابو طالب کی عورتیں سمجھی اور میں انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ مگر کچھ دیر بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ عورتیں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا (فرعون کی بیوی) ہیں جو جنت سے حوروں کو لے کر میرے پاس زچگی کے وقت کے لیے تشریف لائیں پھر آواز آئی کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے عالمِ خلوت سے عالمِ صورت میں نقل فرمایا اسی وقت آفتاب صادق برزخِ اقبال سے طلوع ہوا اور سید الکونین ﷺ بارہ ربیع الاول عام الفیل دوشنبہ پیر صبح صادق کے وقت بیس یا بائیس اپریل ۵۷۱ء تولد ہوئے اور اپنی پیشانی روشن زمین کے اوپر رکھ کر سجدہ گذار ہوئے۔ اتفاقاً اس شب میرے گھر میں چراغ نہ تھا باوجود اس تاریکی میں گھر ایسا منور رہا کہ اگر کوئی چاہتا تو سوئی میں دھاگہ پُرو سکتا تھا۔ پھر اس روشنی میں مَیں نے شام کے شاہی محلات دیکھے پھر مجھے آواز آئی کہ خبردار تین دن تک اس بچے کو کوئی نہ دیکھے روایت ہے۔ [1] کہ آپ ﷺ پیدا ہوئے تو تمام بت اوندھے منہ گر پڑے۔ آتشکدہ فارس جو ایک ہزار برس سے جل رہا تھا بجھ گیا۔

نوشیرواں کے محل کے بالا خانے کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے عبدالمطلب کو پوتے کی تشریف آوری کی خبر سنائی۔ وہ شاداں و فرحاں گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو گود میں اٹھا لیا، پیار کیا اور گلے سے لگا کر خانہ کعبہ لے گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اظہار تشکر کے بعد آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا جو عربوں میں اس وقت نام غیر معروف تھا۔

آپ ﷺ مختون اور تمام آلائشوں سے پاک پیدا ہوئے۔

رضاعت:

سب سے پہلے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا، پھر ابو لہب کی لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے، اس وقت ان کی گود میں ایک اور بچہ تھا جس کا نام مسروح تھا۔ اس وقت عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے دور رکھنے، جسم کے طاقتور ہونے اور اعصاب کی مضبوطی کے لیے، خالص اور ٹھوس عربی زبان سکھانے کے لیے دیہاتی عورتوں کے پاس بھیج دیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبدالمطلب کو بھی پوتے کے لیے دودھ پلانے والی دایہ کی تلاش ہوئی تو رضاعت کے لیے نبی کریم ﷺ کو قبیلہ بنی سعد کی دایہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی ذوہیب کے حوالے کیا

---

[1] طبقاتِ ابن سعد جلد:1 ص:43.

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا بچپن

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (سورۃ الضحیٰ: 6)

والد ماجد

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چہیتے اور پاک دامن بیٹے تھے۔

انھیں ذبیح بھی کہا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

والدہ ماجدہ

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب قریش کی سب سے بلند پایہ خاتون تھیں۔ بنوزہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کو گود کھلایا کرتی تھیں

افریقی خاتون تھیں

آپ ﷺ کے والد ماجد کی لونڈی تھیں

ولادت باسعادت 22 اپریل 571ء عام الفیل

ثویبہ

رضاعی والدہ

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی لونڈی

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی بھی رضاعی ماں تھیں

حلیمہ سعدیہ

رضاعی والد ماجد

حضرت حارث رضی اللہ عنہ

رضاعی والدہ ماجدہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا قبیلہ سعد بن بکر سے تعلق رکھتی تھیں

رضاعی بھائی: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

رضاعی بہن: سیدہ انیسہ رضی اللہ عنہا

رضاعی بہن: حذافہ (جن کا لقب شیماء رضی اللہ عنہا تھا)

دادا جان

حضرت عبدالمطلب بہت خوبصورت جوان تھے۔

ان کے دور میں ان کا ہم مرتبہ کوئی نہ ہوا۔ قریش کے سردار اور مکہ کے قافلہ تجارت کے ذمہ دار تھے: اس قدر سخی تھے کہ ان کا نام فیاض پڑ گیا؛ انھیں زمزم کا کنواں کھودنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ ﷺ آٹھ برس کے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔

چچا جان

حضرت ابوطالب آپ ﷺ کے والد گرامی کے سگے بھائی تھے۔

ان کی اولاد کی تعداد دس تھی۔ عیال دار تھے مگر آپ ﷺ کی کفالت کے بعد ان کے تھوڑے سے مال میں بھی برکت ہو گئی۔

Marfat.com

Marfat.com

گیا۔ ان کے ساتھ ان کا شوہر جن کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا اور کنیت ابو کبثہ تھی بھی تھا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اے مہربان و شریف دائی! اس بچے کا خاص خیال رکھنا اور اس کی جانب سے خبردار رہنا۔ کیونکہ عنقریب اس بچے (ﷺ) کی خاص شان ہوگی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت پر مجھے متواتر تین شب تک یہ تاکید کی گئی تھی کہ اس بچے ﷺ کو اولاً بنی سعد بن بکر اور اس میں سے آل ابوذوہیب میں دودھ پلانا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے اور بھی بہت سی باتیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو بتائیں جن کا وہ اس وقت مشاہدہ کر چکی تھیں جب آپ ﷺ شکمِ مادر رضی اللہ عنہا میں تھے۔

جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو گود میں لیا تو اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کیا ان کی چھاتیوں میں دودھ نہایت کم تھا حتیٰ کہ ان کا اپنا بیٹا عبداللہ اکثر بھوک کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ مگر اب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ اور حضور ﷺ اور عبداللہ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور سو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے عبداللہ دودھ کی کمی کی بنا پر بھوک کے مارے سوتا کم اور روتا زیادہ تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرا شوہر اپنی لاغر اونٹنی کا دودھ دوہنے گیا جو کہ نہایت قلیل مقدار میں دودھ دیتی تھی مگر آج حارث دودھ دوہنے گیا تو دیکھا کہ اونٹنی کے تھن دودھ سے لبریز ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ دونوں نے جی بھر کر اور سیر ہو کر پیا اور رات بڑے سکون سے اپنی اقامت گاہ پر گذاری۔

اب مکہ سے واپسی شروع ہوئی تو ان کی وہ اونٹنی [1] جو نہایت لاغر تھی اس پر چاروں سوار ہو گئے یعنی آگے حارث بیٹھا اور اس کے پیچھے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دونوں بچوں کو تھام کر بیٹھ گئیں۔ سفر شروع ہوا تو وہی اونٹنی جو مکہ کی طرف سفر میں سب سے پیچھے رہ گئی تھی اور اس وجہ سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی ساتھی باقی نو عورتیں ان سے پہلے مکہ پہنچ گئی تھیں۔ ان تمام عورتوں نے بھی حضور ﷺ کے گھر کا دورہ کیا مگر جب انھیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ یتیم ہیں تو انھوں نے گود لینے سے انکار کر دیا۔

کیونکہ وہ اُمرا کے بچوں کو گود لینا چاہتی تھیں تا کہ خوب مال و دولت ملے ایک یتیم سے انھیں کچھ زیادہ مال و دولت ملنے کی امید نہ تھی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا چونکہ دیر سے مکے پہنچی اس لیے انھیں کوئی بھی امیر گھرانے کا بچہ نہ مل سکا چنانچہ انھوں نے خالی ہاتھ جانے کی بجائے اس ﷺ یتیم بچے کو لینے کے لیے شوہر سے کہا شوہر نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی میں ہمارے لیے برکت دے۔

ابن سعد نے اونٹنی روایت کی ہے۔

(مشیت ایزدی بھی یہی تھی) چنانچہ انھوں نے حضرت عبدالمطلب سے بچے کو گود لے لیا۔ بقیہ عورتیں بچوں کو لے کر ان سے پہلے مکہ سے واپسی کا سفر شروع کر چکی تھیں اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے

---

[1] ایک روایت کے مطابق واپسی گدھی پر ہوئی اور دوسری روایت اونٹنی کی ہے۔

Marfat.com

بعد سفر شروع کیا مگر اونٹنی نے اس قدر تیزی سے سفر طے کیا کہ جلد ہی ان عورتوں سے وادی السرر میں جا ملی۔ اس پر ان عورتوں نے حیرانگی سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تم بعد میں روانہ ہوئی ہو اور ہم سے پہلے اس جگہ پہنچ گئی ہو کیا تم نے سواری بدل لی ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی ذات اقدس کے باعث رونما ہونے والی برکات جان چکی تھیں انھوں نے نہایت ہی انبساط میں کہا کہ سواری نہیں بدلی سوار بدل گئے ہیں۔ ①

غرض نبی کریم ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پانے لگے اس دوران عجیب وغریب واقعات ظہور پذیر ہوئے جس وقت حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے بنوسعد میں پہنچیں اس وقت وہاں ہر طرف قحط سالی کا سماں تھا ہر طرف ویرانی تھی گھاس بھوس کا نام ونشان تک نہ تھا۔ جانور بھوک کی وجہ سے دبلے پتلے اور لاغر تھے۔ ان کے تھنوں میں دودھ ختم ہو چکا تھا۔ جب کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے جانور چند ہی دنوں میں خوب موٹے تازے ہو گئے چرواہا جب شام کو انھیں چرا کر واپس لاتا تو آسودہ حال اور دودھ سے بھر پور واپس آتے جب کہ دوسرے تمام لوگوں کے جانور لاغر کمزور اور دودھ سے خالی تھے وہ اپنے چرواہوں کو کہتے کم بختو اپنے جانور اسی جگہ چرایا کرو جہاں حلیمہ رضی اللہ عنہا کا چرواہا چراتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے جانور بھوکے ہی واپس آتے۔

جب رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک دو سال ہوئی تھی تو آپ ﷺ کو دودھ چھڑا دیا گیا آپ ﷺ دوسروں کی نسبت تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے کو جو فیوض وبرکات حاصل ہو رہے تھے ان کی وجہ سے ان کا دل نہیں چاہتا تھا مگر بادل ناخواستہ وہ آپ ﷺ کو مکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائیں تاکہ آپ ﷺ کو واپس ان کی گود میں دے دیں۔ ان دنوں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اصرار کیا کہ بچہ واپس انھیں دے دیا جائے تاکہ ایک تو وبا سے محفوظ رہے دوسرا ذرا مزید مضبوط ہو جائے چنانچہ ان کے مسلسل اصرار پر آپ ﷺ کو دوبارہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں دے دیا گیا۔

یہودی کاہن

ایک دن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو اپنی گود میں لیے گھر سے باہر کھڑی تھیں کہ دو یہودی جو عالم اور کاہن بھی تھے پاس سے گزرے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ان کو جانتی تھیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے ذرا اس کے آئندہ کے حالات بتائیں اور ساتھ ہی وہ باتیں جو آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بتائی تھیں وہ بھی بتا دیں اس پر ایک یہودی نے چلا کر کہا ''اقتلوہ'' اس بچے کو قتل کر ڈالو اس پر دوسرے یہودی عالم نے اپنے ساتھی کو روکتے ہوئے کہا ٹھہرو پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''ایتیم ہو؟''

---

① سیرت ابن ہشام جلد:2 ص:184۔

Marfat.com

کیا یہ بچہ یتیم ہے؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ سارے معاملے کو بھانپ چکی تھیں انھوں نے جھٹ کہا کہ بچہ یتیم نہیں ہے اور ساتھ ہی اپنے خاوند حارث کی طرف اشارہ کر دیا اس پر دونوں یہودی عالم چل پڑے اور ساتھ ہی کہا:

لو کان یتیما لقتلناہ

''اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم ضرور اسے قتل کر دیتے۔''

واقعہ شقِ صدر

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ولادت کے چوتھے یا پانچویں سال نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو پکڑ کر لٹایا پھر سینہ چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا یہ آپ ﷺ سے شیطان لعین کا حصہ ہے پھر زمزم سے دھویا اور پھر اسے آپ ﷺ کے سینے مبارک میں رکھ دیا بچے یہ دیکھ کر دوڑ کر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے تمام گھر والے بھاگتے دوڑتے وہاں پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ ہشاش بشاش کھیل رہے ہیں۔ البتہ آپ ﷺ کا رنگ اترا ہوا تھا۔ [1]

عکاظ کا میلہ

مکہ کے قریب عکاظ نامی میلہ لگتا تھا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کو لے کر میلے میں چلی گئیں وہاں میلے میں اعراف [2] اور کاہن جس کا تعلق بنی خزیر سے تھا اس کے پاس لے گئیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں رواج تھا کہ لوگ اپنی مشکلات کے وقت اعراف سے رجوع کرتے تھے اور اعراف کے فیصلے کو اشارہ غیبی سمجھا جاتا تھا۔ پے در پے عجیب وغریب واقعات ہونے کی بناء پر خوفزدہ تھیں۔ اعراف حضور ﷺ کو دیکھتے ہی چلا اٹھا۔ ''یا معشر هذیل'' ''یا معشر العرب'' ''اے قبیلہ هذیل کے لوگو! اے عرب کے لوگو! دوڑو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا معاملے کو بھانپ گئی اور وہاں سے فوراً بھاگ نکلیں۔ لوگ اعراف کی آواز پر دوڑتے ہوئے آئے تو اعراف نے چلانا شروع کر دیا'' اقتلوا هذا الصبی'' اس بچے کو قتل کر ڈالو۔ مگر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا موقع سے غائب ہو چکی تھیں۔ لوگ کاہن کے پاس اکٹھے ہوئے۔ اعراف نے انھیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا اس پر لوگوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور بچے کی تلاش شروع کر دی اعراف نے لوگوں کو ان الفاظ میں صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

---

① طبقات ابنِ سعد جلد:1 صحیح مسلم جلد1۔ ضیاء النبی ﷺ جلد1 ص:71 زمانہ جاہلیت میں عربوں میں۔

② طبقات ابن سعد جلد:1۔

Marfat.com

یا ھذیل و الھتة ان ھذا المنتظر من امر من اللہ.

ترجمہ: ''اے قبیلہ ھذیل اور اس کے دیوتاؤ سنو! یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا منتظر ہے۔''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ان پے در پے واقعات کے ظہور پذیر ہونے پر نہایت پریشان اور خوفزدگی کے عالم میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئیں اور سارے واقعات سنانے کے بعد کہا مجھے اس بچے پر کچھ حوادث کا خوف لگتا ہے میں بچے ﷺ کو بڑی مشکل سے لوگوں سے بچا کر آپ رضی اللہ عنہا کے پاس لائی ہوں لہٰذا آپ اپنی امانت واپس لے لیں۔ ①

مدینے کا سفر

اب حضور ﷺ آغوشِ مادر میں پرورش پانے لگے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو مدینہ منورہ میں متوفی شوہر کی قبر کی زیارت اور آپ ﷺ کے ننھالی رشتہ داروں سے ملوانے کے لیے روانہ ہوئیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی لونڈی اُمِ ایمن اور ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب بھی ہمراہ تھے۔ ② مدینہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ایک ماہ قیام فرمانے کے بعد واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئیں یہ ایک کلومیٹر لمبا طویل سفر تھا۔ راستے میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں۔ چنانچہ جب آپ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً چالیس کلومیٹر دور مقام ابواء پہنچیں تو وفات پا گئیں۔ اور وہیں مدفون ہوئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی لونڈی اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر مکہ آئیں۔ اور آپ ﷺ کو دادا حضرت عبد المطلب کے حوالے کیا۔

دادا کی کفالت

اب آپ ﷺ دادا کے سایہ شفقت میں پرورش پانے لگے۔ بوڑھے دادا کے دل میں اپنے یتیم پوتے کے لیے اتنی محبت اور شفقت تھی کہ اتنی الفت اپنی صلبی اولاد کے لیے بھی نہ تھی۔ قسمت نے آپ ﷺ کو تنہائی کے جس صحرا میں لا کھڑا کیا تھا بوڑھا دادا اس میں آپ ﷺ کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ آپ ﷺ کو بہت پیار کرتے تھے اور بڑوں کی طرح احترام کرتے تھے۔ ③

حضرت عبد المطلب کا قاعدہ تھا کہ کعبۃ اللہ کے سائے میں بیٹھا کرتا تھے اور ان کے لیے باقاعدہ فرش بچھایا جاتا تھا اور آپ کے تمام بیٹے فرش کے اردگرد بیٹھ جاتے اور پاس ادب کی بدولت بچھے ہوئے فرش پر نہ بیٹھتے مگر جب آنحضرت ﷺ تشریف لاتے تو آپ ﷺ بچھے ہوئے فرش پر بیٹھ جاتے

---

① جو کہ درست نہ ہے صرف اُمِ ایمن ہمراہ تھیں

② سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی رحمہ اللہ جلد:1 ص:112.

③ ضیاء النبی جلد:1 ص:97.

Marfat.com

آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو فرش سے اٹھا دیتے مگر آپ ﷺ کے دادا انھیں ایسا کرتے ہوئے دیکھتے تو انھیں منع فرماتے اور کہتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو یہ بڑی شان والا ہے پھر انھیں اپنے ساتھ فرش پر بٹھا لیتے اپنے ہاتھ سے پیٹھ سہلاتے اور آپ ﷺ کی نقل و حرکات دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے۔ ①

عبدالمطلب کی عمر جب بیاسی برس اور رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک قریبا ۸ سال ہوئی تو شفیق و مہربان دادا بھی فوت ہو گئے اور حجون میں دفن ہوئے۔ ② آپ ﷺ جنازے کے ساتھ تھے اور محبت سے روتے جاتے تھے عبدالمطلب کی وفات بنو ہاشم کے لیے ایک دھچکا ثابت ہوا کیونکہ ان کی وفات کے بعد دنیوی حالات سے بنو امیہ بنو ہاشم پر غالب آ گئے اب مسند ریاست پر حرب بیٹھ گیا تمام مراتب چھن گئے صرف سقایہ یعنی حجاج کو پانی پلانا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس رہے وفات سے قبل عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابو طالب کے حوالے کر گئے تھے۔

شفیق چچا کی کفالت

اب آپ ﷺ کی پرورش ابو طالب نے شروع کی اور حق کفالت بڑی خوبصورتی سے ادا کیا انھوں نے بھی آپ ﷺ کو اپنی اولاد پر مقدم رکھا آپ ﷺ کے مقابلے میں اپنی اولاد کی پروا نہ کی۔ آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے۔

جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک دس بارہ سال کے قریب ہوئی تو آپ ﷺ نے بکریاں چرانا شروع کیں عربوں میں بڑے بڑے امرا اور شرفا کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا آپ ﷺ کے بکریاں چرانے کو غیر مسلم مورخین نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے لیکن اگر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے حضرت شیث علیہ السلام نے باقاعدہ بکریوں کا ریوڑ پال رکھا تھا اور ظاہر ہے کہ انھیں چرایا بھی کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائیں یہ گلہ بانی آپ ﷺ کے لیے عالم کی نگہبانی کا دیباچہ تھا۔

روئے مبارک کے وسیلے سے بارانِ رحمت کی دعا

ابن عساکر نے ایک روایت نقل کی ہے کہ مکہ میں بارش نہ ہونے کی بنا پر قحط کا سماں تھا ہریالی مفقود تھی۔ قریش نے ابو طالب سے کہا کہ بارش کے لیے دعا کریں ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کو ساتھ لیا خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی انگلی ہاتھ میں پکڑی اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کی۔ اس وقت آسمان پر سورج اپنی پوری آب و تاب سے

---

① سیرت ابن ہشام جلد:1۔ ② ضیاء النبی جلد:1 ص:98۔

Marfat.com

چمک رہا تھا اور بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے بارش شروع ہوگئی اور ایسی زوردار بارش ہوئی کہ وادی میں سیلاب آ گیا بارش سے قحط کا سماں ختم ہو گیا اور ہر طرف ہریالی نظر آنے لگی انسان جانور، چرند پرند، شاداں ہوئے۔

بعد میں حضرت ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی مدح میں جو اشعار کہے ان اشعار میں اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وابيض ليستسقى الصام بوجهه ثمال التامى عصمة للأرامل.

ترجمہ: ''وہ خوبصورت ہیں ان کے چہرے سے بارش کا فیضان طلب کیا جاتا ہے یتیموں کے ماویٰ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔''[1]

سفرِ شام

حضرت ابو طالب کا پیشہ بھی دیگر قریش مکہ کی طرح تجارت تھا۔ آپ سال میں ایک مرتبہ شام کی طرف تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو ابو طالب نے شام کی طرف تجارت کے لیے جانے کی تیاری فرمائی تو آنحضرت ﷺ نے بھی جانے کی خواہش کی۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے ابو طالب آپ ﷺ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو اپنے چچا کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ وہ جب جانے لگے تو ان کے ساتھ لپٹ گئے اور ساتھ جانے کا اصرار کیا ابو طالب آنحضرت ﷺ کے اصرار اور اشکبار آنکھوں کو دیکھ کر ساتھ لے جانے کے لیے رضامند ہو گئے۔[2]

غرض قافلہ روانہ ہوا اور چلتے چلتے بصرہ سے باہر ایک کلیسا کے نزدیک ٹھہرا، جب قافلہ وہاں ٹھہرا تو ایک عیسائی راہب جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا کے نام سے مشہور تھا کلیسا کی چھت سے نیچے اترا اور قافلے والوں سے ملا، ملنے کے بعد ان تمام کی دعوت کی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ راہب کسی سے ملتا نہ تھا بحیرا تورات کا نامور عالم اور ہیئت دان تھا اس نے تورات میں پڑھ رکھا تھا اور علم فلکی کی بنا پر اس بات سے آگاہ تھا کہ فلاں دن و سال میں فلاں وقت تجارت کا ایک قافلہ گذرے گا۔ جس میں نبی آخر الزماں ﷺ بھی محوِ سفر ہوں گے۔

دعوت میں تمام لوگ شامل ہوئے راہب نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو طالب بچے کو شام نہ لے جاؤ کیونکہ اس میں نبی آخری الزماں ﷺ ہونے کی تمام نشانیاں موجود ہیں۔ ابو طالب نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہے اس نے کہا کہ یہ تمام نشانیاں تورات و انجیل میں بتائی گئیں ہیں۔ جب آپ

---

[1] خصائص کبری جلد:1 ص:174. بحواله تاريخ ابنِ عساكر.

[2] ضياء النبی ﷺ جلد:1 ص:104.

Marfat.com

لوگوں کا قافلہ آ رہا تھا تو میں چھت پر سے دیکھ رہا تھا۔ کہ کوئی درخت کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو انھیں سجدہ نہ کر رہا ہو۔ ایک ابر کا سایہ مستقل طور پر آپ ﷺ کے سر کے اوپر سایہ کیے ہوئے تھا۔ یہود و نصاریٰ کے علماء بھی ان نشانیوں سے آگاہ ہیں چنانچہ اگر آپ ان (ﷺ) کو شام لے گئے تو یہود ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اس پر حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو بعض غلاموں کی معیت میں واپس مکہ بھیج دیا۔ ①

جنگِ فجار

آنحضور ﷺ کی عمر مبارک پندرہ برس ہوئی تو جنگ فجار پیش آئی اسے جنگ فجار اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرم اور حرام دونوں مہینے کی حرمت چاک کی گئی تھیں۔ ② یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور خطرناک تھی۔ اس جنگ میں ایک طرف قریش اور ان کے ساتھ بنو کنانہ تھے اور دوسری طرف قیس عیلان تھے۔ قریش کا کمانڈر حرب بن امیہ تھا جو کہ ابوسفیان کا والد امیر معاویہ کا دادا تھا جب کہ قریش کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ نے اپنی کم عمری کے باوجود شرکت فرمائی کیونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے نیز خاندان کی عزت کا معاملہ تھا آپ ﷺ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور اپنے چچاؤں کو تیر تھماتے جاتے تھے۔ ③ جنگ شروع ہوئی بڑے زور کا معرکہ ہوا اور قیس قریش پر غالب آ گئے لیکن دوپہر ہوتے ہی قریش کا پلہ بھاری ہو گیا اور بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔

حلف الفُضول

عربوں میں لڑائیوں کا جو متواتر سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ اس نے سینکڑوں گھرانوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا اس قتل و غارت اور سفاکی کو دیکھ کر کچھ اشخاص کے دلوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ چنانچہ ذیقعد مین زبیر بن عبدالمطلب جو کہ اپنے خاندان کے سرکردہ تھے صلح اور امن پر مبنی چند تجاویز کے لیے متحرک ہوئے اور عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر پر خاندان بنو ہاشم، بنی مطلب، بنی زہرہ، اور بنی تیم جمع ہوئے اور طے پایا کہ ہم سب قبائل عہد کرتے ہیں کہ مکہ میں جو بھی مظلوم ہوگا خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا ہم سب اس کی مدد اور حمایت کریں گے۔ ④

---

① ابن سعد۔ ابن عساکر۔ خصائص الکبری جل:1 ص:173.

② جن مہینوں میں لڑنا ناجائز تھا حروب فجار کہلاتی تھیں۔ سیرت رسول عربی ﷺ ص:38. ضیاء النبی ﷺ جلد:1 ص:118.

③ سیرت ابن ہشام جلد:1.

④ سیرت رسول عربی ﷺ نور بخش توکلی ؒ ص:40. طبقاتِ ابن سعد جلد:1 و ابن ہشام.

Marfat.com

آنحضرت ﷺ بھی امن کے اس معاہدے کے اجتماع میں شریک تھے۔ اور عمر مبارک ۲۰ سال تھی عہدِ نبوت میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے اس معاہدے کے مقابلے میں اگر سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں معاہدہ نہ بدلتا۔

معاشی زندگی

عنفوانِ شباب میں رسالت مآب ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے آہستہ آہستہ آپ ﷺ میں دُور بینی، حق پسندی، حسن فِراست اور دیانت وامانت کے نمایاں اوصاف نظر آنے لگے آپ ﷺ نے تجارت شروع کردی کاروبارِ تجارت میں ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے انہی اوصاف کی بنا پر لوگوں میں صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کے لقب سے مشہور ہوگئے تجارت کی غرض سے شام، بصرہ اور یمن کے متعدد سفر کیے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نبی کریم ﷺ کو تجارت کے کاروبار کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ معاملات پیش آئے تو آپ ﷺ کے حُسنِ معاملہ، راست بازی، صدق ودیانت اور پاکیزہ اخلاق کی شہرت عام ہوگئی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک معزز اور امیر ترین عورت تھیں۔ ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ اور اب وہ بیوہ ہو چکی تھیں وہ لوگوں کو معاوضے پر اپنا مال تجارت کے لیے دیا کرتی تھیں ان کی دولت مندی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اہل مکہ کا تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو اکیلا آپ رضی اللہ عنہا کا سامان تمام قریش کے برابر ہوتا ہے۔[1]

رسالت مآب ﷺ کی راست گوئی، امانت اور حسن معاملہ کا علم انہیں ہوا تو انہوں نے ایک پیغام کے ذریعے پیش کش کی کہ اگر آپ ﷺ ان کا مال تجارت کے لیے لے کر جائیں تو میں دوسروں سے دوگنا معاوضہ دوں گی رسالت مآب ﷺ نے پیش کش قبول کرلی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر بصریٰ/شام روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ ﷺ کے ساتھ روانہ کیا۔[2]

جب آپ ﷺ شام سے واپس آئے اور تمام مال ودولت اور اسبابِ تجارت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں ایسی امانت اور برکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

---

[1] طبقاتِ ابن سعد.

[2] خصائص کبریٰ جلد:1 ص:56.

Marfat.com

اب انہوں رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ سے احوال تجارت دریافت فرمائے تو میسرہ نے آپ ﷺ کی شیریں بیانی، حسن اخلاق، راست گوئی اور امانت دارانہ طور طریق کے متعلق اپنے مشاہدات اتنے مؤثر انداز میں بیاں کیے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا اس سے پہلے مکہ کے بڑے بڑے رئیس ان رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام دے چکے تھے مگر آپ رضی اللہ عنہا نے کسی پیغام کو منظور نہ کیا تھا۔

پیغام موصول ہونے پر رسالت مآب ﷺ نے اپنے چچاؤں سے مشورہ کے بعد پیغام منظور فرمالیا۔ چنانچہ متعین تاریخ کو تمام روسائے خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے اور روسائے قریش کی موجودگی میں عقد کی رسوم ادا کیں، نکاح میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی شرکت فرمائی۔ عقد کی رسومات سے فارغ ہو کر حضرت ابوطالب نے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا۔ ①

الحمد للّٰہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و زرع اسمعیل و ضعنے معد و عنصر مضر و جعل لنا بیتا محجوجا و حرما منا و جعلنا ناء بیتہ و سواس حرمہ و جعلنا الحکام علی الناس ان ابن اخی محمد بن عبد اللّٰہ من قال علمتم قرابتہ و ھو لا یوذن باحد الا رجع الیہ فان کان فی الدال قل فان المال ظل زائل۔ و قد خطب خدیجۃ بنت خویلد و بذل لھا من الصداق ما عاجلہ و اجلہ من مالی کذا کذا و ھو واللّٰہ بعد ھذا لہ بناء عظیم و خطر جلیل.

ترجمہ: ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے بنایا اور ہمیں معد اور مضر سے شرفِ نسب بخشا...... اور ہماری خاطر ایک گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور امن عزت والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کی حفاظت کرنے والا اور اپنے حرم کی خبر گیری کرنے والا مقرر کیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ بے شک تمھیں میرے بھتیجے محمد ﷺ بن عبد اللہ کی رشتہ داری معلوم ہے ان کا جس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا اسی سے سبقت لے جائیں گے اگر ان کے پاس دولت کم ہے تو کیا ہے دولت تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ محمد (ﷺ) نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا پیام دیا اور میرے مال سے اتنا مہر معجل منظور کیا ہے یقیناً چند دنوں کے بعد ان کی حالت بہتر ہو جائے گی اور ان کا نام جگمگائے گا۔'' ②

---

① ضیاء النبی ﷺ جلد1 ص:136 طبقات ابن سعد.

② ابن خلدون جلد:2 ص:37.

Marfat.com

شادی کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی حضور ﷺ نے حق مہر میں ۲۰ اونٹ دیئے۔ (1) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے دوشوہروں سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی آنحضرت ﷺ کی جتنی اولاد ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی آپ ﷺ کے تمام بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے البتہ بیٹیوں میں ہر ایک نے اسلام کا زمانہ پایا تمام مسلمان ہوئیں اور سوائے حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے تمام کا انتقال آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا۔

رسالت مآب ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جس مکان میں رہتی تھیں وہ کافی عرصہ محفوظ رہا بعد میں امیر معاویہ نے اس مکان کو خرید کر مسجد بنا دیا۔ نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال و دولت آپ ﷺ کے سپرد کر دیا۔

کعبہ کی تعمیر اور حجرِ اسود کا تنازعہ

خانہ کعبہ کی عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اس کی بلندی ۹ ہاتھ اور اس پر چھت نہ تھی۔ اس کی تعمیر کو ایک طویل عرصہ گذر چکا تھا اسی سال ایک سیلاب آیا جس کا رخ خانہ کعبہ کی عمارت کی طرف تھا جس سے عمارت مزید کمزور ہو گئی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو خانہ کعبہ کی تعمیر کرنا شروع کی اگرچہ نئی تعمیر کے لیے پرانی کو گرانا ضروری ہوتا ہے مگر خانہ کعبہ کی پرانی عمارت کو گرانے کی کسی کی جرأت نہ ہوئی مگر آخر کار ولید بن مغیرہ نے عمارت گرانے کی ابتدا کی اور بعد میں دیگر لوگ بھی شامل ہوئے اور پرانی عمارت گرائی گئی۔

قریش نے نئے سرے سے تعمیر کعبہ کے لیے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اس کی تعمیر میں صرف حلال کمائی استعمال کی جائے گی کسی رنڈی کی اجرت، سود کی کمائی اور کسی کا ناحق چھینا ہوا مال استعمال میں نہیں لایا جائے گا۔

تعمیر شروع ہوئی ہر قبیلے کا تعمیر کا الگ الگ حصہ مقرر تھا ہر قبیلے نے اپنے اپنے حصے میں پتھروں کے ڈھیر لگا لیے اور باقوم نامی ایک رومی معمار کی زیر نگرانی تعمیر شروع ہوئی جب عمارت حجر اسود کی بلندی تک تعمیر ہو چکی تو جھگڑا پیدا ہو گیا کہ حجر اسود کو اس کے مقام پر کون رکھے ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت اسے نصیب ہو یہ جھگڑا کئی روز تک چلتا رہا اور اس میں اتنی شدت پیدا ہو گئی کہ تمام قبائل خون خرابے کے لیے تیار ہو گئے خصوصی طور پر قبیلہ عبدالدار۔

عرب میں اس وقت دستور تھا کہ جب کوئی شخص قسم اٹھاتا تھا اپنی انگلیاں پیالہ بھر خون میں ڈبو لیتا تھا۔ اب جو جھگڑا بڑھا تو کچھ قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے پر تل گئے۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے رائے دی کہ آپس میں جھگڑنے کی بجائے کل جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو اسے ثالث مان لیا جائے۔ چنانچہ تمام قبائل نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

---

(1) ابن ہشام جلد: 1 و شبلی نعمانی رحمہ اللہ سیرت النبی ﷺ جلد 1 ص: 118 میں 500 طلائی درہم تحریر کیا ہے اہل سیر کا اتفاق 20 اونٹوں پر ہے۔ ضیاء النبی ﷺ جلد 1 ص: 137 ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مقرر ہوا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہوا کہ دوسرے دن مسجد حرام میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ داخل ہوئے قریش نے دیکھا تو تمام قبائل نے خوشی سے کہا اب ہمارا فیصلہ ''امین'' کریں گے جو ہمیں بخوشی قبول ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک چادر منگوائی اور اس پر حجر اسود کو رکھا اور متنازعہ قبائل کے سرداروں کو کہا کہ وہ چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اسے اوپر اٹھائیں جب حجر اسود کی چادر اس کے مقام تک بلند ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ آپ ﷺ کے اس فیصلہ پر تمام قبائل راضی ہوگئے اور اس طرح مکہ مکرمہ ایک شدید قسم کی جنگ سے بچ گیا۔

تعمیر کعبہ کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ قریش کے پاس حلال کمائی کی دولت ختم ہوگئی جس سے تعمیر رکنے کا خدشہ پیدا ہوگیا۔ چنانچہ اس مالی کمی کو پورا کرنے کے لیے شمال کی طرف وہ ٹکڑا جو حجر اور حطیم کہلاتا تھا اسے لمبائی میں کم کر دیا گیا اور جب دیواریں پندرہ ہاتھ بلند ہوگئیں تو اندر چھ ستون کھڑے کر کے چھت ڈال دی گئی۔ قریش نے خانہ کعبہ کا دروازہ بلند رکھا تا کہ خانہ کعبہ کے اندر وہی شخص داخل ہو سکے جسے وہ اجازت دیں۔

موجودہ خانہ کعبہ کی بلندی ۱۴ میٹر، ملتزم کی سمت لمبائی ۸۴۔ ۱۲ میٹر حطیم کی سمت لمبائی ۲۸۔ ۱۱ میٹر، رکن یمانی اور حطیم کی سمت لمبائی ۱۱۔ ۱۲ میٹر، رکن یمانی اور حجر اسود کی سمت لمبائی ۵۲۔ ۱۱ میٹر ہے، جبکہ حجر اسود کی زمین سے بلندی ۱۰۔ ۱ میٹر اور اس کی لمبائی ۲۵ سینٹی میٹر اور چوڑائی تقریباً ۱۷ سینٹی میٹر ہے۔

کعبہ شریف کے تعمیر کنندگان

تاریخی روایات کے مطابق مختلف ادوار میں بیت اللہ کی تعمیر بارہ مرتبہ ہوئی اگر چہ اس سلسلے میں بعض روایات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تاہم ایسی روایات بھی ہیں جن کے نصوص قطعی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

① فرشتے ② آدم علیہ السلام ③ حضرت شیث علیہ السلام ④ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام
⑤ قوم عمالقہ ⑥ قبیلہ جرہم ⑦ قصی بن کلاب ⑧ قریش مکہ
⑨ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ⑩ حجاج بن یوسف ⑪ سلطان مراد ترکی
⑫ شاہ فہد

ایک عربی شاعر کہتا ہے

بنی البیت خلق وبیتہ الالہ
مدی الدھر من سابق یکرم

Marfat.com

ملائکہ آدم و لدہ

خلیل عمالقہ جرھم

قصیٰ قریش ونجعل الذبیر

وحجاج بعدھم یعلم

وسلطاننا الملک المرتضٰی

مرادھو السید المکرم

"قصیٰ وقریش نے بھی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان سب کے بعد حجاج کی تعمیر بہت مشہور ہے ملائکہ نے آدم علیہ السلام نے اور انکے بیٹے شیث علیہ السلام خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے عمالقہ و جرہم نے مخلوق کی ایک تعداد نے بیت اللہ تعمیر کیا جس کی ہمیشہ سے تعظیم وتکریم کی جاتی ہے، نیک بادشاہ سلطان مراد نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا جن کی ذات قابل تعظیم ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا اس وقت ارشاد فرمایا۔ میں تمہارے ساتھ ایک گھر بھی اتار رہا ہوں۔ جس کا طواف اس طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت اس کو اٹھا لیا گیا تھا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں اس کا حج کرتے اس کے باوجود کہ وہ اس کی جگہ سے واقف نہ تھے۔

اس تعمیر کی تفصیل لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ آج کل بدقسمتی سے پاکستان میں ایک ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بانی اول صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[2] کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے ثنیۃ کے مقام پر ایسی جگہ پہنچے جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو نہ دیکھ سکیں، پھر آپ علیہ السلام نے بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

ترجمہ: "اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔"[3]

---

[1] الزہور المقتطعہ :41 الارج مکی ص:148، الکعبۃ المعظمہ ص:89 بحوالہ تاریخ مکہ از ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی۔

[2] بخاری شریف حدیث نمبر:3364

[3] پارہ:13 سورۃ ابراہیم آیت:37.

Marfat.com

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ چکے تھے اور دعا میں یہ الفاظ ''تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں'' سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل عمارت کھڑی تھی۔ جس کی تائید سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

ترجمہ: ''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔''①

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں حراء، ثبیر، لبنان، طور اور جبل الخیر کے پتھروں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔②

اس کے بعد قوم عمالقہ اور قبیلہ جرہم نے پھر قصی بن کلاب، اور قریش مکہ نے تعمیر کعبہ کی، قریش مکہ کی تعمیر میں رسالت مآب ﷺ نے خود حصہ لیا جس کا تفصیلاً ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ۶۵ھ میں پرانی عمارت منہدم کی اور حطیم کو دوبارہ شامل کر لیا۔ حضرت یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی پرانی بنیادوں پر نئی عمارت تعمیر کی۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے ۷۴ھ میں دوبارہ تعمیر کی۔ اور غالباً اسی نے یا سلطان مراد نے حطیم کو دوبارہ کعبہ کی عمارت سے باہر کی طرف نکال دیا۔

سلطان مراد عثمانی ترکی نے ۱۰۴۰ھ میں پرانی عمارت کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کر دیا۔

سلطان مراد ترکی کی تعمیر سے ۳۷۵ سال بعد خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ کعبہ کی تجدید و ترمیم کی جائے۔ چنانچہ محرم ۱۴۱۷ھ میں ۱.۴۰ میٹر گہری کھدائی کی تو دیکھا گیا کہ خانہ کعبہ کی بنیادوں کے پتھر بغیر کسی مسالے اور سیمنٹ کے آپس میں مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں اور ان کی ظاہری شکل اونٹ کی کوہان کی مانند ہے۔ یہ اتنی مضبوط بنیاد تھی کہ ماہرین کے مطابق اس پر دوبارہ عمارت تعمیر کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ بن لادن کمپنی کے ذریعے بنیادوں کو مزید مضبوط شاذروان کی مرمت کی گئی۔ دیواروں کی بیرونی جانب کو ہموار کیا گیا اور پتھروں کے درمیان سیمنٹ مسالہ لگایا گیا۔ دونوں چھتوں کو از سرِ نو تعمیر کیا گیا۔ خانہ کعبہ کے اندر تینوں ستونوں کو نئی لکڑی سے بنایا گیا اور یہ کام چھ ماہ میں مکمل کیا گیا۔

خانہ کعبہ کی مختلف ادوار میں تعمیر کے ساتھ ساتھ مسجدِ حرام کی بھی دوبارہ توسیع ہوتی رہی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

---

①سورہ بقرہ آیت: 127.

② تاریخ مکہ مکرمہ از ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی بحوالہ الدرج المسکی ص: 1660154. توسیع و عمارۃ الحرمین شریفین جلد:2 ص:40.

Marfat.com

	توسیع کنندگان	سن توسیع
۱۔	حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب خلیفہ دوئم	۱۷ھ۔ ۶۳۹ء
۲۔	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوئم	۲۶ھ۔ ۶۴۸ء
۳۔	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	۶۵ھ۔ ۶۸۵ء
۴۔	ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ	۱۳۷ھ۔ ۷۵۵ء
۵۔	ولید بن عبدالملک عباسی خلیفہ	۱۳۷ھ۔ ۷۵۵ء
۶۔	محمد المہدی عباسی خلیفہ	۱۶۰ھ۔ ۷۷۷ء
۷۔	معتضد عباسی خلیفہ	۲۸۴ھ۔ ۸۹۷ء
۸۔	مقتدر عباسی خلیفہ	۳۰۶ھ۔ ۹۱۸ء
۹۔	ملک عبدالعزیز آل سعود	۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۵۵ء
۱۰۔	شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود	۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۸ء
۱۱۔	شاہ فہد بن عبدالعزیز دوسری توسیع	۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء [1]

آفتابِ رسالت ﷺ

رسالت مآب ﷺ کو بہت سے دنیاوی معاملات در پیش تھے تجارتی کاروبار تھا۔ اولادیں تھیں۔ تجارت کے لیے اکثر و بیشتر سفر کرنا پڑتا رہتا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود آپ ﷺ اکثر تنہائی اختیار فرماتے تھے اور طویل خاموشی سے مسلسل غور و خوض، دائمی تفکر میں مصروف رہتے تھے۔

اب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال کے قریب تھی کہ یہ خاموش تنہائی اور غور و فکر مزید بڑھ گئی۔ مکہ مکرمہ سے ۳ میل کے فاصلے پر ایک غار تھا آپ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے وہاں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے، کھانے پینے کا سامان، کھجور، ستو اور پانی ساتھ لے جاتے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس تشریف لاتے دوبارہ کھانے پینے کا سامان لیتے اور پھر غارِ حرا میں جا کر عبادت میں مشغول ہو جاتے یہ عبادت کیا تھی۔

بخاری شریف کی شرح عینی میں ہے کہ

قیل ما کان صنعۃ تعبدہ اجیب بان ذٰلك کان بالتفکر والاعتبار۔ [2]

ترجمہ: ''یہ سوال کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی عبادت کیا تھی؟ جواب یہ ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔''

---

① سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد:1 ص:26.

② طبقات ابن سعد.

Marfat.com

اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی رسالت مآب ﷺ کے ساتھ جاتیں آپ ﷺ غارِ حرا میں قیام فرماتے اور وہ قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ ﷺ جب غارِ حرا سے واپس تشریف لاتے تو سات بار کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔

نبی کریم ﷺ کی یہ خلوت، مراقبہ اور تنہا پسندی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ایک تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس عظیم کام کے لیے آپ ﷺ کو تیار کر رہا تھا اس کا تقاضا تھا کہ وہ عظیم ہستی جس نے انسانی زندگی پر اس مؤثر انداز میں اثر ڈالنا تھا کہ اس جاہل معاشرے کی زندگی کا رخ بدل دے۔ چنانچہ آپ ﷺ دنیاوی مشاغل اور زندگی کے شوروغل سے علیحدہ ہو کر کچھ عرصے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنی شروع کر دی۔

جب رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال ہوگئی تو زندگی کے افق کے پار سے آثارِ نبوت چمکنا شروع ہو گئے۔ خواب میں آپ ﷺ جو کچھ دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح حقیقت میں ظاہر ہو جاتے یعنی واقعات اسی طرح وقوع پذیر ہوتے جس طرح آپ ﷺ رات کو خواب میں دیکھتے۔

اب رسالت مآب ﷺ کی عمر قمری حساب سے ۴۰ سال ۴ مہینے ۱۲ دن اور شمسی حساب ۳۹ سال ۳ مہینے اور ۲۲ دن ہوئی اور آپ ﷺ غارِ حرا میں مراقبے میں مصروف تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوئے اور فرمایا خوشخبری ہو۔ آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل (علیہ السلام) ہوں حضرت جبرائیلؑ کے پاس ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ① حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا ''اقراء'' پڑھیے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اس قدر زور سے دبوچا کہ میری طاقت برداشت انتہا کو پہنچ گئی۔ ② جبرائیل علیہ السلام نے پھر کہا کہ پڑھیے اس پر حضور ﷺ نے جواب دیا ''ما انا بقاری'' اسطرح تین بار جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو دبوچا اور تیسری بار حضور ﷺ نے پوچھا کیا پڑھوں؟ اس پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

ترجمہ: ''اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے۔ پڑھیے آپ ﷺ کا رب بڑی شان والا ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن سے وہ ناواقف تھا۔'' ③

---

① ایک حدیث پاک میں بھی اس ریشمی کپڑے کا ذکر ملتا ہے۔
② بخاری شریف جلد:1 حدیث نمبر:3۔
③ پارہ:30 سورہ علق آیت:1-5۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے دل پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے کہے ہوئے الفاظ ثبت ہو گئے۔ مورّخین کا اس بات پر اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کس مہینے میں اعزازِ وحی سے سرفراز ہوئے۔ بیشتر سیرت نگاروں کے نزدیک یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

مگر قرآنِ پاک کے مطابق یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآنِ پاک نازل کیا گیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ.

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ (بابرکت مہینہ) جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''①

دوسری بار ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١

ترجمہ: ''ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔''②

ان قرآنی آیات کے مطابق اعزازِ وحی کو کسی اور مہینے سے منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اب جو مورّخین اور سیرت نگار نزولِ وحی کو رمضان المبارک میں تسلیم کرتے ہیں۔ وہ پھر اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں کہ نزولِ وحی کے وقت رمضان المبارک کی کونسی تاریخ ہے بعض سات، سترہ، اٹھارہ، اور اکیس کہتے ہیں مگر اکثریت سیرت نگاروں کا اتفاق اکیس تاریخ پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔③ آپ ﷺ سے دوشنبے (سوموار) کے دن کے روزے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

چنانچہ اکثر سیرت نگاروں کا اکیس رمضان پر اتفاق ہے، کیونکہ تقویم کی رو سے بھی دوشنبے کے دن رسالت مآب ﷺ جلال الٰہی سے لبریز تھے۔ آپ ﷺ غار حرا سے نکلے تو راستے میں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز سنائی دی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان کے کنارے پر آدمی کی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جن کے قدم افق سما میں ہیں۔ اب آپ ﷺ آسمان پر جس طرف بھی دیکھتے آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام ہی نظر آتے۔ اس حالت میں آپ ﷺ گھر واپس لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ''زملونی'' ''زملونی'' مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے اور فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

---

① پارہ:2 سورہ بقرہ آیت نمبر:185.
② پارہ:30 سورہ القدر آیت نمبر:97.
③ مسلم شریف جلد:1۔ مسند احمد جلد:5.

Marfat.com

جب طبیعت بحال ہوئی تو آپ ﷺ نے سارا ماجرا حضرت خدیجہ ؓ سے بیان فرمایا یہ ماجرا سن کر حضرت خدیجہ ؓ نے فرمایا قطعاً نہیں بخدا اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، راست گفتار ہیں، نامرادوں کے دستگیر ہیں، مہمان نواز ہیں، اور درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی تنہا نہ چھوڑے گا۔

ورقہ بن نوفل

حضرت خدیجہ ؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام واقعات سننے کے بعد کہا قدوس قدوس پاک ہے پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ورقہ کی جان ہے ''ان تکون نبی ھٰذا الامتہ'' آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور یہ وہی ناموس ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔

اب آپ ﷺ کو جھٹلایا جائے گا اور آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچائی جائیں گی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو شہر بدر کر دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے حیرانگی سے پوچھا کہ مجھے میری قوم شہر بدر کر دے گی۔ اس پر ورقہ نے جواب دیا ہاں ایسا ہی ہوگا کیونکہ اس سے پہلے جو بھی اس طرح کا پیغام لایا جیسا کہ آپ ﷺ لائے ہیں تو ان کی قوم نے ایسا ہی سلوک کیا پھر آپ ﷺ سے جنگ کی جائے گی اگر مجھے وہ دن نصیب ہوا (ورقہ کافی ضعیف العمر اور نابینا ہو چکے تھے) تو میں ضرور دین حق کی مدد کروں گا یہ کہہ کر اس نے حضور ﷺ کے سر کے وسط میں بوسہ دیا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ وحی رکی رہی۔ وحی کی اس بندش پر اہل سیر نے متضاد قسم کے تبصرے کیے ہیں ان میں سے حافظ ابنِ حجر کا تبصرہ حقیقی ہے وہ فرماتے ہیں وحی کی یہ چند روزہ بندش اس لیے تھی کہ آپ ﷺ پر جو حیرت واستعجاب اور خوف طاری ہو گیا تھا وہ دور ہو جائے اور نہ صرف خوف وحیرت دور ہو جائے بلکہ حقیقت کے نقوش پختہ ہو جائیں۔ [1] چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ ﷺ کو دوبارہ وحی کی آمد کا شوق اور انتظار پیدا ہوا اہل سیر کے مطابق وحی کی یہ بندش دس دن رہی۔

دعوت حق

اب اللہ تبارک تعالیٰ نے رسالت مآب ﷺ کو دعوت دین کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے اور اللہ کا پیغام دیا۔

---

① فتح الباری جلد:1۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ(1) قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ(2) وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ(3) وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ(4) وَ الرُّجْزَ
فَاهْجُرْ ۙ(5) وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ(6) وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (7) فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ(8) فَذٰلِكَ
يَوْمَىٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ(9) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (10) ذَرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ(11)
وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ(12) وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ(13) وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ(14) ثُمَّ
يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۗ(15) كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ(16) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ(17) اِنَّهٗ فَكَّرَ
وَ قَدَّرَ ۙ(18) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ(19) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ(20) ثُمَّ نَظَرَ ۙ(21) ثُمَّ عَبَسَ
وَ بَسَرَ ۙ(22) ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ(23) فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ(24) اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ
الْبَشَرِ ؕ(25) سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (26) وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ(27) لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۚ(28) لَوَّاحَةٌ
لِّلْبَشَرِ ۚۖ(29) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؕ(30)

اب آپ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم صادر فرمایا کہ تبلیغ دین شروع کریں۔ چنانچہ اب سب سے پُرخطر مرحلہ آیا کہ سب سے پہلے کس کے سامنے نیا دین یعنی اللہ کا پیغام پہنچایا جائے اس کے لیے صرف ان لوگوں کا انتخاب کیا جا سکتا تھا۔

① جو لوگ آپ ﷺ کی محبت سے فیض یاب رہ چکے تھے۔ جن کو آپ ﷺ کے اخلاق وعبادات کی تمام حرکات وسکنات کا تجربہ ہو چکا تھا اور ان تجربات کی روشنی میں آپ ﷺ کے دعوٰی کی صداقت پر قطعی فیصلہ کر سکتے تھے۔

② وہ لوگ جو عہد جاہلیت میں بھی فطرتاً نیک اور پاکیزہ اخلاق رکھتے تھے۔ وہ بت پرستی سے دور تھے اور تلاش حق میں سرگرداں تھے۔

③ دین حنیف کے لوگ جو جاہلیت میں بھی بت پرستی چھوڑ چکے تھے اور اپنے آپ کو دین ابراہیم علیہ السلام کا پیرو کہتے تھے لیکن اجمالی اعتقاد کے سوا اور کچھ نہیں جانتے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی دعوت دی وہ اس دعوت سے پہلے بھی مومنہ تھیں انہوں نے فوراً لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کر کے دو شرف حاصل کر لیے:

① عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

② تمام لوگوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر کے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔

---

① پارہ:29 سورہ مدثر آیات:1-30.

Marfat.com

Marfat.com

مخلوقات پر وحی کا اثر

فرشتوں پر اثر

- پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز
- زنجیروں کی پتھر پر ٹکرانے کی آواز

جنوں پر اثر

- غیب کی خبریں معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔
- آسمان پر جاتے تو شہابِ ثاقب پیچھا کرتے۔
- لگتا جیسے زمین پر کوئی غیر معمولی حادثہ رونما ہونے والا ہے۔

انسانوں پر اثر

- سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سروں کو جھکا دیتے۔
- سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کپڑے سے آڑ کر لیتے اور ایک طرف ہو جاتے۔
- سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کی ران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹانگ کے نیچے ایسی معلوم ہوتی کہ ٹوٹ جائے گی۔

جانوروں پر اثر

- جس اونٹنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے وہ اپنی گردن زمین پر رکھ دیتی۔
- جانور خود کو بہت بوجھل محسوس کرتا۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دولت مند، ماہر انساب، صاحب رائے اور فیاض ہونے کے ساتھ ساتھ رسالت مآب ﷺ کے بچپن کے دوست تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ ①
ان اوصاف کی بدولت مکہ میں ان کا عام اثر تھا اور اکابرین مکہ اکثر ان سے مشورے کیا کرتے تھے ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم ان ہی کی ترغیب سے مسلمان ہوئے تھے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ جو بچپن ہی سے رسالت مآب ﷺ کے پاس اور آپ ﷺ کے زیر کفالت تھے انہوں نے اسلام قبول کر کے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا، غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔
اسلام کی تبلیغ پوشیدہ طور جاری تھی۔ ابھی رسالت مآب ﷺ کو اعلانیہ تبلیغ کے احکامات موصول نہیں ہوئے تھے لہٰذا جو کچھ بھی ہو رہا تھا پوشیدہ طور پر ہو رہا تھا اور احتیاط کی جاتی تھی۔ محرمانِ خاص کے علاوہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے چنانچہ آہستہ آہستہ نیک اور سعادت مند روحیں حلقہ اسلام میں داخل ہوتی گئیں اور مجموعی طور پر قریش کی قریباً تمام شاخوں اور غلاموں کے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد چالیس کے قریب ہوگئی۔ ②

اگرچہ تبلیغ کا یہ کام اجتماعی طور پر کیا جا رہا تھا قریش کو اس کی سن گن لگ چکی تھی مگر انہوں نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا چنانچہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان کو اسلام کی پہلی تربیت گاہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ تین سال تک یہ کام خفیہ طور پر جاری رہا رسالت مآب ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نماز کے وقت کبھی کسی کے گھر، کسی وادی، کسی گھاٹی میں خفیہ طور پر نماز ادا کرتے۔

ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے اتفاق سے حضرت ابوطالب آنکلے اور ان کو بغور تعجب سے دیکھتے رہے نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کیا کر رہے تھے اور یہ کونسا دین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے دادا ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی دین تھا ابوطالب نے کہا کہ میں اس کو اختیار نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ ﷺ کو اجازت ہے اور کوئی شخص آپ ﷺ کا مزاحم نہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا ساتھ دینے کا حکم دیا۔

نماز

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتدائے اسلام ہی میں نماز کا حکم دے دیا تھا پہلے صبح اور شام دو دو رکعت کی نماز تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا:

---

① ابن سعد۔ ② ابن ہشام۔

Marfat.com

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: ''صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔''①

البتہ رسالت مآب ﷺ چاشت کی نماز خانہ کعبہ میں ادا فرماتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جائز تھی۔②

① نماز جس کے بارے میں قرآن حکیم میں ۷۰۰ مرتبہ فرمایا گیا ہے۔ اسے تحفہ معراج بھی کہا جاتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (الحدیث) نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہے۔

② اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے نماز کے بارے میں جو ارشادات ہیں اس کے تحت نماز ایک عبادت ہے اور ایسی عبادت ہے جو ذریعہ نجات ہے یہ ایک ایسی عبادت ہے جو کہ خالق اور مخلوق کے باہمی تعلق کو مستحکم اور پائیدار بنا کر بندے کی اخروی زندگی میں بخشش کا ذریعہ ہے۔

نماز اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ہے جس کی مقررہ اوقات میں ادائیگی ضروری ہے اور یہ ہر حالت (بیماری، معذوری) میں بھی فرض ہے اور اس فرض سے کوتاہی اور عدم ادائیگی کی بنا پر مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پنجگانہ نماز کی ادائیگی کا جو حکم دیا ہے اس حکم کی مصلحت اور حکمت کے بارے میں آیئے دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں جدید میڈیکل سائنس اور روحانیت کیا کہتی ہے۔ نماز فرض ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی صحت وتندرستی کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم پوری توجہ، دل جمعی، پورے آداب اور سنت کے مطابق ادا کریں۔

تکبیر

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق جب ہم نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانوں کے پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے جو کہ دل کے مریض کے لیے نہایت مفید ہے نیز یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے دماغ میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور ان خلیوں میں برقی رو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گذرتے رہتے ہیں یہ خلیے کئی خانوں میں منقسم ہوتے ہیں ان میں ایک خانہ ایسا ہے جس میں برقی رو فوٹو لیتی اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو عدم توجہ کی بنا پر بہت زیادہ تاریک ہوتا ہے اور توجہ کی بنا پر زیادہ چمک دار ہوتا ہے ایک دوسرا خانہ ہوتا ہے جس میں روحانی قوتیں مخفی ہوتی ہیں نیت باندھ کر جیسے ہی سبحانک اللھم پڑھا جاتا ہے تو روح اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ صفات عالیہ میں جذب ہو جاتی ہے اور پورے جسمانی نظام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات روشنی بن کر سرایت کر جاتی ہیں۔

---

①پارہ:24۔سورۃ مومن آیت نمبر:55. ② ابن اثیر.

Marfat.com

ہاتھ باندھنا

ہاتھ باندھتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا جاتا ہے مختلف احادیث مبارکہ میں دائیں ہاتھ میں برکت کی خوشخبری دی گئی ہے اسلام میں ہر اچھے پریکٹیکل (عمل) کو کرنے کے لیے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی ترغیب کی گئی ہے۔

انسانی اعضا کے دائیں اطراف اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں دائیں حصے سے خاص طور پر غیر مرئی شعاعیں نکلتی ہیں جو کہ مثبت ہوتی ہیں جب کہ بائیں ہاتھ سے نکلنی والی شعائیں منفی ہوتی ہیں اب دائیں ہاتھ کے اوپر اور بائیں ہاتھ کے نیچے ہونے کی بنا پر مثبت +منفی شعاعوں کا ملاپ انسانی صحت پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔

عورتیں جب نیت کر کے ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے ہاتھ سینے پر ہوتے ہیں وہ ایسی حالت میں ڈاکٹر ڈارون کی تحقیق کے مطابق ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ریز پیدا ہوتی ہیں۔ جو کہ عورت کے جسم میں داخل ہو کر خارج ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے جسم میں خاص قسم کی قوتِ مدافعت بڑھتی ہے۔ جو کہ جسم کو خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہونے دیتیں، بندہ تمام دنیا سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسی وجہ سے خلیات کا سرطان ایک نماز پڑھنے والی عورت میں دوسروں کی نسبت بہت کم ہوتا ہے اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر۔

قیام

نماز میں قیام سے دل کا بار ہلکا ہوتا ہے کیونکہ وزن دونوں پاؤں پر متواتر پڑتا ہے اور آنکھیں سجدہ گاہ پر لگی رہنے سے دل کی یکسوئی کا حصول آسان ہو جاتا ہے اس سے انسانی جسم میں قوت مدافعت اور اعصاب میں توانائی پیدا ہوتی ہے اب نماز کی ابتدا ہوتی ہے۔ دونوں پاؤں پر متواتر وزن چنانچہ ایسی کیفیت سے انسانی جسم پر درج ذیل اثرات پڑھتے ہیں۔

قرات شروع ہوتی ہے تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ قرات اتنی اونچی آواز میں کی جائے کہ اپنے کان سن سکیں۔ چنانچہ فوراً ہی قرآنی آیات کے انوار پورے جسم میں سرایت کرنا شروع کر دیتے ہیں جو امراض کے ختم کرنے کے لیے اکسیر اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے سائنس کے مطابق اگر روزانہ کچھ منٹ ایک انسان ایسی حالت میں کھڑا رہے تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے جس سے قوت فیصلہ اور قوت مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ واحد ورزش ہے جس سے ریڑھ کی ہڈی سیدھی رہتی ہے۔

Marfat.com

رکوع

رکوع کرنے سے کمر درد اور جن مریضوں کے حرام مغز میں ورم کی وجہ سے مہروں کا درد ہوتا ہے ایسے مریضوں کے لیے رکوع ایک مفید اور کارآمد ورزش ہے رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سست پڑ جاتا ہے اور اگر پتھری بن چکی ہو تو بہت جلد نکل جاتی ہے نیز اس سے معدہ آنتوں کی خرابیاں اور پیٹھ کے عضلات کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔

رکوع کی ورزش فالج زدہ مریضوں کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ رکوع میں آنکھوں کی طرف دوران خون کے بہاؤ کی وجہ سے دماغ ونظر کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے حالت رکوع میں آدمی جب ہاتھ کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑتا ہے تو ہتھیلیوں اور انگلیوں میں گردش کرنے والی برقی رو گھٹنوں میں جذب ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے گھٹنوں میں صحت مند لعاب برقرار رہتا ہے اور آدمی جوڑوں کے درد سے محفوظ رہتا ہے۔

حالت رکوع میں زبان جو دل کی ترجمان ہوتی ہے دل کے روبرو پیش ہو کر دل و زبان اور کعبۃ اللہ کو ایک لائن ایک سیدھ میں کھڑا کرتی ہے دل کی دھڑکن کو قبلہ رو ہو کر کعبۃ اللہ کی سخت مقناطیسی لہروں کے ذریعے براڈ کاسٹ کرنا شروع کر دیتی ہے۔

قومہ

حالت رکوع میں بالائی نصف حصے میں جھٹکے سے سیدھا ہونے کی وجہ سے خون زیادہ پمپ ہوتا ہے یعنی قیام سے رکوع اور رکوع سے دوبارہ حالت قیام میں آنے سے چہرہ اور سر کا دوران خون جو حالت دوران خون رکوع میں بڑھ جاتا ہے قومے میں پھر نارمل سطح پر آجاتا ہے اس سے شریانوں میں لچک کی استعداد بڑھنے سے بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر) اور فالج کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

سجدہ

تمام تر عبادت کی معراج سجدہ ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر ناک اور پیشانی رگڑتا ہے تو دماغ کی شریانوں کی طرف خون بڑھ جاتا ہے جسم کی کسی بھی پوزیشن میں خون دماغ کی طرف زیادہ نہیں جاتا ہے صرف سجدے کی حالت میں دماغی اعصاب اور سر کے دیگر حصوں کی طرف خون متوازن ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ روشن اور نگاہ تیز ہو جاتی ہے۔

حالتِ سجدہ کو عبادت میں انتہائی اعلیٰ مقام حاصل ہے اور میڈیکل سائنس کی رو سے حالت سجدہ ایک ایسی پوزیشن ہوتی ہے کہ دماغ کو زیادہ مقدار میں خون موصول ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ روحانی طور پر دعا کی قبولیت کے علاوہ ذہن اور اعصاب پر اثر پذیری میں بھی کمال حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

اگرچہ سجدے کا دورانیہ چند سیکنڈ کا ہوتا ہے مگر دوران سجدہ دوران خون اور زمین کی کشش کا اضافی دباؤ ہاتھوں و پیشانی، چہرے، سینے اور دل کی طرف یک لخت بڑھ جاتا ہے اور پھر چند سیکنڈ بعد یعنی سجدے سے سر اٹھاتے ہی اچانک نارمل ہو جاتا ہے اور دوسرے سجدے میں دوبارہ یہی عمل دُہرانے سے خون کی نالیوں کی مقررہ حرکات کی قوت اچھال اور قوت سکیڑ یعنی دونوں حرکات کی مختصر مگر طاقتور پمپنگ سے رگوں کی دیواروں کی قوت میں لچک بڑھ جاتی ہے۔

جدید سائنس اپنی تمام کاوشوں، تجربات اور تحقیقات کے باوجود بلڈ پریشر یعنی فشار خون اور کم فشار خون کا علاج دریافت نہیں کر سکی مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو پابندی نماز کا حکم دے کر اسے نہ صرف اپنا متقی اور پرہیز گار بندہ بننے کا موقع فراہم کیا بلکہ اس کی صحت اور تندرستی کا بھی بذریعہ نماز انتظام فرمایا۔

بلڈ پریشر کا علاج بھی سجدے میں موجود ہے۔ چنانچہ اس بیماری میں مبتلا افراد کو چاہیے کہ وہ جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر مکمل یکسوئی کے ساتھ طویل ترین سجدے کو اپنا معمول بنالیں ان شاء اللہ چند ماہ ایسا کرنے سے بلڈ پریشر کی بیماری سے اسے مکمل نجات حاصل ہو جائے گی۔ دل انسان کے سینے کے اندر پھیپڑوں کے درمیان محفوظ کھڑا ہے اس کی کارکردگی کا اثر دوسرے اعضا پر بھی پڑتا ہے اور نہیں تو کم از کم پھیپھڑے ضرور متاثر ہوتے ہیں جو کہ تنگی تنفس کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں حالت رکوع اور سجود میں پھیپھڑوں کے ساتھ دل بھی اپنی وضع بدلتا ہے اور جسم کی کثافت، اضافت، شکم کا دباؤ اور شریانوں میں اچانک خون کی تیزی سے ہنگامہ آرائی دل کے چند اہم امراض کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

چائنہ میں ایک جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے ذہنی انتشار کی صورت میں اگر پیشانی کی درمیانی جگہ ماتھے کو دو سے تین منٹ تک دبایا جائے تو ذہنی انتشار کم ہو جاتا ہے۔ جب کہ آج سے چودہ سو سال قبل اس ذہنی انتشار کا علاج اسلام نے بتادیا تھا یعنی سجدے کے دوران عین اس مقام کو زمین کے ساتھ مس کر کے دبایا جاتا ہے سجدے میں کولہے، گھٹنے اور ٹخنے اور جھکاؤ کے ساتھ ساتھ کہنیاں بھی جھکی ہوتی ہیں جب کہ کمر اور پیٹ کے عضلات کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں یہ عمل ایک ایسی ورزش ہے جو ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط اور لچک دار بناتی ہے اس کے علاوہ اگر کہنیوں کے جوڑوں میں چکنائی کم ہو جائے تو اس ورزش سے یہ بھی پوری جاتی ہے۔ سجدے میں پیشانی زمین پر ہوتی ہے چنانچہ اس پوزیشن میں دماغ کی لہریں زمین کے اندر دوڑنے والی برقی رو سے ہم آہنگ ہو کر دماغی قوت میں کئی گناہ اضافہ کر دیتی ہیں۔ جس سے دماغ پرسکون ہو جاتا ہے اور یہی پرسکون دماغ معدے کے گلینڈز کو زیادہ تیزابیت پیدا کرنے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے معدہ کی تیزابیت ختم ہو جاتی ہے اور جن لوگوں کے معدے میں زخم (ULCER) کی شکایت ہو ان کے زخم مندمل ہونے میں مدد ملتی ہے (اگر لوگوں کا بغور مشاہدہ کریں تو پنجگانہ نماز کا پابند شخص السر کا مریض نہیں ہوگا)۔

Marfat.com

جلسہ کرنا

جلسہ دونوں سجدوں اور قیام کے دوران بیٹھنے کو کہا جاتا ہے جب ایک نمازی ایک سجدہ کرنے کے بعد اور پھر دوسرا سجدہ کرنے کے بعد بیٹھتا ہے تو اس سے گھٹنے اور پنڈلیاں مضبوط ہوتی ہیں۔ جلسہ کرنے سے رانوں میں موجود وہ پٹھے اور عضلات جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی نسل کے تواتر کو قائم رکھنے کے لیے جرثومے پیدا کر رکھے ہیں۔ ان کو ایک خاص قوت حاصل ہوتی ہے جس سے زنانہ اور مردانہ جنسی کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں اور اولاد بھی جسمانی اور دماغی لحاظ سے صحت مند پیدا ہوتی ہے۔ سجدہ اور جلسہ دونوں ایسے ارکانِ نماز ہیں جن میں ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی رکھی جاتی ہیں جو کہ انگلیوں کی ورزش ہے آپ اپنی دن بھر کی مصروفیات کو دیکھیں کسی بھی حالت میں انگلیاں سیدھی نہیں رکھی جاسکتیں۔

سلام پھیرنا

نماز کے اختتام پر سلام پھیرا جاتا ہے۔ اس عمل سے گردن کے عضلات کو قوت حاصل ہوتی ہے، سینہ اور ہنسلی کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے جس سے انسان ہشاش بشاش اور توانا رہتا ہے۔

اقربا کو دعوت وتبلیغ کا پہلا کھلا حکم

رسالت مآب ﷺ اور اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازیں اور دعوتِ دین کی سرگرمیاں چپکے چپکے جاری تھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تیسرا حکم آ گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ: ''اور اے محبوب ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔''[1]

اب رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاندان کے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کرنے کو کہا دعوت میں خاندان کے کل ۴۵ افراد نے شرکت کی۔

جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خاندان عبد المطلب! میں تم سب کے لیے آخرت کی فلاح لے کر آیا ہوں[2] یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ وحدہ لاشریک ہے بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور اس واحد ذات کی عبادت کرو جس نے تمام جن وانس کو پیدا کیا میں تمھارے لیے وہ چیز لایا ہوں کہ

---

① پارہ:19 سورۂ شعراء آیت نمبر:214.

② بعض روایات کے مطابق صرف خاندان عبد المطلب اور ایک دوسری روایت کے مطابق خاندان بنو ہاشم کو مدعو کیا۔ (علامہ ابن خلدون نے جلد:2 میں خاندان عبد المطلب تحریر کیا ہے)۔

Marfat.com

پورے عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل چیز نہیں لایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤں۔ اب آپ میں سے کون کون دین اسلام کو نہ صرف قبول کرے گا بلکہ میرا ساتھ دے گا۔

سب لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی کہ اگر چہ میری عمر کم، ٹانگیں کمزور اور آشوب چشم میں مبتلا ہوں مگر میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ ① حضرت ابو طالب بولے نہ پوچھو کہ ہمیں تمھاری معاونت کس قدر پسند ہے۔ تمھاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے اور ہم تمھاری بات کو کس قدر سچ سمجھتے ہیں یہ سارا خاندان جمع ہے اور میں بھی اس خاندان کا ایک فرد ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ میں تمھاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب میں سے پیش پیش ہوں لہذا تمھیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو بخدا میں تمھاری مسلسل حفاظت اور اعانت کرتا رہوں گا البتہ میری طبیعت عبد المطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابولہب بولا تمھارے ہاتھ ٹوٹ جائیں اسی لیے ہمیں بلایا تھا کہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہو خدا کی قسم یہ برائی ہے لہذا اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم خود ہی پکڑلو اس پر حضرت ابو طالب بولے خدا کی قسم! جب تک جان میں جان ہے ہم آپ ﷺ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

چنانچہ خاندان کے دیگر لوگ سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے گھروں کو واپس چل پڑے اس کے بعد بھی آپ ﷺ نے کافی حد تک خفیہ طور پر تبلیغ جاری رکھی اور یہ تبلیغ تقریباً ۳ سال تک جاری رہی جس میں قریباً ۴۰ سعید روحیں مشرف با اسلام ہوئیں۔

علانیہ اعلانِ نبوت

اب تک ۴۰ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور آپ ﷺ کو حضرت ابو طالب کی علانیہ اجازت اور اعلانیہ حمایت حاصل ہو چکی تھی۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نیا حکم آ گیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ: ''تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو یعنی ان کی پروا مت کرو۔'' ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے ایک ایک قبیلہ کو آواز لگانی شروع کی۔ ③ اے قریش! اے بنی فہر! اے بنی عدی! سب لوگ آواز پر اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور جو خود نہ آسکے انھوں نے اپنا نمائندہ بھیج دیا کہ جا کر معلوم کرو کیا معاملہ ہے؟ اب سب لوگ مع

---

① کچھ اہل سیر اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔
② پارہ:14 سورہ حجر آیت نمبر:94.
③ تاریخ اسلام جلد:1 ص:88.

Marfat.com

ابولہب کے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے ایک بہت بڑا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟ تمام لوگوں نے بیک وقت جواب دیا کہ ہاں ہم یقین کر لیں گے کیونکہ آپ ﷺ نیک اور صادق ہیں آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے شرک کی خرافات اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لوگو سنو! اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق ہے بت پرستی شرک ہے۔ بتوں کی پوجا چھوڑ کر اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اگر تم ایمان نہ لائے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ قریش مکہ ایسی آواز جس میں مشرکین اور بت پرستوں کو گمراہ کہا گیا سن کر احساس غضب سے پھٹ پڑے اور بکتے جاتے اور قرآن کے مطابق:

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝

ترجمہ: ''اور ان میں کئی سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی، یہ کوئی نئی گھڑت ہے۔''[1]

(یعنی اس نے تو دین نصرانیت میں بتائے گئے تین خداؤں کو بھی ایک خدا کر دیا ہے اور یہ ایک نئی بات گھڑی گئی ہے) گھروں کو چل دیے ابولہب تو بہت زیادہ خفا ہوا اور کہنے لگا تم (نعوذ باللہ) ہلاک ہو اسی لیے ہمیں بلایا تھا۔

اب رسالت مآب ﷺ کو چونکہ اعلانیہ توحید کا حکم آچکا تھا اس لیے کوہِ صفا پر خطاب کے بعد آپ ﷺ نے حرم کعبہ میں جا کر اللہ کی وحدانیت کا اعلان کر دیا۔ قریش کے نزدیک یہ کعبۃ اللہ کی سب سے بڑی توہین تھی جس پر قریش بھڑک اٹھے اور غضبناک ہو کر ہر طرف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ کے رشتے دار حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ گھر میں تھے۔ انہوں نے جو شور و غل اور نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو آپ ﷺ کو بچانے کے لیے دوڑے اور آنحضرت ﷺ کو بچانے کے لیے قریش اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہوئے کہ ہر طرف سے ان پر تلواریں برس پڑیں اور وہ وہیں شہید ہو گئے اسلام کی خاطر جام شہادت نوش کرنے والے یہ پہلے شہید تھے۔

آغازِ مصائب

اب رسالت مآب ﷺ کا نیا دور زندگی شروع ہوا جس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

[1] پارہ:23 سورہ صٓ آیت نمبر:5-7.

Marfat.com

کو بے شمار تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

قریش اپنی رسوم اور بت پرستی کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے اور جب آپ ﷺ نے بر ملا بتوں کی پوجا کرنے کی مخالفت شروع کی تو انہیں اپنی عظمت و اقتدار کا سورج غروب ہوتا ہوا نظر آیا تو انہوں نے نہ صرف نہایت سرگرمی سے مخالفت شروع کر دی بلکہ عملی طور پر رسالت مآب ﷺ کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ظلم وستم شروع کر دیے آپ ﷺ پر گندگی پھینکی گئی، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں پر بھی طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔ انہیں تپتی ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر زدوکوب کیا گیا مگر یہ اہل ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ایمان پر قائم رہے اور طرح طرح کے مظالم کے جواب میں اَحداَحد پکارتے رہے۔

کفار کا پاگل مشہور کرنا

کفار مکہ کے ہر طرح کے مظالم ڈھانے کے باوجود آپ ﷺ نے تبلیغ کا کام جاری رکھا تو انہوں نے آپ ﷺ کو پاگل اور مجنون کہنا شروع کر دیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح کیا ہے۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ

ترجمہ: ''تم اپنے رب کے فضل سے پاگل یا مجنون نہیں۔''①

یہ حربہ بھی ناکام ہوا۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی واضح آیات مبارکہ نازل فرما کر کفار مکہ کے الزامات کی تردید فرما دی۔ اب انہوں نے ایک اور حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے سابقہ امتوں کے مطابق آپ ﷺ کو دیوانہ کہنا شروع کر دیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی لوگ انہیں ایسے القابات دے چکے تھے۔ اس میں بدروح ہے اور وہ دیوانہ ہے تم اس کی کیوں سنتے ہو۔ ②

جب عیسیٰ علیہ السلام کے عزیزوں نے سنا تو اسے پکڑنے کو نکلے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے فقیہ جو یروشلم سے آئے تھے انھوں نے کہا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے اور یہ بھی کہ وہ بدروحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔ ③

آپ عیسیٰ علیہ السلام کے اور دوسرے تمام کاموں کے باوجود ہم کو بتایا جاتا ہے کیونکہ اس کے بھائی بھی اس پر ایمان نہ لائے تھے۔ ④

اگرچہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو بھی سابقہ امتوں کی طرح پاگل اور دیوانہ کہا اور یہ کہا کہ آپ ﷺ پر بدروحوں کا قبضہ ہے اور آپ ﷺ شاعر اور جادوگر ہیں مگر یہاں یہ بات اس طرح الٹ ہوگئی۔ کہ حضرت موسیٰ

---

①پارہ:29 سورہ قلم آیت نمبر:2.
②یوحنا کی انجیل باب:10 آیت نمبر:20.
③مرقس کی انجیل باب:3 آیات:21-22.
④یوحنا کی انجیل باب:3 آیت نمبر:5.

Marfat.com

اور حضرت عیسیٰ کے رشتے داروں نے یہ باتیں کیں مگر آپ ﷺ کے عزیز، رشتے دار آپ ﷺ کے ساتھ تھے مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بن مطلب بن عبد مناف، سعید رضی اللہ عنہ بن زید، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہنیں فاطمہ بنت خطاب، خباب رضی اللہ عنہ بن ارت، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجموعی طور پر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق قریش کی مختلف شاخوں سے تھا۔ اور خود کفار مکہ تمام تر دشمنیوں اور تکذیب کے باوجود آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکار رہے تھے۔ بلکہ باری تعالیٰ بھی واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے پاگل یا مجنوں نہیں۔

آج کا غیر مسلم محقق بھی اپنے تمام تر تعصب کے باوجود کفارِ مکہ کے الزامات کی کس طرح تردید کرتا ہے۔

(تھامس کارلائل Thomas Carlyle) یہ انیسویں صدی کا عظیم مفکر اپنی کتاب HEROES AND HERO WORSHIP میں لکھتا ہے۔

No, Not his great Forger and juggler great fringe of thoughts was not a firy heart,seekting simmering like a juggler's.

جعلساز اور بازی گر

ترجمہ: ''جعلساز اور مداری؟ نہیں نہیں۔ یہ خیالات کی بھڑکتی، ابلتی اور جوش کھاتی بھٹی کی طرح کا دل (محمد ﷺ) ایک مداری کا ہرگز نہیں ہوسکتا (ان خیالات کے باوجود یہ عیسائیت کی موت مرا۔'')

گبن GIBBON

یورپ کا مشہور تاریخ نگار اپنی کتاب سلطنت روم کا زوال اور خاتمہ Decline and Fall of Roman Empire میں لکھتا ہے:

محمد ﷺ کا مذہب شک وشبہ سے بالاتر ہے اور قرآن پاک خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی بہت بڑی شہادت ہے۔

یہ بھی قرآن پاک کو صرف خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی کے طور پر تسلیم کرتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اسی لیے بحیثیت ایک کافر مرا۔

Marfat.com

یو۔آر۔بوسورتھ سمتھ ایک عیسائی مبلغ r ev.Bosworth Smith

قرآن اور رسالت مآب ﷺ کے متعلق تمام حقائق جاننے کے باوجود وہ نبی کریم ﷺ کو قرآن کا مصنف سمجھتا ہے چنانچہ اپنی کتاب Muhammad and Muhammadanism میں لکھتا ہے کہ وہ جو خود ان پڑھ ہے مشکل سے لکھ پڑھ بھی نہیں سکتا ایسی کتاب کا مصنف ہے جو ایک نظم ہے ایک ضابطہ اخلاق ہے، دعاؤں کی ایک کتاب ہے اور ایک بائبل ہے اور آج دنیا کے چالیس فیصد لوگ اسے مقدس سمجھتے ہیں۔ یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد ﷺ نے دعویٰ کیا ہے حقیقتاً ایک معجزہ ہے'' اتنا کچھ جاننے اور تسلیم کرنے کے باوجود وہ قرآن پاک کو خدا تعالیٰ کا کلام تسلیم نہ کرتے ہوئے عیسائی کی موت ہی مرا۔

مائیکل ایچ ہارٹ Michael H Heart

یہ ایک امریکی ماہر فلکیات مؤرخ اور ریاضی دان ہے۔ محمد ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے کہ آپ ﷺ تاریخ کے مذہبی اور غیر مذہبی تمام میدانوں میں سب سے زیادہ بااثر شخصیت ہیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تمام عظیم مردوں اور عورتوں کا تجزیہ کر کے سو اشخاص کا انتخاب کیا اور اس میں حضرت محمد ﷺ کو پہلے نمبر پر لکھا مگر اس کے باوجود اسلام قبول نہ کیا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ واضح طور پر لکھتا ہے اور وہ محمد (ﷺ) کی مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کا مصنف اور قرآن مجید محمد (ﷺ) کی بصیرتوں کا مجموعہ ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کہتا ہے۔

کفار مکہ آپ ﷺ کو شاعر، جادوگر، مداری، پاگل، دیوانہ کہہ رہے تھے جب کہ اس وقت کے عیسائی اور یہودی مورخ اور علماء اور ان میں آج کے دور کے غیر مسلم مفکر، مؤرخ تمام تر حقائق جاننے کے باوجود قرآن کو خود نبی کریم ﷺ کا کلام کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ جب کفار مکہ حجاج کرام میں دینِ اسلام کی تبلیغ روکنے کے لیے ولید بن مغیرہ کے پاس آئے تو اس نے بھی تسلیم کیا کہ رسالت مآب ﷺ کاہن نہیں پاگل نہیں، شاعر نہیں، جادوگر نہیں آخر کار وہ ایک بات پر متفق ہوئے کہ یہ کلام خدا کا نہیں ولید بن مغیرہ نے کافی سوچ بچار کے بعد کہا جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝

ترجمہ: ''اس نے سوچا اور اندازہ لگایا وہ غارت ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا پھر غارت ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا پھر نظر دوڑائی پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بسورا پھر پلٹا اور تکبر کیا۔ آخر کار کہا

Marfat.com

کہ یہ نرالا جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آرہا ہے یہ محض انسان کا کلام ہے۔''①

درجہ بالا مثالیں تحریر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کفار مکہ غیر مسلم علماء اور مؤرخین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے ہم دنیا میں موجود اربوں مسلمان بغیر کسی ہچکچاہٹ کے تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن پاک خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ جبکہ کفار اور غیر مسلم اس بات سے انکاری ہیں موجودہ دور سائنس اور کمپیوٹر کا دور ہے۔ آیئے کفار اور مادہ پرست مشرکین جن کے پاس سائنس کے علوم کی بہتات ہے اور جو اپنے آپ کو عقل وفہم کا دیوتا تصور کرتے ہیں ان سے انہی کی زبان (سائنس) میں بات کریں۔

قرآن پاک ایک معجزہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: ''اور تم (محمد ﷺ) کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل ضرور شک لاتے)۔''②

قرآن پاک تخلیق کا مکمل ترین قطعی معجزہ ہے۔ اب اگر آپ کو الہامی ہونے میں شک ہے تو جدید سائنسی ایجاد کمپیوٹر سے رجوع کریں۔ مگر اس سے پہلے دیکھیں کہ اگر یہ نبی کریم ﷺ کا اپنا کلام نہ ہوتا تو ذرا آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ پر نظر دوڑائیں۔ آپ ﷺ تاریخ کے مصروف ترین آدمی ہیں۔ آپ ﷺ کے معاشی معاملات بھی ہیں بیوی، بچے بھی ہیں جنکی کفالت ان کے ذمے ہے۔ رسالت مآب ﷺ کو دن رات تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرنا ہے نومسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت بھی کرنا ہے، دعوتِ دین کے لیے مختلف وفود اور قبائل کے پاس بھی جانا ہے۔ یہود و نصاریٰ جن کے پاس سابقہ الہامی کتب یعنی تورات وانجیل کے بڑے بڑے نامور علماء اور فضلاء موجود ہیں ان کا کفار اور مشرکین کا مقابلہ بھی کرنا ہے اسلام کو بچانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جنگیں بھی لڑنا ہے ایسے حالات میں ان کے پاس کتنا وقت ہے کہ وہ سوچیں کہ میں ایک کتاب لکھوں گا جسے ۲۳ سالوں میں مکمل کروں گا اور میری کتاب کی ابتدا ۱۹ حروف سے ہوگی اور یہ کتاب ریاضی کے اصولوں پر استوار ہوگی اور پورے قرآن پاک کی بنیاد ۱۹ پر رکھوں گا۔

۱۹ محض ایک عدد ہے یعنی 9+10 لیکن یہ ایک آفاقی عدد ہے جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وقت کیا جب رسالت مآب ﷺ کو اپنے اقرباء کو دعوت دینے کی وحی فرمائی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

---

①پارہ:29 سورہ مدثر آیت:18-25.　②پارہ:21 سورہ العنکبوت آیت:48.

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ
فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝٨ فَذٰلِكَ
يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝٩ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١٠ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝١١
وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝١٢ وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝١٣ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝١٤ ثُمَّ
يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝١٥ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝١٦ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝١٧ اِنَّهٗ فَكَّرَ
وَقَدَّرَ ۝١٨ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝١٩ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝٢٠ ثُمَّ نَظَرَ ۝٢١ ثُمَّ عَبَسَ
وَبَسَرَ ۝٢٢ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝٢٣ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝٢٤ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ
الْبَشَرِ ۝٢٥ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝٢٦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝٢٧ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ
لِّلْبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝٣٠

ترجمہ: ''اے بالاپوش (چادر) اوڑھنے والے..اس پر انیس داروغہ ہیں۔''[1]

مختلف مفسرین نے اس آیت مبارکہ کہ ''اس پر ۱۹ داروغہ ہیں'' کی مختلف تفاسیر بیان کی ہیں بعض کے نزدیک فرشتہ دوزخ کا مالک اور اس کے ماتحت ۱۸ دیگر فرشتے مراد ہیں بعض کے نزدیک اس سے مرا د انسانی جسم کے ۱۹ اجزا مراد ہیں مگر ہر ایک مفسر نے آخر میں یہی لکھا ہے کہ اس کے معنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرقان حمید کا آغاز ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹

ب س م ا ل ل ہ ا ل ر ح م ن ا ل ر ح ی م

اب آپ اپنی جدید ترین ایجاد جس پر آپ کی تمام تر مادی زندگی کا انحصار ہے یعنی کمپیوٹر کھولیں اور اس میں قرآن کو بھریں، (Feed) کریں اور اس سے پوچھیں کہ لفظ ''اللہ'' قرآن میں کتنی بار آیا تو جواب آیا ۲۶۹۸ مرتبہ اب ذرا ۲۶۹۸ کو ۱۹ پر تقسیم کریں تو یہ ۱۴۲ - ۲۶۹۸ مرتبہ پورا پورا تقسیم ہوگا ایسا اتفاق بھی ہوسکتا ہے اب کمپیوٹر سے پوچھیں کہ لفظ ''الرحمٰن'' کتنی مرتبہ آیا ہے جواب آیا ۵۷ یعنی ۳-۱۹-۱۵۷ اسے بھی آپ اتفاق سمجھ لیں۔ اب پھر اپنی جدید اور حیران کن ایجاد (کمپیوٹر) سے پوچھیں کہ اگلا لفظ ''الرحیم'' قرآن میں کتنی بار آیا ہے تو جواب آیا ۱۱۴ یعنی ۴-۱۹-۱۱۴ اب یقیناً اتفاق نہیں بلکہ ایک معجزہ ہے۔

---

[1] پارہ:29 سورۂ مدثر آیت:1-30.

Marfat.com

اب عقلمند حضرات کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک مصروف ترین زندگی میں بغیر کاغذ، قلم، کمپیوٹر اور کیلکو لیٹر کے ایک ایسی کتاب کیسے لکھ سکتے ہیں جس کی بنیاد انیس کے ہندسے پر ہے نہیں ایسا ممکن نہیں قرآن پاک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے بہر حال اب بھی اگر آپ کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں تامل ہے تو اپنی مشین سے پوچھو!

کہ قرآن پاک میں کل کتنی سورتیں ہیں جواب آیا ۱۱۴ یعنی 4=19-114۔

اب ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر سورۂ توبہ کے آغاز میں نہیں ہے اس طرح ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جتنی مرتبہ آیا ہے ان کی تعداد ۱۱۳ ہے اور یہ ۱۱۳، ۱۹ پر پورا تقسیم نہیں ہوتا۔

توبہ کے معنی پچھتاوے کے ہیں یہ سورۂ مبارکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ان مشرکین کے لیے ایک دردناک عذاب کی خبر ہے جنھوں نے حضور ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو توڑا تو ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳

ترجمہ: ''اور کفار کو خبر سنا دو ایک دردناک عذاب کی۔''①

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کمی کو اس طرح پورا فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝۲۹ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳۰ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۱

ترجمہ: ''ملکہ نے درباروالوں سے کہا میری طرف ایک نامی گرامی بھیجا گیا ہے اور سلیمان علیہ السلام کی طرف سے مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اس کے بعد یہ ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع اور فرمانبردار بن کر میرے پاس چلے آؤ۔''②

اب ۱۱۴ سورتیں اور ۱۱۴ بار ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی یکسانیت قائم ہوگئی۔ اور ۱۹ کی حکمت پوری ہوگئی۔

اے زمین چاند اور ستاروں کو مسخر کرنے کا دعویٰ کرنے والے سائنس دانو اپنی تمام تر فہم وفراست کو بروئے کار لا کر بتاؤ کہ ایسا کرنا کسی انسان (حضرت محمد ﷺ) کے بس میں ہے۔ کیا انہوں نے اپنی ساری زندگی ریاضیاتی مساوات (Mathematical Equation) کو حل کرنے میں گزار دی۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ کی ذات پاک بنی نوع انسان کی تاریخ میں مصروف ترین ہستی ہیں اور ان کے پاس کتنا وقت تھا کہ وہ ریاضیاتی مساوات کو حل کرتے رہتے بلکہ کوئی اور ہی ہستی ہے اور ترتیب قرآنی اور متنِ قرآنی اس ہستی یعنی قادر مطلق کا عجیب شاہکار ہے۔

---

①پارہ:10 سورہ توبہ آیت:3. ②پارہ:19 سورہ نمل آیت:29-31.

Marfat.com

اس وقت یورپین ممالک میں مل کر لاکھوں سائنس دان اور علماء موجود ہیں۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک شام، لبنان، دمشق، مصر، فلسطین اور عراق میں لاکھوں یہودی اور عیسائی علماء، ادبا، محققین، سائنس دان اور مؤرخین موجود ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے اور جنھوں نے زندگی کے ہر موضوع پر بے شمار کتب رسائل، جرائد اور تحقیقی کاوشوں کی اشاعت کی ہے اور وہ تورات، زبور اور انجیل کے بارے میں اس قسم کا کمپیوٹر کا حسابی نظام پیش نہیں کر سکے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک کے لیے مختص فرما دیا تھا۔

اس قرآنی حسابی نظام ۱۹ کے بارے میں تحقیق ایک نہایت جدید کمپیوٹر کی مدد سے مصری محقق ڈاکٹر راشد خلیفہ نے ۱۹۷۴ میں کی ہے۔[1] روئے زمین پر صرف قرآن ہی وہ الہامی کتاب ہے جو اپنے ابواب (سورتوں) کے آغاز میں بعض حروف استعمال کرتی ہے۔

جنھیں عربی میں حروف مقطعات کہتے ہیں ان مقطعات کے بظاہر کوئی معنی نظر نہیں آتے (ان حروف کے معنی اور حکمت اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے)۔

(عربی حروف ابجد (۲۸) نقشہ "ا")

ا	ب	ت	ث	ج	ح
خ	د	ذ	ر	ز	س
ش	ص	ض	ط	ظ	ع
غ	ف	ق	ک	ل	م
ن	و	ھ	ی		

(مقطعات میں استعمال ہونے والے حروف (۱۴) نقشہ "ب")

ا	ل	م	ر	ک	ھ	ی
ع	ص	ط	س	ق	ن	ج

(حروف مقطعات (۱۴) نقشہ "ج")

الٓمٓ حٰمٓ الٓرٰ الٓمٓرٰ طٰسٓ طٰسٓمٓ کٓھٰیٰعٓصٓ

یٰسٓ صٓ قٓ الٓمٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ نٓ طٰہٰ

---

[1] محمد فرحت خان بنگلور (انڈیا) اشاعت دسمبر: 1980 مفتی عبداللطیف قادری ماہنامہ انوار حیدر اشاعت مئی: 1999۔

Marfat.com

نقشہ ''الف'' میں عربی حروف ابجد درج ہیں جن کی تعداد ۲۸ ہے۔ نقشہ ''ب'' میں اکٹھے ہو کر حروف مقطعات کی شکل بنتے ہیں ان حروف مقطعات کی تعداد بھی ۱۴ ہے۔ جو کہ حروفِ مقطعات میں استعمال ہوئے ہیں۔ نقشہ ''ج'' میں ۱۴ حروف مختلف طریقوں سے اکٹھے ہو کر حروفِ مقطعات کی شکل بنتے ہیں۔ ان حروفِ مقطعات کی تعداد بھی ۱۴ ہے۔

قرآن پاک کی ۲۹ سورتوں میں یہ حروف مقطعات استعمال ہوئے ہیں نقشہ ''ب'' = ۱۴۔ نقشہ ''ج'' = ۱۴ اور ۲۹ سورتیں ۱۴ + ۱۴ + ۲۹ = ۵۷، ۵۷÷۱۹ = ۳ پورا تقسیم ہوتا ہے۔

یہ حروف قرآن پاک کی ۲۹ سورتوں کے آغاز میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور ایک انتہائی دلچسپ اور قابلِ غور حقیقت سامنے آتی ہے۔ کہ جب ہم ان حروف کو مذکورہ صورتوں سے علیحدٰہ علیحدٰہ جمع کرتے ہیں تو پھر بھی ہر حرف کی تعداد ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے سبحان اللہ۔ بلاشبہ یہ سب اس خالقِ کائنات کے لافانی اور آفاقی کتابِ مُقدس کا عظیم معجزہ ہے۔ (تفصیل درج ذیل ہے)۔

حروف مقطعات میں استعمال ہوئے	سورتوں میں ان کی تعداد
ا	۴۲=۱۹=۷۹۸
ل	۶۲۰=۱۱۷۸۰۱۹=۱۱۷۸۰
م	۴۵۷=۸۳۸۶۱۹=۸۶۸۳
ر	۵۶=۱۲۳۵۱۹=۱۲۳۵
ص	۸=۱۵۲۱۹=۱۵۲
ق	۶=۱۱۴۱۹=۱۱۴
ع	۱۶=۳۰۴۱۹=۳۰۴
ن	۷=۱۳۳۱۹=۱۳۳

اس کے علاوہ سورۂ مریم کا آغاز کٓھٰیٰعٓصٓ سے ہوتا ہے چنانچہ

ک	ہ	ی	ع	ص
۱۳۷	۱۶۸	۳۴۵	۱۲۲	۴۲=۱۹-۷۸۹=۷۹۸=۲۶

سورۂ صٓ اور سورۂ قٓ ایک ہی حرف سے شروع ہوتی ہیں۔ اس کے بعد سورۂ قٓ اور سورۂ شعراء ایسی ہیں جن کے ابتدا میں حرف ''ق'' مشترک ہے سورۂ ق سورۂ نمبر ۵۰ حرف ''ق'' سے شروع ہوتی ہے جبکہ سورۂ شعرآء سورۂ نمبر ۴۲ کا آغاز حٰمٓ عٓسٓقٓ سے ہوتا ہے اگر ہم دونوں سورتوں کے تمام ح م ع س ق کو جمع کریں تو جواب ۵۷۰ ہے یعنی ۱۹۳۰ ⑩ = ۵۷۰ ہے۔ اب ذرا تفصیل سے کمپیوٹر سے معلوم کریں کہ سورۂ ق میں ق کتنی مرتبہ آیا ہے تو کمپیوٹر سے جواب ملتا ہے ۵۷ اب پھر ق کو سورۂ شعراء میں معلوم کریں تو جواب

Marfat.com

آیا ۵۷ اب یہ دونوں عدد ۱۹×۵۷ = ۳ یا ۵۷ + ۵۷ = ۱۹÷۱۱۴ = ۶ ۱۹ پر برابر تقسیم ہو جاتا ہے۔ ق قرآن کے لیے استعمال ہوتا ہے اب ان دونوں سورتوں میں ۱۱۴ سورتوں کے برابر حرف ق استعمال ہوا ہے یعنی ہر سورۃ ایک ق (قرآن) یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے اور اس نکتے میں اس کتاب عظیم کا نازل فرمانے والا یعنی قادر مطلق یہ بتا رہا ہے کہ ہر سورت قرآن ہے یعنی عظیم معجزہ کہ پورا قرآن قرآن کے سوا کچھ نہیں۔

اگر رسالت مآب ﷺ نے ایسی گنتی کی ہوتی تو غلطی کا امکان ہوسکتا تھا مگر آپ ﷺ نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا نیز ایک مافوق الفطرت انسان بھی ایسے کام میں کہیں نہ کہیں غلطی ضرور کر دیتا ہے۔ لیکن آپ کی فخر یہ ایجاد کمپیوٹر نے تصدیق کی کہ اس کتاب کا نازل فرمانے والا (باری تعالیٰ) انسانی دماغ کی سوچ سے بہت بلند ہے اور انسانی سوچ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ قرآن کا ریاضیاتی معجزہ (The Mathematical Miracle) قرآن پاک کی دو سورتوں سورۃ ق اور سورۃ شعرا کی ابتداق سے ہوتی ہے۔ قوم لوط کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ۱۱ مرتبہ کیا ہے اور ۱۲ مرتبہ قوم لوط کے لیے ق بمعنی قوم استعمال کیا ہے۔ ق بمعنی قرآن جیسے الف سے اللہ، الف سے انار، الف سے انگور اب اگر ہر مرتبہ لفظ قوم کے لیے ق کا استعمال کیا جائے تو سورۃ ق میں ق کی تعداد ۵۸ ہو جاتی ہے جو کہ ۱۹ پر پورا پورا تقسیم نہیں ہوتا اور اگر یہ ۵۸ ق برقرار رہے تو حروف مقطعات کی ترتیب خراب ہو جاتی ہے اب اللہ تبارک وتعالیٰ کا معجزہ دیکھیے کہ وہ ذاتِ اقدس اس ۵۸ نمبر ق کے مسئلے کو کس طرح حل کرتی ہے۔

لفظ قرآن کے لیے ۳ سے زائد مترادف لفظ استعمال کیے گئے ہیں یعنی الکتاب الفرقان، البرھان وغیرہ اسی طرح اس اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے احسن انداز میں سورۃ ق کی آیات ۱۲ تا ۱۴ میں نہایت خوبصورتی سے حل کر کے اس کتاب (قرآن مجید) کا آفاقی اور ایک ناقابل تردید معجزہ ہونے کی دلیل دی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ أَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ إِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ ①

سورۃ ق کی آیات ۱۲ تا ۱۴ دیکھیں یہاں ۴ ق ہیں جبکہ ق ۵ ہونے چاہییں کیونکہ ہر مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوم کے لیے لفظ قوم ہی استعمال کیا ہے مثلاً قومِ موسیٰ من بعدہٖ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس کی قوم ② کہا میری ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا۔ ③ یہاں ۱۳ مرتبہ اس قومِ لوط کے لیے اخوانِ لوط کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تو اس کا جواب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیات ۱۲، ۱۳ ہی میں لفظ قوم کے لیے تین مترادف الفاظ قوم، اصحاب، اخوان استعمال کر کے ہی دے دیا۔

---

①پارہ:26 سورہ ق آیت:12-14. ②پارہ:9 سورہ الاعراف آیت:148. ③آیت:150 سورہ الاعراف.

Marfat.com

اگر یہ کتاب (قرآن) کسی انسان کا کلام ہوتی ۱۲ مرتبہ ایک ہی لفظ بغیر کسی تبدیلی کے استعمال کرنے کے بعد ۱۳ مرتبہ بھی وہی لفظ قوم ضرور استعمال کرتا اور اس طرح حرف ق کی تعداد ۵۸ ہو جاتی جو کہ ۱۹ پر پورا تقسیم نہیں ہوتا لیکن ذہن میں رہے کہ اس کتاب (قرآن) نازل فرمانے والا (اللہ تبارک وتعالیٰ) اعلان کر چکا ہے علیہا تسعۃ عشرہ اس پر ۱۹ داردغہ ہیں۔

اب پھر اپنے کمپیوٹر سے درج ذیل معلومات حاصل کرتے ہوئے پوچھیں کہ جن سورتوں میں حروف مقطعات استعمال ہوئے ہیں ان کی تفصیل بتاؤ

سورة	ابتدائی حروف	ا	ل	م	میزان
البقرہ	الم	۷۱۷۰	۵۰۸۹	۳۴۴۶	۱۵۷۰۵
العنکبوت		۷۸۴	۵۵۴	۳۴۷	۱۶۸۵
الروم		۵۴۵	۳۹۶	۳۱۸	۱۲۵۹
لقمان		۳۴۸	۲۹۸	۱۷۷	۸۲۳
السجدۃ		۲۶۸	۱۵۴	۱۵۸	۵۸۰
الرعد	المر	۶۵۲	۷۹	۲۶۰	۱۳۶۴
الاعراف	المص	۲۵۷۲	۱۵۲۳	۱۱۶۵	۵۲۶۰
میزان		۱۲۳۱۲	۸۴۹۳	۵۸۷۱	۲۶۶۷۶

۱۹=۱۴۰۴ ۱۹=۳۰۹۱۹=۴۴۷ ۱۹=۶۴۸

سورة	ابتدائی حروف	ا	ل	ر	میزان
یونس	الر	۱۳۵۳	۹۱۲	۲۵۷	۲۵۲۲
ہود	=	۱۴۰۲	۷۸۸	۳۲۴	۲۵۱۴
یوسف	=	۱۳۳۵	۸۱۲	۲۵۸	۲۴۰۵
ابراہیم	=	۲۹۴	۴۲۵	۱۶۰	۱۲۰۶
الحجر	=	۵۰۳	۳۲۳	۹۹	۹۲۵
الرعد	الم	---	---	۱۳۷	۱۳۷
شعرا	حم عسق	۵۳	---	۳۰۸	۳۶۱
الاحقاف	حم	۳۷	---	۲۲۷	۳۶۴
میزان		۵۱۸۷	۳۲۸۷	۱۲۳۵	۹۷۰۹

۱۹=۵۱۱۱۹=۵۴۱۹=۱۷۳۱۹=۲۷۳

Marfat.com

حمٓ عٓسٓقٓ

ق ح م ع

یسٓ ۵۷ ۵۳ ۳۰۸ ۹۹ ۵۳ ۵۷۰= ۳۰

سورہ یٰسین (دو حروف)

ی س

۲۳۷ ۲۸۲=۱۹۲۸۵=۴۸

سورۃ الاعراف المٓصٓ

ا ل م ص

سورۃ مریم کٓھٰیٰعٓصٓ

ک ھ ی ع ص

۱۳۷ ۱۴۸ ۳۴۵ ۱۲۲ ۴۲=۱۹۷۹۸=۲۴

سورۃ	ابتدائی لفظ	مشترک حرف	میزان
الاعراف	المٓصٓ	ص	۹۸
مریم	کھیعص	ص	۲۴
ص	ص	ص	۸=۱۹۱۵۲=۲۸

وہ سورتیں جن میں ''ط'' اور ''س'' استعمال ہوئے۔

سورۃ	ابتدائی حروف	ط	س	میزان
النمل	طٰس	۲۷	۹۳	۱۲۰
الشعرا	طٰسم	۱۹	۱۰۰	۸۱۹
طٰہٰ	طٰہٰ	۴۱	۹۳	۱۵۴
یٰسین	یٰسین		۴۸	۴۸
الشوریٰ	حم عسق		۵۳	۵۳
میزان		۱۰۸	۳۸۷	۲۴:۱۹۴۹۴

عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ.

ترجمہ: ''اس پر انیس داروغہ ہیں۔''

Marfat.com

اب آیئے ذرا قرآن پاک کی نزولی اور موجودہ تحریری صورت کی طرف توجہ فرمائیں۔

قرآنِ پاک کی نزولی ترتیب اور ہے اور تحریری ترتیب اور ہے۔ جو قرآن اس وقت پڑھا جا رہا ہے یہ نبی کریم ﷺ کی دنیا سے رخصتی سے قبل ہی موجودہ شکل میں ترتیب دے دیا گیا تھا۔ جب بھی وحی نازل ہوتی آپ ﷺ کاتبان وحی کو حکم صادر فرماتے کہ اس وحی الٰہی یعنی آیات کا فلاں فلاں آیت سے پہلے یا بعد میں تحریر کرو یا فلاں سورۃ کو فلاں سورۃ سے پہلے یا بعد درج کرو گویا موجودہ ترتیب قرآن خود رسالت مآب ﷺ کی دی ہوئی ہے۔

پہلی وحی کی ابتدا لفظ اقراء سے ہوئی اور اس وحی میں سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات کا نزول ہوا جو کہ اب قرآن پاک کی ۹۶ نمبر سورۃ ہے اور اب اگر ۱۱۴ سے الٹی گنتی گنیں یعنی ۱۱۳۔ ۱۱۲............ ۹۶ تو ان سورتوں کی تعداد ۱۹ گویا کہ ۱۹ کا ہندسہ برقرار ہے دوسری وحی میں سورۂ قلم یعنی ن ۱ تا ۴ آیات دی گئیں تیسری وحی میں سورۂ مزمل کی ۵ آیات اور چوتھی وحی میں سورۂ مدثر کی ۳۰ آیات نازل ہوئیں۔

سورۂ مدثر کی کل ۵۶ آیات ہیں مگر ۳۰ آیات دی گئیں۔ اگر مزید ۲۴ آیات دے دی جاتیں تو سورۂ مکمل ہو جاتی مگر اہل ایمان کو آہستہ آہستہ احکامات باری تعالیٰ وصول کرنے کا عادی بنایا جا رہا تھا اب بجائے بقیہ ۲۶ آیات نازل کرنے کے بعد سورۂ علق کی بقیہ ۱۴

آیات کا نزول ہوا یہ سورۂ علق کی کل ۵ + ۱۴: ۱۹ مکمل ہو گئیں اب قرآن حکیم کا معجزہ دیکھیں کہ سورۂ مدثر کی آیت نمبر ۳۰ علیہا تسعۃ عشرہ۔ اس پر ۱۹ داروغہ ہیں کہنے کے فوراً بعد ۱۹ آیات پر مشتمل سورۂ علق مکمل کر دی گئی اب اگر ذرا غور فرمائیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ پہلی وحی اقراء............ یا علم ۱ تا ۵ میں کل ۱۹ الفاظ ہیں اور اگر کمپیوٹر میں ان الفاظ کے حروف پوچھیں تو جواب ۷۶ ہے جو کہ ۷۶ = $1)!X ہے یعنی ۷۶ انیس پر پورا پورا منقسم ہے۔

مندرجہ بالا شواہد کو سامنے رکھ کر دیکھیں اور یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن پاک حضرت نبی کریم ﷺ کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے جس میں چودہ سو سال گزرنے کے باوجود زیر زبر پیش کی کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ: ''بے شک یہ کتاب نصیحت ہم نے ہی اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''[1]

سائنسی ثبوت

یہ تو تھا کمپیوٹر کا ثبوت اب آیئے ذرا سائنس کی طرف جس میں ترقی کا آپ کو بہت بڑا دعویٰ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] پارہ:14 سورہ الحجر آیت:9.

Marfat.com

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور تم (محمد ﷺ) کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے اس کتاب سے پہلے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔'' ① ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کر سکتے تھے)۔

تمام مسلمان تو بغیر کسی شک وشبے کی قرآن پاک کو خدا کا کلام اور اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب تسلیم کرتے ہیں (الحمدللہ)۔ مگر کفار مکہ اور یہود ونصاریٰ نے اسے اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کیا البتہ کچھ یہود ونصاریٰ کے محققین جن کی ادبی اور روحانی فراست زیادہ تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں توفیق دی اور انھوں نے یقین کے ساتھ قرآن پاک کو کلام الٰہی اور معجزہ تسلیم کیا مثلاً مارماڈیوک پکتھال (Marmaduke Pickthall) اپنے قرآنی ترجمے کے پیش لفظ میں لکھتا ہے ایک بے مثال سازینہ (قرآن کا صوتی نظام) جس کی آواز لوگوں کو ہلا دیتی ہے اور وجد میں لے آتی ہے اس نے قرآن پاک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

اے سائنس پر ناز کرنے والو بڑی بڑی دور بینیوں سے کائنات کا مشاہدہ کرنے والو تم چاند، زہرہ، مریخ کی مٹی کا تجزیہ اس طرح کرتے ہو جیسے یہ سیارے تمھارے سامنے طشتری میں موجود ہیں تم نے آج سے ایک صدی قبل کہا کہ اولاً زمین اور آسمانی کُرے آپس میں جڑے ہوئے تھے پھر ایک زبردست دھماکے (Big Bang) کے ساتھ جدا ہو گئے پھر ہماری زمین اپنے مدار پر گردش کرنے لگی ہمارا سیارہ ارضی تمام کائنات کا محور ہے سورج، چاند، ستارے سب کے سب ہماری زمین کا طواف کر رہے ہیں اب ذرا بتاؤ کہ محمد ﷺ تو امی ہیں انھیں آج سے چودہ سو سال قبل کس سائنسی آلے کی مدد سے یہ بات معلوم ہوئی کیونکہ قرآن پاک نے تمھاری اس تحقیق کو چودہ سو سال قبل بیان کر دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ

ترجمہ: ''اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین وآسمان اکٹھے تھے اور ہم نے ان کو جدا کیا۔'' ②

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور وہی تو ہے جس نے پیدا کیے رات اور دن سورج اور چاند اور یہ سب اپنے مقرر کردہ راستوں پر چلتے ہیں۔'' ③

تمھارا سائنس دان برسوں کی تحقیق کے بعد بڑے فخریہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ کائنات میں موجود ہر چیز جوڑوں میں پیدا کی گئی جیسے مرد، عورت مذکر، مونث دن، رات، بجلی اور مقناطیس میں مثبت

---

① پارہ: 21 سورۃ الاعنکبوت آیت: 48۔

② پارہ: 17 الانبیاء آیت: 30۔

③ پارہ: 17 سورۃ انبیاء آیت: 33۔

Marfat.com

اور منفی ایٹم میں الیکٹرون اور پروٹون وغیرہ مگر اس حقیقت سے آنکھیں چرانے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چودہ سو سال قبل انسان کو بتا دیا تھا کہ۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے جوڑے اس سے جو اُگاتی ہے زمین اور ان کی جنس سے اور جن کو نہیں جانتے۔''①

یا نبی کریم ﷺ نے سوچا تھا کہ میں ایک کتاب لکھوں گا جس میں ہر بات کو مساوی طور پر بیان کروں گا یعنی:

① زندگی کا ذکر ۱۴۵ بار اور موت کا ذکر بھی ۱۴۵ بار
② فرشتوں کا ذکر ۸۸ بار اور شیاطین کا ذکر بھی ۸۸ بار
③ دنیا کا ذکر ۱۱۵ بار اور آخرت کا ذکر بھی ۱۱۵ بار
④ انسان کا ذکر ۵۰ بار اور رسولوں کا ذکر بھی ۵۰ بار
⑤ ابلیس لعین کا ذکر اور اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی پناہ کا ذکر بھی ۱۱ بار
⑥ مصیبت کا ذکر ۷۵ بار اور شکر کا ذکر بھی ۷۵ بار
⑦ صدقہ کا ذکر ۷۳ بار اور اس کے ساتھ سکون واطمینان کا ذکر بھی ۷۳ بار
⑧ مسلمان کا ذکر ۴۱ بار اور اس کے جہاد کا ذکر بھی ۴۱ بار
⑨ سونے (Gold) کا ذکر بھی ۸ بار اور آسان زندگی کا ذکر بھی ۸ بار
⑩ زکوٰۃ کا ذکر ۳۲ بار اور برکت کا ذکر بھی ۳۲ بار
⑪ سختی اور دشواری کا ذکر ۱۱۴ بار اور صبر کا ذکر بھی ۱۱۴ بار
⑫ مرد کا ذکر ۲۴ بار اور عورت کا بھی ۲۴ بار
⑬ مہینے کا ذکر ۱۲ بار اور دن کا ذکر ۳۶۵ بار
⑭ سمندر کا ذکر ۳۲ بار اور زمین کا ۱۳ بار

اب ذرا کمپیوٹر سے دریافت کریں کہ سطح زمین پر پانی اور خشکی کا تناسب کیا ہے جواب آیا کہ ۳۲:۱۳ یعنی ۷۱٪ پانی اور ۲۹٪ خشکی۔

کیا رسالت مآب ﷺ اپنی مصروف ترین زندگی میں ان اعداد وشمار یعنی جوڑوں کے مطابق کوئی کلام

---

①پارہ:23 سورۂ یٰسین آیت:32.

Marfat.com

پیش کر سکتے تھے۔نہیں ہرگز نہیں۔یہ کتاب بے شک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تمھارا بیسویں صدی کا سوہیٹرز لینڈ کا سائنس دان پال ڈائرک (Paul Dirac) دریافت کرتا ہے کہ زندگی اور ہر ذی حیات شے اصل میں پانی سے پیدا ہوئی اور آج سے لاکھوں سال قبل سمندر میں موجود مادہ سے پروٹو پلازم (Proto plasam) پیدا ہوا اور اس سے پھر امیبا (Ameeba) نے جنم لیا اور پھر اس ٹکڑے سے تمام زندہ اشیاء ظہور میں آئیں یعنی تمام تر زندگی پانی سے پیدا ہوئی اس دریافت پر تم نے اسے ۱۹۳۳ میں نوبل پرائز سے نوازا۔

نبی کریم ﷺ نے کب یہ تحقیق کی۔آپ ﷺ تو اُمی تھے۔چنانچہ کتاب (قرآن) کے نازل کرنے والے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل تمہاری اس تحقیق کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے بنایا پانی سے ہر جاندار چیز کو کیا وہ بس ایمان نہیں لائے۔''[1]

بیسویں صدی کی ایک سائنسی تحقیق نے ثابت کیا کہ انسان کی طرح دیگر جانداروں، جانوروں، کیڑوں مکوڑوں، چرند پرند کا بھی اپنا ایک معاشرتی نظام ہوتا ہے شہد کی مکھیوں کی کالونی میں ورکر یا مزدور طبقہ صرف مونث ہوتا ہے یہ مونث مکھیاں ہی دور جا جا کر پھولوں کا رس چوستی ہیں اور پھر شہد کی صورت میں چھتے کے اندر جمع کرتی ہیں۔مذکر مکھیاں چھتے کے اندر رہ کر صرف ملکہ عالیہ کی خدمت کرتی ہیں شکسپیر نے لکھا کہ شہد کی مکھیوں کی ایک فوج ہوتی ہے جو ایک بادشاہ کا حکم بجالاتی ہیں۔

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی نے اپنا گھر بنایا۔کسی پہاڑ، درخت، یا کسی گھر کی چھت یا دیوار میں یہ مکھی ریاضی دان یا انجینئر نہیں۔مگر گھر (چھتہ) ایسا بنایا کہ جس میں مسدس خانے ہیں۔گھر کا رخ اس زاویے سے ہے کہ نہ آندھی کا خوف، نہ طوفان کا خدشہ، نہ گرمی کی شدت، نہ سردی کی شدت اور نہ ژالہ باری کی تباہ کاریوں کا اندیشہ، ہر طرح اور ہر طرف سے ایک محفوظ گھر۔ملکہ عالیہ کے لیے عالی شان محل کارکنوں کے لیے الگ رہائش گاہ، مزدور طبقے کے لیے الگ غلام گردشیں۔

گھر مکمل ہوا۔تو گھر سے نکلی اور باغ میں پہنچی، کلی کلی گھومی پھری، اس گل پہ بیٹھی اور اُڑ گئی، اس کلی کو سونگھا اور بڑھ گئی، عالم نہیں مگر حلال وحرام کی تمیز رکھتی ہے۔جوہری نہیں مگر جوہر شناس ہے۔گل کو سونگھ کر پتہ چلا لیتی ہے کہ اس کا رس لینا ہے یا نہیں، یہ رس کہاں سے لینا ہے۔ریاضی دان نہیں مگر اس مے خانے کو جانتی ہے کہ جہاں سے رس لینا ہے۔اس پیمانے کو بھی جانتی ہے کہ کتنا لینا ہے تاکہ گل مرجھا نہ جائے۔پھر

---

[1] پارہ:17 سورۃ انبیاء آیت نمبر:30.

Marfat.com

واپس گھر کو پلٹی، وہاں بیٹھ کے شہد کو تیار کیا، جو بنی نوع انسان کے لیے ایک قوت بخش اور مجرب نسخہ تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کہ اس نے ایک کمزور وناتواں مکھی کو ایک ایسی زیرکی، دانائی عطا فرمائی اور ایسی دقیق صنعتیں مرحمت کیں اور اسے یہ صفت عطا کی کہ وہ مختلف پھلوں اور پھولوں سے ایسے لطیف اجزاء حاصل کرے، جن سے نفیس شہد بنے۔ جو نہایت خوشگوار ہو، طاہر و پاک ہو، فاسد ہونے اور سڑنے کی اس میں خاصیت نہ ہو۔ یہ بات سائنس دانوں کو ۲۰ ویں صدی میں معلوم ہوئی جبکہ خالق ارض وسما نے ۱۴۰۰ سال قبل بتلا دیا تھا۔

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝۶۸ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ

ترجمہ: ''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہوں پر چل کہ تیرے لیے نرم اور آسان ہیں اس کے پیٹ میں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء اور تندرستی ہے۔''[1]

قرآن کریم میں النحل یعنی شہد کی مکھی کے لیے نحل کا اسم بہ صیغہ مونث استعمال ہوا ہے۔

مسلمانوں کے علاوہ یہود ونصاریٰ کے مؤرخین نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات لکھے ہیں جن میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا پیچھا کرنے والا فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں غرق بظاہر ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ تمام بنی اسرائیلی (قریباً چھ لاکھ) دریا/سمندر کے پار کھلی آنکھوں سے فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے کم وبیش ڈیڑھ ہزار سال قبل کا ہے۔ چنانچہ اس کتابِ مقدس کو نازل کرنے والا (اللہ تعالیٰ) یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۰

ترجمہ: ''اور ہم نے فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔''[2]

انیسویں صدی کے آخر میں جب مصری اہراموں کی کھدائی کی گئی تو فرعونیوں کے مقبرے دریافت ہوئے انہی مقبروں میں اس فرعون رعمیس ثانی کی حنوط شدہ لاش ممی برآمد ہوئی جو آج قاہرہ کے عجائب گھر میں موجود ہے اور دوسروں کے لیے سامان عبرت بنی ہوئی ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون کے سامان عبرت بننے کے بارے میں ۱۴۰۰ سال قبل واضح اعلان فرما دیا تھا۔

---

① پارہ:14 سورۃ النحل آیت نمبر:68-69.
② پارہ اول سورۃ البقرہ آیت:50.

Marfat.com

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً

ترجمہ: ''آج ہم تیری لاش کو باقی رکھیں گے تو اپنے پچھلوں کے لیے نشانی ہو جا۔''①

اے سائنس دانو اے ستاروں پر کمندیں ڈالنے والو کتنی ستم ظریفی ہے کہ تمہیں مادی علم نے اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ تم انسانیت سے ہی محروم ہو چکے ہو جو کہ ہر سچے علم کا حصہ ہے۔

اے سائنس دانو تمہاری آج کی پروفیسر شکم مادر میں پرورش (Embryology) کی سب سے بڑی ماہر پروفیسر ایلس۔ جس کی ٹیکسٹ بک یعنی درسی کتابوں کو اپنی مروجہ تعلیم میں پڑھا رہے ہو اور اسے اس مضمون میں ایک اتھارٹی تسلیم کرتے ہوئے تمام تر تحقیقات اور اصلاحات کو درسی کتب کی زینت بناتے ہو اس نے قرآن حکیم کا خصوصی طور پر درج ذیل آیات کا مطالعہ کیا

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ

ترجمہ: ''وہی ہے تمہاری تصویر بناتا ماؤں کے پیٹ میں جیسے چاہے۔''②

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

ترجمہ: ''ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔ پھر پانی کی بوند سے، پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں۔''③

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو چنی ہوئی (انتخاب کی ہوئی) مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی (بوند) کو پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی میں پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔''④

مطالعہ کے بعد وہ قرآن حکیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک الہامی کتاب تسلیم کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر فلاح پا گئے۔ نئی نئی قرآنی دریافتوں سے ہر بات سائنسی اور ریاضی کی زبان میں واضح ہو چکی ہے کہ یہ قرآن خدا کی لاریب کتاب وہ کلام ہے (Infallible word of God) اور مکمل طور پر محفوظ ہے اور قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

---

①پارہ:11 سورۃ یونس آیت:92.
②پارہ:3 سورۃ آل عمران آیت:6.
③پارہ:17 سورۃ الحج آیت نمبر:5.
④پارہ:18 سورۃ المؤمنون آیت:12-14.

Marfat.com

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝

ترجمہ: ''اور وہ کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں کہتے وہ تو نہیں مگر ایک وحی جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔''[1]

کفار مکہ کا یہ حربہ کہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ رسالت مآب ﷺ کا اپنا کلام ہے ناکام ہو گیا تو انہوں نے ایک حربہ آزمایا۔

قریش حضرت ابو طالب کی خدمت میں

قریش نے تمام رؤسائے قریش یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، عاص بن ہشام، ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل پر مشتمل ایک وفد حضرت ابو طالب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ ہم کو احمق ٹھہراتا ہے۔ ان حالات میں یا تو تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ یا تم بھی میدان میں آجاؤ تا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ حضرت ابو طالب نے دیکھا کہ اب صورت حال نازک ہو گئی ہے۔ قریش اب تحمل نہیں کر سکتے اور میں اکیلا قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو انہوں نے رسالت مآب ﷺ سے مختصر لفظوں میں کہا جان عم! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ اس پر آپ ﷺ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آؤں گا جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے عزمِ صمیم اور آبدیدہ آنکھوں کو دیکھ کر حضرت ابو طالب نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ تڑپ اٹھے اور فرمایا جاؤ بیٹے پورے شوق سے اپنے مشن کو جاری رکھو میرے ہوتے ہوئے کوئی شخص تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔[2]

رسالت مآب ﷺ بدستور دعوت اسلام میں مصروف رہے قریش آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ نہ کر سکے البتہ طرح طرح کی اذیتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

کفار کا لالچ دینا

قریش پریشان تھے کہ آپ ﷺ یہ سب اذیتیں کیوں جھیلتے ہیں انسانی دماغ ایسی سخت نفس کشی اور جان بازی کا مقصد جاہ و دولت اور نام و نمود کی خواہش کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔ قریش کی یہی سوچ تھی۔ چنانچہ انھی خیالات کے تحت عتبہ بن ربیعہ قریش کے نمائندے کی حیثیت سے رسالت مآب ﷺ کے پاس آیا اور کہا محمد (ﷺ) کیا چاہتے ہو۔ اگر مکہ کی سرداری چاہتے ہو تو تمام مکہ آپ ﷺ کو اپنا سردار ماننے

---

[1] پارہ:27 سورۃ النجم آیت:3-5.

[2] سیرت ابن ہشام جلد:1 ص:89.

Marfat.com

کے لیے تیار ہے۔کُل مکہ تمھارے زیرفرمان ہوجائے گا۔کیا کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنا چاہتے ہو تو ہم عرب کی حسین ترین عورت کے ساتھ تمھاری شادی کرنے کے لیے تیار ہیں اگر دولت کے خواہشمند ہو تو ہم تمھارے قدموں میں دولت کے انبار لگا دیتے ہیں لیکن ان باتوں سے باز آ جاؤ۔عتبہ کو اپنی اس پیش کش کی کامیابی کا پورا یقین تھا کیوں کہ مادی دنیا میں انسان کو انھی تین باتوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن ہادی برحق پیغمبر خدا ﷺ نے ان سب ترغیبات کے جواب میں قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ

ترجمہ:''تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے تم اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک کرنے والوں کو وہ جوز کوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔''①

عتبہ واپس چلا گیا مگر یہ پہلے والا عتبہ نہ رہا اس نے قریش سے جا کر کہا کہ محمد ﷺ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں کوئی اور چیز ہے میری رائے ہے کہ تم ان ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہو کر عرب پر غالب آ گئے تو یہ ہماری ہی عزت ہے ورنہ عرب اِن کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش مکہ نے اس کی رائے کو منظور نہ کیا۔

کفار مکہ کا معجزات طلب کرنا

یہ بات انسانیت کا خاصہ رہی ہے کہ جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے اور ان کی رشد وہدایت کے لیے کوئی نبی یا رسول بھیجا تو لوگوں نے اس پیغام اور اس کی ہدایات کو ماننے کے لیے مافوق الفطرت ثبوت مانگے دوسرے الفاظ میں ان سے معجزات طلب کیے انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے معجزات طلب کیے اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے یہ کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں اس نے جواب دے کر ان سے کہا اس زمانے کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوحنا نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔②

اب کفار مکہ نے بھی گزشتہ اقوام کی طرح رسالت مآب ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کیا اور کفار کے اس مطالبے کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

---

①پارہ:24 سورۃ حم السجدہ آیت:6.

②متی کی انجیل باب:112 آیت:38-39.

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

ترجمہ: اور بولے کیوں نہ آپ نے کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے۔'' ①

چنانچہ کفار نے گذشتہ اقوام کی طرح مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ آسمان تک ایک سیڑھی لگائیں اور کفار کے سامنے خدا سے کتاب لے کر آئیں تب ہم ایمان لائیں گے یا یہ سامنے پہاڑ ہے اسے آپ ﷺ سونے میں تبدیل کر دیں نضر بن حارث نے مطالبہ کیا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کرائیے صحرا میں سے دریا نکال کر دکھائیں وغیرہ وغیرہ اب رسالت مآب ﷺ کی حلمی اور انکساری دیکھیے کہ آپ ﷺ نہایت عاجزی سے ان سے فرماتے ہیں کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں میں تو وہی بات کہتا ہوں جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے اس بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ: ''تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔'' ②

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

ترجمہ: ''تو فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔'' ③

عیسائی سکالر تھامس کارل لائل (Thomas Carlyle) کفار مکہ دیگر غیر مسلم سکالرز کے افکار و خیالات کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ محمد ﷺ کے بارے میں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہمیں اس چیز کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے کسی سکول میں نہیں پڑھا یعنی سکول یا مدرسہ نام کی کسی چیز سے آپ ﷺ کا واسطہ نہیں تھا۔

اب رسالت مآب ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو کچھ معجزات دکھائے۔ مثلاً چاند کے دو ٹکڑے، سورج کا پلٹ آنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور جواب میں ظلم و زیادتی اور ایذا رسانی میں شدید ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ پر گندگی پھینکی جاتی، نماز پڑھتے ہوئے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھری رکھی گئی، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر مارے گئے، ایک دفعہ روسائے عرب کے چند لوگوں نے حضور ﷺ کی چادر کے دونوں پہلوؤں کو اس زور سے کھینچنا شروع کیا کہ قریب تھا کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی سانس رک جاتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چھڑانے کو دوڑے تو کفار نے انھیں پکڑ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور انھیں اس قدر مارا پیٹا اور بال کھینچے کہ کئی دن تک آپ رضی اللہ عنہ کا منہ سوجا رہا اور سر میں درد رہا۔ ④

---

① پارہ:21 سورۃ العنکبوت آیت:50.
② پارہ:21 سورۃ العنکبوت آیت:50.
③ پارہ:16 سورۃ الکہف آیت:110.
④ سیرت ابن ہشام.

Marfat.com

جرم وستم کی یہ کارروائیاں اس ہستی ﷺ کے ساتھ ہو رہی تھیں جنھیں کفار مکہ صادق اور امین بھی تسلیم کرتے تھے۔آپ ﷺ کو مکے کے سب سے محترم اور عظیم شخصیت حضرت ابو طالب کی حمایت وحفاظت حاصل تھی مگر غریب، کمزور اور بے بس مسلمانوں کو جو اذیتیں دی جا رہی تھیں وہ کچھ زیادہ ہی سنگین اور تلخ تھیں۔ ہر قبیلہ اپنے مسلمان ہونے والے افراد کو طرح طرح کی سزائیں دے رہا تھا اور جس شخص کا کوئی قبیلہ نہ تھا یا غلام تھا تو ان پر اوباشوں اور سرداروں نے ایسے ظلم وستم کیے جنھیں سن کر مضبوط انسان بھی بے چین ہو جاتا ہے۔ مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چچا انھیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر انھیں نیچے سے دھواں دیتا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بڑے نازونعمت میں پلے بڑھے تھے انھوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے ان کا دانہ پانی بند کر کے گھر سے نکال دیا۔ حالات کی شدت سے دوچار ہوئے تو جسم کی کھال تک ادھڑ گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن حلف کے غلام تھے۔ امیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور مکے کی گلیوں میں انھیں گھسیٹتے پھرتے امیہ خود بھی انھیں بھوکا پیاسا رکھتا جب دوپہر کو گرمی شباب پر ہوتی تو کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور انھیں حالتِ کفر پر واپس آنے کو کہتا مگر وہ پھر بھی اَحد اَحد پکارتے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بنو مخزوم کے غلام تھے انھوں نے اپنے والدین کے ساتھ اسلام قبول کیا ان پر ظلم کرنے میں ابوجہل پیش پیش تھا آخر کار وہ ظلم کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل حرامی نے برچھی مار کر شہید کر دیا ان کو اسلام کی پہلی شہید خاتون حاصل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ قریش مکہ کے ظلم وستم کی یہ چند مثالیں ہیں۔ آغازِ اسلام کے ساتھ ہی کفار کے ظلم وستم کی داستان بڑی خونچکاں ہے۔

پہلی ہجرت حبشہ ۵ نبوی

مسلمانوں پر کفار کے ظلم وستم کی ابتدا نبوت کے چوتھے سال کے درمیان یا آخر میں شروع ہوئی جو دن بدن بڑھتی چلی گئیں۔ اور نبوت کے پانچویں سال کے نصف تک ان مظالم میں اتنی تیزی آ گئی کہ ہر مسلمان خواہ اس کا تعلق روسائے مکہ میں سے تھا یا قبیلہ دار یا غریب تھا اس کے لیے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ مسلمان پریشان حال اور خوفزدہ تھے اور حالات نے انھیں سوچنے پر مجبور کیا کہ کس طرح ان مظالم سے نجات حاصل کی جائے۔ اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ کہف نازل فرما کر مسلمانوں کو بلیغ اشارات دیے کہ جب دین وایمان، جان ومال اور عزت خطرے میں ہو تو کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯

Marfat.com

ترجمہ: ''اور جب تم ان سے اور جو اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمھارا رب تمھارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے لیے آسانی کے سامان بنا دے گا۔''[1]

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ: ''جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔''[2]

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد رسالت مآب ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لیے حبشہ کو ہجرت کر جائیں۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ شاہ حبشہ نجاشی ایک عادل بادشاہ ہے اگرچہ یہ مسلمان بڑے پرعزم اور اسلام کے جان نثار تھے وہ ہر قسم کی مصیبتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے تھے لیکن مکہ میں رہ کر وہ فرائض اسلام کو آزادی سے بجا نہیں لا سکتے تھے اور یہی چیز ان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

ہجرت کا ایک سب سے بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ جو شخص بھی اسلام لا کر جہاں جاتا وہاں اسلام کی شعاعیں خود بخود پھیل جاتیں۔ چنانچہ سب سے پہلی ہجرت ایک روایت کے مطابق بارہ مرد اور چار عورتیں اور ایک روایت کے مطابق گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں رجب ۵ نبوی کو ہجرت کے لیے روانہ ہوئے۔

چند اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

① حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ (نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کے ساتھ)۔

② حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ معہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔

③ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (رسالت مآب ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی)۔

④ حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ ہاشم کے پوتے۔

⑤ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (رسالت مآب ﷺ) کے ننھالی رشتے دار اور عشرہ مبشرہ صحابی۔

⑥ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت اُم سلمہ بنت امی امیہ رضی اللہ عنہا بنت امی امیہ۔

⑦ حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی)۔

⑧ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ عنہا۔

⑨ حضرت ابوسیرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہما)[3] (یہ رسالت مآب ﷺ کی پھوپھی برہ کے بیٹے تھے۔)

---

① پارہ: 15 سورۃ کہف آیت: 16. ② پارہ: 23 سورۃ الذمر آیت نمبر: 10.

③ مختلف سیرت نگاروں میں کچھ ناموں میں اختلاف ہے ابن سعد رحمہ اللہ واقدی رحمہ اللہ ابن اسحاق رحمہ اللہ زہری رحمہ اللہ ارقانی رحمہ اللہ اور طبریق رحمہ اللہ نے کافی بحث کی ہے یہ تعداد گیارہ تھی یا بارہ تھی۔ سیرۃ النبی ﷺ شبلی نعمانی جلد: 1 ص: 143.

Marfat.com

⑩ حضرت ابو حاطب بن عمرو حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بن بیضا۔

⑪ حضرت عبداللہ بن حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور مجتہد۔

یہ سعید روحیں رات کی تاریکی میں نہایت راز داری سے بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو خوش قسمتی سے انہیں دو تجارتی کشتیاں مل گئیں جن میں سوار ہو کر وہ حبشہ پہنچ گئے۔

قریش کو بعد میں ان کی روانگی کا علم ہوا انہوں نے پیچھا کیا اور ساحل تک پہنچ گئے مگر اس سے پہلے ہی مسلمان وہاں سے روانہ ہو کر حبشہ پہنچ چکے تھے۔

رمضان المبارک ۵ نبوی ﷺ

رمضان المبارک ۵ نبوی ﷺ میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ رسالت مآب ﷺ حرم تشریف لے گئے وہاں اس وقت قریش مکہ کا بہت بڑا اجتماع تھا جس میں بڑے بڑے سردار شامل تھے آپ ﷺ نے اچانک کھڑے ہو کر سورۂ نجم کی تلاوت شروع کر دی اس سے پہلے قریش نے قرآن نہ سنا تھا کیونکہ جب بھی آپ ﷺ تلاوت شروع کرتے تو یہ لوگ شور وغل مچا دیتے تھے مگر اس مرتبہ ایسا ہوا کہ جوں ہی آپ ﷺ نے تلاوت شروع کی تو ان کے کانوں میں ایک نا قابلِ بیاں رعنائی و دلکشی اور عظمت سے بھر پور کلام الٰہی کی آواز پڑی تو کفار مکہ نہ صرف بھر پور طور پر متوجہ ہوئے بلکہ انھیں اپنا کچھ ہوش نہ رہا۔

یہاں تک رسالت مآب ﷺ سورۃ کے آخر (فاسجدو للّٰہ واعبدو۔ اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو) پر پہنچے تو اس کے ساتھ ہی سجدہ کیا تو کفار میں سے کسی کو بھی اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور وہ بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے۔ بعد میں انھیں احساس ہوا کہ وہ تو ٹھیک وہی کام کر چکے ہیں جس کے مٹانے کے لیے وہ بھر پور کوششیں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں پر غیر موجود مشرکین نے انھیں لعن طعن کی تو انھوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے رسالت مآب ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے نیا جھوٹ گھڑا کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کی عزت واحترام کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ترجمہ: یہ بلند پایہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا اور وہ سجدہ کرنے کی جو غلطی کر چکے تھے اس کے لیے معقول عذر ڈھونڈھنا چاہتے تھے۔

قریش مکہ کے یہ سجدہ کرنے کی خبر حبشہ میں کسی اور شکل میں پہنچی اور وہاں مہاجرین کو معلوم ہوا کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بخوشی ماہ شوال میں واپسی کا رختِ سفر باندھا مگر جب وہ مکہ سے ایک دن کی مسافت پر پہنچے تو انھیں اصل واقعات کا علم ہوا۔ اب مجبوراً کچھ واپس ہوئے اور کچھ قریش کے کسی نہ کسی آدمی کی پناہ لے کر واپس مکہ میں داخل ہوئے۔ ①

---

① ابن ہشام، جلد نمبر 1۔

Marfat.com

دوسری ہجرتِ حبشہ

قریش مکہ نے ان واپس آنے والے مہاجرین کو خصوصاً اور دیگر مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ شدت سے ظلم وستم ڈھانے شروع کر دیے اور ان کا یہ ظلم وستم بے کسوں تک محدود نہ تھا بلکہ بڑے بڑے خاندان والے مثلاً حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ابو سبرہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ شامل تھے۔

ان حالات میں رسالت مآب ﷺ نے مسلمانوں کو دوبارہ ہجرتِ حبشہ کا مشورہ دیا۔ مگر اس دفعہ قریش غافل نہ تھے اور وہ ہر طرح سے چوکس تھے کہ کوئی مسلمان مکہ سے نکلنے نہ پائے۔ مگر اس مرتبہ مسلمان بھی مستعد تھے نیز اس مرتبہ ہجرت میں ایک اور چیز سامنے آئی کہ ان مہاجرین جن کی تعداد ۸۲ یا ۸۳ مرد اور ۱۸ یا ۱۹ عورتوں میں ایک بھی نادار اور بے سہارا مسلمان شامل نہ تھا۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو وہ بے سرو سامانی کی وجہ سے سفر کرنے سے سکت نہ رکھتے تھے یا درد کی لذت سے آشنا تھے اور دامن مصطفیٰ ﷺ سے جدائی گوارہ نہ تھی۔ الغرض مہاجرین کا یہ قافلہ قریش کی گرفت میں آنے سے پہلے بخیریت حبشہ پہنچ کر امن وسکون سے رہنے لگا۔

قریش مکہ کے لیے مسلمانوں کا حبشہ میں امن وسکون سے رہنا سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ وہ دن رات اس فکر میں پریشان تھے کہ کس طرح ان مسلمانوں کو واپس لا کر ان پر ظلم وستم جاری رکھا جائے۔ اس سلسلے میں ان کی دن رات مشاورت بھی جاری تھی اور آخر اس رائے پر اتفاق ہوا کہ نجاشی کے پاس ایک سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ (جو کہ گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے) کی سرکردگی میں نجاشی اور درباریوں کے لیے تحائف دے کر روانہ کیا۔ ①

یہ سفارت پہلے بطریقوں اور درباریوں سے ملی اور انہیں بے شمار قیمتی تحائف دے کر دلائل سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نجاشی کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو ملک بدر کر دے۔

بطریقوں اور درباریوں نے انہیں بادشاہ کے حضور پیش کیا تو انہوں نے بادشاہ کے حضور بھی قیمتی تحائف نذر کیے۔ ② اور کہا کہ اے بادشاہ! ہمارے ملک کے کچھ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور آپ کے ملک میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہوا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ ہمیں آپ کی خدمت میں ان کے والدین اور کنبے کے عمائدین نے بھیجا ہے کہ آپ انہیں واپس بھیج دیں۔ جب

---

① ابن ہشام کے مطابق یہ تحائف زیادہ تر چمڑے کی مصنوعات پر مشتمل تھے۔

② نجاشی کے لیے تحفہ میں ایک عربی گھوڑا اور دیبا کا بنا ہوا شاہی طرز کا جبہ تھا۔ خصائص الکبریٰ جلد اول ص:269۔

Marfat.com

وہ دونوں اپنا مدعا بیان کر چکے تو بطریقوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ دونوں ٹھیک کہتے ہیں آپ ان کے بھگوڑے لوگوں کو واپس کر دیں۔ اس پر نجاشی نے ان سے کہا کہ میں اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا جب تک ان کی بات نہ سن لوں کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اس طلبی پر مسلمانوں نے پختہ تہیہ کر لیا کہ وہ ہر حال میں سچ بولیں گے اس کا نتیجہ خواہ کچھ بھی نکلے۔

یہ لوگ دربار میں پہنچے تو نجاشی نے پوچھا کہ یہ کونسا دین ہے کہ جس کی بنا پر تم نے قوم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ تم میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اور نہ ہی دوسری امتوں میں داخل ہوئے ہو۔ اس پر مسلمانوں کے نمائندے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بڑے پُر جوش انداز میں وہ تقریر فرمائی جو کہ تاریخ اسلام کا ایک مدلل اور زرین خطاب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ماضی کا ایک ایسا مدلل موازنہ کیا کہ تمام لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بادشاہ! ہم ظلم اور جہالت کی گہری تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سود کھاتے اور بدکاری کرتے تھے۔ چوری، راہزنی، ڈاکہ زنی، اور زنا کاری ہمارے مرغوب مشاغل تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپس میں جھگڑ پڑتے اور پھر یہ جھگڑے ذاتی دشمنی اور نام نہاد غیرت کے نام پر کئی سالوں تک جاری رہتے جس میں بلا دریغ انسانی خون کی ہولی کھیلی جاتی۔ ہم غیرت کے لیے ہی اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے، جوا کھیلتے اور اس جوئے میں اپنی بیویوں تک کو ہار دیتے، ہم بتوں کی پوجا کرتے اور ان کے نام پر قربانیاں کرتے، ہم کئی قبائل میں منقسم تھے اور یہ قبائل ہر وقت آپس میں برسر پیکار رہتے۔

ہم ان حالات میں تھے کہ اللہ کو ہم پر رحم آیا اس نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کی عالی نسبی، پاک دامنی، سچائی اور امانت ہم کو پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں گمراہی سے نکال کر سیدھا راستہ دکھایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے بتوں کی پوجا کو چھوڑ کر اس خالق حقیقی کی عبادت کرو وہی عبادت کے لائق ہے۔ جھوٹ، غیبت، بدکاری، جوا، زنا کاری حرام ہے۔ بیٹیوں کا قتل بہت بڑا جرم ہے، تجارت میں لین دین انصاف، سچائی، ایمانداری اور دیانت داری سے کریں اس نبی ﷺ نے ہمیں فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ، اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔

اے بادشاہ! ہم اس رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نیک اور پاک باز زندگی گزارنے لگے۔ مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے کئی بتوں کی بجائے ہم ایک اللہ جو وحدہٗ لاشریک ہے اس کی عبادت کرنے لگے۔ اس پر ہماری قوم ہمارے خلاف ہو گئی، ہماری قوم نے ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ مجبور ہو کر ہم تیرے ملک میں پناہ گزین ہوئے ہیں تا کہ اپنے دین پر عمل پیرا ہو کر امن وسکون سے رہ سکیں اور اے بادشاہ!

Marfat.com

ہمیں امید ہے کہ یہاں ہم پر ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ نجاشی نے کہا کہ وہ پیغمبر ﷺ جو کچھ پیغام لائے ہیں اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے تو مجھے پڑھ کر سناؤ۔ [1] حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔

قرآن حکیم کی تلاوت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پُرسوز اور پُردرد آواز کا یہ اثر ہوا کہ نجاشی رونے لگا اس کے اسقف اور بطریق بھی اس قدر زار و قطار روئے کہ ان کے پاس موجود صحیفے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔

تلاوت ختم ہونے کے بعد نجاشی نے کہا کہ یہ تو وہی کلام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اس کے بعد اس نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو مخاطب کر کے کہا تم دونوں چلے جاؤ میں ان لوگوں کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔

دوسرے دن ان دونوں سفارتکاروں نے بطریقوں کے ذریعے دوبارہ نجاشی تک رسائی حاصل کی اور بادشاہ کو کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی نے دوبارہ مسلمانوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا بخدا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو تم نے کہا ہے وہ اس تنکے سے نہ کم تھے اور نہ زیادہ اس پر اس کے بطریق نہایت برہم ہوئے مگر اس نے ان کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا جاؤ میرے ملک میں امن و سکون سے رہو تمھاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا حتیٰ کہ اگر تمھیں کسی نے گالی بھی دی تو میں اس سے تاوان وصول کروں گا۔ چنانچہ اس طرح قریش کی سفارت بے نیل و مرام واپس آئی۔

مشرکین کی یہ چال بھی ناکام ہوئی تو انھوں نے پھر غور و فکر شروع کر دی کہ کس طرح مسلمانوں پر مکمل طور پر قابو پایا جائے۔ چنانچہ غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس مصیبت سے نجات کے لیے دو ہی راستے ہو سکتے ہیں یا تو رسالت مآب ﷺ کو طاقت کے بل بوتے پر تبلیغ سے روک دیا جائے یا پھر آپ ﷺ کے وجود کا ہی صفایا کر دیا جائے۔ مگر دوسری صورت مشکل تھی کیونکہ حضرت ابو طالب آپ ﷺ کے محافظ تھے اور اس طرح پورے بنو ہاشم کی بھی دشمنی مول لینا پڑتی۔ قریش مکہ ابھی انھی سوچوں میں غرق تھے کہ دو ایسے واقعات رونما ہوئے جس نے ان کی آتش غضب اور بھی بھڑکا دی۔

---

[1] کچھ سیرت نگاروں نے تنقید کی ہے کہ نجاشی تو عربی زبان سے ناواقف تھا تو پھر اس سلسلے میں عرض ہے کہ حبشہ کے کافی لوگ عربی زبان سے واقف تھے دوسرا درباروں میں مترجم موجود ہوتے تھے جیسا کہ آج پاک و ہند اور یورپ چینی زبان سے تو ناواقف ہیں لیکن تراجم کی بدولت بات چیت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ۶ نبوی

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ سے صرف دو تین سال بڑے تھے۔ انھوں نے بھی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتے سے آپ ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ اگرچہ وہ ابھی تک اسلام نہ لائے تھے مگر آپ ﷺ سے ایک خاص محبت رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ ﷺ کی ہر ادا کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ منہ اندھیرے تیر کمان لے کر صحرا میں نکل جاتے اور شام کو واپس آتے مگر گھر جانے سے پہلے حرم شریف میں جاتے اور طواف کعبہ کرتے۔ روسائے قریش صحن حرم میں الگ الگ دربار لگائے بیٹھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے صاحب سلامت تھی۔ کبھی کبھار کسی گروہ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر باہمی گفتگو بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح تمام روسائے مکہ ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مکہ کی فضا ظلم و جور کے سیاہ بادلوں سے گھمبیر اور ابر آلود تھی کہ اچانک بجلی چمکی اور ایسا واقعہ ہوا کہ مشرکین کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔

عام رائے ہے کہ ماہ ذی الحجہ تھا کہ ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک رسالت مآب ﷺ کے پاس سے گزرا اور آپ ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس پر اُس نے آپ ﷺ کے سر پر پتھر مارا جس سے آپ ﷺ زخمی ہوئے اور سر مبارک سے خون بہہ نکلا۔ اس کے بعد ابوجہل صحن کعبہ میں قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے مکان سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کمان حمائل کیے ہوئے شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے ابوجہل کی تمام حرکات سے انھیں آگاہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غصے سے بھڑک اٹھے دوڑتے ہوئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سیدھے ابوجہل کے سر پر کھڑے ہو کر بولے۔ او! سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل تُو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں یہ کہتے ہوئے اس کے سر پر اس زور کی کمان ماری کہ اس کے سر پر گہرا زخم آیا۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنو مخزوم اور بنو ہاشم کے قبیلے کے لوگ بھڑک اٹھے۔ مگر ابو جہل نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کر دیا کہ ابو عمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت بری گالی دی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کو کہا بھتیجے! میں نے ابوجہل سے تمھارا بدلہ لے لیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان مجھے اس وقت خوشی ہوگی جب آپ رضی اللہ عنہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔ ابتداً تو آپ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے اس حمیّت کے طور پر کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے لاڈلے بھتیجے کی توہین کی تھی بدلہ لیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور نبی کریم ﷺ کے کہنے پر کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔ بلاشبہ اِن کا اسلام قبول کرنا مسلمانوں کے لیے بہت بڑی غیبی امداد تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

قریش مکہ بھی ابھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر ماتم کناں تھے کہ ایک اور حادثہ ہو گیا جس سے ان میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی تک اسلام کی دولت سے محروم تھے۔ جبکہ ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی حضرت سعید رضی اللہ عنہ دونوں اسلام قبول کر چکے تھے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے اسلام قبول کرنے سے لاعلم تھے۔ جبکہ ان کی کنیز لُبنیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں بے تحاشہ مارتے تھے۔ چنانچہ مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ مگر حضرت لُبنیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا اتنی مار پیٹ کے باوجود ان کے ایمان میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آئی۔

ان پے در پے واقعات میں دوسرے مشرکین کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوشِ انتقام کی آگ کو بھڑکا رکھا تھا۔ چنانچہ اس غصے میں وہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے نکلے کہ (نعوذ باللہ) میں محمد (ﷺ) کو ہی قتل کیے دیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں بھرے ہوئے جا رہے تھے کہ راستے میں ان کے خاندان کی معزز شخصیت حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟

بولے کہ آج محمد (ﷺ) کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ اس پر انھوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو تمھاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ غصے میں فوراً بہن کے گھر کی طرف پلٹے جب دروازے کے قریب پہنچے تو اس وقت ان کی بہن تلاوت کر رہی تھی قدموں کی آہٹ پا کر خاموش ہو گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں تلاوت کی آواز پہنچ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی بولی کچھ نہیں انھوں نے کہا کہ میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہو چکے ہو۔ یہ کہتے ہی بہنوئی کو گریبان سے پکڑا اور اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ بہن اپنے خاوند کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھی تو انھیں بھی اتنا مارا پیٹا کہ وہ لہولہان ہو گئیں۔ بہن بولی عمر (رضی اللہ عنہ) جو چاہے کر لو لیکن اسلام اس دل سے نہیں نکل سکتا بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے جو دیکھا تو ان کا جسم زخموں سے چُور چُور اور لہولہان تھا دیکھ کر دل پسیج گیا اور رقت طاری ہو گئی۔ فرمایا جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ حضرت فاطمہ نے قرآن کریم کے اجزا سامنے لا کر رکھ دیئے اٹھا کر دیکھا تو یہ آیت تھی۔

Marfat.com

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: ''زمین وآسمان میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے۔''[1]

ایک ایک لفظ پر دل مرغوب ہوتا گیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

''خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''[2]

تو بے اختیار پکار اٹھے: اَشْهَدُ اَنْ لا اله الا الله وحدہٗ لا شریک له و اشهد ان محمداً عبدہٗ و رسوله۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف روانہ ہوئے۔[3] آپ ﷺ اس وقت حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ شمشیر بکف آستانہ مبارک کے دروازے پر دستک دی۔ ایک صحابی نے اٹھ کر دروازے کی درز سے دیکھا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہاتھ میں ننگی تلوار لیے کھڑے ہیں۔ لپک کر رسول ﷺ کو بتایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تردد ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں اگر مخلصانہ آیا تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اسی کا سر قلم کردوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو خود رسالت مآب ﷺ آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا کیوں عمر کس ارادے سے آئے ہو؟ آپ ﷺ کی پُرجلال آواز نے کپکپا دیا۔ نہایت ادب سے عرض کی ایمان لانے۔

رسالت مآب ﷺ بے ساختہ پکار اٹھے ''اللہ اکبر'' اس کے ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر اس زور سے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا۔[4] کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں آواز سے گونج اٹھیں۔ یوں رسالت مآب ﷺ کی دعا جو آپ ﷺ نے کچھ روز قبل مانگی تھی جسے طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اللّٰهم اعز الاسلام باحب الرجلين اليك بعمر بن الخطاب او بابي جهل بن هشام ۝

ترجمہ: ''اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو قوت پہنچا۔'' قبول ہوگئی۔

---

[1] پارہ:27 سورۃ حدید آیت:1۔ [2] پارہ:27 سورۃ حدید آیت:7۔
[3] خصائص الکبریٰ جلد اول ص:249۔ [4] طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا کیونکہ چند ہی روز کے اندر عرب کے نامور دلیر اور بہادر سپوت یعنی سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے تاہم ابھی تک مسلمان اعلانیہ مذہبی فریضہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ابو عمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار یمنی چادر کا جوڑا پہنے آیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت کم سن تھا اور اپنے گھر کی چھت پر موجود تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے دین سے پھر گیا ہے اس نے کہا تو کیا ہوا میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ [1]

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور کعبہ میں جا کر نماز ادا کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

فلما اسلم عمر قاتل قریشا صله عند الکعبة و صلینا معه.

"جب عمر اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور اس کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔" [2]

قریش مکہ اب سخت دلی، بے رحمی، درندہ طبعی اور سفا کی کے قالب میں ڈھل چکے تھے۔ ان کا اس بات پر بھی دل جلتا تھا کہ مدتوں کا بنا بنایا کھیل بگڑ رہا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کی تحقیر کی جا رہی ہے۔ ہمارے قابل احترام معبودوں کی عظمت مٹی میں مل رہی ہے۔ اس بنا پر ان کی آتش غضب مزید بھڑکی۔

حضرت ابو طالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کرتے ہیں

حضرت ابو طالب قریش کے اس غضب و غصے کو دیکھ رہے تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ حالات کی رفتار بدل چکی ہے ان حالات میں انہیں رسالت مآب ﷺ کے متعلق برابر خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے خدشات بے بنیاد نہ تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کے ہجرت کرنے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کا اعلانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا مشرکین کو ایک آنکھ بھی گوارہ نہ تھا۔ چنانچہ پیش بندی کے طور پر انہوں نے نہایت فراست سے کام لیتے ہوئے اپنے جدِ اعلیٰ عبد مناف کے دو بیٹوں ہاشم اور مطلب کے خاندان کو جمع کیا اور انہیں خاندانی حمیت کی بنا پر کہا کہ اب تک وہ تنہا رسالت مآب ﷺ کی حفاظت وحمایت کرتے چلے آ رہے ہیں اور اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ کام سب مل کر انجام دیں۔ چنانچہ عربی خاندانی حمیّت کی بنا پر دونوں خاندانوں کے مسلم اور غیر مسلم افراد نے اسے قبول کیا اور رسالت مآب ﷺ کی حفاظت وحمایت کا وعدہ کیا سوائے ابولہب کے، اسے یہ عہد قبول نہ تھا وہ مشرکین سے جا ملا۔ [3]

---

(1) بخاری شریف جلد:2 ص:496.

(2) سیرت ابن ہشام. (3) سیرت ابنِ ہشام جلد:1.

Marfat.com

مقاطعہ قریش

مشرکین مکہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی تمام کوششوں اور ظلم وجور کے باوجود دائرۂ اسلام پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ یعنی مسلمانوں کا حبشہ میں امن وسکون سے رہنا، حضرت ابو طالب کا رسالت مآب ﷺ کو تحفظ اور حمایت کا عزم، خود رسالت مآب ﷺ کا ہر دنیاوی لالچ حاصل کرنے سے انکار، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام، بنو ہاشم اور بنو مطلب کا رسالت مآب ﷺ کی حفاظت کا عہد وپیماں، یہ وہ حالات تھے جنہوں نے مشرکین مکہ کو پریشان کر رکھا تھا، چنانچہ وہ وادیٔ مُحَصّب میں خیف بنی کنانہ کے اندر جمع ہوئے اور غور وفکر شروع ہوا۔ ایک تجویز پیش ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے۔ مگر اس میں ایک یہ خدشہ بھی پیش نظر تھا کہ اس طرح مکہ کی وادی مشرکین کے خون سے لالہ زار ہو جائے گی۔ چنانچہ قتل کا منصوبہ چھوڑ کر ظلم کی ایک اور تجویز پر اتفاق ہوا چنانچہ ایک معاہدہ مرتب ہوا جس میں طے پایا کہ:

① کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو مطلب سے قرابت نہ کرے گا۔

② کوئی شخص ان سے کسی قسم کی خرید وفروخت اور لین دین نہیں کرے گا۔

③ کوئی شخص ان سے یعنی دونوں خاندانوں سے بول چال نہ کرے گا۔

④ بنو ہاشم کی طرف سے کبھی بھی صلح کی پیش کش قبول نہ کریں گے۔

⑤ یہ عہد نامہ اس وقت تک کارآمد ہوگا جب تک یہ لوگ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے لیے مشرکین کے حوالے نہیں کرتے۔ یہ عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ یہ عہد نامہ ایک روایت کے مطابق منصور بن عکرمہ [1] نے لکھا اور درِ کعبہ پر آویزاں کیا۔ بعض روایات کے مطابق نضر بن حارث اور ایک روایت کے مطابق بغیض بن عامر نے لکھا۔ یہ عہد نامہ ۷ نبوی ماہ محرم میں لکھا گیا۔ اس عہد نامہ کے نتیجے میں حضرت ابو طالب خاندان بنو ہاشم (سوائے ابولہب کے) اور بنو مطلب کے تمام افراد خواہ مسلمان تھے یا کافر کو لے کر ایک گھاٹی میں محصور ہو گئے۔ یہ درہ گھاٹی خاندان بنو ہاشم کی ملکیت تھی اور تاریخ میں شعبِ ابی طالب سے مشہور ہے۔

شعب ابی طالب میں خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب تین سال تک محصور رہے۔ صرف حج کے موقع پر یہ لوگ مکہ آتے اور کچھ کھانے پینے کا سامان خرید کر لے جاتے۔ اس انتہائی کسمپرسی کی حالت میں بھی رسالت مآب ﷺ حج کے موقع پر مختلف وفود کو اسلام کی دعوت دیتے۔

اس معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کے نتیجے میں ان محصورین کے پاس کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو گئیں مرد عورتیں، بوڑھے اور بچے بھوک سے نڈھال تھے۔ جب بھوک کے بچے بھوک سے روتے اور چلاتے اور

---

① سیرت النبی ﷺ علامہ سید سلیمان ندوی جلد:1 ص:148۔

Marfat.com

ان کی آوازیں بلند ہوتیں تو مشرکین مکہ ان کی آوازیں سن کر خوش ہوتے اور خوشی سے تالیاں بجاتے۔ فاقوں کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ درختوں کے پتے کھا کر گزارا ہوتا۔

احادیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے روایت ہے کہ ہم طلح کی پتیاں کھا کر گزارا کرتے تھے مگر مشرکین محصورین کی حالت زار پر خوش ہوتے ہاں کچھ رحم دل لوگ بھی موجود تھے جیسا کہ ہشام بن عمرو، زبیر بن امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، اور حکیم بن حزام وغیرہ۔ حکیم بن حزام کبھی کبھی اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے گیہوں بھجوا دیتا۔ ہشام بن عمرو اونٹ پر کھانے پینے کا سامان لاد کر اس گھاٹی کی قریب لاتا اور پھر اسے گھاٹی کی طرف دھکیل دیتا۔ محصورین اس اونٹ کو پکڑ کر اس سے سامان خورونوش اتار لیتے۔

حضرت ابو طالب برابر نبی کریم ﷺ کے لیے پریشان رہتے جب لوگ سونے کے لیے اپنے بستروں پر جاتے تو وہ آپ ﷺ کو کہتے سو جاؤ۔ جب تمام لوگ سو جاتے تو رسالت مآب ﷺ کا بستر اپنے بیٹوں، بھانجوں، اور بھتیجوں سے بدل دیتے تاکہ اگر کسی طرح کوئی شخص آپ ﷺ کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو وہ دیکھ لے کہ آپ ﷺ کس بستر پر سوئے ہیں اور سب کے سونے کے بعد وہ آپ ﷺ کو کسی اور کے بستر پر سلا دیتے۔

تین سال تک خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب یہ تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے رہے شعب ابو طالب کی سہ سالہ سختیاں برداشت کرنے کے دوران غیر مسلم رشتہ داروں کو رسالت مآب ﷺ کے اخلاق وکردار کا زیادہ اندازہ کرنے کا موقع ملا جس نے انھیں بے حد متاثر کیا۔ تین سال کی اس ظالمانہ قید اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مصائب نے بالآخر قریش کے بعض افراد کو متاثر کیا۔

چنانچہ ہشام بن عمرو ایک دن زبیر بن امیہ کے پاس گیا زبیر بن امیہ حضرت ابو طالب کی بہن عاتکہ کا بیٹا تھا۔ اور اس سے کہا کیوں زبیر کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو ہر قسم کے لطف اٹھاؤ اور تمھارا ماموں ایک ایک دانے کو ترسے اس پر زبیر نے کہا کہ کیا کروں میں اکیلا ہوں ایک بھی آدمی میرا ساتھ دے تو میں معاہدہ پھاڑ کر باہر پھینک دوں۔ ہشام نے کہا میں موجود ہوں پھر وہ دونوں مطعم بن عدی ابوالبختری ابن ہشام اور زمعہ بن اسود کے پاس گئے یہ تمام حضرات مقام حجون میں جمع ہوئے اور عہد و پیمان ہوئے کہ صبح عہد نامہ پھاڑ دیا جائے گا زبیر بن امیہ نے کہا ابتدا میں ہی کروں گا۔

دوسرے دن یہ سب حضرات خانہ کعبہ میں اکٹھے ہوئے باقی لوگ بھی حسب معمول اپنی اپنی ٹولیوں میں جا اکٹھے ہوئے زبیر بن امیہ نے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اے اہل مکہ کیا یہ انصاف ہے کہ تم لوگ آرام دہ زندگی بسر کرو اور بنو ہاشم تباہ و برباد ہو جائیں اور انھیں

Marfat.com

کھانے کے لیے ایک دانہ بھی نصیب نہ ہو خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کیا جائے گا میں ہر گز باز نہ آؤں گا ابوجہل خانہ کعبہ کے گوشے میں موجود تھا فوراً بولا تم غلط کہتے ہو خدا کی قسم اس معاہدے کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ اس پر زمعہ بن اسود بولا ابوجہل تم غلط کہتے ہو جس وقت یہ معاہدہ لکھا گیا ہم اس وقت بھی اس پر راضی نہ تھے اس کے بعد ابوالبختری بولا اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے ہم اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ غرض مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ ماجرہ دیکھ کر ابوجہل بولا اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ رات کو ہی طے کر لیا گیا ہے اور اس کی مشاورت بھی کہیں اور کی گئی ہے حضرت ابوطالب بھی خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں موجود تھے وہ اٹھے اور کہنے لگے میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ جو معاہدہ کعبۃ اللہ میں آویزاں کیا گیا ہے اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اس پر صرف اللہ کا نام باقی ہے اور اگر یہ بات غلط ثابت ہو ہم تمھارے اور اس ﷺ کے درمیان سے ہٹ جائیں گے اور اگر یہ بات سچ ہوئی تو تمھیں بائیکاٹ اور ظلم سے باز آنا ہوگا جب تمام قریش کو یہ بات بتائی گئی تو انھوں نے کہا کہ آپ انصاف کی بات کر رہے ہیں۔

چنانچہ مطعم بن عدی معاہدہ پھاڑنے کے لیے آگے بڑھا اس نے معاہدہ اتارا اور جب اسے کھولا گیا تو اس پر باسمك اللّٰھم اہل عرب قبل از اسلام اپنی تحریروں میں بسم اللہ کی جگہ یہ جملہ لکھا کرتے تھے۔ وہ کھولا گیا تو جہاں جہاں اللہ کا نام تھا اس کے علاوہ باقی سارا کاغذ دیمک نے چاٹ لیا تھا۔ چنانچہ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، ہشام بن عمرو، ابن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالبختری اور زبیر بن ابی امیہ ہتھیار باندھ کر خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ۱۰ نبوی کو درہ سے نکال کر لائے۔ [1]

عام الحزن ۱۰ نبوی

رسالت مآب ﷺ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد دوبارہ تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابوطالب ان کی حفاظت کے لیے مستقل طور پر اسی طرح ڈھال بنے ہوئے تھے مگر پے در پے مصائب اور زمانہ محصوری نے ۸۰ سالہ حضرت ابوطالب کو صاحبِ فراش کر دیا اور آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی حتیٰ کہ ان کا آخری وقت آ پہنچا رسالت مآب ﷺ اپنے مہربان اور شفیق چچا کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی پاس بیٹھے تھے اس وقت ان کا آخری وقت تھا رسالت مآب ﷺ نے فرمایا چچا جان مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیجیے تاکہ میں آپ کے ایمان کی شہادت دوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بولے ابوعبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے اس پر حضرت ابوطالب بولے میں دین عبدالمطلب پر ہوں۔

---

[1] سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

بخاری اور مسلم نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مرتے وقت حضرت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ (ابھی تک انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) نے کان لگا کر سنا تو آنحضرت ﷺ سے کہا آپ نے جس کلمے کے لیے کہا تھا ابو طالب وہی کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو طالب کی وفات رجب ۱۰ نبوی میں ہوئی حضرت ابو طالب بلاشبہ رسالت مآب ﷺ کی حمایت اور حفاظت کے لیے مکہ کے بڑے بڑے رؤسا کے مقابلے میں ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھے انھوں نے آپ ﷺ کی محبت میں سارے عرب کو اپنا دشمن بنالیا آپ ﷺ کی خاطر محصور ہوئے۔

تین سال تک آب و دانہ بند رہا۔ جگر گوشوں تک کو آپ ﷺ پر جان نثاری کے لیے پیش کیا۔ چنانچہ ان کی وفات جہاں آپ ﷺ کے لیے افسردگی کا باعث بنی وہاں اسلام کی حفاظت کا بھی ایک مضبوط ستون گر گیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت ابو طالب کی وفات کے ایک روایت کے مطابق ۲ ماہ اور دوسری روایت کے مطابق تین دن بعد رمضان ۱۰ نبوی کو اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بوقت وفات ان کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ انہیں مقامِ حجون میں دفن کیا گیا۔ خود رسالت مآب ﷺ نے قبر میں اتارا اس وقت تک نماز جنازہ کا آغاز نہیں ہوا تھا ان دونوں کی وفات نہ صرف رسالت مآب ﷺ کے لیے بلکہ دیگر مسلمانوں اور اسلام کے لیے ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ چنانچہ رسول پاک ﷺ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے زمانے کی عورتوں میں حضرت مریم علیہا السلام افضل ہیں اور اس زمانے کی عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بلاشبہ فاضلہ تھیں، وہ عالمہ تھیں اور ان ہی میں سے میری ساری اولاد ہے (سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے)۔ ①

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سب لوگوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے۔

مظالم کی نئی لہر

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا۔ ابن اسحاق کی ایک روایت ہے کہ ان کی وفات کے بعد قریش نے رسول ﷺ کو ایسی ایسی اذیت پہنچائی کہ حضرت ابو طالب کی زندگی میں کبھی ان کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اب تو ان کے حوصلے اور بھی

---

① بخاری شریف جلد 2 ص: 477-478۔

Marfat.com

بلند ہو گئے کیونکہ ان دونوں ہستیوں کے بعد انہیں نہ تو کسی سے ڈر خوف تھا اور نہ ہی کوئی روکنے والا تھا اگرچہ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دینے میں تمام مشرکین متحد اور ایک سے بڑھ کر ایک تھے مگر مندرجہ ذیل اشخاص نہایت ہی انتہا پسند تھے اور ایذا رسانی میں اپنے اپنے انداز میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

① ابولہب:

یہ رسالت مآب ﷺ کا چچا تھا، اسکا نام عبدالعزیٰ، رنگ نہایت گورا اور آگ کے انگاروں کی طرح دہکتا تھا۔ اس لیے عبدالمطلب نے اسے ابولہب کا نام دیا۔ یہ رسالت مآب ﷺ کا سب سے بڑا مخالف تھا چونکہ آپ ﷺ کا چچا تھا اس لیے لوگ اس کی باتیں نہایت توجہ سے سنتے۔

رسالتمآب ﷺ حج کے دوران نیز عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہوئے وفود اور قبائل کے پاس تشریف لاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ جب آپ ﷺ ایک وفد کو دعوت دین دے کر دوسرے وفد یا گروہ کے پاس چلے جاتے تو نہایت ہی خوبصورت، تندرست، توانا، رنگ گورا، دہکتے ہوئے گال، قدآور، نیلی آنکھیں، سر کے بالوں کی دو چوٹیاں رکھے ہوئے ایک شخص پہلے گروہ کے پاس آتا تو کہتا میرا نام ابولہب ہے۔ میں اس شخص کا چچا ہوں یہ ہے تو میرا بھتیجا مگر جھوٹا ہے، اس کی بیوی اُم جمیل بھی روزانہ جنگل میں جا کر آپ ﷺ کے راستے میں بچھانے کے لیے کانٹے لاتی ہے گھر میں نوکر چاکر ہیں جو ہر طرح کا کام کرنے کے لیے ہمہ وقت حاضر ہیں مگر آپ ﷺ کی یہ بدبخت چچی آپ ﷺ کے راستے میں بچھانے کے لیے خود کانٹے لانا اپنے لیے بدبختی کی بجائے سعادت سمجھتی تھی۔

ان دونوں میاں بیوی کی اسلام دشمنی میں قرآن مجید کی صداقت کی گواہی ہے اور یہ قرآن کی صداقت کا ایسا ثبوت ہے جس سے کسی بھی مذہب وملت کا پیروکار انکار کرنے سے قاصر ہے اور ہر مذہب کا عالم سکالر، مورخ اور نقاد برملا اعتراف کرتا ہے کہ قرآن پاک واقعی سچا کلام الٰہی ہے۔

جیسا کہ اوپر تحریر ہوا ہے کہ ہر جگہ ہر مقام اور ہر فرد وقبیلے سے ابولہب کی ایک ہی تکرار ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ جھوٹ ہے۔ اس کی ایک ہی بات کی بار بار تکرار پر اللہ تبارک وتعالیٰ بھی جلال میں آ گیا اور اسے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر افترا پردازی بری لگی اور سورۂ لہب نازل فرما دی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی اُمِ جمیل کی سزا کے بارے میں واضح فیصلہ سنا دیا یہ اعلان (سورۂ مبارکہ) دونوں میاں بیوی نے بھی سنا۔ یہ اعلان اس نے ایک مرتبہ نہیں سنا بلکہ اس سورۂ کے نازل ہونے کے دس سال بعد تک زندہ رہا اور برابر یہ سورۃ سنتا رہا یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ وہ نبی کریم ﷺ اور قرآن کو جھوٹا کہہ رہا ہے چنانچہ اگر وہ مسلمان ہو جاتا تو نعوذ باللہ قرآن اور نبی کریم ﷺ جھوٹے ہو جاتے مگر ابولہب اور اس کی بیوی نے اسلام قبول نہ کر کے قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی صداقت کا

Marfat.com

ایک نا قابل تردید ثبوت نہ صرف اس وقت کے مشرکین بلکہ تمام مذاہب کے سکالرز، دانشور علما، فضلا اور مورخین کو مہیا کر دیا اور مشرکین کے علاوہ تمام عالم نے دیکھا کہ ان دونوں کا حشر عین ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ہوا۔

① امیہ بن خلف: یہ نبی کریم ﷺ پر آوازیں کسا کرتا اور نازیبا اشارے کرتا تھا۔

② عاص بن وائل: یہ اسلام قبول کرنے والوں پر بڑی سختیاں کیا کرتا تھا۔ خصوصی طور پر کمزور صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کے ظلم وستم کا سب سے زیادہ شکار حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان کا پیشہ آہنگری تھا۔

③ ابوجہل: نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا یہ آپ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو دکھ، تکلیف پریشانی اور اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا یہ دوسرے مشرکین کو بھی ظلم وجور پر اکسانے کے ساتھ ساتھ باقاعدہ منصوبہ بندی بھی کرتا تھا۔

④ نضر بن حارث: یہ ہر وقت رسالت مآب ﷺ کے پیچھے پیچھے رہتا اور آپ ﷺ جب کسی گروہ یا قبیلے کو دعوت دیتے تو لوگوں کو رستم، سہراب اور اسفند کی داستانیں دلکش اور افسانہ گوئی کے انداز میں سنا کر لوگوں کو آپ ﷺ کی باتیں سننے سے منع کرتا۔

⑤ اخنس بن شریک: یہ نبی کریم ﷺ کی باتوں پر گرفت اور اپنی لایعنی تاویلات کے ذریعے سے آپ ﷺ کے ارشادات کو رد کرتا۔

⑥ ولید بن مغیرہ: یہ مشرکین کا دانشور تھا یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اگر کسی شخص پر وحی اترنا تھی تو مجھ پر یا طائف کے سردار عمرو بن عمیر پر اترتی۔

⑦ ابی بن خلف: یہ قیامت کو رد کرتا تھا۔ قبرستان سے ہڈیوں اور بھر بھری مٹی لے کر دعویٰ کرتا تھا کہ کون ہے جو ان میں دوبارہ جان ڈال سکے ایسا ہونا ناممکن ہے۔

⑧ عقبہ بن ابی معیط: یہ ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا اس کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے خلاف ہر سرگرمی میں بھرپور حصہ لیتا۔[1]

سفر طائف

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کفار انتہائی دلیر اور بے خوف ہو چکے تھے اور ان کے ظلم وجور میں مزید شدت آ چکی تھی رسالت مآب ﷺ ان سے ناامید ہو گئے تو آپ ﷺ نے سوچا کہ طائف میں بڑے بڑے امراء اور رؤساء رہتے ہیں انھیں دعوت دی جائے۔ شاید

---

[1] ابن ہشام۔

Marfat.com

وہ لوگ اسلام کی دولت سمیٹ لیں چنانچہ شوال ۱۰ نبوی، اواخر مئی یا شروع جون ۶۱۹ عیسوی میں طائف تشریف لے گئے۔ طائف مکہ سے ۶۰ میل دور ایک نہایت سرسبز وشاداب علاقہ تھا۔

وہاں اس وقت بنوثقیف کا قبیلہ آباد تھا یہ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے اور لات ان کا مشہور بت تھا۔ اس وقت طائف پر بنوثقیف کے عبد یالیل، مسعود اور حبیب بن عمرو تین بھائیوں کی اجارہ داری تھی۔ آپ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اس وقت عبد یالیل غلاف خانہ کعبہ بٹ رہا تھا۔ اس نے نہایت رعونت سے گھٹیا انداز میں جواب دیا اگر اللہ نے تمھیں رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے تو میں خدا کی قسم غلاف کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ مسعود نہایت تمسخرانہ انداز میں جواب دیا، کیا اللہ کو تمھارے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی اور آدمی نہیں ملا۔ تیسرے بھائی حبیب بن عمرو نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ میں تم ﷺ سے بات ہی نہیں کرتا اگر واقعی تم اللہ کے رسول ﷺ ہو تو تم ﷺ پر ایمان نہ لانے سے نقصان کا اندیشہ ہے اور اگر تم ﷺ جھوٹے ہو (نعوذ باللہ) تو پھر بھی تم ﷺ سے بات نہیں کرنا چاہیے۔

کیونکہ تم ﷺ اللہ پر افترا باندھ رہے ہو رسالت مآب ﷺ ان کی گفتگو سے انتہائی افسردہ اور ملول ہوئے اور انھیں مخاطب کر کے یہ فرمایا:

اذا فعلتم فاکتموا علیّ

ترجمہ: ”میرے ساتھ جو برتاؤ تم نے کیا وہ تو کیا اب یہ سارا معاملہ راز رہے اس کو افشا نہ کرنا۔“[1]

اہلِ طائف کی گستاخیاں اور ایذا رسانی

ان تینوں نے اس گفتگو کو راز میں رکھنے کی بجائے اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ ان اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دینی اور پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ آپ ﷺ پتھروں سے لہولہان ہو گئے۔[2] اس قدر خون بہا کہ آپ ﷺ کے جوتوں میں جم گیا۔ آخر آپ ﷺ نے ایک باغ میں انگور کی بیل کے نیچے پناہ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد قریش مکہ کی ایک عورت جو طائف میں ایک سردار کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی گذری تو آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا تو نے دیکھا کہ ہمیں تیرے سسرال سے کیا ملا ہے۔ اس عورت نے کچھ نہ کہا اور شرمندگی سے آگے بڑھ گئی۔

کیونکہ اہل طائف نے عربوں کی مشہور صفت مہمان نوازی کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام تاریخ طبری جلد:1۔
[2] السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر۔

Marfat.com

دعائے مصطفیٰ ﷺ

جب یہ اوباش لوگ واپس چلے گئے اور آپ ﷺ کو کچھ سکون اور عافیت میسّر آئی۔ اس وقت آپ ﷺ بنوثقیف کے رویّے اور سلوک سے نہایت مغموم اور افسردہ تھے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی کہ میں لوگوں کے سامنے اپنی بے بسی، بے چارگی اور ناقدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے رب العالمین تو ہی سب کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے کیا مجھے ایسے اشخاص کے حوالے کررہا ہے جو مجھ سے درشتی سے پیش آتے ہیں یا کسی ایسے دشمن کے حوالے کرتا ہے جو مجھ پر قابو پالے۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں مگر تیری طرف سے اگر عافیت میسّر آجائے تو اس میں میرے لیے کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اس نور کی جو اندھیروں میں اجالا اور دنیا اور آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس سے بچا کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو جائے میں تیری مرضی پر راضی ہوں یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہوجا۔[1]

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد

رسالت مآب ﷺ افسردہ، غمگین اور لہولہان بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام پہاڑوں کے فرشتے کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بنوثقیف نے آپ ﷺ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے۔[2] اب آپ ﷺ حکم فرمائیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر الٹ کر انھیں صفحہ ہستی سے مٹادوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ایسا نہ کرنا میں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو تیری عبادت کریں گے اور دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ: ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما بے شک وہ نہیں جانتے۔''

باغ میں پناہ

رسالت مآب ﷺ نے جس باغ میں پناہ لی وہ دو بھائیوں عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی ملکیت تھا۔ وہ دونوں اہل طائف کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ سلوک اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے چنانچہ عقبہ نے شیبہ سے کہا اے شیبہ یہ شخص ﷺ جو ہمارے باغ میں پناہ گزین ہے اس کے ساتھ اہل طائف نے کیا

---

① سیرۃ رسول عربی ﷺ ص:272۔ ابن سعد۔ تاریخ اسلام جلد:1 از اکبر شاہ۔
② سیرۃ رسول عربی ﷺ ص:73.

Marfat.com

سلوک کیا ہے؟ اس ﷺ پر بہت ظلم اور زیادتی ہوئی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس کی کچھ خدمت کروں تا کہ اہل طائف کی زیادتی کا کچھ مداوا ہو سکے۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام عداس کو آواز دی وہ آیا تو اسے کہا کچھ تازہ اور میٹھے انگور لو اور طشت میں سجا کر انگور کی بیل کے نیچے جو مظلوم شخص (ﷺ) بیٹھا ہے اسے پیش کرو۔ چنانچہ عداس تازہ انگور طشت میں سجا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسالت مآب ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر انگور تناول فرمائے تو عداس یہ الفاظ (بسم اللہ) سن کر آپ ﷺ کا منہ دیکھنے لگا پھر کہنے لگا۔ جو الفاظ آپ ﷺ نے کہے ہیں، نئے ہیں اور یہاں کی بستیوں میں نہیں بولے جاتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ومن اھل ای البلاد انت یا عداس وما دینك۔ اے عداس تو کس بستی کا رہنے والا ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ اس پر عداس بولا کہ میں نصرانی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: امن قریة الرّجل الصّالح یونس بن متی کیا تم اس نیک شخص کی بستی کے رہنے والے ہو جس کا نام یونس علیہ السلام بن متی ہے؟ عداس نے حیرانگی سے پوچھا آپ ﷺ کو کیا خبر یونس بن متی کون تھا؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔

ذٰلِكَ اَخِی کَانَ نَبِیاً وَّ اَنَا نَبِیٌّ.

ترجمہ: ''وہ میرا بھائی نبی علیہ السلام تھا اور میں بھی نبی ﷺ ہوں۔''

اس پر عداس بے اختیار آپ ﷺ پر جھک گیا اور آپ ﷺ کے پاؤں اور سر مبارک کو چومنے لگا جب عداس واپس گیا تو دونوں نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ عداس نے جواب دیا۔ میرے آقا روئے زمین پر اس (ﷺ) سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ انھوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے۔ جسے نبی کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ اس پر دونوں نے کہا۔ دیکھو! عداس کہیں یہ شخص تمھیں تمھارے دین سے منحرف نہ کر دے اس سے بچنا کیونکہ تمھارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ ①

جنات کا قبولِ اسلام

طائف کے لوگوں کے سلوک سے مایوس ہو کر رسالت مآب ﷺ افسردہ وملول اور زخمی حالت میں مکے کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپ ﷺ اسیل الکبیر کے مقام سے گزرے تو اس وقت آپ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت جنات کا ایک گروہ آپ ﷺ کے اوپر سے گزرا اور تلاوت قرآن پاک کی آواز سنی تو رک گئے اور اور آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ہم گذشتہ کئی سالوں سے اس صورتحال سے دوچار ہیں ہمارے خیال میں اس کی وجہ یہی شخص ہے۔

---

① سیرت ابن ھشام۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی جلد:1 ص:107۔ السیرة النبویہ ابن کثیر جلد دوم۔ ضیاء النبی: جلد:1 ص:436۔

Marfat.com

جنات اور شیاطین عالم بالا کی طرف سفر کرتے رہتے تھے اور وہاں سے فرشتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے طرف سے جو احکامات جاری ہوتے اس میں کچھ نہ کچھ سن لیتے اور پھر وہی باتیں کاہنوں اور عاملوں کو بتا دیتے۔ اب یہ عامل اور کاہن ان باتوں میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر کے لوگوں کو بتاتے اور اس طرح ان کا کاروبار زندگی چلتا رہتا مگر گذشتہ کئی سالوں سے ان کے عالمِ بالا کی طرف پرواز پر پہرے دار مقرر کر دیئے گئے تھے اور جب بھی عالمِ بالا کی طرف پرواز کرتے تو شہاب ثاقب کی صورت میں ان کی طرف انگارے پھینکے جاتے اور انھیں واپس دھکیل دیا جاتا۔ اس طرح آسمانوں پر نبی کریم ﷺ کی بعثت کی صورت میں جو نئی تبدیلی آئی وہ اس سے بے خبر تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اس تبدیلی کے بارے میں غور وفکر کر رہے تھے کہ دنیا میں کیا تغیر وتبدل وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

چنانچہ جب انھوں نے رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت سنی تو بہت متاثر ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کا ذکر سورہ الاحقاف اور سورہ جن میں کیا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾

ترجمہ: ''اور جب ہم نے آپ ﷺ کی طرف جنوں کے ایک گروہ کو پھیرا کہ وہ قرآن سنیں تو جب وہ تلاوت قرآن کی جگہ پہنچے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ چپ ہو جاؤ۔ پھر جب اس کی (ﷺ) کی تلاوت پوری ہو چکی تو وہ اپنی قوم کی طرف عذاب الٰہی سے ڈرانے والے بن کر پلٹے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے۔ اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات سن لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے بچائے گا۔''[1]

اس وقت موجود جنات نے نہ صرف خود اسلام قبول کیا بلکہ واپس جا کر اپنی قوم میں بھی با قاعدہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہ گروہ جس نے اسلام قبول کیا یہ دین موسیٰ کے ماننے والے تھے اس سے قبل جب آپ ﷺ مکہ سے عکاظ جا رہے تھے تو اسی طرح گروہ جنات نے تلاوت قرآن حکیم سے متاثر ہو کر اسلام

---

[1] پارہ:26 سورہ الاحقاف آیت:29-31.

Marfat.com

قبول کیا تھا ان کا تعلق مشرکین سے تھا بعد میں آپ ﷺ اکثر جنات کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ①

مکہ میں پناہ کی تلاش

رسالت مآب ﷺ ایک عزمِ مصمم کے ساتھ نئے سرے سے تبلیغ رسالت کے ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو زید بن حارث رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے جان نثار غلام تھے اور اس پُر درد سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے رسالت مآب ﷺ پر پڑنے والوں پتھروں کے آگے ڈھال بنتے ہوئے شدید زخمی ہوئے۔ انھوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مکہ کیسے جائیں گے؟ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے زید رضی اللہ عنہ تم جو حالت دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ ضرور اس سے کشادگی اور نجات کی راہ بنا کر اپنے دین کی مدد کرے گا اور اپنے نبی ﷺ کو غالب فرمائے گا۔

آخر نبی کریم ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور کوہ حرا کے دامن میں ٹھہر گئے یہاں بنوخزاعہ کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میرا ایک کام کرو گے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا مکہ کے رئیس اخنس بن شریک کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ مجھ کو پناہ دے اور واپس آکر مجھے جواب دینا۔ اس نے جا کر اخنس کو پیغام دیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس شخص نے واپس جا کر آپ ﷺ کو اخنس کے جواب سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے پھر اسے بھیجا کہ اب رئیس مکہ سہیل بن عمرو کو یہی پیغام دو وہ شخص سہیل بن عمرو کے پاس گیا اور نبی کریم ﷺ کا پیغام دیا اس نے بھی انکار کر دیا۔

اب کی بار آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ میرے لیے مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور اسے بھی وہی پیغام دو مطعم بن عدی نے جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ مکہ تشریف لے آئیں میں انھیں پناہ دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے بیٹوں بھتیجوں وغیرہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوا پھر بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو ہتھیاروں سے لیس کر کے خانہ کعبہ کے گوشوں میں کھڑا کر دیا۔ پھر رسالت مآب ﷺ کے استقبال کے لیے آگے بڑھا آپ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو سن لو میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے اب انھیں کوئی نہ تنگ کرے۔

---

① تفصیل تفسیر سورہ احقاف و سورہ جن.

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ سیدھے حجرِ اسود کے پاس گئے اسے چوما اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ مطعم بن عدی کے بیٹوں نے آپ ﷺ کے چاروں طرف حفاظت کی غرض سے حلقہ بنا رکھا تھا۔ ابوجہل بھی خانہ کعبہ میں پہنچ گیا اس نے مطعم بن عدی سے پوچھا تم نے پناہ دی ہے یا خود بھی ان ﷺ کے پیروکار بن گئے ہو۔

اس پر مطعم بولا کہ میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے۔ اس پر ابوجہل بولا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ رسالت مآب ﷺ نے مطعم بن عدی کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا اس کا ثبوت جنگ بدر میں ملتا ہے جب کفار کے ستر آدمی قیدی ہوئے ان میں کچھ قیدیوں کو رہائی کے لیے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھولاء النتنی ترکتھم لہ۔ [1]

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر مجھ سے ان بدبودار لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتا میں اس کی خاطر سب کو چھوڑ دیتا۔

واقعہ معراج

رسالت مآب ﷺ عزمِ صمیم کے ساتھ دعوتِ اسلام کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہ دعوت ابھی کامیابی اور ظلم وستم کے درمیانی عرصے سے گذر رہی تھی کہ اعلانِ واقعہ معراج وقوع پذیر ہوا۔ یہ معراج کب ہوئی؟ اس میں اہل سیر کے درمیان اختلاف ہے کچھ نے کہا کہ نبوت کے پانچ یا دس سال بعد ہوئی اور کچھ نے کچھ مدت لکھی ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق سال کا تعین کیا ہے۔ معراج نبی کریم ﷺ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اہل سیر کی کثیر تعداد ۲۷ رجب اور نبوت کے بارہویں سال پر متفق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔'' [2]

معراج شریف سے حضور ﷺ کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ ﷺ کے سوا کسی کو میسر نہیں یہاں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ معراج روح کا سفر تھا جسمانی نہ تھی۔ حالانکہ یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہے کہ معراج حالت بیداری جسم اور روح دونوں کے

---

① صحیح بخاری جلد:2۔ ② پارہ:15 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر:1۔

Marfat.com

ساتھ واقع ہوئی عبدہ یعنی اپنے بندے کو بندہ جسم اور روح دونوں سے مکمل ہوتا ہے۔ تو قرآن کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو، اس سے مراد یہی ہے کہ سفر جسمانی روحانی دونوں طرح کا تھا۔ باقی ہر قسم کے شبہات بے حقیقت ہیں۔ ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ بیت الحرام میں سوئے ہوئے تھے اور ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر محوِ استراحت تھے کہ جبرائیل امین براق لے کر حاضر خدمت ہوئے کہ سیدِ عالم ﷺ کو نہایت عزت و احترام سے بیت المقدس لے گئے وہاں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تمام انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے۔

وہاں آپ ﷺ نے انبیاء کی امامت فرمائی پھر وہاں سے سیر سمٰوات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جبرائیل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازے کھلوانا اور ہر ہر آسمان پر وہاں کے صاحب مقام انبیا علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا اور حضور ﷺ کی تکریم کرنا اور احترام بجالانا، تشریف آوری کی مبارک بادیں دینا حضور ﷺ کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور پھر تمام مقربین کی نہایت اعلیٰ منزل سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو بھی مجال نہیں۔ جبرائیل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا پھر مقام قربِ خاص میں حضور ﷺ کا ترقیاں فرمانا۔ پھر آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کیا گیا اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے ۴ نہریں دیکھیں ۲ باطنی اور ۲ ظاہری نہریں تھیں حضور ﷺ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ دو باطنی نہریں جنت میں جارہی ہیں۔ اور ظاہری نہریں دجلہ اور فرات ہیں پھر آپ ﷺ کے لیے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔ ①

اس کے بعد آپ ﷺ کو اللہ کے حضور پہنچایا گیا اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ یہاں محب اور محبوب کے درمیان باتیں ہوئیں اور پچاس نمازیں فرض کی گئیں اس کے بعد آپ ﷺ کو جنت کا مشاہدہ کروایا گیا پھر آپ ﷺ کو وہ ستون دکھائے گئے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جنت میں قائم کیے تھے۔ ②

اس کے بعد آپ ﷺ کو جہنم کا مشاہدہ کروایا گیا آپ ﷺ نے مالک داروغہ کو دیکھا وہ ہنستا نہ تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے جہنم میں یتیموں کا مال کھانے والوں، سود خوروں، آل فرعون، زنا کار عورتوں اور ان کی سزا کا مشاہدہ فرمایا۔ عرب میں بت پرستی شروع کرنے والے عمرو بن لحی کا حشر دیکھا جو دوزخ کی آگ میں تھا اس کی انتڑیاں جسم کے باہر تھیں اور وہ پیٹ کے بل انتڑیاں گھسیٹ گھسیٹ کر چل رہا تھا۔

---

① صحیح بخاری جلد:2 ص:507.

② الخصائص الکبریٰ از علامہ جلال الدین سیوطی:5 جلد:1.

Marfat.com

اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا واپسی سے پہلے رسالت مآب ﷺ کو ایک برتن شراب ایک برتن دودھ اور ایک برتن شہد کا پیش کیا گیا آپ ﷺ نے دودھ لے لیا جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فطرت ہے جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ہے۔[1] واپسی پر آپ ﷺ حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کیا حکم (تحفہ) دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔ بخدا میں آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ سختی بھی کر چکا ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ واپس گئے اور دس نمازیں معاف ہوئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپسی اور مزید تخفیف کے لیے کہا اس طرح بار بار آنا جانا ہوتا رہا اور تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ کی امت پانچ نمازوں کی استطاعت بھی نہیں رکھتی آپ ﷺ پھر تخفیف کے لیے سوال کیجیے اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اب شرم آتی ہے میں اس پر راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔[2]

رسالتمآب ﷺ نے سفر معراج میں آتے جاتے اہل مکہ کا ایک قافلہ دیکھا جن کا اونٹ براق کی آواز سے بدک کر بھاگ گیا آپ ﷺ نے ان کے ایک برتن سے پانی پیا برتن ڈھکا ہوا تھا اور قافلہ بے خبر سو رہا تھا۔

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رات کے سفر یعنی واقعہ معراج سے آگاہ کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو جو نشانیاں آپ ﷺ کو دکھلائی تھیں ان سے آگاہ کیا۔ اس واقعے کو سن کر قریش مکہ اور بھی بھڑک اٹھے۔ اب نہ صرف ان کی تکذیب اور ایذا رسانی میں شدت آ گئی بلکہ طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ قریش مکہ نے سوال کیا کہ بیت المقدس کی کیفیت بیان کریں حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم خانہ کعبہ میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور میں نے ان کو بیت المقدس کی نشانیاں بتانی شروع کر دیں۔[3]

قریش مکہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ رسالت مآب ﷺ نے اس سے پہلے بیت المقدس کا سفر نہیں کیا اور نہ ہی بیت المقدس کو دیکھ رکھا ہے ان سے کسی بات کی تردید نہ بن پڑی پھر آپ ﷺ نے قافلے کا ذکر کیا اور اس کی آمد کا وقت تک بتلا دیا اور ان کے اونٹ کے بھاگنے کا بھی ذکر کیا جیسا آپ ﷺ نے بتایا تھا ویسا ہی ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود ان کی نفرت، غصے، عداوت اور ظلم وستم میں اضافہ ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی مشرک نے کہا کہ تمھیں پتہ ہے کہ تمھارا دوست کیا کہہ رہا ہے؟

---

① صحیح بخاری جلد:2 ص:508.
② صحیح بخاری جلد:2 ص:508.
③ صحیح بخاری جلد:2 حدیث نمبر:830.

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تو اس نے واقعہ معراج سے آگاہ کیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تصدیق کرتا ہوں کہ جو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے وہ سچ ہے۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا گیا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت تصدیق کی جب اوروں نے تکذیب کی۔

واقعہ معراج کے بابرکت واقعہ کی تہہ میں بے شمار حکمتیں اور رازہائے سربستہ پوشیدہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح شوال ۱۱ نبوی اور ایک روایت کے مطابق شوال ۱۰ نبوی میں۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا۔ اسی ماہ میں آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے بھی نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح ٦ سال تھی اور ان کی رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ ①

قبائل کو دعوتِ اسلام

مشرکین مکہ سے ناامید ہو کر آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا اہل طائف نے مشرکین مکہ سے بڑھ کر بدترین سلوک کیا۔ اب آپ ﷺ نے تبلیغ کا دائرہ کار مزید وسیع کیا اور مختلف قبائل کے پاس تشریف لے گئے چنانچہ قبیلہ بنو کندہ، قبیلہ بنو عبداللہ اور قبیلہ بنو حنیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان ظالموں نے سارے عرب میں سب سے زیادہ نالائق اور برے طریقے سے انکار کیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ بنو عامر بن صعصعہ، حارث بن کعب، بنو شیبان، بنو محارب، رسان، مرہ، سلیم، عبس، عذرہ، حارث، ذھل، بنو نصر، بنو البکا خضاعہ اور بنو فزارہ کے قبائل کو دعوت اسلام دی مگر ان میں سے کسی بھی قبیلے نے اسلام قبول نہ کیا۔ حج کا زمانہ آیا تو رسالت مآب ﷺ زیادہ سرگرمی سے فریضۂ تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ ویسے تو ہر حج کے موقع پر آپ ﷺ مختلف گروہوں اور قبائل کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر ہجرت سے ایک سال قبل کی دعوت دین نے تاریخ کا رخ موڑ دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف قبائل کے علاوہ مختلف گروہوں کی طرف بھی توجہ دی۔ قبیلہ بنو عامر جب نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کر کے حج سے واپس گیا تو قبیلے کے ایک بوڑھے آدمی جو کہ ضعیف العمری کی وجہ سے حج کے لیے نہ جا سکا تھا۔ اسے دوران حج پیش آنے والے واقعات سنائے اور بتایا کہ ہمارے پاس خاندان قریش کے قبیلے بنو مطلب کا ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نبی ہوں اور ہمیں نئے دین اسلام کی دعوت دی مگر ہم نے اس کی نبوت ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر بوڑھے نے اپنا سر تھام لیا اور بولا اے ابو عامر کیا اس کی تلافی کا کوئی ذریعہ ہے کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی اسماعیلی نے اس نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا یہی حق ہے۔ ② مختلف قبائل کے علاوہ رسالت مآب ﷺ نے انفرادی طور پر مختلف لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔

---

① صحیح بخاری جلد 1: کے مطابق یہ نکاح 11 نبوی ﷺ میں ہوا جبکہ تاریخ اسلام از اکبر شاہ جلد 1: ص: 108 کے مطابق 10 نبوی کو ہوا۔

② ابن ہشام۔

Marfat.com

سوید بن صامت

اس شخص کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا یہ مکہ آیا تو اتفاقاً اس کی ملاقات رسالت مآب ﷺ سے ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ شاید آپ ﷺ کے پاس بھی وہی ہے جو میرے پاس ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تمھارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا حکمتِ لقمان۔ آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ اس نے چند اشعار پڑھے آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے یعنی قرآن مجید ہے۔ جو ہدایت اور نور ہے۔ اس نے کہا سناؤ؟ نبی کریم ﷺ نے قرآن پڑھا قرآن مجید سن کر وہ بولا کہ واقعی یہ ہدایت اور نور ہے۔ بعض روایات کے مطابق اس نے اسلام قبول کرلیا اور بعض کے مطابق مسلمان نہ ہوا۔

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ یمن کا باشندہ تھا۔ یہ پورے عرب میں افسوں گر مشہور تھا۔ مکہ آیا تو قریش کی زبانی سنا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ پر جنات کا سایہ ہے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپ ﷺ کو اپنا منتر سناتا ہوں۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا پہلے مجھ سے سن لو تم بعد میں سنانا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خطبہ اس طرح شروع فرمایا:

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ له و من یضلله فلا ھادی له و اشھد ان لاّ اله الاّ اللّٰہ وحدہ لا شریک له و اشھد انّ محمد عبدہٗ و رسولهٗ امّا بعد۔

آپ ﷺ نے ابھی اس قدر ہی الفاظ بیان فرمائے تھے تو وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ یہی کلمات دوبارہ بیان فرمائیں۔ چنانچہ یہ کلمات اس نے رسالت مآب ﷺ سے کئی بار پڑھوانے کے بعد بولا میں نے بہت سے کاہن، شاعر، اور ساحر کا کلام سنا ہے لیکن ایسا جامع اور مانع، لطیف و بلیغ کلام کبھی نہیں سنا یہ کہتے ہوئے اس نے عرض کی اپنا ہاتھ بڑھائیں اس نے ہاتھ کو چوما اور کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔[1]

ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ

انس بن رافع جس کا تعلق قبیلہ بنو عبد اللہ شہل سے تھا۔ مدینہ سے مکہ قریش مکہ کے ساتھ قبیلہ خزرج کے خلاف معاہدے کے لیے چند اشخاص کے ہمراہ آیا۔ اس وفد کی آمد کے بارے میں رسالت مآب ﷺ

---

[1] ماخوذ تاریخ اسلام جلد:1 ص:111.

Marfat.com

کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ قریش مکہ سے ان کی ملاقات سے پہلے ہی ان سے ملے اور انھیں کہا کہ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہتری ہے۔ اگر تم لوگ چاہو تو میں پیش کروں۔ انھوں نے کہا کہ بہت اچھا پیش کریں۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں اسلام پیش کیا اور چند قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ مدینہ کے اس وفد میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بولے اے میری قوم تم جس مقصد کے لیے مکہ آئے ہو واللہ یہ چیز اس سے بہتر ہے۔ وفد کے سربراہ انس بن رافع نے اسے ڈانٹ کر خاموش کرا دیا۔ چنانچہ ایاس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ وفد ناکام واپس ہوا کیونکہ قریش مکہ سے ان کا معاہدہ نہ ہو سکا۔ مدینہ پہنچ کر چند روز کے بعد ایاس رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے فوت ہونے سے پہلے اپنے اسلام اور ایمان کا اظہار فرما دیا۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

یمن کے قبیلہ دوس کا سردار طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شمار روسائے یمن میں ہوتا تھا۔ یہ نہایت دانشمند اور مشہور شاعر تھے۔ ۱۱ نبوی میں وہ مکہ آئے تو قریش مکہ نے مکہ سے باہر نکل کر اس کا والہانہ استقبال کیا۔ قریش مکہ نے اسے خبردار کیا کہ آج کل مکہ میں ایک ایسا جادوگر پیدا ہو گیا ہے جس نے سارے مکہ کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس فساد کے نتیجے میں باپ سے بیٹا، بھائی اور خاوند اپنی بیوی تک سے جدا ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ ہمارے نہایت محترم اور معزز مہمان ہیں۔ اس لیے آپ کو بتایا ہے تاکہ آپ احتیاط کریں اور ان کی باتیں نہ سنیں۔ قریش مکہ کے بار بار تاکید اور اصرار پر انھوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی آواز میرے کانوں میں پڑ جائے۔

ایک روز اپنے کانوں میں روئی ٹھونسے خانہ کعبہ میں گئے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے نماز پڑھنے کا طریقہ دیکھا تو اسے اچھا محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے قریب چلا گیا۔ جب قریب پہنچا تو کانوں میں روئی کے باوجود کچھ قرات کی آواز سنائی دی۔ اس نے دل میں سوچا میں شاعر بھی ہوں اور عقل مند بھی ہوں سننا تو چاہیے اگر اس شخص ﷺ کی باتیں اچھی ہوئیں تو مان لوں گا ورنہ انکار کر دوں گا۔ یہ سوچ کر اس نے روئی کانوں سے نکال دی۔ رسالت مآب ﷺ نماز پڑھ کر گھر کی طرف روانہ ہوئے یہ بھی پیچھے چل پڑے اور تھوڑی دور جا کر آپ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ اپنی باتیں سنائیں۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید سنایا تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ عرض کی آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ذریعے سے میری قوم کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ قریش مکہ آپ ﷺ کو بہت ستاتے ہیں آپ ﷺ ہجرت فرما کر میرے گھر تشریف لے چلیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ہجرت کا حکم نہیں جب ہجرت کا حکم آیا اور جس جگہ

Marfat.com

کے لیے آیا وہاں ہجرت کر جاؤں گا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے تھے۔ اور مدینہ کے نواحی علاقے میں رہتے تھے۔ سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ذریعے دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کا چرچا ہوا تو یہ چرچا آپ رضی اللہ عنہ نے بھی سنا۔ چنانچہ اس خبر کی تصدیق کے لیے انھوں نے اپنے بھائی کو جو کہ شاعر بھی تھا حقیقت معلوم کرنے کے لیے مکہ بھیجا۔ انیس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور واپس جا کر بھائی کو بتایا کہ آپ ﷺ کی ذات وہ ذات ہے جو نیکی کی ترغیب اور بدی سے بچنے کا حکم دیتی ہے۔ بتوں کی بجائے صرف ایک واحد ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو بھائی کی باتوں سے تشفی نہ ہوئی۔ چنانچہ وہ بذات خود مدینہ سے پیدل مکہ کو روانہ ہوئے۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچ کر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے ہی خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور با آواز بلند کلمہ توحید پڑھنے کے بعد جو چند قرآنی آیات یاد ہوئی تھیں ان کی تلاوت شروع کر دی۔ قریش مکہ کے جو لوگ اس وقت خانہ کعبہ میں موجود تھے چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے ہوش کر دیا۔ قریش مکہ قتل کرنے پر آمادہ تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر قریش مکہ کو روک دیا کہ ان کا تعلق مدینہ کے اس قبیلے سے ہے جن سے تم کھجوروں کی تجارت کرتے ہو۔ اس پر قریش باز آ گئے۔ حضرت ابوذر کافی دیر بے ہوش رہے۔ ہوش آنے پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دوسرے دن پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں گئے اور دوبارہ کلمہ توحید باآواز بلند پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی وہاں پر موجود مشرکین نے پھر خوب مارا پیٹا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

یثرب کے خوش نصیب

رسالت مآب ﷺ مکہ میں داخل ہونے والے مختلف قبائل اور افراد کو دعوت اسلام دینے کا کام دن رات مسلسل جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس دوران مدینہ سے چھ افراد پر مشتمل گروہ جن کا تعلق مندرجہ ذیل قبائل سے تھا۔

① اسعد بن زرارہ.............بنونجار :

② عوف بن حارث.............بنونجار : قبیلہ خزرج

Marfat.com

③ رافع بن مالک............بنو رزیق :

④ قطبہ بن عامر............بنو سلمہ :

⑤ عقبہ بن عامر............بنی حرام بن کعب

⑥ حارث بن عبداللہ............بنی عبید بن غنم

یہ گروہ مکہ میں داخل ہوا۔ یہ حج کی غرض سے مکہ آئے تھے اور عقبہ کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں مخاطب کر کے فرمایا۔ افلا تجلسون اُکلمکم کیا تم بیٹھو گے نہیں، تو میں تم سے گفتگو کروں۔ اس پر قطبہ بن عامر نے جواب دیا کیوں نہیں۔ ہم ضرور بیٹھ کر آپ ﷺ کی گفتگو سنیں گے۔ حضور ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ اس پر ان میں سے ایک نے اٹھ کر کہا اے میرے ساتھیو! واللہ یہ ضرور وہی نبی ہیں جن کا ذکر اکثر یہود ہم سے کرتے رہے ہیں۔ ہمیں فوراً ان پر ایمان لانا چاہیے مبادا کہ یہود ہم سے سبقت نہ لے جائیں۔ اس پر قطبہ بن عامر کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہم بت پرست ہیں۔ ہمارے ساتھ یہودی رہتے ہیں اور صاحب کتاب اور صاحب علم ہیں۔ جب کبھی ہمارے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیں دھمکی دیتے ہیں کہ عنقریب ایک نبی ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ ہم ان کی پیروی کریں گے اور اوس و خزرج کا قتل عام کریں گے۔ یا رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کو اللہ پاک کا رسول ﷺ تسلیم کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں یہ کہہ کر قطبہ بن عامر نے اٹھ کر حضور ﷺ کی بیعت کی اور اسلام قبول کیا۔ ان کے بقیہ ساتھیوں نے بھی ان کی تقلید کی۔ حضور نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور ایک تقدس بھرا تبسم آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر پھیل گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اب تک نازل ہونے والا قرآن کا جو حصہ لکھا ہوا تھا حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ لوگ یہیں سے مدینہ کو واپس لوٹ گئے اور وعدہ کیا کہ ہم اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے اور مدینہ پہنچتے ہی اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس طرح مدینہ کی فضاؤں میں ایک نبی کے ظہور کی خبر جو اڑتی پھر رہی تھی اب ایک باقاعدہ شکل میں اس کا ذکر ہونے لگا۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ

نبی کریم ﷺ نے ۱۲ نبوی ﷺ کا پورا سال سخت امید و یاس میں گزارا۔ کیونکہ آپ ﷺ ان ۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سخت مضطرب تھے۔ ان کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی خبر موصول نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ دین اسلام کی تبلیغ کا وعدہ کر کے گئے تھے اسی آس امید میں ۱۲ نبوی کا آخری مہینہ ذوالحج

Marfat.com

آ گیا۔ مختلف قبائل کی گروہ درگروہ مکہ میں آمد شروع ہو چکی تھی۔ نبی کریم ﷺ ہر قبیلے کے پاس دعوت دین کے لیے تشریف لے جاتے اور اسی دوران نہایت بے چینی اور بے قراری سے ان ٦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش میں تھے۔ اسی تلاش کے دوران آپ ﷺ عقبہ میں تشریف لے گئے تو وہاں وہ پُرسعید روحیں نظر آ گئیں جن کی آپ ﷺ کو تلاش تھی ان کی نظر بھی آنحضرت ﷺ پر پڑی تو وہ بے تابی اور شوق سے آپ ﷺ کو ملے۔ یہ کل بارہ افراد تھے جن میں ٥ مسلمان اور بقیہ کا تعلق اوس وخزرج سے تھا ان بارہ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔

① ابوامامہ ② عوف بن حارث ③ رافع بن مالک

④ قطبہ بن عامر ⑤ عقبہ بن عامر ⑥ معاذ بن حارث

⑦ ذکوان بن عبد قیس ⑧ خالد بن مخلد ⑨ عبادہ بن صامت

⑩ عباس بن عبادہ (ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا)

⑪ ابوالہیثم بن النہیان (بنی عبدالاشہل)

⑫ عویم بن ساعدہ (ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا)۔

ان تمام مبارک ہستیوں نے اسلام قبول کرلیا نبی کریم ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ

① ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔

② چوری اور زنا نہ کریں گے۔

③ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

④ جان بوجھ کر کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائیں گے۔

⑤ اور کسی بھی اچھی بات پر آپ ﷺ کے حکم کی سرتابی نہ کریں گے۔

تاریخ میں یہ بیعت، بیعت عُقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔

بیعت کے بعد ان خوش نصیبوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا تعلق اوس خزرج قبائل سے ہے اور ہمارے درمیان قدیمی دشمنی بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں قبائل میں سے کسی کو امام بنایا گیا تو دوسرا قبیلہ اسے تسلیم نہ کرے گا۔ چنانچہ کوئی صاحب علم شخص ہمارے ساتھ روانہ فرمادیں جو کہ نہ صرف ہمارا امام ہو بلکہ ہمیں دین اسلام کی تربیت دینے کے علاوہ دین اسلام کی تبلیغ بھی کرے۔ حضور ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور ان کی مدینہ واپسی پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بطور امام ان کے ساتھ روانہ کیا۔

Marfat.com

حضرت مصعب بن عمیر کی کامیاب سرگرمیاں

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر نہایت محنت جاں فشانی اور قابلیت سے دین اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ انھوں نے اسد بن ضرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان کو اپنا مرکز بنایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قبیلے کے قبیلے اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔

قابلِ رشک کامیابی

قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ قبیلے پر ان کا اتنا اثر تھا کہ قبیلے میں ہر آدمی ہر کام میں ان کے اشارے پر چلتا تھا۔ ایک روز حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ضرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنو عبدالاشہل کے محلے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو انکے محلے میں آ کر تبلیغ کرنا ناگوار گذرا۔ انھوں نے اُسید بن حضیر کو بھیجا کہ دونوں کو تبلیغ سے منع کرے۔ انھوں نے اپنا ہر حربہ اٹھایا اوران کے پاس آکر انھیں خوب ڈانٹا اور کہا کہ تم ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بناتے ہو اگر اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہی رہو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں اور کچھ سنیں اگر بات پسند آئی تو قبول کرلیں اور اگر بات پسند نہ آئے تو چھوڑ دیں۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ اپنا حربہ زمین میں گاڑھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بات شروع کی اور تلاوت قرآن پاک سن کر حضرت اسید رضی اللہ عنہ بولے یہ تو بڑا ہی عمدہ اور بہت ہی خوب تر دین ہے۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں پھر بولے کہ ایک اور شخص ہے اگر وہ تمھارا دین قبول کرلے تو قوم کا کوئی شخص پیچھے نہ رہے گا میں ابھی اسے تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ واپس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے۔ وہ بڑی بیتابی سے ان کے منتظر تھے۔ پوچھا بتاؤ کیا کہہ کر آئے ہو؟ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انھوں نے وعدہ کرلیا ہے کہ تمھاری منشا کی خلاف کچھ نہ کریں گے۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اسعد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا عہد توڑ دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ غصے سے بھڑک اٹھے اور اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس پہنچے اور انھیں سخت سست کہا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل سے کہا کیوں نہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں اور ہماری باتیں سنیں اگر بات پسند آ گئی تو قبول کر لیں اگر ناپسند ہوئی تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات آپ رضی اللہ عنہ سے دور ہی رکھیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا انصاف کی بات کہتے ہو۔

انھوں نے اپنا نیزہ گاڑا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور

Marfat.com

تلاوتِ قرآنِ پاک فرمائی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ کا چہرہ چمک اٹھا اور فرمایا تم لوگ اسلام لاتے ہو تو کیا کرتے ہو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ غسل کر لیں، کپڑے پاک کر لیں، پھر حق کی شہادت دیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلے کی مجلس میں پہنچے اور بولے اے بنی عبدالشہل تم لوگ مجھے کیا سمجھتے ہو انھوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ سب سے اچھی سمجھ بوجھ کے مالک ہیں اور ہمارے سب سے بابرکت پاسبان ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے ہمیشہ قابل عمل ہوتی ہے اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ میرے ساتھ تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کی اس بات کا یہ اثر ہوا کہ شام تک کوئی مرد اور عورت ایسی نہ تھی جو مسلمان نہ ہو گئی ہو۔ صرف ایک آدمی اخیرم تھا جو جنگِ اُحد کے دن مسلمان ہوا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ تبلیغ کا کام نہایت کامیابی سے جاری رکھے ہوئے تھے انصار کا کوئی ایسا گھرانہ نہ تھا جن میں سے چند مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہو چکی ہوں۔ اس طرح وہ ۱۳ نبوی ﷺ کو مدینہ سے مکہ حج کے زمانے میں دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اپنی شاندار کامیابیوں اور کامرانیوں کے واقعات سنائے اور آپ ﷺ کو مدینہ کے دفاعی جنگی اور معاشی حالات بتائے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

نبوت کے تیرہویں سال موسم حج (جون ۶۲۲ء) میں مدینہ سے ۷۳ مرد دو عورتیں حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ یہ اپنی قوم کے مشرکوں کے ساتھ آئے تھے۔ مکہ پہنچ کر انھوں نے در پردہ حضور نبی کریم ﷺ سے رابطہ قائم کیا اور اپنے مشرک ساتھیوں کو خبر نہ ہونے دی۔ چنانچہ ملاقات کے لیے ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ماہ ذی الحج کو ایام تشریق کہا جاتا ہے) کا درمیانی دن مقرر ہوا یہ مہمان مدینہ سے مکہ سفر کے دوران آپس میں یہ گفتگو کرتے آئے تھے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، آپ ﷺ کو کفار مکہ کے ہاتھوں ظلم سہتے اور خود بھی چھپ چھپ کر ملاقات کرتے رہیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے طور پر ایک لائحہ عمل تیار کر لیا۔

تاریخ مقررہ کو نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے کے ساتھ رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر مقام عقبہ پہنچے انھوں نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرتے ہوئے بیعت کی جو کہ تاریخ کے اوراق میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ بیعت کے بعد انھوں نے نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ میں تشریف لانے کی دعوت دی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معاملے کی نزاکت کے بارے میں وضاحت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے اس معزز گروہ انصار کے لیے،

Marfat.com

مناسب سمجھا کہ اس بھاری ذمہ داری کو اٹھانے سے پہلے انہیں تمام تر موجودہ اور مستقبل کی صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وقت تو جذباتی فیصلہ کر رہے ہوں اور پیش آنے والے مشکل حالات کا اندازہ نہ ہو۔ اس طرح مبادا کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ انہی خدشات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انھوں نے ان نومسلم صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا اے گروہ یثرب! نبی کریم ﷺ اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ ہم لوگ ان کی حمایت اور حفاظت میں کفار کے سامنے دیوار کی صورت کھڑے ہیں۔ تم لوگ اُن (ﷺ) کو یثرب آنے کی دعوت دے رہے ہو۔ خوب سوچ لو اگر تم مرتے دم تک اِن (ﷺ) کا ساتھ دے سکتے ہو تو بہتر ورنہ ابھی واضح طور پر جواب دے دو۔ اس پر انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی بات ہم نے سن لی۔ ①

اب اے اللہ کے رسول ﷺ آپ فرمایئے کہ اپنے اور اللہ کے لیے کیا عہد و پیمان پسند فرمائیں گے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اس بات پر کہ:

① ہر حالت میں میری بات سنو گے اور مانو گے۔

② تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

③ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

④ دینِ حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور اس سلسلے میں کسی کی پروانہ کرو گے۔

⑤ جب میں تمھارے پاس آؤں گا تو میری مدد کرو گے۔ اور ہر چیز کے ساتھ دل و جان سے میری حفاظت کرو گے۔

اس پر حضرت ابوالہیثم بن التیہان جن کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا انھوں نے بات کاٹتے ہوئے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے کچھ لوگوں (یعنی یہود) کے ساتھ عہد و پیمان ہیں ہم ان عہد و پیمان کو توڑنے والے ہیں۔ ہم ایسا کریں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ پھر آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ نہیں آپ لوگوں کا خون میرا خون ہے۔ آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ سے ہوں آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے تم لوگ جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اُن سے صلح کروں گا۔ ②

بیعت کے دوران حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو ان سب سے کم عمر تھے۔ اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میرے دینی بھائیو! خوب اچھی طرح سوچ لو کہ آپ لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو

---

① روایت حضرت کعب رضی اللہ عنہ۔ ابن ہشام۔

② ابن ہشام جلد:1۔

Marfat.com

یثرب آنے کی دعوت دی ہے اور اس پر بیعت کی ہے تو آپ نے عرب و عجم، جن و انس، مشرکین مکہ، اور یہود و نصاریٰ سے دشمنی مول لی ہے اور اس طرح گویا تم نے ان کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ اس پر سب یک زبان ہو کر بولے ہم نے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہے ہم اپنے عہد پر پوری طرح عمل کریں گے۔ بیعت مکمل ہو چکی تو رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ اپنے اندر سے ۱۲ نقیب پیش کریں تا کہ وہی لوگ اپنی اپنی قوم کے معاملات کے ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ درج ذیل ۱۲ نقیب منتخب فرمائے گئے۔

قبیلہ اوس کے نقبا

① اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ.................جنگ بعاث میں ان کے والد اوس کے سردار تھے۔

② سعد بن خثیمہ بن حارث رضی اللہ عنہ.................جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

③ رفاعہ بن عبدالمنذر زبیر یا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

قبیلہ خزرج کے نقبا

① اسعد رضی اللہ عنہ بن زرارہ بن عدس.................یہ امام نماز تھے۔

② سعد بن ربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ.................جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔

③ ابوالہشیم بن التیہان رضی اللہ عنہ

④ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ.................بنو ثعلبہ کے مشہور شاعر تھے۔ جنگِ موتہ میں شہید ہوئے۔

⑤ سعد بن عبادہ بن دلیم رضی اللہ عنہ.................معزز اور مشہور صحابی تھے ثقیفہ بنی ساعدہ میں ان ہی نے پہلے خلافت کا دعویٰ کیا۔

⑥ منذر بن عمرو بن خنیس رضی اللہ عنہ.................بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

⑦ براء بن محرور بن صخر رضی اللہ عنہ.................بیعتِ عقبہ میں انہوں نے انصار کی ترجمانی کی تھی۔

⑧ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ.................جنگ احد میں شہید ہوئے۔

⑨ عبادہ بن صامت بن قیس رضی اللہ عنہ.................مشہور صحابی ہیں اکثر حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

ان ۱۲ نقبا سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ذمہ دار تھے اسی طرح میں تمہیں تمہاری قوم کی تعلیم کا ذمہ دار بناتا ہوں اور میں تم سب کا ذمہ دار ہوں۔

بیعت اور معاہدہ مکمل ہو چکا تو یہ لوگ بکھرنے والے تھے کہ شیطان کو اس بات کا پتہ چل گیا اس نے

Marfat.com

جھٹ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے پکار لگائی خیمے والو! محمد (ﷺ) کو دیکھو اس وقت بددین انکے ساتھ ہیں اور تم سے لڑنے کے لیے جمع ہیں۔

بیعت کے بعد نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ میں چلے آئے۔ مگر صبح ہوتے ہی قریش کو رات ہونے والے اجتماع کی خبر ہو گئی۔ اس خبر کے سنتے ہی ان کے اندر غم والم کی شدت سے کہرام مچ گیا۔ چنانچہ ان کے رؤسا اور اکابرین پر مشتمل ایک بہت بڑا وفد اہل مدینہ کے خیموں میں پہنچا اور ان سے کہا خزرج کے لوگو! ہمیں معلوم ہوا کہ تم لوگ محمد ﷺ کو ہمارے درمیان سے نکال لے جانے کے لیے آئے ہو اور ہم سے جنگ کرنے کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو مگر ہم میں کوئی عرب قبیلہ ایسا نہیں جس سے جنگ کرنا ہمارے لیے اتنا زیادہ ناگوار ہو جتنا تم لوگوں سے ہے۔

لیکن چونکہ مشرکین خزرج کی اس بیعت کے بارے میں بے خبر تھے اس لیے انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر انھیں یقین دلایا کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ پھر عبداللہ بن ابی بن سلول اِن کے پاس پہنچا اور ان سے استفسار کیا۔ اس نے بھی کفار کو یہی جواب دیا کہ یہ جھوٹ ہے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ میری قوم مجھے چھوڑ کر کوئی کام کر ڈالے کیونکہ میری قوم میرے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ①

مسلمانوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور چپ سادھ لی، مشرکین مکہ کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر غلط ہے اور وہ نامراد واپس آ گئے۔

خبر کا یقین اور قریش کا ردعمل

روسائے مکہ اگرچہ اس یقین کے ساتھ واپس پلٹے تھے کہ بیعت والی خبر غلط ہے مگر وہ برابر اس جستجو میں رہے کہ کوئی بھی افواہ ویسے نہیں پھیلتی اس میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہوتی ہے۔ اسی کرید میں انھیں یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ یہ خبر سچ ہے مگر اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی اور حجاج واپس اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ قریش نے پھر بھی بڑی مستعدی کا مظاہرہ کیا اور نہایت تیز رفتاری سے اہل مدینہ کے قافلے کے پیچھے بھاگے قافلہ تو نکل چکا تھا مگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے کہ اتنے میں قریش مکہ پہنچ گئے۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ تیز رفتار نکلے اور ہوشیاری سے بھاگ گئے۔ مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے نرغے میں آ گئے۔ قریش انھیں پکڑ کر مکہ میں لے آئے اور خوب زدوکوب کیا۔ قریش حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مار پیٹ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے پوچھا کہ قریش کے کسی شخص سے تمھاری شناسائی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ کو جانتا ہوں۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ پھر ان دونوں کا نام لے کر کیوں نہیں پکارتا۔ وہ شخص یہ تدبیر بتا کر خود ان دونوں کے پاس گیا اور

---

① ابن ہشام جلد:1.

Marfat.com

انھیں کہا کہ یثرب (مدینہ) کا ایک شخص قریش مکہ سے پٹ رہا ہے اور وہ تم دونوں کا نام لے کر دوہائی دے رہا ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ اس شخص نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بتایا وہ بولے ہاں ہم دونوں کے جو قافلے مدینہ سے گذرتے ہیں وہ حضرت سعد ہی کی پناہ میں گذرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے آکر انھیں قریش مکہ سے چھڑایا۔ رہائی کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ فی الفور مدینہ روانہ ہو گئے۔

مدینہ کی طرف ہجرت کا اِذن

عقبہ ثانیہ کی بیعت (جسے عقبہ بیعتِ الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے) کے بعد قریش مکہ کے مظالم میں مزید تیزی آگئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کے مظالم کو حد سے متجاوز دیکھ کر مکہ میں موجود مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔

رسالت مآب ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ آپ ﷺ کو ہجرت کرنا ہے اور خواب میں مقام ہجرت کا نظارہ بھی کرایا گیا۔ آپ ﷺ کو ایسی جگہ دکھلائی گئی جہاں بکثرت کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے پہلے تو اسے یمامہ سمجھا کیونکہ وہاں بھی کھجوروں کی بہت زیادہ تعداد تھی مگر بعد میں آپ ﷺ کو واضح اشارات ملے کہ وہ جگہ یثرب (مدینہ) ہے۔ ہجرت کا اذن ملتے ہی مسلمان اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر عزیزوں، رشتہ داروں سے جدا ہو کر مدینہ کی طرف جانے لگے۔ قریش بھی بے خبر نہ تھے۔ انھیں یہ بات کب گوارا تھی کہ مسلمان وہاں جا کر اطمینان، فراغت اور سکون سے زندگی بسر کریں۔ چنانچہ انھوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں اس ہجرت کے دوران بڑے بڑے المناک واقعات بھی پیش آئے۔

سب سے پہلے مہاجر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بوقتِ ہجرت ان کی بیوی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور بچہ بھی ہمراہ تھے۔ جب انھوں نے روانہ ہونا چاہا تو ان کے سسرال پہنچ گئے اور کہنے لگے ہماری بیٹی تمھارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ آخر کس بنا پر ہم اسے تمھارے ساتھ چھوڑ دیں اور تم اِسے شہر شہر گھماتے پھرو۔ چنانچہ انھوں نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو روک لیا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو بھی تاؤ آگیا وہ کہنے لگے کہ ہم اپنا بیٹا اس عورت کو نہیں دے سکتے۔

چنانچہ دونوں فریقوں نے بچے کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا نتیجے میں بچے کا ہاتھ اکھڑ گیا آخر بنو عبد اسد (ابوسلمہ کا قبیلہ) بچے کو چھین کر لے گیا اور بنو مغیرہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ) کا قبیلہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے گیا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیوی اور بچے سے جدا ہو کر تنہا مدینے کو روانہ ہو گئے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا خاوند کی جدائی اور بچے کی محرومی کے بعد روزانہ مقام الابطح پہنچ جاتیں اور وہاں شام تک روتی رہتیں۔ اس طرح ایک سال بیت گیا بالآخر ان کے گھرانے کے ایک شخص کو ان پر ترس آیا

Marfat.com

اس نے کہا کہ اس بے چاری کو کیوں خواہ مخواہ روک رکھا ہے۔ اسے جانے دو۔ اس پر اس کے گھر والوں نے کہا کہ اگر تم شوہر کے پاس جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ چنانچہ انھوں نے دودھیال سے بچے کو لیا اور تن تنہا بچے کے ساتھ مدینے کی طرف چل پڑیں۔ غور فرمایئے، ایک بے بس اکیلی عورت صحرا میں سفر، کوئی مخلوق ساتھ نہیں، سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے اپنی قوت ایمانی کے بل بوتے پر ۵۰۰ کلومیٹر/ ۳۵۰ میل کے سفر پر روانہ ہوئیں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتی جب مقام تنعیم پر پہنچیں تو عثمان بن ابی طلحہ ملا۔ تو اُسے ان کی پُر درد داستان کی تفصیل معلوم ہوئی تو وہ اپنی ہمسفری میں لے کر مدینہ پہنچا۔ جب مقام قُبا پہنچا تو کہنے لگا وہ سامنے جو آبادی ہے وہ تمھارے خاوند کی قیام گاہ ہے۔ جاؤ اس میں چلی جاؤ اللہ تعالیٰ برکت دے گا اور خود مکہ لوٹ گیا۔ [1]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا اور قریش ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے تم جب مکہ میں آئے تھے تو نہایت تنگدست تھے۔ اب تم نے بہت مال و دولت کما لیا ہے اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ تم خود بھی یہاں سے چلے جاؤ اور مال و دولت بھی لے جاؤ۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں مال چھوڑ دوں تو کیا تم میری راہ چھوڑ دو گے؟ قریش نے کہا ہاں تم اپنا مال و دولت یہیں چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے کہ چلو میرا مال تمھارے حوالے مدینہ روانہ ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا صہیب رضی اللہ عنہ نے نفع اٹھایا۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے دو مرتبہ دوہرائے۔

ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ قریش نے کن کن طریقوں سے مسلمانوں کو ہجرت سے روکا اور اس دوران کتنے مظالم کیے۔ لیکن ان سب رکاوٹوں کے باوجود مسلمان یکے بعد دیگرے بیعتِ عقبہ الکبریٰ کے چند ہی ماہ کے اندر مکہ کو خالی کر گئے البتہ چند مسلمان ایسے رہ گئے جنھیں کفار نے زبردستی روک رکھا تھا اور کچھ کو قیدی بنا رکھا تھا مثلاً حضرت ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہ جیسے لوگ۔ خود نبی کریم ﷺ ابھی مکہ ہی میں تھے اور اپنے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مع اہل و عیال روک رکھا تھا۔

دارالندوہ میں قریش کا جلسہ اور مشاورت

مشرکین نے جب دیکھا کہ ان کی تمام تر کاوشوں کے باوجود مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے ہیں تو انھیں مستقبل کے خطرات نے متفکر کر دیا کیونکہ یمن سے شام تک بحر احمر کے ساحل سے ان کی جو تجارتی شاہراہ گذرتی تھی اس شاہراہ کے اعتبار سے مدینہ کی فوجی اہمیت بڑی حساس اور نازک تھی۔ اور ان کی تجارت کا سارا دارومدار اس بات پر تھا کہ راستہ پر امن اور محفوظ رہے۔ مدینہ میں دعوتِ اسلام کے جڑ پکڑنے سے لازمی طور پر اہل مدینہ قریش مکہ کے خلاف صف آرا ہو سکتے تھے اور اس میں مشرکین مکہ

---

[1] ابن ہشام جلد: 1.

Marfat.com

کے لیے کتنے خطرات لاحق تھے، اس گھمبیر خطرے کا انھیں پورا پورا احساس تھا۔ کفارِ مکہ کے سامنے اس وقت ایک عظیم اور حقیقی خطرہ تناور درخت بن چکا تھا جوان کی بت پرستانہ اور اقتصادی اجتماعیت کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ اس لیے انھوں نے اس خطرے کا کامیاب ترین علاج سوچنا شروع کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اس خطرے کی اصل بنیاد حضرت محمد ﷺ ہیں۔

مشرکین مکہ نے بیعت عقبہ الکبریٰ کے اڑھائی ماہ بعد ۲۶ صفر ۱۴ نبوی ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعرات قبل از دو پہر دارالندوہ میں تاریخ کا سب سے خطرناک اجتماع منعقد کیا۔ اس اجتماع کا ایجنڈا صرف ایک ہی بات تھی کہ دین اسلام کی دعوت کے علمبردار حضرت محمد ﷺ کا قصہ بہ عُجلت تمام (نعوذ باللہ) کر دیا جائے۔ اس اجتماع میں قریش کے علاوہ دیگر قبائل کے بڑے بڑے رؤسا نے شرکت کی۔ قریش کے نمایاں رؤسا میں یہ لوگ شامل تھے۔

① ابوجہل بن ہشام.........................قبیلہ بنومخزوم

② طیمہ بن عدی.........................بنی نوفل

③ جبیر بن مطعم.........................قبیلہ بنی نوفل

④ حارث بن عامر.........................بنی نوفل

⑤ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب بن عبدالشمس.........................قبیلہ بنوامیہ

⑥ نضر بن حارث.........................بنی عبدالدار

⑦ امیہ بن خلف.........................بنی جمع

⑧ ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام.........................بنی اسد

⑨ نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج.........................بنی سہم

یہ تمام رؤسائے قریش اور دیگر قبائل کے رؤساء جمع ہوئے کہ کوئی تدبیر سوچی جائے کہ اپنے یک نکاتی ایجنڈے پر کس طرح عمل درآمد کیا جائے۔ جب تمام رؤسا دارلندوہ میں جمع ہو گئے تو شیطان لعین بھی ایک خوبصورت بوڑھے کی شکل میں موٹی چادر اوڑھے اجتماع میں آیا۔ کسی نے تعارف کے لیے کہا تو شیطان نے نجد کا ایک شیخ بتایا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ ایک مسئلے کے سلسلے میں پریشان ہیں اور پریشانی کے حل کے لیے دارلندوہ میں جمع ہوئے ہیں تو میں بھی حاضر ہو گیا ہوں کہ اپنی رائے دوں اور تمھاری خیر خواہی میں کوتاہی نہ کروں۔ اس پر روساء نے اسے کرسئ صدارت پر بٹھا دیا۔ بحث شروع ہوئی مختلف رؤسا نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ابوالبختری بولا میری رائے یہ ہے کہ محمد ﷺ کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کر دو اور مضبوط بندشوں سے باندھ دو دروازہ بند کر کے صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہ وہیں

Marfat.com

ہلاک ہو جائے۔

اس پر صاحبِ صدر شیطان لعین ناخوشی سے بولا میرے خیال میں یہ نہایت ناقص رائے ہے کیونکہ جب یہ خبر مشہور ہو گی تو ان کے اصحاب آئیں گے وہ تم سے مقابلہ کریں گے اور محمد ﷺ کو چھڑا کر لے جائیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ نجد ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو پھر وہ جو کچھ بھی کریں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ شیطان مردود نے یہ کہہ کر اس رائے کو رد کر دیا کہ جس شخص محمد ﷺ نے تمھارے اور تمھارے دانش مندوں کے ہوش اڑا دیئے ہیں اسے تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو تم نے اس (ﷺ) کی شیریں کلامی نہیں دیکھی۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب کو تسخیر کر کے تم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اہل مجمع نے پھر شیخ نجد شیطان مردود کی تائید کی۔

ابوجہل کھڑا ہوا اور بولا میرے خیال میں قریش کے ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دی جائیں وہ سب یک بارگی حملہ آور ہو کر محمد (ﷺ) کو قتل (نعوذ باللہ) کر دیں تو بنی ہاشم تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ اور اگر بات بڑھ گئی تو قصاص کی رقم دے کے معاملہ رفع دفع کر دیں گے۔ اس رائے کو صاحبِ صدر شیطان مردود نے بہت پسند کیا اور ابوجہل کی دانشمندی کی بہت تعریف کی اور اس رائے پر اتفاق ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میٹنگ کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ”اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمھارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمھیں بند کر دیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے ہیں تو اللہ اپنی خفیہ تدبیر بناتا ہے اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔“①

ہجرت کا حکم

مشرکین مکہ نے اپنا منصوبہ بنا لیا اور حملے کے لیے وقت کا تعین بھی کر لیا۔ ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی خفیہ تدبیر بتائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دربار رسالت ﷺ میں بھیجا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کو کفار مکہ کے منصوبے سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی اللہ کا ہجرت کرنے کا حکم بھی سنایا حکم ملتے ہی نبی کریم ﷺ خلاف معمول دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

①پارہ:9 سورہ الانفال آیت نمبر:30.

Marfat.com

کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا تمھارے پاس جو لوگ ہیں انھیں ہٹا دو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی بس آپ ﷺ کے اہل خانہ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت مدینہ کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رفیق سفر کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف تم اِس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جوش مسرت سے آنسو گرنے لگے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں فرمایا کہ آج رات میرے بستر پر تم میری سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ مجھے ہجرت مدینہ کا حکم مل چکا ہے تمھیں ان حملہ آوروں کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچ سکے گی۔

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ پر ہر قسم کے ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ہر قسم کے بہتان لگا رہے تھے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود اپنا مال و دولت بطور امانت آپ ﷺ کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ صبح اٹھتے ہی یہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

مکان کا گھیراؤ

شام ہوتے ہی کفار نے نبی کریم ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ جب آپ ﷺ رات کے وقت نماز پڑھنے کے ارادے سے باہر نکلیں تو آپ ﷺ پر بیک وقت حملہ آور ہوں گے۔ ان حملہ آوروں میں۔

①	ابوجہل	②	حکم بن عاص	③	عقبہ بن ابی معیط
④	نضر بن حارث	⑤	امیہ بن خلف	⑥	زمعہ بن الاسود
⑦	طعیمہ بن عدی	⑧	ابولہب	⑨	اُبی بن خلف
⑩	نبیہ بن الحجاج	⑪	منبہ بن الحجاج شامل تھے۔		

کہکشاں کی سنہری کشتیوں میں سوار شبستانوں کی آسودگی اور ابر باراں سے سجی رات بھیگتی جا رہی تھی۔ ہر طرف مہیب وتاریک راستوں اور احساس کہنہ کی شکستہ قبروں جیسا سکوت اور ویرانی تھی۔ جسم میں چبھتی اور روحوں کو ڈستی خاموشی میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور دروازے کی طرف بڑھے۔ اسوقت ابوجہل اپنے گھیراؤ کرنے والے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ اگر تم لوگ مجھ پر ایمان لے آؤ تو عرب وعجم تمھارے زیر نگیں ہوں گے اور تمھارے لیے جنت ہوگی۔ جس میں باغ ہوں گے ان باغوں میں ایسے ایسے خوشنما اور خوش ذائقہ پھل ہوں گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ باغوں میں دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی اور اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تمھیں قتل کر دیا جائے گا اور

Marfat.com

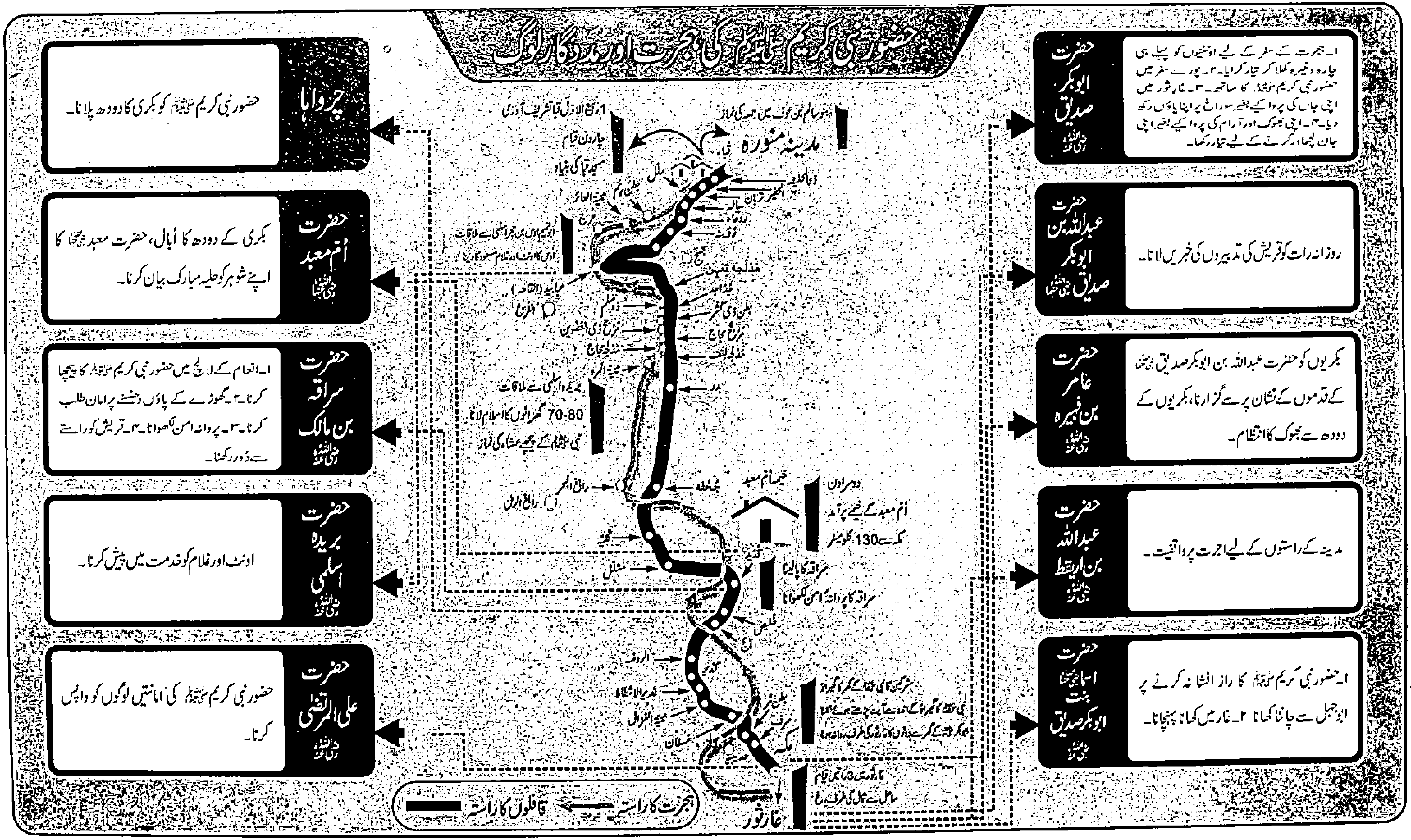

حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت اور مددگار لوگ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۱۔ ہجرت کے سفر کے لیے اونٹنیوں کو پہلے ہی چارہ وغیرہ کھلا کر تیار کرایا۔ ۲۔ پورے سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ۔ ۳۔ غار ثور میں اپنی جان کی پروا کیے بغیر سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ ۴۔ اپنی بھوک اور آرام کی پروا کیے بغیر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہنا۔
حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما
روزانہ رات کو قریش کی تدبیروں کی خبریں لانا۔
حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
بکریوں کو حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے قدموں کے نشان پر سے گزارنا، بکریوں کے دودھ سے بھوک کا انتظام۔
حضرت عبداللہ بن اریقط رضی اللہ عنہ
مدینہ کے راستوں کے لیے اجرت پر واقفیت۔
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کا راز افشا نہ کرنے پر ابوجہل سے چانٹا کھانا ۲۔ غار میں کھانا پہنچانا۔
چرواہا
حضور نبی کریم ﷺ کو بکری کا دودھ پلانا۔
حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا
بکری کے دودھ کا اُبال، حضرت معبد رضی اللہ عنہا کا اپنے شوہر کو حلیہ مبارک بیان کرنا۔
حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۔ انعام کے لالچ میں حضور نبی کریم ﷺ کا پیچھا کرنا۔ ۲۔ گھوڑے کے پاؤں دھنسنے پر امان طلب کرنا۔ ۳۔ پروانہ امن لکھوانا۔ ۴۔ قریش کو راستے سے دُور رکھنا۔
حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ
اونٹ اور غلام کو خدمت میں پیش کرنا۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حضور نبی کریم ﷺ کی امانتیں لوگوں کو واپس کرنا۔
مدینہ منورہ
قبا
مکہ
غار ثور
خیمہ اُمّ معبد
دوسرا دن
اُمّ معبد کے خیمے پر آمد
مکہ سے 130 کلومیٹر
سراقہ کا پالینا
سراقہ کا پروانۂ امن لکھوانا
بریدہ اسلمی سے ملاقات
70-80 گھرانوں کا اسلام لانا
نبی ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز
۱۲ ربیع الاول کو تشریف آوری
چار دن قیام
مسجد قبا کی بنیاد
ہجرت کا راستہ
قافلوں کا راستہ

Marfat.com

تمھیں دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا حالانکہ وہ خود (نعوذ باللہ) قتل ہونے والا ہے۔ ① اسی وقت نبی کریم ﷺ گھر سے نکلے اور مٹھی بھر خاک محاصرین کی طرف پھینک کر فرمایا: نعم انا اقول ذلك انت احد هم ہاں میں یہ کہتا ہوں اور تو بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے جو آگ میں جلائے جائیں گے۔ رسالت مآب ﷺ نے مٹھی بھر خاک ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کی طرف پھینکی اس مٹھی بھر خاک نے ابوجہل اور ساتھیوں کی بینائی چھین لی۔

حضور ﷺ ان تمام کے سروں پر خاک ڈالتے اور سورۂ یسٰین کی تلاوت فرماتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل گئے مگر انھیں خبر تک نہ ہوئی۔ ② کچھ دیر بعد ایک غیر متعلق شخص آیا اور اس نے پوچھا کس کا انتظار کر رہے ہو؟ کفار نے کہا کہ محمد (ﷺ) کا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ تو نکل گئے۔ کفار کو یقین نہ آیا۔ انھوں نے دروازے کی درز سے دیکھا اور خوش ہوئے کہ محمد ﷺ سو رہے ہیں۔ صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے بستر سے اٹھے تو کافر حیران ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مجھے کیا معلوم؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کیوں کہ تم تو پہرے پر تھے۔ میں تو رات بھر سکون سے سوتا رہا ہوں۔ اِس پر انھوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا اور پریشانی سے کہنے لگے بتانے والے نے سچ بتایا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چند ہدایات دیں اور کھڑکی کی راستے باہر نکل کر اپنے حبیب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور دونوں مُحب اور محبوب چل پڑے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کیا اور توشہ دان میں باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی انھوں نے کمر بند پھاڑ کر توشہ دان باندھا، اس لیے انھیں ذات النطاقتین کہا جاتا ہے۔

مشرکین مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مایوس ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے دروازے پر آواز دی۔ ③ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ ابوبکر رضی اللہ عنہما باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا اے لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟ وہ بولیں مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے اس زور کا طمانچہ مارا کہ ان کی کان کی بالی گر گئی۔ اس کے بعد مشرکین مکہ اور اس کے اطراف میں دوڑتے پھرتے تھے مگر کہیں سے بھی آپ ﷺ کا پتہ نہ چلا۔

نُور کی کرنیں غارِ ثور میں

نبی کریم ﷺ نے مکہ سے جنوب کی طرف یمن جانے والا راستہ اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ قریش مکہ تلاش کے لیے نکلیں گے اور لازمی طور پر ان کی نظر مکہ سے جانب شمال مدینہ کو جانے والے

---

① ابن ہشام۔ ② ابن ہشام۔ ③ صحیح بخاری جلد:2 ص:521۔

Marfat.com

راستے کی طرف اٹھے گی۔ اس لیے آپ ﷺ اس راستے کے بالکل مخالف راستے پر چلے اور اس راستے پر قریباً ۵ میل غارِ ثور کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک نہایت پُر پیچ اور دشوار گذار راستہ تھا۔ پتھریلی پہاڑی تھی۔ اس پر چلنے سے نبی کریم ﷺ کے پاؤں زخمی ہو گئے، غار کے پاس پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو غار کے باہر ٹھہرا کر غار میں داخل ہوئے، اسے اندر سے صاف کیا اور اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کیا۔ جب تمام سوراخ بند ہو گئے تو آنحضرت ﷺ کو اندر لے گئے۔ پھر متواتر ۳ دن آفتاب و مہتاب نے اس غار میں قیام فرمایا۔ سوراخ بند کرتے ہوئے ایک سوراخ باقی رہ گیا کیونکہ کپڑا ختم ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی ایڑی رکھ دی اور رسالت مآب ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کی ران پر سر مبارک رکھ کر محو استراحت ہوئے۔ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر کسی موذی جانور (سانپ) نے ڈس لیا مگر وہ اس ڈر سے نہ ہلے کہ کہیں پیارے محبوب ﷺ جاگ نہ جائیں لیکن درد کی شدت سے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے جس سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمھیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو اسی وقت تکلیف دور ہو گئی۔

اہل سیر کی ایک روایت کے مطابق ۲۷ صفر ۱۴ نبوی ۱۲۔ ۱۳ ستمبر ۶۲۲ کو غارِ ثور میں تشریف فرما ہوئے۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور میں تین راتیں گذاریں یعنی جمعہ، ہفتہ، اتوار۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رات کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی قیام کرتے اور صبح ہوتے ہی شہر مکہ کو روانہ ہو جاتے۔ دن بھر مکہ میں رہتے اور قریش مکہ کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کرتے اور اندھیرے پھیلنے پر پھر آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر قریش کی بھاگ دوڑ سے آگاہ کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے ریوڑ کو اس راستے پر لے جاتے جس راستے پر حضرت عبداللہ روانہ ہوتے تاکہ ریوڑ کے چرنے سے ان کے قدموں کے نشانات مٹ جائیں بکریاں چراتے چراتے وہ انھیں غار کے قریب لے جاتے۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا دودھ سیر ہو کر پیتے۔[1] ایک روایت کے مطابق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھانا تیار کر کے غارِ ثور میں پہنچ جاتیں۔

ان تین دنوں میں قریش مکہ نے تلاش جاری رکھی۔ وہ غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر مکڑی نے اپنا جالا بن رکھا تھا اور قریب ہی ایک کبوتری نے دو انڈے دے رکھے تھے۔ ان اسباب کی بنا پر کفار کو گمان تک نہ ہوا کہ اس غار میں کوئی آدمی داخل ہو سکتا ہے۔ کفار کے پاؤں کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے ان کی پریشانی کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ما ظنک یا ابا بکر باثنین اللہ ثالثھما۔

---

[1] صحیح بخاری جلد:2 ص:517.

Marfat.com

ابوبکر ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ قریش مکہ یہاں سے بھی ناکام واپس گئے اب انھوں نے اعلان کیا کہ جو آدمی نبی کریم ﷺ کو تلاش کر کے لائے گا اسے ۱۰۰ اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اس لالچ کے تحت ہر آدمی تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

سفرِ مدینہ

۳ دن کے بعد رسالت مآب ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یکم ربیع الاول ۱۴ نبوی کو مدینہ کی طرف سفر کا عزم کیا اس کے ساتھ ہی وحی نازل ہوگئی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: ''روانگی (اجازت) عطا ہوئی انھیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر خود قادر ہے۔''[1]

مسلمان ۱۳ سال تک برابر ثابت قدمی اور بلند حوصلگی سے کفار مکہ کے مظالم برداشت کرتے چلے آ رہے تھے۔ پہلے عام مسلمانوں اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے لیے بھی ہجرت کا حکم آیا تو ساتھ ہی اذنِ قتال بھی دے دیا گیا۔ کفارِ مکہ نے جور و ستم اور جبر و استبداد کی انتہا کر رکھی تھی۔ مسلمانوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کے علاوہ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ نہ صرف مکہ بلکہ اطراف مکہ میں اپنی بہادری، شجاعت، تیغ زنی اور تیر اندازی میں لاثانی تھے۔ ان کی تیغ زنی کا ایک زمانہ معترف تھا۔ دلیری کا یہ عالم کہ ابوجہل نبی کریم ﷺ کیساتھ گستاخی کرنے کے بعد خانہ کعبہ میں روسائے قریش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جا کر اس کے سر کو اپنی کمان سے لہولہان کرتے ہیں اور ان کے رُعب اور دبدبے کا یہ عالم ہے کہ نہ تو کسی کو آپ سے الجھنے اور نہ ہی ابوجہل کو چھڑانے کی جرأت ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو کسی میں جرأت نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو روک لے مگر جب دربارِ رسالت ﷺ کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو ہر طرف پریشانی لاحق ہو جاتی ہے مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو آنے دو اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ عجب بات تو یہ تھی کہ شمشیر زن، تیر انداز، بہادر اور شجاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت خاموشی اور صبر و استقلال سے مظالم برداشت کر رہے تھے۔ ایسا کیوں تھا؟ کیا وجہ اور کیا حکمتِ الٰہی تھی؟ اس کا ایک جواب تو بڑا واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جوابی کارروائی کے مقابل صبر و استقلال اور تحمل و برداشت کا حکم تھا۔ مگر اذنِ قتال نہ دینے پر کیا حکمت پوشیدہ تھی؟

---

[1] پارہ:17 سورہ حج آیت:39.

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مصلحتوں اور بھیدوں سے وہی پاک ذات وحدہ لاشریک ہی واقف ہے۔اس کی مصلحتیں، حکمتیں اور بھید کا انسانی فہم وادراک احاطہ نہیں کر سکتے۔مگر ظاہری حالات وواقعات پر نظر دوڑائیں تو دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

نمبر ۱: مسلمان عددی لحاظ سے بہت کم تھے اور ان میں کمزور اور غلام بھی شامل تھے۔جبکہ قریش مکہ اور دیگر روسائے کثیر تعداد میں تھے۔اس لیے اگر مسلمان بھی جوابی کارروائی کا ارادہ کرتے تو اکثریت کے مقابلے میں قلیل تعداد ختم ہو کر رہ جاتی۔

نمبر ۲: ہر عمل کا ردِعمل ہوتا ہے یعنی Action کا Re action ہوتا ہے دنیاوی لحاظ سے اس کی مثال یوں لے لیں اگر ایک طاقتور آدمی کسی کمزور کو مارنا شروع کر دیتا ہے تو کمزور آدمی اس کے تھپڑوں یا لاٹھیوں کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتا مگر گالی گلوچ کے ذریعے اپنے غم وغصہ کا اظہار کرے گا۔ یعنی کسی نہ کسی طرح سے Action پر Re action ضرور ہو گا۔جس سے دنگا فساد اور شُور وغوغا ہو گا۔مگر یہاں معاملہ بالکل الٹ ہے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی شجاعت کی بدولت انھیں بذاتِ خود ایک لشکر کی حیثیت حاصل ہے جب کہ بعد کے حالات نے ثابت بھی کیا۔یہ تمام بالکل خاموش ہیں۔ان کی جوابی کارروائی نہ کرنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے رب العزت کی طرف سے اجازت نہیں۔اور اجازت نہ ملنے کی وجہ کا پس منظر قرآنِ پاک سے ملتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾

ترجمہ: ''انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امن والے شہر (مکہ) کی۔''[1]

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتے ہیں امن والے شہر مکہ کی۔یعنی مکہ امن والا شہر ہے۔اب اگر مسلمان بھی جوابی کارروائی کرتے یعنی آنکھ کے بدلے آنکھ، جان کے بدلے جان، تو شہر جس کے پر امن ہونے کی قسم اللہ تبارک وتعالیٰ کھا رہے ہیں ہرگز پر امن نہ رہتا کیونکہ جو بھی کاروائی یعنی ظلم وستم ہو رہا ہے یک طرفہ ہے۔اگر جوابی کاروائی میں تلواریں، نیزیں، بھالے اٹھا لیے جاتے تو ہر طرف دنگا فساد برپا ہو جاتا۔اور اسطرح (نعوذ باللہ) قرآن غلط ثابت ہو جاتا کیونکہ قرآن پاک میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتے ہیں اس شہر عظیم ومقدس کے پر امن ہونے کی مگر یہاں تو ہر طرف دنگا فساد اور قتل وغارت کا بازار گرم ہے۔چنانچہ اسی وجہ سے مسلمانوں کو اذنِ قتال نہ تھا اور جوں ہی مکہ آپ ﷺ کی مقدس ذات سے خالی ہوا اس کے ساتھ ہی اذن قتال (جوابی کارروائی) کا حکم دے دیا گیا۔

---

[1] پارہ:30 سورہ تین آیت:1-3.

Marfat.com

غارِ ثور میں تین دن قیام کے بعد عبداللہ بن اریقط لیثی جس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں پالنے کے لیے بہت پہلے سے دے رکھی تھیں اگر چہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وفادار تھا۔ [1] وہ تین اونٹنیاں لے کر غار کے پاس حاضر ہو گیا۔ چنانچہ ایک اونٹنی پر نبی کریم ﷺ، دوسری پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور تیسری پر وہ خود سوار ہوا، اِسے بطورِ رہبر ساتھ لیا گیا۔ اس طرح یہ قافلہ عازمِ مدینہ ہوا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ بھی ہمراہ تھا غار سے روانہ ہو کر اس نے یمن کا رخ کیا اور کافی دور چلنے کے بعد مغرب کی طرف مُڑ کر ساحل سمندر کا رخ کیا پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف چل پڑا۔

کفارِ مکہ ہر طرف تلاش کر کے تھک چکے تھے۔ ایک دن ابو جہل اور اس کے ساتھی خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص مجلس میں آیا اس نے انھیں بتایا کہ میں نے مکہ کے نواح میں تین آدمیوں کو اونٹنیوں پر سوار یثرب کی طرف محوِ سفر دیکھا ہے۔ میرے خیال میں وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی تھے۔ مجلس میں موجود سراقہ بن جعشم نے بذاتِ خود انعام کے لالچ میں اس کی بات کو جھٹلا دیا۔ اس کے بعد وہ تیزی سے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا گھر آیا اور اپنے انتہائی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر نبی کریم ﷺ کی تلاش کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ جس سے وہ گھوڑے پر سے گر گیا۔ دوبارہ سوار ہوا اور تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور ﷺ سے کچھ فاصلے پر پہنچا تو گھوڑے نے دوبارہ ٹھوکر کھائی وہ پھر گھوڑے سے گر پڑا۔ تیسری مرتبہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور آپ ﷺ کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ اس کے کانوں میں نبی کریم ﷺ کے تلاوت کرنے کی آواز آئی۔ نبی کریم ﷺ کسی طرف متوجہ ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر ادھر دیکھتے جاتے تھے۔ اچانک اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ جب گھوڑے نے ڈانٹنے پر پاؤں زمین سے باہر نکالے تو سراقہ نے دیکھا کہ وہاں سے بگولے کی طرح دھواں نکلا اور آسمان کی طرف بلند ہونے لگا۔ سراقہ سمجھ گیا کہ مشیتِ ایزدی یہی ہے کہ وہ حضور ﷺ کو نہیں پکڑ سکتا۔ عنقریب ان کا دین غالب ہوگا۔ [2]

اب سراقہ نے چلا کر امان طلب کی۔ سراقہ نے زادِ راہ پیش کیا مگر نبی کریم ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے معاملے کو صیغہ راز میں رکھنا۔ سراقہ نے وعدہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "قل لہ ما یلتجی منا" اسے کہو وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ مجھے امن کی تحریر دے دیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اکتب لہ' ابا بکر" اے ابو بکر اسے لکھ دو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک ہڈی پر مطلوبہ تحریر لکھ کر اس کی طرف پھینک دی۔ [3] سراقہ نے یہ تحریر سنبھال کر رکھی اور فتح حنین کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:519۔ ② صحیح بخاری جلد:2 ص:519۔

③ ابن ہشام صحیح بخاری کے مطابق یہ تحریر عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر دی جلد:2 ص:519۔

Marfat.com

اُمِ معبد سے ملاقات اور معجزہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یثرب کی طرف سفر جاری رکھا۔ راستے میں آپ ﷺ قبیلہ بنوخزاعہ کے پاس سے گزرے تو اس قبیلے کی ایک بوڑھی عورت خیمے کے باہر چادر اوڑھے لیٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس زادِراہ یعنی خوارک ختم ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اس آبادی سے کچھ گوشت یا کھجوریں خرید لیں۔

آپ ﷺ نے اس بڑھیا سے کچھ خریدنے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی اس نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اگر ہوتا تو میں بطورِ مہمان داری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ ایک بکری بندھی ہوئی ہے کیا میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ اس پر بڑھیا بولی یہ بکری نہایت کمزور اور لاغر ہے اسی وجہ سے یہ بندھی ہے کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی نیز اس کا دودھ بھی سوکھ چکا ہے۔ آپ ﷺ کے دوبارہ اجازت مانگنے پر اس نے اجازت دے دی۔ حضور ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھ کر دودھ دوھنا شروع کیا یہ دودھ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے جی بھر کر پیا پھر آپ ﷺ نے بڑھیا سے اس کے گھر کے برتن مانگے۔ حتیٰ کہ اس کے خیمے میں موجود تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دوبارہ سفر شروع کیا۔

شام کو اس بڑھیا (اُمِ معبد) کا خاوند گھر آیا اور پانی پینے لگا تو دیکھا کہ گھڑا دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے بیوی سے دودھ کے بارے میں پوچھا تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ خاوند نے جب آپ ﷺ کے حُلیے کے بارے میں پوچھا تو اُمِ معبد نے جو حلیہ بیان کیا وہ ایک غیر مسلم کا آپ ﷺ کی خدمت میں پہلا نذرانہء عقیدت بلکہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ آپ ﷺ کے حُلیہ مبارک کی مفصل تفصیل ہے اُمِ معبد نے کہا اے ابو معبد اس کی صفائی اور پاکیزگی (حالانکہ آپ ﷺ حالت سفر میں تھے اور سفر کی حالت میں تو انسان گرد و غبار سے اٹا ہوا ہوتا ہے) بہت نمایاں اور کھلی تھیں۔ چہرہ مبارک نورانی تھا اور ایسی مٹھاس تھی کہ نظریں ہٹانے کو جی نہ چاہتا تھا مگر اس کے ساتھ ہی ایسا تقدس کہ نظریں خود بہ خود جھک جائیں۔ پیٹ بڑھا ہوا نہ تھا۔ نہ گردن کوتاہ تھی۔ نہ ہی سر چھوٹا تھا۔ آنکھوں میں سیاہی، یہ سیاہی خوب تیز اور سفیدی بھی تیز تھی۔ پلکیں گھنی ابرو مبارک باریک اور آپس میں ملے ہوئے، بالوں کی سیاہی تیز اور ریش مبارک گھنی تھی۔

جب بولتے تو گفتگو ایسی کہ جیسے نگینوں کی لڑی سے نگینے گر رہے ہیں۔ گفتار میں شرینی اور حلاوت تھی۔ نہ ہی فضول گو تھے۔ اور نہ کم گو۔ مگر گفتگو کا ایک ایک لفظ مفصل جب گفتگو کے درمیان خاموش

Marfat.com

ہوتے تو ایک وقار چھایا رہتا۔ جب مسکراتے تو حسن کا غلبہ اور دبدبہ رہتا۔ دور سے دیکھو تو بارعب اور حسین وجمیل۔ قریب سے دیکھو تو قدرت کے حسن کا ایک مکمل اور جمیل مرقع۔ قد ایسا کہ نہ تو درازی قد کا عیب اور نہ ہی کوتاہ قد کا تصور بلکہ متوسط اندام۔ ①

اُمِ معبد کی تفصیل سن کر ابو معبد نے تاسف سے کہا اے اُمِ معبد یہ وہی لوگ ہیں جن کی تلاش میں کفار مکہ سرگرداں ہیں۔ مجھے اگر ان سے ملاقات کا موقع ملتا تو ضرور ان کی صحبت میں رہنے کی درخواست کرتا۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں بالکل معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کس سمت کو ہجرت فرما ہوئے ہیں کہ ایک جن زیریں مکہ سے اشعار پڑھتا ہوا گذرا۔

جزاللہ العرش خیر جزائہ
رفیقین حلد خیمتی اُمِ معبد
ھمانزلا بالبروا رتعلا بہ
وافطح من امسی رفیق محمد (ﷺ)
فیا لقصّی ما زدی اللہ عنکم
برمن فعال لایجازی وسئود
لیھن بنی کعب مکان فتاتھم
ومقعدھا للمومنین بمرصد
سلوا اختکم عن شاتھا وانایھا
فانکم ان تسئالوا نشائہ تشھد

"اللہ رب العرش ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے۔ جو ام معبد کے خیمے میں نازل ہوئے۔ وہ دونوں خیر کے ساتھ اترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد ﷺ کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں تم سے سمیٹ لیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو تم اگر خود بکری سے پوچھو تو وہ بھی شہادت دے گی۔" ②

لوگ اس آواز کے پیچھے پیچھے چل پڑے کیونکہ وہ خود اس جن کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آواز بالائی مکہ کی طرف نکل گئی۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی ہے۔

---

① ابن سعد۔ ② الرحیق المختوم ص:226 ماخوذ زاد المعاد۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ کا سفر جاری تھا کہ راستے میں حضرت زبیر بن عوام شام کے سفر سے تجارتی قافلہ لیے ہوئے ملے انھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں لباس پیش کیا اور ساتھ ہی عرض کی۔ میں مکہ پہنچ کر جلد از جلد مدینہ پہنچ جاؤں گا۔ راستے میں مختلف قبائل کے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بسلسلہ تجارت میل جول کی وجہ سے جانتے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ تمھارے آگے کون ہے تو آپ رضی اللہ عنہ جواب دیتے: هٰذا یهدینی سبیل۔ یہ میرا رہبر اور ہادی طریق ہے۔

دورانِ سفر بُریرہ اسلمی سے ملاقات ہوئی۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے مگر قریش کے مقرر کردہ انعام یعنی ۱۰۰ اونٹ کے لالچ میں نبی کریم کی تلاش کے لیے اپنی قوم کے ہمراہ نکلے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آمنا سامنا ہو گیا۔ جب گفتگو شروع ہوئی تو کچھ ہوش نہ رہا اور دیوانہ وار اپنی قوم کے ۷۰ آدمیوں سمیت دستِ مبارک پر بیعت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خبریں تواتر سے پہنچ رہی تھیں کہ آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ تمام شہر چشم براہ تھا۔ معصوم بچے تک نہایت مسرت اور جوش وخروش سے کہہ رہے تھے ہمارے پیارے نبی ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری

مدینہ کے لوگ صبح ہوتے ہی شہر سے باہر ایک اونچی جگہ جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کرتے رہتے پھر حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔ ایک دن یہ لوگ حسبِ معمول انتظار کرنے کے بعد گھروں کو واپس چلے گئے تو ایک یہودی کچھ دیکھنے کے لیے ایک ٹیلے پر چڑھا اور اس نے رسالت مآب ﷺ کو سفید لباس میں ملبوس اپنے رفقا کے ساتھ دیکھا تو نہایت بے خودی میں نہایت بلند آواز میں چلّایا اے لوگو! تم روزانہ جس ہستی کا انتظار کرتے کرتے گھروں کو واپس چلے جاتے ہو وہ تشریف لے آئے ہیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوی بروز سوموار ۲۳ صفر بمطابق ۶۲۲ء قبا میں وارد ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی بنی عمرو بن عوف ساکنان قُبا نے تکبیر کی آواز بلند کی اور پھر نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ جُوں جوُں رسالت مآب ﷺ کی تشریف آوری کی خبر پھیلتی گئی لوگ جوق در جوق دیدار کے لیے اُمڈتے چلے آئے۔ یہ ایک ایسا منظر تھا جو اس سے پہلے مدینہ میں دیکھنے میں نہ آیا۔

قُبا میں نبی کریم ﷺ نے ۳ دن حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے پیادہ مکہ سے مدینہ قُبا ہی میں آپ ﷺ سے آ ملے۔ یہاں آپ ﷺ نے ۱۰، ۱۲، ۱۴ یا ۲۴، دن ① قیام فرمایا۔ ② اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی یہ آپ ﷺ کی اعلانِ نبوت کے بعد پہلی مسجد تھی اور اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

---

① قیام کے دنوں کی تعداد میں اہل سیر کے درمیان اختلاف ہے۔ ② ایک روایت سعد بن خصیمہ کی بھی ہے ابن ہشام۔

Marfat.com

جمعۃ المبارک کے روز آپ ﷺ یثرب کے لیے روانہ ہوئے راستے میں بنو سالم میں سے گذرے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ یہاں سرورِ کونین ﷺ نے تاریخ کی پہلی باجماعت نماز جمعہ ادا فرمائی اور خطبہ دیا۔ اس نماز جمعہ میں کم و بیش ۱۰۰ افراد شامل تھے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ یثرب میں داخل ہوئے تو اس شہر کی قسمت جاگی اور اس شہر کا نام یثرب سے مدینہ ہو گیا۔ مدینہ میں لوگوں نے آپ ﷺ کا والہانہ استقبال کیا آپ ﷺ کے ننھیالی رشتہ دار ہتھیار سجا کر استقبال کے لیے آئے۔ راستے کے دونوں طرف انصار مدینہ قطار باندھے کھڑے تھے۔ پردہ نشین عورتیں گھروں کی چھتوں پر نکل آئیں۔ بنو نجار کی لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعیٰ للہ داع
نحن جوار من نبی النجار
یا حبذا محمد من جار
أیہا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

"چاند نکل آیا ہے، کوہ وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے، جب تک مانگنے والے دعا مانگیں، ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد ﷺ کیا اچھے ہمسائے ہیں، اے ہمارے اندر نبی بن کر آنے والے! آپ ایسا حکم نامہ لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔"

مدینہ منورہ کے ہر قبیلہ ہر خاندان اور ہر فرد خواہش مند تھا کہ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ اس کے ہاں قیام فرمائیں چنانچہ آپ ﷺ انصار کے جس محلے یا مکان کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر عرض کرتے کہ جان و مال و ہتھیار برائے حفاظت دل و جان سے حاضر ہیں ہمیں میزبانی کا شرف بخشیں ادھر حضور نبی کریم ﷺ اس پیشکش کے جواب میں فرماتے خلوا سبیلها فانها مامورة اس کا راستہ چھوڑ دو یہ مامور کی گئی ہے اونٹنی جب بنو بیاضہ کے محلے میں پہنچی تو قبیلے کے سردار زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ اور عروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مہار پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ نے وہی جواب دیا کہ اسے چھوڑ دو یہ مامور کی گئی ہے اس کے بعد قبیلہ بنو سعد کے سردار سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو پھر قبیلہ بنو الحارث، بنی الخزرج کے سعد بن ربیع اور عبداللہ بن رواحہ نے ناقہ کو روکنے کی کوشش کی مگر نبی کریم ﷺ نے ان

Marfat.com

قبائل کے رؤساء کو پھر وہی جواب دیا اب اونٹنی بنو نجار کے محلے میں پہنچی اہل محلہ کو بہت بڑا دعویٰ تھا کہ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی بنت عمرو ہمارے قبیلے کی لڑکی تھی نیز ہم رسالت مآب ﷺ کے ننھال میں ہیں اس لیے آپ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمائیں گے چنانچہ اسی دعوے کے تحت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ اور اسیرۃ بن ابی خارجہ رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی مہار پکڑ لی مگر آپ ﷺ نے انھیں بھی یہی جواب دیا اسے چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور کی گئی ہے اب اونٹنی چلتے چلتے احاطہ بنی مالک میں آئی اور ایک غیر آباد اُفتادہ زمین پر بیٹھ گئی یہ زمین دو یتیم لڑکوں کی تھی انصار اس زمین میں انگور، کھجور اور دیگر فصلیں خشک کیا کرتے تھے اور انھیں کچھ نہ کچھ حصہ دے دیا کرتے تھے جب اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ ﷺ اس کی پیٹھ سے نہ اترے اونٹنی اٹھ کر دوبارہ چل پڑی نبی کریم ﷺ نے اس کی نکیل چھوڑ رکھی تھی اونٹنی تھوڑی دور چل کر پھر واپس آئی اور اسی جگہ دوبارہ بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی آپ ﷺ اونٹنی سے اترے جس جگہ اونٹنی بیٹھی وہ میدانی جگہ تھی مگر اس کے سامنے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بن خالد بن زید کا گھر تھا چنانچہ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ خوشی خوشی آنحضرت ﷺ کا اسباب اٹھا کر گھر لے گئے اور اونٹنی کی نکیل حضرت سعد بن ضرارہ رضی اللہ عنہ نے پکڑی بعد میں یہ اونٹنی انھی کے پاس رہی۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مکان

یمن کا ایک بادشاہ تبع اسعد ابوکرب تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو نہایت وسیع کیا اور کافی علاقہ فتح کر کے اپنے زیرنگیں کیا۔ اس نے مدینہ کو بھی بغیر جنگ کیے فتح کر لیا اور یہاں اپنے بیٹے کو والی مقرر کر کے واپس یمن چلا گیا۔ اس کے واپس چلے جانے کے بعد اہل یثرب نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ابوکرب نے بیٹے کے قتل کا بدلہ لینے کا عہد کیا اور ساتھ ہی یہ عہد بھی کیا کہ وہ تمام اہل یثرب کو قتل کر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ کر پورے یثرب کو آگ لگا دے گا۔ چنانچہ وہ ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور جلد ہی مدینہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ جاری تھا کہ بنو قریظہ کے دو یہودی عالم جن میں سے ایک کا نام سامول تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا اے بادشاہ! تو اس شہر کی بربادی کا ارادہ ترک کر دے اور اگر تو نے ایسا کیا تو وہ رب العزت جو ساری کائنات کا مالک ہے کوئی روک پیدا کر دے گا اور ہمارا تو خیال یہ ہے کہ اس مقدس شہر کی بربادی کے ارادے سے تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ تو کس بنا پر کہہ رہا ہے؟ اس پر سامول بولا کہ مکہ کے قبیلے قریش میں ایک رسول ﷺ مبعوث ہونگے جن کا مستقر اور دارالہجرت مدینہ ہوگا۔ ابوکرب کو مزید تجسس ہوا تو اس نے مبعوث ہونے والے رسول کے متعلق مزید معلومات حاصل کیں۔ وہ سامول کی گفتگو سے اتنا متاثر ہوا کہ فوری طور پر ایک دومنزلہ

Marfat.com

مکان تعمیر کرا دیا اور یہودی علماء کے علم کی روشنی میں یہ مکان حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے جد امجد کے حوالے کر کے اِن اَن دیکھے رسول ﷺ کی خدمت میں نیاز مندانہ خط بھی لکھ کر دیا۔ خط کو سر بمہر کر کے اس پر سونے کی مہر لگا دی۔ یہی دو منزلہ مکان حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے زیر استعمال تھا۔ ①

خط کا مضمون یہ تھا۔

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! (محمد ﷺ) میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ میں نے حضور ﷺ کا دین قبول کیا ہے اور آپ کی سنت پر عمل کروں گا۔ آپ کے رب پر اور کائنات کے پروردگار پر ایمان لایا ہوں اور جو احکام شریعت آپ ﷺ اللہ کی طرف سے لے آئیں گے ان پر محکم یقین رکھتا ہوں۔ اگر مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش بختی ہے اور اگر میں زیارت کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکوں تو قیامت کے روز میری شفاعت فرمایئے اور مجھے فراموش نہ کیجئے۔ میں حضور ﷺ کے ان فرماں بردار اور اطاعت گذار امتیوں سے ہوں جو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔"

اس کی وفات کے ایک ہزار سال بعد حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔

تبان ابو اسعد ابو کرب ان دونوں یہودی علماء سے بڑا خوش ہوا اور انھیں اپنے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ مکہ کے نزدیک مقام عفان پر پہنچا تو بنی ہذیل کے کچھ لوگ آئے اور اسے کہا کہ ہم تمھیں ایک خزانے کا پتہ دیتے ہیں جس میں سونا چاندی، زمرد اور یاقوت شامل ہیں۔ ابو کرب خزانے کا سن کر بہت خوش ہوا اور ان سے خزانے کا پتہ دریافت کیا۔ بنو ہذیل کے لوگوں نے بادشاہ کو بتایا کہ مکہ میں ایک عمارت ہے جسے حرم کہتے ہیں۔ یہ لوگ اس حرم (گھر) کی پرستش کرتے ہیں وہاں نمازیں پڑھتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں۔ وہ خزانہ اس حرم میں ہے۔

ابو کرب نے حرم کو لوٹنے کا مکمل ارادہ کر لیا مگر اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے دونوں یہودی علماء سے مشورہ کیا اس پر دونوں نے اسے کہا اے بادشاہ! ایسا ہرگز نہ کرنا آج تک جس نے بھی حرم میں بدکاری یا سرکشی کرنے کی کوشش کی وہ تباہ و برباد ہو گیا ہے اے بادشاہ! روئے زمین پر یہ حرم ہی ایک ایسی جگہ ہے جسے اللہ نے اپنا گھر قرار دیا ہے۔ چنانچہ تو نے اگر ایسا کیا جس پر ان لوگوں نے تجھے ابھارا ہے تو پھر تو اور تیرا ساتھ جن لوگوں نے دیا وہ سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ اب مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے مکہ جانا چاہیے یا نہیں؟ اس پر سامول نے کہا کہ تم وہاں ضرور جاؤ کیونکہ اس شہر میں نہ صرف اللہ کا گھر ہے بلکہ آنے والے رسول ﷺ کی جائے پیدائش بھی ہے اور اس پر ہم پہلے

---

① ضیاء النبی ﷺ جلد:3 ص:128 بحوالہ ابن ہشام التحیان و ابن عساکر تاریخ دمشق.

Marfat.com

سے ایمان رکھتے ہیں۔ اب تم بھی اس نبی ﷺ پر غائبانہ ایمان لا چکے ہو وہاں ہرگز لشکر کشی نہ کرو اور جس طرح اہل مکہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ تم بھی ویسے ہی تعظیم کرو، یعنی اس کا طواف کرنا، سر منڈوانا اور قربانی کرنا اور جب تک وہاں قیام کرو نہایت عاجزی اور انکساری سے رہنا۔ اس پر بادشاہ نے ان سے پوچھا تم لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہو؟ اس پر یہودی عالم سامول نے جواب دیا اے بادشاہ! اللہ کا یہ گھر ہمارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ ہم بھی اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ مگر اہل مکہ نے ہمارے اور حرم کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے جس کی وجہ سے ہم حرم کے اندر داخل نہیں ہوتے۔ یعنی انھوں نے کعبہ کے اندر اور باہر بت رکھے ہوئے ہیں چنانچہ ان لوگوں کا یہی نجس اور شرک ہمیں اس طرف آنے سے روکتا ہے۔ ابو کرب مکہ گیا بیت اللہ کا طواف کیا سر منڈوایا اونٹ ذبح کرائے۔ اس نے مکہ میں ۶ دن قیام کیا۔ اس دوران وہ لوگوں کو اونٹ ذبح کر کے کھلاتا رہا اور پینے کے لیے شہد تقسیم کرتا رہا۔

دورانِ قیام مکہ اس نے تاریخ کا سب سے پہلا غلاف خانہ کعبہ پر چڑھایا جو ٹاٹ کا بنا ہوا تھا۔ اس کے متعلق عرب کی مشہور شاعرہ سُبیحہ نے اپنی شاعری کے ذریعے ابو کرب کے حسن سیرت پر روشنی ڈالی ہے۔ غلاف چڑھانے کے دوسرے دن اسے خواب میں حکم دیا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھاؤ۔ چنانچہ اس نے ایک کپڑا جسے معافر کہا جاتا تھا۔ اس کا غلاف چڑھایا اس کے بعد اسے پھر خواب میں بہتر غلاف چڑھانے کو کہا گیا اس پر اس نے ''ملاء'' یعنی ایسی چادر جو دو پٹ سے ملا کر بنائی گئی ہو اسکا غلاف چڑھایا۔ پھر اسے اسی طرح خواب آیا اب اس نے عمدہ قسم کے یمنی کپڑے جسے ''وصائل'' کہتے تھے اسکا غلاف چڑھایا۔

مکہ میں ۶ روزہ قیام کے بعد ابو کرب مع دونوں یہودی علماء کے واپس یمن روانہ ہوا۔ جب وہ اپنے مرکزی شہر کے پاس پہنچا تو شہر کے لوگ شہر سے باہر نکل آئے اور اسے شہر داخل ہونے سے روک دیا۔ پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ چونکہ تم اپنے دین سے منحرف ہو چکے ہو اور اس کی بجائے مکہ میں ان دیکھے ایک آنے والے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے ہو۔ لہذا اپنے دین سے علیحدگی (چھوڑنے) پر تم اپنے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اپنے ہی لوگوں کا یہ رویہ دیکھ کر ابو کرب نے دونوں یہودی علماء کے مشورے سے انھیں نئے دین کی دعوت دی اور انھیں بتایا کہ یہ دین تمھارے دین سے بہتر ہے۔ ابو کرب کی باتیں سن کر اہل شہر نے کہا کہ اب یہ فیصلہ کس طرح ہو گا کہ کونسا دین بہتر ہے۔ ہمارا دین یا تمھارا دین۔ چنانچہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے آگ پر فیصلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ابو کرب نے یہ فیصلہ قبول کر لیا۔

چنانچہ آگ کی ثالثی کے لیے دن اور وقت مقرر کرنے کے بعد ابو کرب شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ مقررہ دن ابو کرب معہ دونوں یہودی علماء اس غار کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں سے آگ نکلتی تھی اس کی قوم کے سرکردہ بھی اپنے بتوں کے ساتھ غار کے پاس پہنچ گئے۔ اس غار سے ایک آگ نکلا کرتی تھی۔ جو مظلوم

Marfat.com

اور سچے آدمی کو چھوڑ دیتی تھی جبکہ ظالم اور جھوٹے کو جلا کر بھسم کر دیتی تھی۔ چنانچہ جوں ہی دونوں فریق غار کے دہانے کے پاس برائے ثالثی پہنچے یک دم غار سے آگ نکلی اور وہاں جو رذ سا اور پجاری کھڑے تھے انھیں ان کے بتوں سمیت جلا کر راکھ کر دیا۔ جبکہ ابو کرب اور اس کے دونوں ساتھی پسینہ پونچھتے ہوئے صحیح سلامت آگ سے باہر نکل آئے۔ ①

نبی کریم ﷺ اس مکان میں تشریف فرما ہوئے آپ ﷺ نے رہائش کے لیے نچلی منزل کو پسند فرمایا۔ جبکہ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ اوپر کی منزل میں منتقل ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ اوپر کی منزل پر منتقل ہو جائیں کیونکہ میں اس خیال سے بڑا پریشان ہوں کہ میں بے ادبی کا مرتکب ہو رہا ہوں کیونکہ آپ ﷺ نچلی منزل پر تشریف فرما ہیں اور میں اوپر والی منزل پر رہائش پذیر ہوں۔ ② اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی گمان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مصلحت کے تحت میرا نچلی منزل میں رہائش رکھنا ضروری ہے۔ میرے پاس مختلف لوگ اور وفود آتے جاتے ہیں گویا ایک ہجوم لگا رہتا ہے اس آمدورفت کی وجہ سے تمھارے نیچے رہائش پذیر ہونے کی صورت میں تمھاری خانگی زندگی متاثر ہوگی۔

رسالت مآب ﷺ کو کھانا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فراہم کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کھانا تناول فرما لیتے تو بچا ہوا کھانا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کھاتے اور حصول برکت کے لیے جہاں جہاں سے آپ ﷺ نے کھانا استعمال فرمایا ہوتا اس جگہ سے خوب رگڑ رگڑ کر کھاتے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک روایت کے مطابق ۹ ماہ اور ایک روایت کے مطابق ۱۱ ماہ اور چند دن ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔

تعمیرِ مسجد نبوی ﷺ

جس جگہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی وہ زمین دو یتیم بھائیوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ نبی کریم ﷺ نے دونوں بھائیوں کے انکار کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زمین کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا انھوں نے اسی وقت زمین کی قیمت ادا کر دی۔ قیمت کی ادائیگی کے بعد مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا انصار و مہاجرین اور خود نبی کریم ﷺ نے بڑی خوشی اور جوش و جذبہ کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ مسجد کی دیواریں پتھر اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں کی ڈالی گئی۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے ساتھ ہی رسالت مآب ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات بھی تعمیر کیے گئے مسجد نبوی کا رقبہ ۷۰×۶۰ ہاتھ رکھا گیا مسجد کا صحن کچا تھا بارش کے وقت کیچڑ ہو جاتا۔ چنانچہ بعد میں فرش پر کنکریاں بچھا

---

① سراج المنیر جلد:2 ماخوذ طبقات ابن سعد
② ضیاالنبی ﷺ جلد:3 ص:129.

Marfat.com

دی گئیں۔ مسجد نبوی کے شمال مشرقی حصے میں ایک چبوترہ تعمیر کیا گیا جو صفہ کہلاتا تھا۔ اس کے دو مصرف تھے ایک تو یہ اسلام کی پہلی درسگاہ یونیورسٹی تھی۔ جہاں مسلمان مذہبی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دوسرے یہ ان لوگوں کے لیے تھا جو اسلام قبول کرتے مگر ان کا گھر بار نہ تھا وہ بھی یہیں قیام فرماتے مسجد کے ساتھ ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر کیے گئے اور چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھو لیتا۔ یہ حجرے کچی اینٹوں کے تھے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ایک حجرہ تعمیر کیا گیا جس میں اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا مقیم ہوئیں پھر ہجرت کے سات آٹھ ماہ بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی پر دوسرا حجرہ تعمیر ہوا جب اور ازواج رضی اللہ عنہم آتی گئیں پھر مزید حجرے تعمیر ہوتے گئے۔ ①

مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر و توسیع

① توسیع نبوی ﷺ 7 ہجری مسجد کا رقبہ بڑھا کر ۵۰x۵۰ میٹر اور چھت کی بلندی ۵۔۳ میٹر کر دی گئی۔

② عہدِ فاروقی ۱۷ ہجری جنوبی جانب = ۵ میٹر، مغربی جانب = ۱۰ میٹر، شمالی جانب ۱۵ میٹر اور چھت کی بلندی = ۵ میٹر کر دی گئی۔ جبکہ دو ابواب باب السلام اور بابِ نساء کا اضافہ کیا گیا۔

③ عہدِ عثمانی ۲۹ ہجری جنوبی جانب = ۵ میٹر، مغربی جانب = ۵ میٹر اور شمالی جانب = ۵ میٹر کا اضافہ کیا گیا۔

④ عہدِ اُموی ۹۱ ہجری.........مغربی جانب = ۱۰ میٹر، مشرقی جانب = ۱۵ میٹر اور شمالی جانب بھی کچھ توسیع کی گئی، مسجد پر ڈبل چھت بنائی گئی۔ مسجد کے ۲۰ دروازے، ۴ مینار اور محراب کا اضافہ کیا گیا۔

⑤ عہدِ عباسی ۱۴۵ ہجری.........شمالی جانب توسیع کی گئی۔ صفِ اوّل پر چھت ڈال کر بند چبوترہ بنایا گیا۔

⑥ قایتبائی ۸۸۸ ہجری.........حجرہ شریف کی جالیوں کی شرقی جانب ۱۲۔۱ میٹر کا اضافہ کیا، ۱۱ میٹر بلند مسجد کی ایک ہی چھت بنائی گئی اور حجرہ مبارکہ پر ۲ گنبد بنائے گئے۔

⑦ عہدِ ترکی (عثمانیہ) ۱۲۷۷ ہجری.........حجرہ مبارکہ کی جالیوں کی شرقی جانب 2046 میٹر توسیع کی گئی۔ چھت کو گنبدوں کی شکل میں بنایا، جن پر سیسہ کی تختیاں لگائیں گئیں۔

⑧ ملک عبدالعزیز ۱۳۷۶ ہجری.........مشرقی، مغربی اور شمالی جانب ۶۴۰۴ مربع میٹر کی توسیع اور چھت کی بلندی ۵۵۔۱۲ میٹر کی۔

⑨ شاہ فہد ۱۴۱۴ ہجری.........۸۶۰۰۰ مربع میٹر کی توسیع کر کے نمازیوں کی گنجائش ۹ گنا بڑھا دی۔

---

① ضیاء النبی ﷺ جلد:3 ص:153.

Marfat.com

مسجد نبوی ﷺ کے متعلق معلومات (موجودہ)

① متحرک گنبدوں کی تعداد = ۲۷
② گنبدوں میں استعمال شدہ سونا = ۴۸ کلوگرام
③ گراؤنڈ فلور کے ستون = ۲۱۷۴
④ ستونوں میں استعمال شدہ پیتل = ۱۴۰۰ ٹن
⑤ تہہ خانہ کے ستون = ۲۵۵۴
⑥ تہہ خانہ کا رقبہ = ۷۹۰۰۰ معرلع میٹر
⑦ چھت کے ستون = ۵۵۰
⑧ متحرک سیڑھیاں = ۴
⑨ عام سیڑھیاں = ۱۸
⑩ ایک دروازے کا وزن = ۲۴۵ ٹن
⑪ نگران کیمروں کی تعداد = ۵۴۳
⑫ مسجد کے گرد صحن کا رقبہ = ۲۳۵۰۰۰ مربع میٹر
⑬ بنیادوں کی گہرائی = ۴.۵ میٹر
⑭ ائیر کنڈیشنگ کے لیے سُرنگ کی لمبائی = ۷ کلومیٹر
⑮ سرنگ کی چوڑائی = ۴.۱۰ میٹر، بلندی = ۴.۱۰ میٹر
⑯ بجلی گھر اور ائیر کنڈیشنگ پلانٹ کا رقبہ = ۷۰۰۰۰ مربع میٹر

رسالت مآب ﷺ کی گزر بسر

جب رسالت مآب ﷺ نے ہجرت فرمائی اس وقت آپ ﷺ کا کوئی ذریعہ آمدن نہ تھا۔ نو سے گیارہ ماہ کا عرصہ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی مہمان داری میں گزر گیا۔ جب اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اس وقت آپ ﷺ کے انصاری ہمسائے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہما، اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ جو کہ نہایت دولت مند رؤساء تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا کرتے تھے اور اکثر اسی پر گزر اوقات تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رات کے کھانے پر ہمیشہ ایک بڑا پیالہ بھیجا کرتے تھے جس میں کبھی دودھ اور کبھی گھی ہوا کرتا تھا۔

اذان کی ابتدا

اب تک نماز باجماعت کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اندازاً وقت کا تعین کرتے اور نماز پڑھتے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ طریقہ پسند نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں غور کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا۔ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی رائے دی۔ کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد میں علم کھڑا کر دیا جائے۔ لوگ دیکھ دیکھ کر نماز کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ایک آدمی بلند آواز سے مسلمانوں کو نماز کے لیے پکارے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وقت نماز الصلوٰۃ جامعہ کی صدا بلند کریں۔

Marfat.com

ایک دن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو اپنا خواب سنایا کہ ایک آدمی کعبہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا لگا رہا ہے۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا خواب سنایا۔ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہم کا خواب سچا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے موافق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اس طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے موذن مقرر ہوئے۔

مواخات

مکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کی تھی کیونکہ وہ کفار مکہ سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لیے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔ اگرچہ انصاری بھائیوں کے گھروں کی حیثیت ان کے لیے مہمان خانے کی سی تھی۔ مگر یہ مستقل انتظام نہ تھا۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں رشتہ اخوت قائم کرنے کے لیے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر مہاجرین اور انصار کو طلب فرمایا۔ مہاجرین کی اس وقت تعداد پینتیس تھی پھر انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔ پھر دو دو مہاجرین اور انصار کو بلاتے اور انکے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ میں دے کر فرماتے یہ اور تم بھائی بھائی ہو اس طرح تمام مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم کر دیا گیا۔ جن میں چند اسمائے گرامی کی تفصیل یہ ہے۔

مہاجرین	انصار
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	حضرت سلامتہ بن دقش رضی اللہ عنہ
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ
حضرت بلال رضی اللہ عنہ	حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ	حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح مسلم، ترمذی، نسائی۔

Marfat.com

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ.................حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ.................حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ.................حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

اس مواخاۃ (بھائی چارے) سے جاہلیت کی عصبیتیں تحلیل ہو کر حمیت و غیرت، رنگ و نسل اور وطن کے امتیازات مٹ کر رہ گئے۔ انسانی بلندی و پستی کا معیار، جاہ و حشمت اور دولت و مروت کی بجائے انسانیت اور تقویٰ کی بنیاد بنا۔ مہاجرین جنھوں نے دین کی خاطر بڑی تکلیفیں اور مظالم برداشت کیے تھے۔ دین کی حفاظت اور سربلندی کے لیے اپنا گھر بار بیوی بچے مال و دولت کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تو انصار نے اپنے ان مہاجرین بھائیوں کی دلجوئی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ انھیں اپنے گھروں میں لے گئے اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو اس نے اپنے مہاجر بھائی کو کہا کہ ان میں سے ایک اپنے لیے پسند کر لو۔ میں تمھارے لیے اسے ابھی طلاق دے دیتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ ہمارے کھجوروں کے باغ ہمارے درمیان تقسیم فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

رسالت مآب ﷺ کے قائم کردہ بھائی چارے میں ایثار و غم گساری اور موانست کے جذبات تھے۔ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت، حکیمانہ سیاست تھی۔ اس میں محبت، خلوص، ایثار اور قربانی کا جذبہ تھا۔ مہاجرین نے بھی اس کرم اور نوازش کی قدر کی اور انصار کے جذبات سے کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کر سکیں۔ انھوں نے نہایت مستعدی کے ساتھ محنت و مزدوریاں کیں۔ دکانداری اور تجارت شروع کی اور اپنی ضروریاتِ زندگی اپنی قوتِ بازو سے حاصل کر کے اپنے انصاری بھائیوں کے لیے تقویت کا باعث بن گئے۔ یہ باہمی مواخات کب قائم کی گئی اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں یعنی ہجرت کے ۳، ۵، ۹ یا ۱۲، ماہ بعد مگر اس پر اتفاق ہے کہ مواخات تعمیر مسجدِ نبوی ﷺ کے وقت قائم ہوئی۔ [1]

پہلی سیاسی دستاویز میثاق مدینہ

نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے ایک نیا معاشرہ معرض وجود میں آیا اور اس کے ساتھ ہی عدل و مساوات پر مبنی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ اس نئی اسلامی ریاست کی بقا اور سلامتی بھی ضروری تھی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مواخات صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی مہاجرین اور انصار کا بھائی چارہ قائم کرنے کے بعد مدینہ میں قیام پذیر مختلف اقوام یعنی مسلمان، یہود، نصاریٰ اور منافقین کے درمیان ایک معاہدہ قائم کیا تاکہ مدینہ میں نہ صرف امن و امان قائم رہ سکے بلکہ ایک بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔ چنانچہ طے پایا کہ:

---

[1] ضیاء النبی ﷺ جلد: 3 ص: 177.

Marfat.com

① کوئی فریق کسی دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچائے گا۔
② معاہدے کے فریق مدینہ کو حرم تصور کرتے ہوئے اس میں کسی قسم کا فساد نہ پھیلائیں گے۔
③ اگر کوئی فریق یا شخص ظلم کرے گا تو سب اس کی مخالفت کریں گے۔
④ معاہدے کے فریقین میں سے کوئی کسی مشرک قریش کو پناہ نہ دے گا۔
⑤ ایک فریق کا حلیف دوسرے کا بھی حلیف تصور ہوگا۔
⑥ معاہدے کے فریقین آپس میں بھلائی اور خیر خواہی کا برتاؤ کریں گے۔
⑦ ہر فریق کو مذہبی آزادی ہوگی۔
⑧ جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کا قصاص لیا جائے گا۔
⑨ ہر مجرم اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا نیز اس کا حلیف بھی ذمہ دار ہوگا۔
⑩ ہر فریق اپنے اپنے گلی محلے میں نظم وضبط کا ذمہ دار ہوگا۔
⑪ مدینہ میں امن وسلامتی برقرار رکھی جائے گی اس میں ہر شخص برابر کا شریک ہوگا۔
⑫ کسی مسلمان کے لیے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ کرنے والے کی مدد کرے۔
⑬ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا اور نہ ہی کسی مسلمان کے خلاف مدد کرے گا۔
⑭ کسی بیرونی دشمن کے مدینے پر حملہ کرنے کی صورت میں تمام فریق مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اس جنگ کے تمام اخراجات مشترکہ طور پر برداشت کریں گے۔
⑮ کسی فریق کے ساتھ جھگڑے یا تنازعے کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو تمام فریق تسلیم کریں گے۔

اس معاہدے کی بدولت مسلمان مدینہ منورہ میں امن وسکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مدینہ میں اندرونی استحکام آنے پر نبی کریم ﷺ پوری یکسوئی کے ساتھ تبلیغ دین کی طرف سرگرم عمل ہوئے اور قریش مکہ کی سازشوں کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ نیز اس معاہدے کی بدولت نبی کریم ﷺ ایک نیا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس نئے معاشرے کے اجزائے ترکیبی نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے اور اتنی مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئے کہ تاریخ کا دھارا ہی بدل دیا۔

منافقت کی ابتدا

عبداللہ بن ابی بن سلول اوس وخزرج قبائل کا سردار تھا۔ یہ شخص نہایت عقل مند، تجربہ کار، ہوشیار اور چالاک تھا۔ لوگ ہر معاملے میں اس سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور دونوں قبائل اس کی مرضی کے

Marfat.com

خلاف کوئی معاملہ نہ کرتے تھے اس کی مقبولیت کی بدولت تمام اہل مدینہ نے اسے مدینہ کا بادشاہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ اس کے لیے طے پایا کہ ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد کر کے عبداللہ بن ابی کی بادشاہت کا اعلان کیا جائے گا اس مقصد کے لیے بادشاہ کے لیے تاج بھی بنوالیا گیا ابھی یہ پروگرام بن ہی رہے تھے کہ مدینہ کے اندر اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور آخر کار نبی کریم ﷺ بھی مدینہ میں تشریف فرما ہو گئے۔ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کو سب پر برتری حاصل ہوگئی کیونکہ میثاق مدینہ میں تسلیم کر لیا گیا کہ تمام تر مقدمات، تنازعات میں رسالت مآب ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کریں گے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ بن ابی کا بادشاہت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

عبداللہ بن ابی نہایت چالاک ہوشیار اور زیرک آدمی تھا اور نبی کریم ﷺ کو اپنا رقیب اور دشمن سمجھتا تھا مگر بدلتے ہوئے حالات پر اس کی گہری نظر تھی۔ اس نے سوچا کہ اعلانیہ طور پر نبی کریم ﷺ سے دشمنی بے سود ہے۔ چنانچہ اپنی دشمنی، بغض، حسد اور کینہ کو دل میں چھپائے اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا اور باطنی طور پر مشرک ہی رہا۔

مدینہ میں اسلام کی آمد سے پہلے قبائل اوس و خزرج پر اس کو مکمل کنٹرول حاصل تھا۔ چنانچہ اوس و خزرج کے وہ لوگ جو ابھی تک مشرک تھے۔ وہ اب بھی اس کے زیر اثر تھے قریش مکہ کو مسلمانوں کا مدینہ منورہ میں امن وسکون اور آزادی سے رہنا کسی طرح گوارہ نہ تھا نیز اسلام کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جارہا تھا۔ اسلام کا یہ پھیلاؤ ان کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ چنانچہ انھوں نے سازش کی اور عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو ہماری مرضی کے خلاف قیام کی اجازت دی ہے۔ تم اس سے لڑو اور اسے مدینہ سے نکال دو بصورت دیگر ہم مدینہ پر حملہ آور ہو کر تمھارے تمام جوانوں کو قتل کر دیں گے۔ قریش مکہ کا پیغام ملتے ہی عبداللہ بن ابی کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے روشنی نظر آئی۔ چنانچہ اس نے مدینہ کے تمام مشرکوں کو جمع کیا اور قریش مکہ کا پیغام سنا کر انھیں لڑائی کے لیے آمادہ کیا۔ اتفاقاً رسالتمآب ﷺ کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے اجتماع کا حال معلوم ہوا وہ فوراً اس اجتماع میں تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قریش مکہ تمھیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اگر تم ان کی دھمکی اور دھوکے میں آ گئے تو بہت بڑا نقصان ہوگا کیونکہ اگر کفار مکہ نے مدینہ پر حملہ کیا تو ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں گے اور یہ ہمارے لئے بہت آسان ہے۔ لیکن اگر تم مسلمانوں کے خلاف لڑے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بیٹوں بھائیوں اور رشتہ داروں کے قتل کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ گویا تم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لو گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ کفار مکہ کو صاف جواب دے کر اپنے کیے ہوئے عہد پر قائم رہو رسالت مآب ﷺ کی بات سن کر تمام مجمع نے آپ ﷺ کی تائید کی اور اسی وقت منتشر ہو گئے۔ اس طرح کفار مکہ اور عبداللہ بن ابی کی سازش ناکام ہوئی۔

Marfat.com

سنہ ۱ھ کے متفرق واقعات

① ہجرتِ مدینہ کے پہلے سال یعنی ۱ھ میں نماز کے لیے اذان شروع ہوئی۔

② یہودیوں کے ممتاز عالم دین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

③ جزیرۃ العرب میں جنگ میں خندق متعارف کرانے والے ممتاز صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پہلے مجوسیت سے عیسائیت اور پھر عیسائیت سے اسلام کے گوشہ عافیت میں پناہ لی۔

④ اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی۔

ہجرت کا دوسرا سال

رسالت مآب ﷺ مکہ سے کفار کی آنکھوں میں دھول جھونک کر صحیح سلامت مدینہ شریف پہنچے تو قریش اپنے آپ کو شکست خوردہ سمجھنے لگے۔ چنانچہ اب ان کے نزدیک سب سے ضروری کام مسلمانوں کو تباہ کرنا تھا۔ اب انھوں نے آپس کی رقابتوں اور معمولی رنجشوں کو پس پشت ڈال کر اپنی تمام تر قوتیں اور طاقتیں صرف اور صرف ایک ہی کام کے لیے استعمال کرنے کا اہتمام کیا۔

مدینہ مکہ سے تقریباً ۳۰۰ میل دور تھا۔ چنانچہ مدینہ پر حملے کی صورت میں راستے کے قبائل اور اقوام کو بھی اپنا ہمنوا بنانا ضروری سمجھا اور اس سلسلے میں یہود اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے بھی برابر خط و کتابت جاری رکھی ادھر قریش مکہ اپنی جنگی تیاریوں اور ساز باز میں مشغول تھے تو ادھر نبی کریم ﷺ بھی مدینے کے دفاعی انتظامات سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ اردگرد کے علاقے میں مسلمان کی دھاک بٹھانے اور قریش مکہ کو یہ باور کرانے میں مصروفِ عمل تھے کہ مدینہ منورہ میں اب نہ صرف اسلامی ریاست قائم ہو چکی ہے بلکہ مسلمان ایک قوت بن چکے تھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ بذاتِ خود ایک لشکر لے کر مدینے سے نکلے اور ودان کے مقام پر پہنچے۔ آپ ﷺ کا اصل مقصد بنوضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو کی سرکوبی تھا۔ اس نے بغیر جنگ کیے آپ ﷺ سے صلح کر لی اور آپ ﷺ کامیابی سے واپس مدینہ لوٹ آئے تاریخ میں اس غزوہ کا نام غزوہ ودان درج ہے۔

اس غزوہ میں پرچم کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور پرچم کا رنگ سفید تھا۔

سریہ سیف البحر رمضان ۱ھ (مارچ ۶۲۳ء)

نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ۳۰ مہاجرین پر مشتمل ایک لشکر ساحل بحر کی طرف ابوجہل اور اس کے ۳۰۰ آدمیوں کا پتہ چلانے کے لیے روانہ کیا۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دست

Marfat.com

مبارک سے تاریخ کا پہلا سفید رنگ کا جھنڈا[1] حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور حضرت ابو مرثد کنانہ بن حصین عفوی رضی اللہ عنہ علمبردار مقرر ہوئے۔ یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور ساحل سمندر کے قریب مقام عیص پر دشمن سے آمنا سامنا ہو گیا مگر فریقین کے درمیان جنگ ٹل گئی اور تاریخ میں یہ سریہ "سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

سریہ رابغ شوال ۱ھ اپریل ۶۲۳ء

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں انھیں سفید علَم دے کر حضرت مسطح بن اثاثہ بن مطلب رضی اللہ عنہ کو علمبردار مقرر کر کے قریش مکہ کی جانب روانہ فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق ان کے زیر کمان ۶۰ آدمی اور دوسری روایت کے مطابق ۸۰ افراد تھے۔ اس لشکر کو ثنیۃ المرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ رابغ کی وادی میں ابوسفیان سے سامنا ہوا۔ ابوسفیان کے ہمراہ ۲۰۰ آدمی تھے۔ اس گروہ نے مسلمانوں سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی بلکہ اپنا آپ بچا کر نکل گئے۔ یہاں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے دشمن کے گروہ کی طرف ایک تیر مارا اور اسلام کے لیے یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے چلایا گیا۔ اس سریہ میں دو مسلمان جنھوں نے اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا یعنی حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن رضوان رضی اللہ عنہ۔ یہ دونوں مسلمان لشکرِ کفار کے ساتھ اس غرض سے نکلے تھے کہ جہاں موقع ملا مسلمانوں کے ساتھ جا ملیں گے چنانچہ موقع ملتے ہی وہ لشکرِ اسلام سے آملے۔

سریہ ضرار ذی قعد ۱ھ (مئی ۶۲۳ء)

رسالت مآب ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس صحابہ کی کمان دے کر قریش کے قافلے کا پتہ لگانے کے لیے روانہ فرمایا۔ اس لشکر کے علَم کا رنگ بھی سفید تھا اور حضرت مقداد بن عمرو علمبردار مقرر کیے گئے۔ اس لشکر کی ذمہ داری ایک مخصوص قافلے کا سراغ لگانا تھا۔ اس لیے یہ پیدل روانہ ہوئے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کی خاطر رات کو سفر کرتے اور دن بھر چھپے رہتے۔ پانچ روز کے سفر کے بعد جب بوقت صبح مقام ضرار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے اس جگہ سے روانہ ہو چکا ہے۔

غزوہ بواط ربیع الاول ۲ھ ستمبر ۶۲۳ء

نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود دو سو صحابہ کرام کے ہمراہ مقام بواطِ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ سفید علَم دے کر حضرت سعد بن ابی

---

[1] ضیاء النبی ﷺ جلد 3 ص:242.

Marfat.com

وقاص رضی اللہ عنہ کو علمبردار مقرر فرما کر روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا مقصد قریش کا ایک قافلہ تھا جو امیہ بن حلف کی زیر کمان سو آدمیوں اور اڑھائی ہزار اونٹوں کے ساتھ محوِ سفر تھا۔ چنانچہ آپ ۴۸ میل کا سفر طے کر کے مقام بواط پہنچے مگر قافلے سے سامنا نہ ہوا۔

غزوہ سفوان ربیع الاول ستمبر ۶۲۳ء

مکہ کے ایک رئیس کرز بن جابر فہری نے مشرکین کے ایک لشکر کے ساتھ مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کیا اور کچھ مویشی لوٹ لیے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سفید علَم دے کر علمبردار مقرر کیا اور ۷۰ صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مگر جب کرز بن جابر فہری کو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ خود لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے تعاقب کر رہے ہیں تو وہ بھاگ نکلا آپ ﷺ بدر کے اطراف میں واقع وادی سفوان تک تشریف لے گئے مگر ٹکراؤ نہ ہوا۔ بعض اہل سیر نے اس غزوہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی تحریر کیا ہے۔

غزوۂ ذی العشیرہ جمادی الاول والآخر ۲ھ نومبر، دسمبر ۶۲۳ء

آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ مکہ سے شام کی طرف تجارت کے لیے جا رہا ہے۔ آپ ﷺ اس قافلے کے تعاقب میں ۲۰۰ مہاجرین کے ساتھ مدینہ میں حضرت ابوسلمہ بن اسد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر سفید علَم کی علمبرداری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر مدینے سے روانہ ہوئے۔ یہ سفر فوراً کیا گیا چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مرضی سے لشکر کے ساتھ شامل ہوئے۔ سواری کے لیے جانور نہایت ہی کم تھے یعنی صرف ۳۰ اونٹ تھے۔ ذی العشیرہ مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر تھا اس لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

ابن اسحاق کے مطابق جمادی الاول کے آخر میں لکھا ہے جب کہ کچھ اہل سیر نے جمادی الثانی تحریر کیا ہے یعنی مہینے کے تعین میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بنو مدلج اور انکے حلیف قبیلہ بنو ضمرہ کے ساتھ معاہدہ کیا بنو ضمرہ کا سردار مخشی بن عمرو ضمری تھا معاہدے کے الفاظ درج ذیل تھے۔

هذا كتاب من محمد رسول الله لبنى ضمرة فانهم على اموالهم الا ان يحاربوا فى دين الله ما تل بعر صوفة وان النبى اذا دعاهم لنصره اجابوا۔

ترجمہ: ''محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریر ہے۔ بنو ضمرہ کے لیے ان لوگوں کا مال و جان محفوظ رہے گا اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا اس کے مقابلے میں ان کی مدد کی جائے گی بجز اس

Marfat.com

صورت کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلے میں لڑیں اور پیغمبر ﷺ جب ان کو مدد کے لیے بلائیں تو یہ مدد کو آئیں گے۔''①

نبی کریم ﷺ اب بہت زیادہ محتاط ہو گئے۔ چنانچہ اس احتیاط کے طور پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو بارہ مہاجرین کے ایک دستے کے ہمراہ روانہ فرمایا اور انھیں ایک تحریر دی اور حکم فرمایا کہ اس تحریر کو دو دن کے سفر کے بعد کھول کر دیکھنا۔ چنانچہ انھوں نے دو دن کے سفر کے بعد تحریر کھول کر پڑی تو اس میں لکھا تھا۔

''جب تم میری اس تحریر کو دیکھو تو آگے بڑھ کر مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر رک کر گھات لگا کر قریش کے قافلے کے بارے میں ہمیں مطلع کرو۔''

خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سفر لمبا ہے جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے کیونکہ مجھے تو ہر حال میں آگے بڑھنا ہے۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی اٹھ کر آپ کے ساتھ شریکِ سفر ہوئے کسی نے بھی واپسی کا نہ سوچا۔ حالانکہ سفر دشوار اور لمبا تھا سواری کے لیے دو صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے۔ سفر کے دوران ہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا اور یہ دونوں بزرگ پیدل شریک سفر ہو گئے اور اپنے دستے سے پیچھے رہ گئے۔ ایک لمبے سفر کے بعد یہ دستہ مقام نخلہ پہنچا تھوڑی دیر کے بعد قریش کا ایک قافلہ گذرا جس میں اونٹوں پر کشمش، چمڑا اور سامان تجارت لدا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ یہ ماہ رجب ہے جو کہ حرمت والا مہینہ ہے اور آج اس کا آخری دن ہے مگر اس کے ساتھ ہی اگر قافلے کو نہ روکا گیا تو ایک دن بعد وہ قافلہ حدودِ حرم میں داخل ہو جائے گا۔ کافی دیر سوچ و بچار کے بعد قافلے پر حملے کا فیصلہ ہوا۔ قافلے میں عبداللہ بن مغیرہ کے دو بیٹے عثمان اور نوفل، حکیم بن کیسان اور عمرو بن حضرمی شامل تھے۔ حملے کا فیصلہ ہوتے ہی واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر ٹھکانے لگا دیا۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عثمان اور حکیم کو گرفتار کر لیا جب کہ نوفل بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ حملے کے نتیجے میں سارا سامانِ تجارت چھین لیا گیا اور دو آدمیوں کو قید کر کے مدینہ واپس پہنچے اور قیدی اور مالِ غنیمت نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا نبی کریم ﷺ نے مالِ غنیمت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی برہم ہو کر فرمایا:

صنعتم ما لم تومروہ وقاتلتموا فی الشھر الحرام و لم تومروا القتال.

---

① زرقانی جلد:1 ص:454۔ سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:184.

Marfat.com

ترجمہ: ''تم نے وہ کام کیا (قافلہ لوٹا) جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور ماہ حرام میں لڑے حالانکہ اس مہینے میں تمہیں لڑنے کا حکم نہ تھا۔''①

عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نبی کریم ﷺ کی اظہارِ ناراضگی پر بہت شرمندہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے حکم کی سرتابی پر بہت پچھتائے۔

سریہ نخلہ ایک ایسا سریہ ثابت ہوا جس نے تمام تر غزوات اور خصوصی طور پر غزوہ بدر کی بنیاد رکھ دی کیونکہ اس سریہ میں جو قتل اور گرفتار ہوئے وہ قریش مکہ کے بہت ہی معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ عمرو بن حضرمی عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ جو حرب بن امیہ کا حلیف تھا۔ حرب قریش کا رئیس اعظم تھا۔ اور عبد المطلب کے بعد مکہ کی سرداری اسی کو حاصل تھی عثمان (گرفتار شدہ) اور نوفل مغیرہ کے پوتے تھے اور مغیرہ مکہ میں دوسرے درجے کا رئیس تھا مغیرہ ولید کا باپ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دادا تھا۔ چنانچہ اس واقعے نے قریش کو مشتعل کر دیا اور ہر طرف سے ''ثار'' یعنی انتقام کی صدا بلند ہونے لگی اور یوں ''ثار'' یعنی انتقام کی بنیاد قائم ہوگئی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر اور اس کے بعد تمام لڑائیوں کا سبب یہی عمرو بن حضرمی کا قتل تھا۔

غزوۂ بدر

قریش مکہ نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ انھوں نے عبداللہ بن ابی کو خط کے ذریعے متنبہ کر دیا تھا کہ یا تو محمد ﷺ کو مدینے سے نکال دو یا قتل کر دو یا پھر ہم خود آ کر محمد ﷺ کے ساتھ ہی تمھارا فیصلہ بھی کیے دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قریش چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں اطرافِ مدینہ کا چکر لگاتے رہتے تھے اور کرز فہری کا مدینہ کی چراگاہ پر حملہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ کسی بھی جنگ میں سب سے ضروری چیز مصارفِ جنگ کا بندوبست ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے قریش نے ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کی طرف تجارت کے لیے بھیجا۔ اس تجارتی قافلے میں تمام روسائے مکہ نے اپنا اپنا کثیر سرمایہ اس نیت سے لگایا کہ اس کے منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال کیا جائے گا۔ اس تجارتی قافلے میں سامان تجارت کی فراوانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف سامان تجارت کی حفاظت کیلئے ۴۰ محافظ ساتھ تھے اور وہ عورتیں جو کاروبار تجارت میں بہت کم حصہ لیتی تھیں ان کا بھی ایک ایک نمائندہ قافلے کے ہمراہ تھا۔ یہ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جن پر تقریباً پچاس ہزار دینار کا سامان لدا ہوا تھا۔ ابوسفیان کو ملک شام ہی میں عمرو بن حضرمی کے قتل کا پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی واپسی کے سفر میں بہت محتاط تھا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو تجارتی قافلے کی واپسی کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے۔

---

①سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:185.

Marfat.com

اس تجارتی قافلے پر قریش کا کثیر سرمایہ لگا ہوا ہے اس لیے اس قافلے کی طرف نکلو شاید اللہ تبارک و تعالیٰ اس میں تمھیں کچھ مالِ غنیمت دے دے۔ ادھر ابوسفیان اس قافلے کی سلامتی کے بارے میں بڑا فکرمند تھا۔ اسے راستے میں جو بھی آدمی ملتا اس سے مسلمانوں کے بارے میں پوچھتا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں مسلمان اس قافلے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ آخر اسے ایک سوار نے بتایا کہ محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قافلے کے لیے نکلنے کی دعوت دی ہے۔ اس پر ابوسفیان بہت گھبرایا پھر اس نے ضمضم بن عمرو کو تیزی سے روٗسائے مکہ کی طرف بھیجا کہ مسلمان اس قافلے کو روکنے والے ہیں۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو نہایت تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

عاتکہ کا خواب

ضمضم بن عمرو کے مکہ پہنچنے سے تین دن قبل ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی عاتکہ نے اپنے بھائی حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) (جو ابھی حالت کفر میں تھے) سے کہا کہ رات کو میں نے عجیب وغریب خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں بڑی خوفزدہ ہوں۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے خواب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے دیکھا ایک اونٹ سوار وادی ابطح میں نمودار ہوا اور نہایت ہی بلند اور گرجدار آواز میں بولا اے غدارو! اپنی جگہوں سے بچھڑنے کے لیے تین دن کے اندر جنگ کے لیے پہنچو۔ دوسری مرتبہ وہ سوار حرم کعبہ میں نمودار ہوا اور یہی الفاظ دوہرائے۔ تیسری مرتبہ یہ سوار ایک اور جگہ نمودار ہوا اور یہی الفاظ دوہرائے۔ چوتھی مرتبہ یہ سوار پھر دکھائی دیا اس نے ایک چٹان اٹھائی اور اسے ایک طرف لڑھکا دیا پھر یہ چٹان ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ پھر یہ ٹکڑے مکہ کے تمام گھروں میں گرے اور کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں یہ ٹکڑے نہ گرے ہوں۔ چنانچہ اس خواب کی وجہ سے میں بڑی خوفزدہ ہوں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے انھیں دلاسہ دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ ①

حضرت عباس رضی اللہ عنہ خواب سن کر اپنے دوست ولید بن عتبہ کے پاس گئے اور اس سے اس خواب کا ذکر کیا ساتھ ہی تنبیہ کی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ مگر ولید اس خواب کو راز میں نہ رکھ سکا نتیجے کے طور پر یہ خواب کی بات پورے مکہ میں مشہور ہوگئی۔ دوسرے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ حسبِ عادت صبح سویرے طواف کے لیے حرم پہنچے تو وہاں پر ابوجہل اپنے دوستوں کے ہمراہ موجود تھا۔ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور نہایت طنزیہ اور گستاخانہ انداز میں کہا کہ کیا تم مردوں میں ایک نبی کافی نہ تھا کہ اب عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ②

---

① سراج المنیر جلد:1 ص:514۔ ماخوذ ابن ہشام۔
② ضیاء النبی ﷺ جلد:3۔ ص:294۔

Marfat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کا اظہار کیا تو جواب میں اس نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کر کے مزید طنز کیا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ خاندان بنو ہاشم کی مستورات کو جب ابوجہل کی گستاخی کا پتہ چلا تو وہ تمام اکٹھی ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور انھیں سخت سست کہنے کے بعد کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بدکار ابوجہل کو ترکی بہ ترکی جواب کیوں نہ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور غصے میں بولے کہ اگر اس نے آئندہ کوئی بے ہودہ گفتگو کی تو اس کی خبر لوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو دن بڑے کرب میں گزارے تیسرے دن وہ غصے سے بھرے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو انھوں نے دیکھا کہ اس وقت دبلا پتلا، تیز مزاج، تیز نظر اور تیز زبان والا ابوجہل خانہ کعبہ سے نکل رہا ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسکو صلواتیں سنانے ہی کو تھے کہ اتنے میں ضمضم بن عمرو اس حالت میں ابوجہل کے پاس پہنچا کہ اس نے اونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی کجاوہ الٹا پڑا تھا اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور وہ زور زور سے چلا رہا تھا۔

اے گروہِ قریش! تمھارے سامان والے اونٹ، تمھارے سامان والے اونٹ، سنو محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی گھات میں بیٹھے ہیں ان سے اپنا سامان تجارت بچاؤ جو ابوسفیان لے کر گیا ہے۔ اس شور و غل میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی بات کرنا بھول گئے۔ قریش نے بڑی سرعت سے جنگ کی تیاری شروع کر دی قریش مکہ بڑے غیض و غضب کے عالم میں تھے۔

اسلامی لشکر

نبی کریم ﷺ تین سو سے زائد (۳۱۳۔ ۳۱۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے اس لشکر میں ۸۲۔ ۸۳ مہاجر اور بقیہ انصار تھے۔ انصار میں سے ۶۱ قبیلہ اوس اور ۱۷۰ قبیلہ خزرج سے تھے مہاجرین کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انصار کا علم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔ مدینہ کا انتظام اور امامت حضرت اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ پھر مقام روحا پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا منتظم بنا کر واپس بھیج دیا۔

لشکر اسلام کی بے سروسامانی

مدینہ سے نکل کر نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کا معائنہ فرمایا تو تین سو تیرہ مرد تھے اور کچھ کم سن بچے تھے۔ آپ ﷺ نے بچوں کو واپس بھیجنا چاہا ان میں سے بعض نے اصرار کیا انہیں ساتھ ہی جانے دیں۔ اس طرح اسلامی لشکر کی تعداد ۳۱۳ یا ۳۱۴ ہو گئی۔ لشکر کے پاس دو گھوڑے تھے جن پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ کل ۸۰ اونٹ تھے چنانچہ ہر اونٹ پر تین تین چار چار باری باری سوار

Marfat.com

ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک اونٹ نبی کریم ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ سامانِ جنگ کے لیے چند تلواریں، چند نیزے اور چند ہی تیر کمان تھے اکثر خالی ہاتھ تھے کچھ لاٹھیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ مسلمان فاقہ زدہ ناتواں اور ضعیف تھے۔ کسی کے پاس تلوار تھی تو نیزہ اور کمان نہ تھی۔ کسی کے پاس نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی۔ یعنی مکمل ہتھیار کسی کے پاس بھی نہ تھے۔ بے سروسامانی کا عالم تھا مگر دل عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار اور لبریز تھا۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں تاریخ کا یہ انوکھا لشکر ۱۲ رمضان ۲ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوا۔

جنگ کے لیے اہلِ مکہ کی تیاری

قریش مکہ نہایت غیظ وغضب کے عالم میں یہ کہتے ہوئے مکہ سے روانہ ہوئے کہ محمد ﷺ کے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ عمرو بن حضرمی کے قافلے جیسا قافلہ ہے۔ اب انھیں پتہ چل جائے گا کیونکہ ہمارا معاملہ کچھ اور ہے۔ ان لوگوں کی تعداد جنگ کی ابتدا میں تیرہ سو تھی جو نہایت ہی شان وشوکت سے مکہ سے نکلے۔ ان میں قریش کے بڑے نامور رؤساء یعنی ابوجہل اور عتبہ، شیبہ، ولید، خقلہ، عبیدہ، عاصی، حرث، طتیمہ، عقیل، ابوالبختری، مسعود، بینہ، فبہ، نوفل، سائب، رفاہہ وغیرہ شامل تھے۔ لشکر کا سپہ سالار ابوجہل تھا۔ اب یہ ایک ہزار تین سو کا لشکر تھا۔ سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ پورا لشکر مکمل ہتھیاروں سے لیس تھا۔ تمام لشکر زرہ پوش تھا۔ گانے والیاں اور رجز پڑھنے والیاں اور رقاص عورتیں ہمراہ تھیں۔

یہ کیل کانٹے سے لیس لشکر تیز رفتاری سے شمال کے رخ پر بدر کی جانب روانہ ہوا۔ وادی عسفان اور قدیر سے گذرتا ہوا جحفہ پہنچا تو انھیں ابوسفیان کا پیغام موصول ہوا کہ میں قافلے کو با حفاظت نکال لایا ہوں اس لیے آپ واپس چلے جاؤ۔ یہ پیغام ملتے ہی عسکری لشکر نے چاہا کہ واپس چلیں مگر ابوجہل نہ مانا۔ اخنس بن شریق نے بھی یہی مشورہ دیا مگر ابوجہل نہ مانا۔ چنانچہ اخنس جو کہ بنوزہرہ کا حلیف اور انکا سردار بھی تھا۔ بنوزہرہ کے تین سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر مکہ کو واپس چلا گیا۔ اب لشکر کی تعداد ایک ہزار رہ گئی۔ بنو ہاشم نے بھی چاہا کہ واپس چلے جائیں مگر ابوجہل نے نہایت سختی سے انھیں روک لیا۔

جہیم بن الصامت کا خواب

قریش مکہ کا لشکر جب مقام الجحمہ پہنچا اور ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی با سلامت پہنچنے کی خبر مل گئی تو واپسی کی بجائے ابوجہل نے مسلمانوں سے ٹکرانے کا عندیہ دیا۔ تو جہیم بن الصامت نے لشکر کے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا اے رئیسانِ قریش! رات کو میں نے خواب میں دیکھا ایک گھڑسوار آیا اور ایک جگہ کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ اس کا اونٹ بھی تھا۔ سوار نے اونچی آواز سے عتبہ، شیبہ، ابوالحکم بن ہشام (ابو

Marfat.com

جہل)، امیہ، ولید اور بے شمار سرداروں کے نام پکارتے ہوئے کہا کہ یہ سب مارے گئے۔ پھر اونٹ کے سینے پر ضرب لگا کر ہمارے لشکر کی طرف چھوڑ دیا پھر کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جسے اس نے خون سے تر نہ کیا ہو۔ یہ سن کر ابو جہل نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کہ لو اور سنو خاندان ابو مطلب میں (نعوذ باللہ) ایک اور نبی پیدا ہو گیا ہے۔ جہیم کا تعلق خاندان ابو مطلب سے تھا۔ الغرض ابو جہل نے کسی کی نہ مانی اور لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم بدر تک جائیں گے تین دن وہاں قیام کریں گے وہاں کھانا کھائیں گے اور رقص و سرود کی محفلیں سجائیں گے۔ اس طرح سرزمین حجاز میں ہمارے رعب کی دھاک بیٹھ جائے گی۔

اسلامی لشکر جانبِ بدر

نبی کریم ﷺ اپنے نامکمل لشکر کو لے کر بئرِ روحا پہنچے۔ وہاں سے مکہ کا راستہ بائیں جانب چھوڑ کر داہنے جانب کترا کر چلتے ہوئے نازیہ پہنچے۔ نازیہ کے ایک گوشے سے وادی رحقان کو عبور کیا۔ اس کے بعد درہ صفرا سے گذرے اور وادی صفرا کے قریب پہنچ کر بسیس بن عمر رضی اللہ عنہ اور عدی بن ابی الزغبا رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قافلے کا پتہ لگانے کے لیے جاسوسی کے لیے روانہ کیا راستے ہی میں آپ ﷺ کو قافلے اور کفار مکہ کے لشکر کے بارے میں اطلاعات موصول ہو چکی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان اطلاعات کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا تو یقین ہوا کہ لشکر کفار سے یقینی ٹکراؤ ہوگا۔

مجلس مشاورت کا انعقاد

حالات کی اچانک اور اس پُرخطر تبدیلی پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور انھیں نئی صورت حال سے آگاہ کیا کہ اب ایک خون ریز ٹکراؤ ہوگا۔ جنگ کا سن کر ایک گروہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اسی گروہ کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد آیا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ۙ
يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ؕ

ترجمہ: ”جیسا کہ تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا سچی بات پہ تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ وہ ظاہر ہو چکی گویا وہ آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔“ [1]

---

[1] پارہ:9 سورہ انفال آیت:5-6.

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کے دونوں گروہوں میں سے ایک پر مسلمانوں کو فتح مند کرے گا۔ خواہ قافلہ ہو یا قریش کا لشکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں موافقت کی مگر بعض کو یہ عذر ہوا کہ ہم تیاری سے نہیں چلے تھے نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہمارے پاس کافی سامان اسلحہ ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ قافلے کا پیچھا کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا ہے اور ابوجہل اپنے لشکر کے ساتھ سامنے آ رہا ہے اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قافلے ہی کا تعاقب کیجیے اور لشکر قریش کو چھوڑ دیں۔ یہ بات رسالت مآب ﷺ کو بہت ہی ناگوار گزری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاق وفرمانبرداری اور رضا جوئی وجان نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت اور استحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح بھی نبی کریم ﷺ کی مرضی کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اور صحابہ نے بھی عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو امر فرمایا ہے اس کے مطابق تشریف لے چلیں ہم ساتھ ہیں اور کبھی تخلف نہ کریں گے ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے، ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، ہم نے آپ ﷺ کی اتباع کے عہد کیے، ہمیں آپ ﷺ کی اتباع میں سمندر کے اندر کود جانے سے بھی عذر نہیں۔ اس پر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ ﷺ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ”آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔“ ①

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تینوں لشکر اسلام کے کمانڈر تھے اور ان کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ نبی کریم ﷺ کی نگاہیں بار بار انصار کی طرف اٹھتی تھیں۔ اس لشکر میں اکثریت انصاری مسلمانوں کی تھی۔ آپ ﷺ نے تینوں کمانڈر صحابہ کرام کے حق میں کلمہ خیر ارشاد فرمانے کے بعد انہیں دعا دی اور پھر فرمایا لوگو مجھے مشورہ دو۔ نبی کریم ﷺ کا بار بار انصار کی طرف دیکھنے اور دوبارہ یہ فرمانا مجھے مشورہ دو۔ اس سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ معاملے کو بھانپ گئے کہ نبی کریم ﷺ انصار کی رائے جاننا چاہتے ہیں اس کی دو وجوہات تھیں۔

نمبر ۱۔ لشکر میں انصار کی اکثریت تھی۔

نمبر ۲۔ انصار سے جس بات پر بیعت لی گئی وہ یہ تھی کہ جب بیرونی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ یہ عہد نہیں تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کسی سے جنگ کریں گے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے ہم پورے صدق و

---

① پارہ:6 سورہ مائدہ آیت:24.

Marfat.com

یقین سے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا رسول تو کفار سے مقابلے کے لیے جائے اور ہم گھروں میں بیٹھے رہیں۔ یہ کفار بھی تو ہم جیسے ہیں ان سے کیا ڈرنا۔ آپ ﷺ اگر ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں کود جاؤ تو پھر بھی ہم بے دریغ آپ ﷺ حکم کی تعمیل کریں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات سن کر نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر اطمینان اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگے بڑھو اللہ تبارک وتعالیٰ برکت دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے دو میں سے ایک کے مقابلے میں مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ (1) پھر آپ ﷺ نے کفار کے نام بنام مقتل کی جگہ کی نشاندہی فرمائی۔ بعد از جنگ یہ معجزہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے جس جگہ جس کافر کے قتل ہونے کی جگہ کا نشان بتایا تھا وہ عین اسی جگہ قتل ہوا۔

اب نبی کریم ﷺ نہایت تیزی سے آگے بڑھے اور حنان نامی پہاڑ نما تودے کو چھوڑ کر بدر کے مقام پر پہنچے اور ایک جگہ پر قیام فرمایا۔ یہاں بنی سلمہ کا ایک شخص خباب بن المنذر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (2) اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس جگہ قیام حکم الٰہی ہے یا اس میں رائے پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں یہ ایک جنگی تدبیر ہے اور اس بارے میں رائے پیش کی جا سکتی ہے۔ اس پر حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے کہ جنگی نقطہ نگاہ سے یہاں قیام مناسب نہیں ہمیں بدر کے چشمے کے پاس خیمہ زن ہونا چاہیے اور آس پاس کے کنوئیں بے کار کر دیئے جائیں تاکہ دورانِ جنگ ہمیں وافر مقدار میں پانی میسر ہو سکے اور دشمن کو پریشانی۔ آپ ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اس پر عمل کیا گیا۔

بدر

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ۸۰ میل دور اس مقام پر ہے جہاں شام سے مدینہ کا راستہ دشوار گذار گھاٹیوں میں سے گزرتا تھا۔ یہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا اور ہر کس و ناکس اس مقام سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا۔ جنگِ بدر کے کئی اسباب تھے۔ قریش مکہ کے باپ دادا کے دیوتاؤں کی تکذیب، قریش کی سازش، قریش کی محافظتِ کعبہ خطرے میں ہونا، تجارتی شاہراؤں کا عدم تحفظ وغیرہ۔ مگر اس غزوہ اور بعد میں جو بھی غزوات ہوئے ان تمام کی بنیادی وجہ عمرو بن حضرمی کا قتل تھا۔

عربوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں کا یہ قومی خاصہ تھا کہ جب کسی قبیلے کا کوئی آدمی کسی بھی وجہ سے کسی کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو ہنگامہ کارزار قائم ہو جاتا دونوں طرف سے خون کی ندیاں بہہ جاتیں جن میں سینکڑوں ہزاروں جانیں اس انتقام کی بھینٹ چڑھ جاتیں، یہ انتقامی لڑائیاں

---

(1) ضیاء النبی ﷺ جلد:3 ص:313۔
(2) ابن ہشام۔

Marfat.com

نسل در نسل چلتی تھیں۔ مقتول کا نام اور قتل کرنے والے کا نام وقبیلہ لکھ کر لٹکا دیا جاتا اور ہر نسل کو بطور سبق یہ یاددہانی کرائی جاتی کہ تم نے یہ انتقام لینا ہے۔ داحس اور بسوس کی لڑائیاں چالیس چالیس سالوں پر محیط رہیں اسی قبائلی انتقامی سلسلے کی کڑیاں تھیں جن میں ہزاروں انسان انتقام کی بھینٹ چڑھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھانجے اور نبی کریم ﷺ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کے ہاتھوں عمرو بن حضرمی قتل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے حلیف تھے جبکہ مقتول عمرو بن حضرمی عتبہ بن ربیعہ کا حلیف تھا جو کہ تمام قریش کا سردار تھا۔ ① چنانچہ بدر اور بقیہ غزوات کا سلسلہ عربوں کی اسی انتقامی خصوصیت کی بنا پر تھا۔

یہاں مؤرخین میں کچھ اختلاف ہے۔ کچھ کی رائے ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینے سے ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلہ تو بچ کر نکل گیا اور بدر کے مقام پر کفار سے جنگ کی نوبت آ گئی۔ کچھ اہلِ سیر کی رائے ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ سے کفار سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اور کئی مسلمان کفار سے جنگ کے بارے میں متفکر تھے اور دل میں خوف رکھتے تھے کہ ہم موت کے منہ میں جارہے ہیں۔ نیز جب آپ ﷺ مدینہ سے نکلے تو صرف تجارتی قافلے پر ہی حملہ مقصود تھا جب دو چار منزل آگے بڑھے تو کفار کے لشکر کی آمد کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نئی صورت حال پر رائے طلب کی۔

سورۂ انفال کی آیات ۵، ۶ کی روشنی میں اس صورتِ حال کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دونوں طرف کی خبریں تھیں۔ یعنی قافلہ تجارت اور دوسرا لشکر کفار۔ چنانچہ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے تین سو سے زائد مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلے اور آپ ﷺ فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسے جواں مرد جو کہ دلیری اور شجاعت میں بذاتِ خود ایک لشکر تھے کے ہمراہ نکلے۔

دوسری بات کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بوقتِ مشاورت یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے دو میں سے ایک کے مقابلے میں مدد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی آپ ﷺ کو مشاورت سے پہلے ہی دونوں خبریں تھیں اور نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی پہلے سے معلوم تھا کہ بدر کے مقام پر معرکہ حق وباطل قائم ہوگا اس بات کی مزید تصدیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔ ②

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو بدر کے ہیرو ہیں فرماتے ہیں جب ہم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں جو پھل (کھجور) کھانے کو ملے وہ ہمارے مزاج کے ناموافق تھے اس لیے ہم لوگ بیمار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ

---

① طبقات ابن سعد۔

② مسند امام احمد بن حنبل جلد:1 ص:117۔ ابن جریر جلد:3 ص:1289۔

Marfat.com

بدر کو پوچھا کرتے تھے۔ جب ہمیں خبر ملی کہ کفار کا ایک بہت بڑا لشکر آرہا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں لے کر بدر پر روانہ ہوئے تو یہ عقدہ کھلا کہ آقائے دو جہاں ﷺ بدر کا کیوں پوچھا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ گتھی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قول سے سلجھ جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ولم یکن رسول اللہ ﷺ یرید غزوۃ الا وری بغیرھا۔ اور نبی کریم ﷺ جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تھے تو کسی اور جگہ/موقع کا توریہ فرماتے، توریہ کی تشریح امام بخاری یوں فرماتے ہیں کہ بعض موقعوں پر واقعہ کو مبہم رکھا جاتا جیسا کہ غزوہ تبوک۔ الغرض مسلمانوں نے حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق قریش مکہ کے قریبی چشمے پر پڑاؤ کیا اور چشمے پر قبضہ کر لیا مگر رحمت للعالمین ﷺ نے حکم دیا کہ کفارِ مکہ چشمے سے پانی لینے آئیں تو تعرض نہ کیا جائے۔

قریشِ مکہ کا لشکر اخنس سردارِ بنوزہرہ کی واپسی کے باوجود ایک ہزار جنگجوؤں پر مبنی تھا۔ یہ لشکر تمام سامانِ حرب سے لیس تھا۔ کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ وہ کھانے کے لیے ایک دن دس اونٹ ذبح کرتے اور یہ خرچ قریش مکہ کے رؤساء برداشت کرتے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی اسلام کی نعمت سے محروم تھے۔ وہ زبردستی/مجبوری لشکر کے ہمراہ تھے ان کے ذمے بھی ایک دن کا کھانا کھلانا تھا۔

لشکرِ کفار کے متعلق جاسوسی

رسالت مآب ﷺ نے ایک ماہر جنگی کمانڈر کی طرح سب سے پہلے دشمن کے بارے میں معلومات اور ان کے حالات کا پتہ لگانے کے لیے ایک جاسوسی دستہ روانہ فرمایا۔ اس سے پہلے آپ ﷺ حضرت بسبس رضی اللہ عنہ وعدی رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کی غرض سے روانہ فرما چکے تھے۔ اب دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ یہ لوگ بدر کے ایک چشمے پر پہنچے تو وہاں دو اشخاص لشکر کے لیے پانی بھر رہے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دونوں کو گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھ گچھ شروع کی تو انھوں نے بتایا کہ ہم قریش کے سقے ہیں اور ان کے لیے پانی بھرنے آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے جواب کی سچائی پر شک ہوا۔ چنانچہ انھوں نے ان دونوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا تو انھوں نے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مارنے سے ہاتھ روک لیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ جب ان دونوں نے صحیح بات بتائی تو تم نے پٹائی کر دی اور جب جھوٹ کا سہارا لیا تو تم نے چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم ان دونوں نے صحیح بتلایا تھا کہ یہ قریش کے آدمی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا اچھا مجھے قریش کے متعلق بتاؤ۔ انھوں نے بتایا کہ یہ ٹیلہ جو وادی کے آخری دہانے پر

Marfat.com

دکھائی دے رہا ہے۔ قریش اس کے پیچھے ہیں نبی کریم ﷺ نے پوچھا ان کی تعداد کتنی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بہت زیادہ۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں صحیح تعداد معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ ایک دن نو اونٹ اور دوسرے دن دس۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تب تم لوگوں کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے قریب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں سے لشکر میں شامل معززین کے نام دریافت فرمائے تو انھوں نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، ابوالبختری، نضر بن حارث، اُم حکیم بن حزام، امیہ بن حلف، نوفل بن خویلد اور کچھ دیگر روسائے قریش کے نام گنوائے۔ نام سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمھارے پاس لاکر ڈال دیا ہے۔

مرکزِ قیادت

نبی کریم ﷺ نے چشمے کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑاؤ کا حکم جاری فرمایا۔ پڑاؤ قائم کرنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ ﷺ کے لیے کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے ایک چھپر تعمیر کر دیتے ہیں جس میں آپ ﷺ تشریف فرما ہو کر لشکر کی قیادت فرمائیں کیونکہ جنگ میں ہر قسم کی صورتحال پیش آسکتی ہے خدانخواستہ فتح کی بجائے شکست ہو یا کوئی بھی ہنگامی صورتحال پیدا ہو جائے اس کے لیے ہمیں پہلے ہی سے مستعد رہنا چاہیے۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی تیزی سے چھپر کی تعمیر کر دی۔ یہ چھپر مرکز قیادت تھا۔ یہ میدانِ جنگ کے شمال مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر بنایا گیا جہاں سے پورا میدان جنگ دکھائی دیتا تھا پھر آپ ﷺ نے اس مرکز کی نگرانی اور حفاظت کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک مختصر سا دستہ مختص فرمایا۔

لشکرِ کفار کی آمد

قریشِ مکہ دوسرے دن اپنے تمام دستوں سمیت ٹیلوں سے اتر کر بدر کی طرف بڑھے اور سخت زمین کا انتخاب کر کے پڑاؤ ڈالا۔ قریش کے کچھ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بنائے ہوئے پانی کے حوض کی طرف بڑھے اور آپ ﷺ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو۔ چنانچہ جس جس کافر نے اس حوض سے پانی پیا وہ مارا گیا سوائے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے۔ وہ بعد میں مسلمان ہو گیا اور بقیہ زندگی میں جب بھی کی کوئی قسم کھانا ہوتی تو کہتا ''والذی نجانی من یوم بدر'' قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بدر کے دن سے نجات دی۔

Marfat.com

لشکرِ اسلام کی جاسوسی

قریش مکہ مقام بدر پر قیام پذیر ہوئے اور انھوں نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ عمیر بن وہب لشکرِ اسلام کے ارد گرد پھر کر واپس چلا گیا، واپس جا کر اس نے مشرکین مکہ سے بیان کیا کہ اصحاب محمد (ﷺ) کی تعداد تین سو دس یا کم و بیش ہے۔① لشکر میں صرف دو شخص حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سواروں میں سے ہیں۔ عتبہ بن ربیعہ نے جب مسلمانوں کی تعداد کا سنا تو نہایت غرور سے کہا کہ ہمیں اتنے آدمیوں سے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ابو جہل نے مخالفت کی اور کہا کہ ان سب کا خاتمہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

رسالت مآب ﷺ کی شب بیداری

۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری بروز جمعتہ المبارک مرکز قیادت قائم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب فرمائی۔ وہاں آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جاتے ان شاء اللہ یہ فُلاں کی قتل گاہ ہے اور یہ فُلاں کی قتل گاہ ہے اس کے بعد وہیں ایک درخت کی جڑ کے پاس رات گذاری۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہایت سکون سے رات بھر آرام کیا۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے رو رو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ ان تھلک ھٰذہ العصبة من اھل الا یمان الیوم فلا تعبد فی الارض ابداً۔

ترجمہ: ''الٰہی اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔''

پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر ذرا سی دیر کے لیے یکا یک غنودگی طاری ہوگئی۔ صبح آپ ﷺ مسکراتے ہوئے چھپر سے باہر نکلے اور فرمایا کہ کفار کو شکست ہوگی۔

رات کو بارانِ رحمت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی رات کو بارش نازل فرمائی جو مشرکین پر موسلا دھار برسی جس سے ان کے لشکر گاہ کی چکنی مٹی کیچڑ میں تبدیل ہوگئی اور ان کی پیش قدمی میں رکاوٹ بنی۔ یہی بارش لشکرِ اسلام پر پھوار بن کر برسی۔ اور انھیں پاک کر دیا۔ شیطان کی گندگی دور کر دی اور زمین کو ہموار کر دیا۔ ریتلی زمین جم

---

①ابنِ خلدون جلد:2 حصہ اول ص:384.

Marfat.com

کر سخت ہو گئی جس سے قدم ٹکنے میں محفوظ ہو گئے نیز مسلمانوں نے بہتے ہوئے پانی کو روک کر اپنے استعمال کے لیے جمع کیا۔

لشکرِ کفار میں اختلاف

قریش مکہ جنگ کے لیے بیتاب تھے مگر ان میں سے کچھ لوگ غرور کی وجہ سے کہ ہم اکثریت میں ہیں اور مسلمان قلیل تعداد میں ہیں۔ ہمارا اور ان کا کیا مقابلہ جیسا کہ عتبہ بن ربیعہ کچھ مجبوری کی بنا پر لشکر کفار میں موجود تھا۔ ابوجہل نے اسے زبردستی روک رکھا تھا جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ تاہم کچھ نیک دل بھی تھے جو خون ریزی اور تصادم سے بچنا چاہتے تھے مثلاً حکیم بن حزام نے سردار فوج عتبہ سے جا کر کہا کہ اگر تم چاہو تو آج کا دن تمھاری ابدی یادگار بن سکتا ہے عتبہ نے پوچھا وہ کس طرح اس پر حکیم بن حزام نے کہا کہ قریش کا اصل مطالبہ تو حضرمی کا خون ہے۔ وہ تمھارا حلیف تھا تم اپنی طرف سے قریش کو خون بہا ادا کر دو تو سارا معاملہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ عتبہ مان گیا مگر اس کے لیے ابوجہل کی منظوری ضروری تھی۔ اس لیے حکیم عتبہ کا پیغام لے کر ابوجہل کے پاس گئے۔ ابوجہل عتبہ کا پیغام سن کر بولا ہاں عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا ہے کیونکہ اس کا بیٹا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکا ہے اور اس جنگ میں وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے۔ چاہتا ہے کہ اس کے بیٹے کو گزند نہ پہنچے۔

ابوجہل نے اپنی اسلام دشمنی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اس بات پر اتفاق نہ کیا بلکہ حضرمی کے بھائی ابو عامر کو بلا کر کہا دیکھتے ہو تمھارا خون بہا تمھاری آنکھوں کے سامنے سے نکلتا جاتا ہے۔ ابو عامر نے عرب کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اڑا کر ”واعموہ واعموہ“ کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اس واقعہ نے سارے لشکر میں آگ لگا دی اور اسی نام نہاد غیرت میں برہم ہو کر بولا کہ میدان جنگ میں پتہ چلے گا کہ کون نامردی کا داغ اٹھاتا ہے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے

صبح ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے صف آرائی شروع کی۔ آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ایک تیر تھا اس کے اشارے سے دنیا کے انوکھے لشکر کی صف بندی فرما رہے ہیں۔ انوکھا اس لحاظ سے کہ دنیا کا یہ پہلا لشکر تھا جو کسی دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے صف آرا نہ ہو رہا تھا بلکہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کی حفاظت میں سر بکف تھا اور اس لشکر کے سالار اعظم (محمد ﷺ) غرور و تکبر کی بجائے اللہ کے حضور جھکے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ تیر سے لشکر کو ترتیب دے رہے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہے۔ یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا کہ صف بندی کے دوران سواد بن غزیہ بن عزیر رضی اللہ عنہ صف سے کچھ آگے

Marfat.com

بڑھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے ان کے پیٹ پر تیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا سواد برابر ہو جاؤ۔ سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنا پیٹ کھول دیا اور فرمایا بدلہ لے لو سواد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیٹ کے بوسے لیتے ہوئے چمٹ گئے اس پر آپ ﷺ نے سواد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کو اس حرکت پر کس نے آمادہ کیا؟ اس پر سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس وقت جو صورت حال درپیش ہے وہ آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں۔تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوگی تو اس میں پتہ نہیں کہ مروں گا یا زندہ رہوں گا اس لیے میں نے سوچا کہ زندگی کے آخری اور فیصلہ کن لمحات میں میرا اور آپ ﷺ کا یہ معاملہ ہو کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم سے چھو جائے تاکہ روزِ محشر یہ قربت میرے کام آئے۔اس پر رسول ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

یہ ایک عجیب وغریب منظر تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں توحید کی قسمت کا انحصار صرف چند جانوں پر تھا۔ چنانچہ جب صفیں درست ہو چکیں تو آپ ﷺ نے لشکر کو ہدایت فرمائی کہ جب تک آپ ﷺ کے آخری احکامات موصول نہ ہو جائیں جنگ شروع نہ کی جائے۔پھر طریقہ جنگ کے بارے میں ہدایت فرمائی کہ جب مشرکین جمگھٹا کر کے تمہارے قریب آجائیں تو ان پر تیر چلانا اور فضول تیر اندازی کر کے تیروں کو ضائع نہ کرنا جب تک وہ تم پر چھا نہ جائیں تلواریں نہ چلانا۔[1] اس کے بعد آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس مرکز قیادت (چھپر) میں تشریف لے گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے دستے کو لے کر چھپر کے دروازے پر متعین ہو گئے۔

میدانِ جنگ میں ایفائے عہد

میدانِ بدر میں قریشِ مکہ کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی مگر اس کے مقابلے میں مسلمان صرف ۳۱۳۔ ۳۱۴ یا ۳۱۷ تھے۔اسلام کے مستقبل کا فیصلہ اس قلیل تعداد پر مشتمل پاکیزہ جانوں پر تھا۔نبی کریم ﷺ کو اپنی قلیل تعداد اور سامان حرب کی کمی کا بھی احساس تھا ان لمحات میں جب کہ آپ ﷺ کو شدید افرادی قوت کا سامنا تھا آپ ﷺ نے اسلامی اصول اور اپنے حسنِ اخلاق کے زریں اصولوں کی پاسداری فرمائی۔ہوا یوں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہ دو صحابی کہیں سے آرہے تھے۔دورانِ سفر قریشِ مکہ کے لشکر کے قریب سے گزرے کفار نے انہیں روک لیا کہ تم محمد ﷺ کی مدد کو جارہے ہو؟ وہ چونکہ جنگ کے حالات وواقعات سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے انکار کیا اب کفار نے انہیں جنگ میں عدم شرکت کے وعدے پر چھوڑ دیا اب وہ دونوں صحابی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال

---

[1] صحیح بخاری جلد:2 ص:568.

Marfat.com

عرض کی۔ آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ وہ دونوں کفار سے جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ کر کے آئے ہیں تو محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا ہم ہر حال میں وعدے کی پاسداری کریں گے ہم کو صرف اللہ کی مدد درکار ہے۔ ①

میدانِ جنگ

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول ﷺ سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما چکے تھے۔ ملائکہ کی فوجیں ہم رکاب تھیں۔ مگر آپ ﷺ نے ایک دُور اندیش سپہ سالار کی مانند اصول جنگ کے مطابق فوج کو ترتیب دی۔ مہاجرین کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خزرج کا عَلم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور اوس کا علم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ جنرل کمانڈر کا سفید عَلم حضرت معصب رضی اللہ عنہ، میمنہ کے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ میسرہ کے کمانڈر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، ساقہ کی کمان حضرت قیس بن ابی معاویہ رضی اللہ عنہ اور سپہ سالار اعلیٰ کی کمانڈ خود سنبھالی۔ نبی کریم ﷺ صفیں درست کر کے واپس آئے اور آتے ہی اپنے پروردگار سے نُصرت کا وعدہ کرنے کی دعا مانگنے لگے۔ اور مدد کا وعدہ پورا کرنے کی دعا مانگنے لگے۔

اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ الا صابۃ من اھل الا یمان الیو م فلا تعبد فی الا رض ابدا فی الا رض. اللّٰھم انجز لی ما وعد تنی o

ترجمہ: ''اے اللہ اگر تو مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ختم کردے گا تو دنیا میں کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آمین ثم آمین کہتے جاتے اور کسی وقت انھی کلمات کو خود بھی دوہرا لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ دعا مانگتے مانگتے تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے پھر دفعتاً چونک کر فرمایا ''ابشر یا ابا بکر فقد اتی نصر اللہ'' ابو بکر رضی اللہ عنہ خوش ہو جائیں اللہ کی مدد آ گئی۔ ② اس کے بعد آپ ﷺ چھپر سے باہر آئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاد کی فضیلت بیان فرمائی پھر ایک مٹھی کنکر اٹھا کر شاہت الوجوہ پڑھ کر مشرکین کے منہ دے ماری۔

دوسری طرف مشرکین مکہ کی صورت حال یہ تھی کہ ابو جہل نے اللہ سے فیصلے کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا اے اللہ ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں زیادہ کرنے والا ہے اسے تو آج توڑ دے۔ اے اللہ ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

---

① صحیح مسلم کتاب الجھاد.

② ابن خلدون جلد:2 حصہ اول ص:385.

Marfat.com

اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ‌ ۚ وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَـعُدۡ‌ ۚ وَلَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡكُمۡ فِئَتُكُمۡ شَيۡـئًا وَّلَوۡ كَثُرَتۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ''اگر تم فیصلہ چاہتے تو تمھارے پاس فیصلہ آ گیا اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہی تمھارے لیے بہتر ہے لیکن اگر تم اپنی اسی حرکت کی طرف پلٹو گے تو ہم بھی تمھاری سزا کی طرف پلٹیں گے اور تمھاری جماعت اگر چہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہو تمھارے کچھ کام نہ آ سکے گی اور یاد رکھو کہ اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔''①

جنگِ بدر میں ۸۰ مہاجرین باقی انصار تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی ۳۱۳۔۳۱۴ یا ۳۱۷ تھی۔ انصار میں ۶۰ قبائل اوس اور ۱۷ قبائل خزرج میں سے شریک تھے۔شیطان لعین سراقہ بن مالک بن حشیم کی شکل میں ہر طرح کی امداد کے وعدے لیے ابوجہل کے ساتھ کھڑا تھا دونوں افواج کے روبرو ہوتے ہی اچانک بھاگ کھڑا ہوا۔ابوجہل نے اسے پکڑ لیا اور اسے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔شیطان نے اسے زور کا گھونسا مارا جس سے وہ گر پڑا۔شیطان اپنا دامن چھڑا کر پھر بھاگنے لگا اسے بھاگتے دیکھ کر کفار نے پوچھا سراقہ کیوں بھاگتے ہو اس پر وہ بولا جو میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اس نے فرشتوں کا نزول دیکھ لیا تھا۔②

جنگِ بدر کے معرکے کا پہلا ایندھن

اسود بن عبدالاسد مخزومی ایک نہایت بدخلق، رذیل اور کینہ پرور کافر تھا۔ یہ لشکرِ کفار سے اس عہد اور ارادے سے نکلا کہ میں مسلمانوں کے بنائے ہوئے حوض سے پانی پی کر اسے ڈھا دوں گا یا پھر اپنی جان دے دوں گا جب یہ لشکر کفار سے نکل کر حوض کی طرف روانہ ہوا تو سوءِ اتفاق یا قصداً ادھر سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور حوض سے کچھ فاصلے پر دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی تک کٹ کر دور جا پڑا۔وہ اس طرح زمین پر گرا کہ اس کا رخ اپنے ساتھیوں کی طرف تھا۔لیکن اس کے باوجود وہ بہتے ہوئے خون کی پروا کیے بغیر گھسٹ گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھا اور حوض میں داخل ہوتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دوسری ضرب سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور وہ حوض ہی میں ڈھیر ہو گیا۔

عرب کے دستور کے مطابق جنگ کی ابتدا کے لیے لشکر کفار کے تین نامور جانباز عتبہ، شیبہ اور ولید انفرادی مقابلے کے لیے نکلے اور مسلمانوں کو جنگ مبارزہ کے لیے للکارا۔جواب میں لشکرِ اسلام کی طرف سے حضرت عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نکلے۔جب یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کے سامنے پہنچے تو عتبہ نے نہایت تکبرانہ انداز میں پوچھا ''من انتم''، تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ''رھط من الانصار'' ہم انصار ہیں۔

---

①پارہ:9 سورہ انفال آیت نمبر:19۔ ②ضیاء النبی ﷺ جلد:3 ص:374۔

Marfat.com

یہ سن کر عتبہ نے نہایت متکبرانہ انداز اور درشت لہجے میں للکارا اے محمد (ﷺ) یہ لوگ ہمارے مقابلے کے نہیں اور نہ ہی ہمیں ان سے کوئی غرض ہے۔ ہمارے مقابلے میں ہمارے اصل دشمن یعنی مہاجرین کو بھیجیں۔ چنانچہ رسالتمآب ﷺ نے اپنے تینوں جان نثاروں کو واپسی کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ جب یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کے پاس پہنچے تو عتبہ نے اسی تکبر سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جواب میں تینوں نے اپنا تعارف کروایا تو جواب میں اس نے کہاہاں آپ لوگ شریف اور ہمارے مدِ مقابل ہیں۔

معرکہ آرائی شروع ہوئی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل شیبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل ولید کا لمحہ بھر میں سرتن سے جدا کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جو کہ سب سے معمر تھے انکے مقابل عتبہ بن ربیعہ سے ایک ایک دو دووار کا تبادلہ ہوا اور دونوں نے ایک ایک دوسرے کو گہرا زخم لگایا اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر آ گئے اور آتے ہی عتبہ کا کام تمام کر دیا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا اور آواز بند ہو گئی تھی جنگ کے چار یا پانچ روز بعد جب لشکر اسلام مدینہ کی طرف واپس آ رہا تھا وادی صفرا میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ان چار پانچ دنوں میں ان کی آواز بند ہی رہی۔

عام جنگ

جنگ کا آغاز کفارِ مکہ کے لیے نہایت برا تھا کیونکہ وہ مبارزت طلبی میں اپنے تین نہایت ہی بہترین شہ سواروں اور جنگجوؤں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اس لیے انھوں نے غیض وغضب سے بے قابو ہو کر ایک آدمی کی طرح یک بارگی حملہ کر دیا۔ ادھر مسلمان اللہ تعالیٰ سے نصرت اور مدد کی دعا کرنے اور اس کے حضور اپنے سروں کو جھکائے اپنی اپنی جگہوں پر چوکس مضبوطی سے قدم جمائے مشرکین کے حملوں کو دفاعی انداز میں روک رہے تھے اور زبان پر اَحد اَحد کا کلمہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی نہایت ہی زور کا رن پڑا اور جب لڑائی پورے شباب پر آ گئی تو نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللّٰھم ان تھلك ھذہ العصابة الیوم لا تعبد. اللّٰھم ان شئت لم تعبد الیوم ابداً.

ترجمہ: ''اے اللہ اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے۔''

اب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی طرفین نے خوب دادِ مردانگی دکھائی مگر مجاہدینِ اسلام نے کفار کی

Marfat.com

صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ نتیجے کے طور کفار ۷۰ لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے ۷۰۔ ۹۰ کفار کو گرفتار کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ بنو ہاشم کے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے ساتھ رعایت کریں کیونکہ یہ لوگ مجبوراً کفار کے ساتھ آئے ہیں۔ اس معرکہ حق و باطل میں کفار کے ۷۰ آدمی قتل ہوئے۔ ان میں بڑی بڑی نامور شخصیات شامل تھیں جیسے عتبہ اور شیبہ، ربیعہ، ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب، عبیدہ و عاص پسران سعید بن عاص، حرث بن عامر بن نوفل اور اس کا چچازاد طمیعہ بن عدی، زمعہ بن اسود اور اسکا بیٹا حرث اسکا بھائی عقیل بن الاسود اسکا چچازاد ابوالبختری بن ہشام، نوفل بن خویلد بن اسد، ابوجہل بن ہشام، نوفل بن خویلد ابوجہل کا بھائی عاص بن ہشام، ابن العم، مسعود بن امیہ، ابوقیس بن الولید بن المغیرہ، اوس ابن عم، ابوقیس بن الفاکہ، مُنبیہ و مبہ پسران، حجاج، عاصی بن منبہ، امیہ بن حلف اور اس کا بیٹا علی، عمر بن عثمان (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ) کا چچا قتل ہوئے۔

جب کہ گرفتار شدگان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، نوفل بن الحرث بن عبدالمطلب، سائب بن عبد یزید (بنو مطلب سے) عمرو بن ابی سفیان بن حرب، ابوالعاص بن الربھی، خالد بن اسد بن ابی الحبیص، عدی بن الخیار (بنو نوفل سے)، عثمان بن عبدشمس، ابوعزیر، خالد بن ہشام بن المغیرہ، رفاعہ بن ابی رفاعہ، امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ ولید بن ولید برادر حضرت خالد رضی اللہ عنہ، عبداللہ و عمر پسران ابی بن حلف، سہیل بن عمرو۔ (1)

مکہ کے گھر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا خواب سچا ثابت ہو گیا کہ مکہ کے ہر گھر میں خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ جب کفارِ مکہ میدانِ جنگ سے بھاگ رہے تھے تو رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ ابوجہل کا پتہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ڈھونڈنے نکلے اور دیکھا کہ ایک جگہ ابوجہل نیم مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس بیٹھے اور اس سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن دیکھ اللہ نے تجھے کیسا ذلیل کیا ہے۔ اس نے پوچھا لڑائی کا کیا ہوا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تمھارے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے اور باقی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ اس کا سر کاٹنے لگے۔ اس نے کہا میرا سر گردن کے قریب سے کاٹنا تاکہ سر بڑا معلوم ہو کیوں کہ یہ ایک سردار کا سر ہے۔

اس معرکہ حق و باطل میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے شہدا میں ۶ مہاجرین حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن المطلب، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بنی ابی وقاص، حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی، حضرت صفوان بن بیضہ رضی اللہ عنہ، حضرت مہجع رضی اللہ عنہ (خادم حضرت عمر)، حضرت عاقل بن البکیر، اور انصار میں ۸ صحابہ

---

(1) تاریخ ابن خلدون جلد:1 ص:385.

Marfat.com

کرام شہادت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ قبیلہ اوس کے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ مبشر رضی اللہ عنہ بن عبد المنذر، قبیلہ خزرج کے حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن الحارث بن الخزرج، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بن الحمام، (بنو سلمہ سے)، حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن معلیٰ (بنو حبیب بن عبد حارثہ)، حضرت حارثہ بن نجاری رضی اللہ عنہ، حضرت عوف رضی اللہ عنہ بن عفراء، حضرت معوذ رضی اللہ عنہ بن عفراء (قاتل ابو جہل) رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

مجاہدین کی لاشوں کو دفن کیا گیا۔ جبکہ کفار کی لاشوں کو ایک بڑے گڑھے/کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد آنحضرت ﷺ نے مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب مالِ غنیمت جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسے حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ جن کا تعلق بنو نجار سے تھا کی نگرانی میں دیا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی بالائی اور پستی کی آبادیوں کی طرف فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے مدینہ میں اس وقت داخل ہوئے۔ جب لوگ آنحضور ﷺ کی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں جنگ کی فتح کی خوشخبری ۱۸ رمضان المبارک کو پہنچی۔

مدینے میں فتح کی خوشخبری

یہود اور منافقین نے مدینہ میں جھوٹے پروپیگنڈے کر کے یہ خبر پھیلا رکھی تھی کہ آنحضور ﷺ (نعوذ باللہ) قتل کر دیئے گئے ہیں جس سے مدینہ کی فضا میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب ایک منافق نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ کی اونٹنی پر سوار آتے دیکھا تو بول پڑا کہ واقعی آنحضور ﷺ (نعوذ باللہ) قتل کر دیئے گئے ہیں۔ دیکھو یہ انھی کی اونٹنی ہے اور زید بن حارث (رضی اللہ عنہ) میدانِ جنگ سے شکست کھا کر بھاگا ہے۔ اس لیے اتنا مرعوب ہے کہ اسے سمجھ نہیں آتا کہ کیا کہے۔ جب دونوں قاصد قریب پہنچے تو مسلمانوں نے انھیں گھیر لیا اور جنگ کی تفصیلات پوچھنے لگے۔ تفصیلات سننے کے بعد انھیں یقین آیا۔ اس کے بعد ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور مدینے کے در و بام تہلیل و تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور مدینہ میں رہ جانے مسلمان نہایت بیتابی سے رسالت مآب ﷺ کو مبارک باد دینے بدر کے راستے چل پڑے۔

مالِ غنیمت کا مسئلہ

رسالت مآب ﷺ نے جنگ ختم ہونے کے بعد تین دن بدر ہی میں قیام فرمایا۔ ان تین دنوں میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف پڑ گیا۔ جب یہ اختلاف شدت اختیار کر گیا تو آنحضور ﷺ نے حکم دیا جس کے پاس جو بھی مالِ غنیمت کا سامان ہے وہ میرے حوالے کر دے۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔اس دوران مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں وحی نازل ہوئی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

ترجمہ: ''اے محبوب آپ ﷺ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ ﷺ فرمائیں غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''①

چنانچہ آنحضور ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق مال غنیمت میں سے خمس علیحدہ کر کے باقی مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

اسلامی لشکر کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی

آنحضور ﷺ تین روز بدر میں قیام کے بعد مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔وادی صفراء میں آپ ﷺ نے نضر بن حارث کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔نضر بن حارث اس معرکہ حق و باطل میں کفار مکہ کا علمبردار تھا۔اکابرینِ قریش میں سے تھا اور یہ شخص نبی کریم ﷺ سے دشمنی اور ایذا رسانی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔چنانچہ حکم ملتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

جب لشکر مقام عرق الظبیہ میں پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے عقبہ بن معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔یہ شخص بھی ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کو ایذا رسانی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔اسی نے حالتِ نماز میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی اور اسی نے آپ ﷺ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر پھندا لگایا تھا۔جب اس کے قتل کا حکم نامہ جاری ہوا تو کہنے لگا اے محمد (ﷺ) بچوں کے لیے کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آگ۔اس کے بعد ایک روایت کے مطابق حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔②

استقبالی وفود کی ملاقات

جب لشکرِ اسلام مقام روحا پہنچا تو مدینہ میں موجود جو مسلمان خوشی سے بدر کی طرف چل پڑے تھے وہ مبارک باد دینے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جب انھوں نے فتح کی مبارکباد پیش کی تو حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگ ہمیں کس لیے مبارکباد دے رہے ہیں ہمارا مقابلہ تو خدا کی قسم گنجے سر کے بوڑھوں سے ہوا ہے، جو اونٹ جیسے تھے۔

---

① پارہ:9 سورہ انفال آیت:1. ② سنن ابی داود جلد:3۔ص:12.

Marfat.com

اس پر رسالت مآب ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ بھتیجے یہی لوگ سربرآوردگان قوم تھے اس کے بعد آپ ﷺ مظفر ومنصور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

جنگِ بدر کے اثرات

معرکہ بدر نے عرب کے ملکی حالات پر گوناگوں اثرات ڈالے۔ مکہ کے بڑے بڑے نامور رؤسا اس جنگ میں مارے گئے۔ جس سے قریش مکہ کی طاقت کا رعب ٹوٹ گیا ان مرنے والوں میں ایسے رؤسا بھی شامل تھے جو اسلام کی راہ میں آہنی دیوار تھے۔ قریش کی سرداری کا تاج ابوسفیان کے سر پر آ گیا اور یہاں ہی سے دولت اموی کا آغاز ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے نواح میں وہ قبائل جو اگرچہ اسلام نہ لائے تھے مگر حالات کا بغور مشاہدہ کر رہے تھے کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے وہ ڈر کر سہم گئے۔ مسلمانوں کی فتح سے نیا انقلاب آنا شروع ہو گیا اور اسی اثر کی بدولت عبداللہ بن ابی کو مجبوراً اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دکھلاوے کے طور پر اسلام قبول کرنا پڑا۔ یہود جنھوں نے آنحضور ﷺ سے معاہدہ امن کر رکھا تھا کفار کی شکست پر ان میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔

قریشِ مکہ جنھیں ایک مقتول یعنی حضرمی کا انتقال لینا تھا مگر اب تو مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی اور مکہ کا ہر گھر اور ہر بچہ انتقام لینے کے لیے مضطرب تھا۔ ابوسفیان جس کے سر پر اب قریش کی سرداری کا تاج تھا اس نے بدر کا انتقام لینے کی قسم اٹھائی۔

ابولہب کا انجام

ابولہب جو خود اس جنگ میں شریک نہ تھا اور اپنی جگہ رقم دے کر اپنے ایک مقروض کو جنگ کے لیے بھیجا تھا۔ وہ اس صدمے کو برداشت نہ کر سکا۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جنگ بدر کے موقع پر حضرت عباس علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ حضرت اُمِ فضل رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ میرے پاس تھیں میں تیر چھیل رہا تھا کہ ابولہب پاؤں گھسیٹتا ہوا میرے پاس آیا کہ ابوسفیان آ گیا۔ ابولہب نے اُس سے کہا کہ میرے پاس آؤ اور بتاؤ کہ جنگ کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں بس کچھ لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی ہے ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کر دیئے۔ وہ جسے چاہتے قتل کر دیتے اور جسے چاہتے قیدی بنا لیتے۔ درحقیقت ہماری مڈبھیڑ ایسے لوگوں سے ہوئی جو زمین وآسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدا کی قسم وہ نہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز ان کے مقابل ٹھہرتی تھی۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیمے کا کنارہ اٹھا کر کہا خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔[1] ابولہب نے میرے چہرے

---

[1] الرحیق المختوم ص:308.

Marfat.com

پرزور کا تھپڑ مارا میں گرا کیونکہ میں کمزور تھا پھر وہ میرے اوپر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا کہ حضرت اُمِ فضل رضی اللہ عنہا نے ایک کھمبا اٹھا کر اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ اسکا سر پھٹ گیا۔ ابولہب رسوا ہو کر اٹھا اور چلا گیا۔ اس کے بعد صرف سات راتوں میں اسے عدسہ یعنی طاعون قسم کی ایک بیماری لگی جس نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ دوران بیماری گھر والے اسے اٹھا کر گھر سے باہر پھینک آئے جہاں وہ تین دن بھوکا پیاس اذیت ناک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد مر گیا۔ لاش وہیں گلتی سڑتی رہی۔ بدبو سے لوگوں کا اس راستے سے چلنا مشکل ہو گیا۔ بدبو کی وجہ سے اس کے بیٹے بھی تدفین کے لیے لاش کے قریب نہ جاتے تھے جب لوگوں نے انھیں ملامت کرنی شروع کی تو انھوں نے چند حبشیوں کو اُجرت پر اس کی تدفین کے لیے آمادہ کیا۔ حبشیوں نے لکڑیوں سے لاش کو دھکیل کر گڑھے میں گرایا اور دور سے گڑھے کو پتھروں سے بھرا۔ پھر دور سے ہی اس پر مٹی پھینکی۔ اس طرح جنگِ بدر کے صرف سات دن بعد اسلام اور آنحضور ﷺ کا ازلی دشمن پیوندِ خاک ہوا۔

قیدیوں سے سلوک

آنحضور ﷺ لشکر مجاہدین کے ہمراہ مدینے پہنچے تو دوسرے دن قیدی بھی مدینے پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مسجد نبوی میں اکٹھا کیا اور ان سے قیدیوں کے بارے میں رائے طلب کی کہ انکے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔

آنحضور ﷺ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی کیونکہ انھوں نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی تائید میں دلیل دی کہ یہ فدیہ کفار کے خلاف ہماری قوت کا ذریعہ ہوگا۔ دوسرا یہ بھی متوقع ہے کہ اللہ انھیں ہدایت دے دے اور وہ اسلام قبول کر کے ہمارے بازو بن جائیں۔ آنحضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اس کے ساتھ ہی وحی نازل ہوگئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم نازل فرما دیا۔

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ

ترجمہ: ''پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کے لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔''[1]

چنانچہ قیدیوں کے لیے فدیے کی رقم تین ہزار سے لے کر ایک ہزار درہم تک مقرر ہوئی۔ قیدیوں میں کئی لوگ پڑھے لکھے تھے ان سے طے کیا گیا کہ جن کے پاس فدیہ نہ ہو وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ جب یہ بچے اچھی طرح پڑھ لکھ جائیں تو قیدیوں کے لیے یہی اس کا فدیہ ہوگا۔

---

[1] پارہ:26 سورہ محمد آیت نمبر:4۔

Marfat.com

قیدیوں میں آپ ﷺ کے داماد اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ (وہ اس وقت حالت ایمان میں نہ تھے) شامل تھے۔ انہوں نے فدیے میں ایک ہار دیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے بھی تھے اور انہیں بہت پیارے تھے۔ یہ ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ جب یہ ہار آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر آپ کہیں تو میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ نشانی واپس کردوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقرار پر آپ ﷺ نے انہیں یہ ہار واپس کر کے رہا کر دیا اور کہا کہ مکے جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے بھیج دیا۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کے چھ سال بعد اسلام قبول کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

قیدیوں میں آنحضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ کفارِ قریش کے ان دس سرداروں میں شامل تھے جنہوں نے لشکرِ کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور اس خرچ کے لیے ۲۰ اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے۔ ایک اوقیہ ① کی قیمت چالیس درہم تھی۔ لیکن ان کے ذمے جس دن کھانا تجویز ہوا تھا اسی روز جنگ شروع ہوگئی اور دورانِ جنگ کھانا کھانے کی فرصت، مہلت ہی نہ ملی۔ چنانچہ جب وہ گرفتار ہوئے تو ان سے یہ سونا مالِ غنیمت کے طور پر لے لیا گیا۔ اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی رہائی کے لیے کہا کہ جو سونا ان سے لیا گیا ہے فدیے کی رقم میں اسے شامل کر لیا جائے۔ آنحضور ﷺ نے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لیے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی۔ نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ان کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث کے فدیے کی رقم بھی ڈال دی گئی۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا محمد! (ﷺ) تم مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کروں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان پھر وہ سونا کہاں ہے جس کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوتے وقت تمھاری بیوی اُم فضل نے زمین میں دفن کیا ہے اور تم اُن سے یہ کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں جنگ میں کیا حادثہ ہو جائے؟ اگر میں جنگ میں کام آ جاؤں تو یہ تیرا عبداللہ، عبید اللہ، فضل اور قثم کا ہے۔ یہ چاروں ان کے بیٹے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا مجھے میرے اللہ نے اس کی خبر دی ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ خدا کی قسم اس راز سے میری بیوی کے سوا کوئی دوسرا آدمی واقف نہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

---

① ایک اوقیہ: 5 رتی۔ 4 ماشے

Marfat.com

ہے اور بے شک ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کو حکم دیا کہ وہ اسلام قبول کریں۔ اسلام قبول کرنے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ فتح مکہ تک مکہ میں قیام پذیر رہے اور اپنے دین کو کفار سے چھپائے رکھا۔ ①

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قد تھے اور انکے جسم پر کوئی کرتہ پورا نہ تھا عبداللہ بن ابی بھی دراز قد تھا اس نے اپنا کرتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہننے کے لیے دیا۔

اسی احسان کے بدلے میں آنحضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے مرنے کے بعد اسے دفن کرتے وقت اپنا کرتہ پہنا دیا تھا۔ قیدیوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے حسن سلوک کا حکم فرمایا۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود روکھی سوکھی یا مٹھی بھر کھجوروں پر گزارا کرتے مگر قیدیوں کو خوب جی بھر کر اچھے اچھے کھانے کھلاتے اور انھیں ہر طرح کی سہولتیں باہم پہنچاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس حسنِ سلوک سے قیدی بڑے متاثر ہوئے اور اکثریت نے اسلام قبول کرلیا۔

جنگِ بدر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور کفار کی کمر ٹوٹ گئی حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے پاک و ہند کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے انھیں ان کا ماضی یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جنگِ بدر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کی فوج روانہ فرمائی۔ بعض مشرکین مدینہ جو لڑائی میں شامل نہ تھے بلکہ ایک تماش بین کی حیثیت سے بدر کی قریبی پہاڑی پر بیٹھے جنگ کا نظارہ کررہے تھے۔ ان میں سے ایک تماشائی کا بیان ہے کہ ہم پہاڑی پر بیٹھے تھے کہ ہم نے اپنے سامنے سے بادل کا ایک ٹکڑا گزرتے ہوئے دیکھا جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی تھیں اور ساتھ ہی یہ آواز بھی آرہی تھی کہ جلدی آگے بڑھو۔ راوی کہتا ہے کہ اس آواز میں اتنی دہشت تھی کہ خوف سے میرا بھائی اور چچا موقعے پر ہی دہشت سے ہلاک ہوگئے۔

سن ۲ ہجری کے متفرق واقعات

① جنگِ بدر ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو لڑی گئی۔ نبی کریم ﷺ 23 رمضان المبارک کو مدینے میں تشریف لائے۔

---

① تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان پارہ :10۔ سورہ انفال آیت نمبر :70.

Marfat.com

② رمضان المبارک کی آخری تاریخوں میں صدقہ الفطر واجب ہوا عیدین کی نمازیں اور قربانی کے احکامات نازل ہوئے۔

③ اسی سال آنحضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان کا لقب ذوالنورین قرار پایا (یعنی دو نوروں والا) کیونکہ یکے بعد دیگرے رسالت مآب ﷺ کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئیں۔

ابوسفیان سردارِ قریش کی حیثیت سے

جنگِ بدر میں ابوجہل کے قتل کے بعد ابوسفیان سردار قریش تھا۔ وہ کفار مکہ کی عبرت ناک شکست پر سراپا انتقام بن چکا تھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ جب تک جنگ بدر کا انتقام نہیں لوں گا غسل جنابت نہ کروں گا اور نہ ہی سر میں تیل لگاؤں گا۔ بلاشبہ اس وقت پورے مکہ میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کی صدائیں آ رہی تھیں۔ ابوسفیان اپنی سرداری کو مزید چمکانے کے لیے جوشِ انتقام میں دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا وہ نجد والا راستہ اختیار کرتے ہوئے صبح کے وقت مدینہ کی نواحی یہودی بستیوں میں پہنچا وہ پہلے یہودی قبیلہ بنونضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر پہنچا۔ حیی کو جب ابوسفیان کے دو سو سواروں کا پتہ چلا تو اس نے دروازہ نہ کھولا پھر ابوسفیان نے یہودی سردار سلام بن مشکم کے دروازے پر دستک دی اس نے ابوسفیان کو خوش آمدید کہا اور اس کی میزبانی کی۔ اسے عمدہ شراب پلائی اور پر تکلف کھانوں سے تواضع کی۔ دونوں میں رازدارانہ گفتگو ہوتی رہی، سلام بن مشکم نے ابوسفیان کو خفیہ معلومات فراہم کیں۔ ابوسفیان اس کے گھر سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا پھر اپنے ساتھیوں میں سے چیدہ چیدہ نوجوان علیحدہ کیے اور صبح کے وقت مقام عریض جو کہ مدینہ سے تین میل کی دوری پر ہے وہاں ایک نخلستان کو آگ لگائی اور اردگرد سے مزید گھاس پھونس اکٹھی کر کے آگ میں ڈال کر اسے مزید بھڑکایا۔ وہاں پر کھیت میں کام کرنے والے ایک صحابی حضرت سعد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور واپس ہولیا۔

آنحضرت ﷺ کو ابوسفیان کی کارگزاری کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تیزی سے اس کا تعاقب کیا مگر ابوسفیان جو کہ اپنے نزدیک انتقام کی آگ سرد کر چکا تھا اتنی تیزی سے مکہ کی طرف بھاگا کہ اپنے ساتھ کھانے کے لیے لائے ہوئے ستو بھی چھوڑ گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ستو ملے عربی میں ستو کو ''سویق'' کہتے ہیں اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام غزوہ سویق مشہور ہو گیا یہ غزوہ جنگِ بدر سے صرف دو ماہ بعد ذی الحج ۲ ہجری میں پیش آیا۔

Marfat.com

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مبارک

آنحضرت ﷺ کی سب سے پیاری چہیتی بیٹی سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال ہو چکی تھی۔ ان کی شادی کے لیے پیغام آنے لگے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شادی کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو آپ ﷺ نے انھیں بھی یہی جواب دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی ① تو آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کی مرضی دریافت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں اور سر جھکا دیا یہ گویا کہ رضامندی کا اظہار تھا۔

آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تمھارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ ''حطیمہ'' زرہ جو بدر میں مال غنیمت میں ہاتھ آئی اس کا کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کی وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بس کافی ہے۔ چنانچہ ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا۔

مہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ جس کی قیمت سوا سو کے قریب تھی۔ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ سی یمنی چادر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نذر کی اور جبکہ جہیز میں سرکار دو عالم ﷺ نے دو بان کی چارپائیاں، چمڑے کا ایک گدا جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے دیئے تھے۔ ② یہ نکاح ذی الحج ۲ ہجری میں ہوا۔ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ رہائش پذیر تھے انھیں اب علیحدہ مکان کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے متعدد مکانات تھے جن میں سے اکثر آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور پاک ﷺ سے عرض کی انھیں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ایک مکان دلوا دیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کہاں تک کہتے رہیں اب انھیں کہتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان میرے پاس جو کچھ ہے یہ آپ ﷺ کا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس مکان میں تشریف لے گئیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں جا بسیں تو رسالت مآب ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا پھر اندر تشریف لے گئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا اس میں دونوں ہاتھ ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

① طبقات ابن سعد. ② طبقات ابن سعد.

③ نکاح رجب 1 ہجری میں ہوا اور رخصتی غزوۂ بدر کے بعد ہوئی۔ ضیا النبی ﷺ جلد:3 ص:424.

Marfat.com

اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سینے اور بازوؤں پر اس پانی کا چھڑکاؤ کیا اس کے بعد فرمایا اے فاطمہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل ترین شخص سے تیرا نکاح کیا ہے۔ ③

قریشِ مکہ، یہود اور منافقین کی سازشیں

قریشِ مکہ بدر کا انتقام لینے کے لیے بڑے بے تاب جبکہ منافقین اور یہود کو مسلمانوں کی فتح اور ترقی کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ مدینہ میں عبداللہ بن ابی سلول جسے آنحضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ بادشاہ بنانے والے تھے۔ اس نے خود اور اس کے بعض ساتھیوں نے ظاہری طور اسلام قبول کرلیا تھا مگر درپردہ مسلمانوں کو ہر وقت نقصان پہنچانے میں کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ منافقین اور یہود نے قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے اور اپنی طرف سے ہر قسم کی امداد فراہم کرنے کا یقین دلایا۔ یہودیوں کا ایک سردار کعب بن اشرف خود مکہ گیا اور مکے میں اپنے اشعار کے ذریعے قریشِ مکہ کے انتقام کی آگ کو خوب بھڑکایا۔ ابوجہل کی بیوہ ہندہ جو اپنے خاوند اور بھائی کے بدر میں قتل کے بعد جوشِ انتقام میں اندھی ہو رہی تھی اس نے ابوسفیان اور قریش مکہ کو طعنے دینے شروع کر دیئے۔ ادھر مدینہ میں یہود اور منافقین کی اسلام دشمن سرگرمیاں عروج پر تھیں ان کی ان اسلام دشمن سرگرمیوں کے بنیادی طور پر چار مقاصد تھے۔

نمبر ۱۔ کفارِ مکہ کی ہر طرح سے مکمل حمایت اور امداد کرنا۔

نمبر ۲۔ نومسلم مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا۔

نمبر ۳۔ اسلام کی ترویج کو روکنا۔

نمبر ۴۔ مدینہ منورہ میں داخلی انتشار پیدا کرنا۔

مدینہ منورہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ یہ قبیلے بڑے طاقتور اور مالدار تھے۔ یہ اپنی الگ الگ گڑھیوں اور قلعوں میں آباد تھے۔ یہ قبیلے بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ تھے۔ انصارِ مدینہ کے قبائل اوس وخزرج مالی لحاظ سے کمزور تھے یہ اکثر ان سود خور قبائل کے مقروض رہتے تھے اور اکثر یہ لوگ مسلمانوں کی مالی کمزوریوں سے ناجائز فائدے بھی اٹھاتے تھے۔ یہود اور منافقین نے قریشِ مکہ کی اسلام دشمن مہمات کو کامیاب بنانے کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رسالت مآب ﷺ کی مجالس میں آ کر نہایت بے ہودہ کلمات ادا کرنے شروع کر دیے مثلاً السلام علیکم کی بجائے اسام علیکم (تم پر موت آئے) کہتے اسی طرح ''راعنا'' ہماری بات سنیے کی بجائے ''رعن'' (احمق) ہے کا لفظ استعمال کرتے۔ مسلمانوں عورتوں کے بارے میں عشقیہ اشعار پڑھتے اور ان پر آوازے کستے۔

---

③ طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

غرض یہ لوگ ہر قسم کی بیہودگی کرتے جس سے مسلمانوں اور رسالت مآب ﷺ کی دل آزاری ہوتی۔ منافقین نومسلموں کو مرتد ہونے کی ترغیب دیتے اور انھیں کہتے کہ ہمیں مسلمان ہو کر کیا ملا ہے جو تم نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔

ایسے حالات میں رسالتمآب ﷺ نے صبر، حوصلے اور رواداری سے کام لیتے ہوئے پند ونصائح سے کام لیا اور ساتھ ساتھ انھیں عتبہ اور ابوجہل کے انجام اور اللہ کے خوف سے ڈرایا مگر وہ اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آئے۔ اسی دوران بنی قینقاع کی شامتِ اعمال کہ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں ایک چیز فروخت کرنے گئی۔ یہودی سنار نے اسے چہرہ بے نقاب کرنے کو کہا مسلمان عورت نے انکار کیا اس پر یہودی سنار نے اس کی نظر بچا کر جس چادر سے اس پاکدامن بی بی نے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اس کا ایک پہلو پشت پر سے پیچھے باندھ دیا۔ جب وہ عورت اٹھی تو چادر کا پہلو بندھا ہونے کی وجہ سے چادر اس کے سر سے اتر گئی اور چہرہ ننگا ہو گیا۔ اس پر یہودی سنار نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہاں پر موجود جو دوسرے یہودی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی خوب قہقہے لگائے اور مسلمان خاتون کا مذاق اڑایا۔

اس موقع پر وہاں ایک مسلمان نوجوان بھی کھڑا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ یہودی ایک مسلمان عورت کو بے نقاب کر کے اس کا مذاق اڑا رہے ہیں تو وہ ایک مسلمان عورت کی بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور آگے بڑھ کر تلوار کے ایک ہی وار سے یہودی سنار کا سر تن سے جدا کر دیا۔ پاس بیٹھے ہوئے تمام یہودی ایک دم بھوکے گدھوں اور خونخوار بھیڑیوں کی طرح اس انصاری پر ٹوٹ پڑے اور آنِ واحد میں اس نوجوان کی تکہ بوٹی کر ڈالی۔ یہ خبر جب مسلمانوں کو ہوئی تو وہ بھی تلواریں سونت کر موقع پر پہنچ گئے۔ یہودی تو پہلے ہی آمادہ قتال تھے کیونکہ وہ اس موقعے سے پہلے ہی بنوقینقاع کے بازار میں یہ اعلان کر چکے تھے کہ اے محمد! (ﷺ) تمھیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ تمھاری مڈبھیڑ قریش کے اناڑی اور جنگ سے ناآشنا لوگوں سے ہو چکی ہے۔ اگر تمھاری لڑائی ہم سے ہوئی تو تمھیں پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور ہمارے جیسے لوگوں سے تمھیں پالا نہ پڑا تھا۔[1] یہود کی ان لن ترانیوں کا جواب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں دیا:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

---

[1] ابن ہشام جلد:1.

Marfat.com

ترجمہ: ''ان کافروں سے کہہ دو کہ وہ عنقریب مغلوب کیے جائیں گے اور جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ جن دو گروہوں میں ٹکر ہوئی۔ ان میں تمھارے لیے نشانی ہے ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ یہ ان کو آنکھیں دیکھنے میں اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کی ذریعے جس کی تائید چاہتا ہے کرتا ہے اس کے اندر یقینًا نظر والوں (عبرت مندوں) کے لیے عبرت ہے۔''①

یہود کے اس اعلان پر جو ایک کھلم کھلا اعلانِ جنگ تھا۔ رسالت مآب ﷺ نے درگزر اور وعظ و نصیحت سے کام لیا تھا۔

بنو قینقاع کا انجام

اس واقعہ کی نوعیت اور تھی۔ رسالت مآب ﷺ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ ۱۵ شوال ۲ ہجری بروز جمعہ مدینے کا انتظام حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر خود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو علم دے کر مہاجرین کے ہمراہ بنو قینقاع کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہودیوں نے رسالت مآب ﷺ کو لشکر کے ساتھ آتے دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو کر گڑھیوں اور قلعوں میں محصور ہو گئے۔ حالانکہ انکے پاس ۷۰۰ جنگجو تھے۔ جن میں سے ۳۰۰ سوزرہ پوش تھے آپ ﷺ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پندرہ دن جاری رہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی قوم کو شکست و ہزیمت سے دوچار کرتا ہے تو ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ بنو قینقاع نے بھی خوفزدہ ہو کر اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے جان و مال، آل اولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں گے انھیں قبول ہو گا چنانچہ مسلمان قلعے پر قابض ہو گئے اور ۷۰۰ یہود کو گرفتار کر لیا۔

عرب میں دستور تھا کہ اسیران جنگ کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کو عربوں کے دستور کے خلاف پہلی مرتبہ صرف دو اشخاص کے سوا تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ یہود کو یقین کامل تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے گا مگر یہاں عبداللہ بن ابی بن سلول نے یہود کا حقِ نمک ادا کرنے کے لیے آنحضور ﷺ سے گذارش کی کہ قیدیوں کو معاف کر کے جلاوطن کر دیا جائے۔ رسالت مآب ﷺ نے انکار فرما دیا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور بار بار اصرار کرتا رہا۔ آخر کار رسالت مآب ﷺ نے اس منافق جس کے اظہارِ اسلام کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ ہوا تھا۔ رعایت کا معاملہ کیا تھا اور اس کی خاطر سب کی جان بخشی کر دی۔ البتہ انھیں حکم دیا گیا کہ وہ جتنا سامان ساتھ لیجا سکتے ہیں لے جائیں۔ مگر اپنے ہتھیار یہاں چھوڑ جائیں چنانچہ انھیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں مدینہ بدر کیا گیا وہ سب شام کی طرف چلے گئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں اکثر کی موت واقع ہو گئی۔

---

①پارہ:3 سورہ آل عمران آیت:12-13۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ نے ان کے اموال ضبط کر لیے۔ ضبط شدہ مال میں سے تین کمانیں، دو زرہیں، تین تلواریں اور تین نیزے اپنے لیے رکھے۔ مالِ غنیمت کا خمس نکال کر باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔[1] یہود جاتے جاتے اپنے مکانوں کو ویرانوں میں تبدیل کر گئے اس طرح عبداللہ بن ابی نے یہود کی جان بخشی کرا کے یہود کے ساتھ اپنا حق دوستی ادا کیا۔

کعب بن اشرف جس نے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکائی تھی۔ اب اس نے اعلانیہ طور پر مسلمان مستورات کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے شروع کر دیئے۔ مجبوراً ایک دن آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے کون کعب بن اشرف کی خبر لے گا۔ اس پر بنی عبدسہل کے جوان محمد بن سلمٰی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ اجازت ملنے پر اپنے دوستوں سلکان بن سلامہ، عباد بن بشیر، حارث بن اویس اور ابوعیس بن جبیر کو ساتھ لے کر کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل ہونے کی خبر دوسرے دن مدینے پہنچی تو یہودیوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور کسی نے بھی صدائے احتجاج بلند نہ کی۔

یہودیوں کا ایک سردار سلام بن ابی حقیق مسلمانوں کو ایذا رسانی اور نقصان پہنچانے میں پیش پیش تھا۔ اسکا باپ ابی حقیق خیبر سے آ کر مدینے آباد ہوا تھا۔ خیبر میں اس کی کافی جائیداد تھی۔ اسکا بیٹا سلام ان جائیدادوں کا نگران تھا۔ وہ اکثر مدینے آتا جاتا رہتا تھا اس کے ساتھ ہی وہ مسلمانوں کا ازلی وابدی دشمن بھی تھا۔ حقیق نے آنحضور ﷺ کی نبوت کی سچائی کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے کئی اطراف میں سفر کیا۔ یہود و نصاریٰ، کفار کے کاہنوں اور علماء اور پادریوں سے ملاقاتیں کر کے اسلام کے بارے میں تحقیقات کرنے کے بعد اسلام کی سچائی کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمان ہوا۔[2] اُس نے اپنی بھانجی ریطہ رضی اللہ عنہا کی شادی مشہور تلوار زن حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ المعروف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے کی اور اپنی بیٹی خویلہ رضی اللہ عنہا کی منگنی بھی حضرت سماک رضی اللہ عنہ سے کر رکھی تھی۔ سلام بن ابی حقیق کو اس بات پر بڑا دکھ تھا کیونکہ وہ کٹر یہودی اور مسلمانوں کا ازلی دشمن تھا اس نے کئی لوگوں کو مختلف اوقات میں انعام واکرام کا لالچ دے کر حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ) کے قتل پر مامور کیا مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو ہر موقع پر محفوظ و مامون رکھا۔ سلام بن ابی حقیق حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سے دشمنی کے ساتھ ساتھ یہودِ مدینہ یہودِ خیبر اور کفارِ مکہ کے ساتھ مل کر ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کمربستہ رہتا تھا۔ چنانچہ بنوخزرج کے آٹھ جوانوں نے خیبر جا کر اسے واصلِ جہنم کیا۔

---

[1] ابن ہشام جلد:1.

[2] ابن ہشام، طبقات ابن سعد.

Marfat.com

ابوسفیان جنگِ بدر کا انتقام لینے کے لیے بڑا بیتاب تھا۔ اس کی دن رات کی کوششوں سے اسے یہود اور منافقین کی مکمل حمایت مل گئی۔ نیز قریشِ مکہ کا انتقام لینے کا مطالبہ بھی زور پکڑ گیا تو اس نے مکہ کے شعلہ نوا شاعر ابوعزہ کو بنوکنانہ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے اپنے اشعار کے ذریعے بنوکنانہ میں آگ لگا دی۔ چنانچہ وہ بھی (بنوکنانہ) قریشِ مکہ کے شانہ بشانہ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ وہی ابوعزہ شاعر تھا جو جنگِ بدر میں گرفتار ہوا تھا اور جس کو آنحضور ﷺ نے یہ عہد لے کر چھوڑ دیا تھا کہ اب کبھی رسالت مآب ﷺ کے خلاف نہ اٹھے گا۔

قریش کی جنگی تیاریاں اور سامانِ جنگ

ابوسفیان جس تجارتی قافلے کو جنگِ بدر سے پہلے بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا اس کا سارا مال جنگی اخراجات کے لیے روک لیا گیا۔ چنانچہ پچاس ہزار مثقال سونا ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار استعمال میں لائے گئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق صرف منافع میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار روکے گئے۔ چنانچہ اسی بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ

ترجمہ: ''بے شک کافر اپنے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں اور اب انھیں خرچ کریں گے پھر وہ ان پر پچھتاوا ہوں گے پھر مغلوب کر دیئے جائیں گے۔''[1]

ان تمام تیاریوں کے بعد ابوسفیان مختلف قبائل، قریشِ مکہ، مکہ کے حبشی غلام، شُعرا، رجز خوانوں مرد اور عورتوں پر مشتمل تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب کہ شُعرا رجز خوان مرد اور عورتیں اس کے علاوہ تھیں اس فوج نے پانچ ماہ شوال تین ہجری کی ابتدائی تاریخوں میں کوچ کیا۔ سواری اور مال برداری کے لیے تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ مگر فتح الباری کی روایت کے مطابق سو گھوڑے تھے۔ ابوسفیان لشکر کا سپہ سالار تھا۔ جبکہ رسالے کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی اور عکرمہ بن ابوجہل کو اس کا معاون مقرر کیا گیا۔ پرچم حسبِ دستور قبیلہ بنی عبدالدار کے ہاتھوں دیا گیا۔

اس لشکر نے مدینہ منورہ کے قریب جبلِ عینین کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ اس فوج میں بڑے بڑے معززین کی عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان کی تعداد پندرہ روایت کی جاتی ہے۔ یہ معزز مرد اور دیگر عورتیں، مردوں کو غیرت اور جوش دلانے کے لیے ہمراہ تھیں۔ ان کی تفصیل مشہور مورخ طبری نے تاریخ طبری جلد ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ یورپ میں اس طرح تحریر کی ہے۔

---

[1] پارہ:9 سورہ الانفال آیت:36.

Marfat.com

① ہندہ: ہندہ عتبہ کی بیٹی، ابوسفیان کی بیوی، امیر معاویہ کی ماں تھی (عتبہ) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا۔

② اُم حکیم: اُمِ حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھی۔

③ فاطمہ: فاطمہ بنت ولید خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔

④ پرزہ: پرزہ مسعود ثقفی کے قبیلہ کی رئیسہ تھی۔

⑤ ریطقہ: ریطقہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔

⑥ حناس: حناس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی مکہ ہی میں مقیم تھے۔ انھوں نے کفارِ مکہ کی ان جنگی تیاریوں کے متعلق جملہ تفصیلات ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ رسالت مآب ﷺ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کر دیں۔ رسالت مآب ﷺ نے پانچ شوال ۳ ہجری کو دو صحابہ کرام حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت مونس رضی اللہ عنہ کو کفارِ مکہ کے لشکر کے متعلق جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انھوں نے تفصیل سے لشکر کفار کی تعداد اور اس کی جنگی تیاریوں سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن منذر کو جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انھوں نے لشکر کفار کی تعداد اور دیگر جنگی امور سے متعلقہ تفاصیل سے آگاہ کیا۔

دوسرے دن رسالت مآب ﷺ نے کفارِ مکہ کی جنگی تیاریوں اور دیگر تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شوریٰ کا اجلاس بلایا اور اس سلسلے میں ان کی رائے طلب کی اور ساتھ ہی انھیں اپنا خواب بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر کچھ شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے گائے کی یہ تعبیر فرمائی کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو جائیں گے۔ تلوار کی شکستگی کی یہ تعبیر فرمائی کہ میرے گھر کا ایک شخص شہید ہو جائے گا۔ اور محفوظ زرہ کی یہ تعبیر فرمائی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دفاعی حکمت عملی کے بارے میں رائے طلب فرمائی۔ آپ ﷺ اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ مدینہ میں ایک قلعہ بند ہو کر دفاع کیا جائے اور اگر مشرکین شہر میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمان گلی کوچوں کے ناکوں پر ان سے جنگ کریں اور عورتیں چھتوں پر سے ان پر خشت باری کریں گی۔ عبداللہ بن ابی کو اس سے پہلے کبھی مشاورت کے لیے نہیں بلایا جاتا تھا۔ پہلی بار مشورے میں شریک کیا گیا۔ [1] اس نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ مگر نوخیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جو صحابہ کرام جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے انھوں نے اصرار کیا کہ مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تو اس دن کی تمنا کرتے تھے اور اللہ سے

---

① تاریخ طبری جلد:2 ص:389.

Marfat.com

دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اب اللہ نے موقع دیا ہے۔ اور میدان میں نکلنے کا وقت آیا ہے تو آپ ﷺ دشمن کے مدمقابل ہوں تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈر گئے ہیں۔

اُن پرعزم اور پر جوش حضرات میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سرِ فہرست تھے۔ انھوں نے تو یہاں تک کہہ دیا یارسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں کوئی غذا نہ چکھوں گا یہاں تک کہ مدینے سے باہر اپنی تلوار سے ان سے دو دو ہاتھ نہ کرلوں۔ [1] چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے اکثریت کی رائے کو تسلیم کرتے ہوئے حکم صادر فرمایا کہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

لشکرِ مجاہدین کی ترتیب اور میدان جنگ کو روانگی

قریش مکہ بدھ کو احد کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ رسالت مآب ﷺ جمعے کی نماز ادا کر کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سر پر عمامہ باندھا اور لباس پہنایا۔ آپ ﷺ نے نیچے اور اوپر دو زرہیں پہنیں، تلوار حمائل کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تشریف لے گئے۔

رسالتمآب ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔

① مہاجرین کا دستہ اس کا پرچم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بدری کو عطا فرمایا۔

② قبیلہ اوس (انصار) کے دستہ کا پرچم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

③ قبیلہ خزرج (انصار کا قبیلہ) اس کا پرچم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

لشکر کو ترتیب دینے کے بعد رسالت مآب ﷺ ایک ہزار کی تعداد لے کر مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں ایک سو زرہ پوش اور پچاس شہ سوار تھے۔ شہسواروں کے معاملے میں سیرت نگاروں میں اختلاف ہے پچاس گھوڑوں کی تعداد ابنِ قیم رحمہ اللہ نے تحریر کی ہے۔

موسیٰ بن عتبہ نے لکھا ہے کہ کوئی گھوڑا نہ تھا۔ واقدی نے دو گھوڑے لکھے ہیں کہ ایک گھوڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ اور دوسرا گھوڑا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب کہ تاریخ اسلام میں اکبر شاہ نجیب آبادی نے دو گھوڑے لکھے ہیں۔ مدینے میں رسالتمآب ﷺ نے حضرت ابن اُمِ مکتوم کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرما کر کوچ کا اعلان فرمایا لشکر نے شمال کا رخ کیا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ زرہ پہنے رسالت مآب ﷺ کے آگے چل رہے تھے۔

لشکر ابھی مدینہ سے دو میل دور ہی پہنچا تھا کہ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکرِ اسلام سے الگ ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ نے میری رائے یعنی مدینے میں قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے

---

① سیرۃ حلبیہ جلد:2 ص:14 ماخوذ الرحیق المختوم ص:242.

Marfat.com

نہیں مانی۔ چنانچہ میں اس جنگ میں حصہ نہیں لوں گا۔ یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینے واپس چل پڑا۔ رسالت مآب ﷺ نے اس کی پروانہ کی اور اپنے سات سو مجاہدین کے ساتھ آگے چل پڑے۔ عبداللہ بن ابی کی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپسی کی وجہ وہ نہیں تھی جس کا اس نے اظہار کیا تھا بلکہ اس کے مقاصد کچھ اور تھے۔

نمبر ۱۔ وہ اس نازک موقع پر لشکر سے علیحدہ ہو کر اسلامی لشکر میں اضطراب اور کھلبلی مچانا چاہتا تھا۔

نمبر ۲۔ اس کی واپسی دیکھ کر ہو سکتا ہے کچھ عام سپاہی بھی رسالت مآب ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں اور اس طرح بقیہ کے حوصلے پست ہو جائیں۔

نمبر ۳۔ دشمن کے ان لوگوں کی واپسی کو دیکھ کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔

نمبر ۴۔ اپنے اس مقصد میں وہ کچھ کامیاب ہو گیا تھا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی دستگیری کی۔ کیوں کہ ان لوگوں کی واپسی دیکھ کر قبیلہ اوس میں بنو حارثہ اور قبیلہ بنو خزرج میں سے بنو سلمہ کے قدم اکھڑ چکے تھے وہ واپسی کا سوچ رہے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی سوچ کو بدل دیا اور اسی بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: ’’جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں۔ تو اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔‘‘①

رسالت مآب ﷺ نے مقامِ شیخان پہنچ کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور کم سن بچوں کو واپس کر دیا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۲۔ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
۳۔ اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ	۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	۶۔ حضرت عرابہ بن اویس رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ	۸۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۱۰۔ حضرت سعد بن حبہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ، (مگر ایک دوسری روایت کے مطابق یہ جنگ میں شریک تھے)۔

①پارہ:3 سورہ آل عمران آیت:122.

Marfat.com

ان معصوم بچوں کے دلوں میں اپنے پیارے رسول ﷺ کی محبت و عشق و جان نثاری کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج کو واپس کرنے لگے تو وہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو گئے تاکہ بڑے نظر آئیں۔ دوسرے وہ ایک ماہر تیر انداز تھے۔ اس لیے انھیں لشکر میں شامل کر لیا گیا۔ ان کی شمولیت پر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا کہ اگر انھیں اجازت مل گئی ہے تو میں تو ان سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ اس لیے مجھے بھی لشکر میں شامل کیا جائے۔ اس پر دونوں میں کشتی کرائی گئی تو حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو کشتی میں پچھاڑ دیا اس پر انھیں بھی لشکر سرفروش مجاہدین میں شامل کر لیا گیا۔

لشکرِ اسلام کی ترتیب ۷ شوال ۳ ہجری

آنحضور ﷺ نے وادی کے آخری سرے پر واقع احد پہاڑ کی گھاٹی میں نزول فرمایا اور کیمپ لگوایا۔ اب لشکر کے سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد پہاڑ۔ دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینے کے درمیان حدِ فاصل بن گیا۔ آنحضور ﷺ نے جنگی نقطۂ نظر سے لشکر کی ترتیب و تنظیم فرمائی اور لشکر کی صفوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ احد کے پہاڑ میں ایک گھاٹی تھی جو آج کل رماۃ کے نام سے مشہور ہے۔ گھاٹی میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ مقرر فرمایا اور دستے کی کمان حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے انھیں تاکید فرمائی کہ لڑائی کی جو بھی صورتحال ہو تم لوگوں نے گھاٹی کو نہیں چھوڑنا پھر باقی دستے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میری پشت کی حفاظت کرنا اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ اگر ہم مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔ [1] باقی لشکر کی ترتیب اس طرح تھی۔

اسلامی لشکر کا علم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو میسرہ، حضرت منذر رضی اللہ عنہ بن عمر کو میمنہ پر متعین فرمایا۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا معاون مقرر فرمایا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اضافی ڈیوٹی دے دی گئی کہ وہ خالد بن ولید کے شہسواروں کو روکے رکھیں اس کے علاوہ صفوں کے اگلے حصے میں ایسے صحابہ کرام رکھے جنگی جانبازی اور دلیری کی چار سو شہرت تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کے اس حصے کی کمان سونپی جس میں کوئی بھی مجاہد زرہ پوش نہ تھا۔ [2]

لشکر کفار کی ترتیب

قریش مکہ کو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں تجربہ حاصل ہو چکا تھا چنانچہ انھوں نے کچھ اس طرح صف آرائی کی، خالد بن ولید، میسرہ پر، عکرمہ بن ابو جہل، سواروں پر صفوان بن امیہ اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ربیعہ کو افسر مقرر کیا گیا ابوسفیان فوج کا سپہ سالار تھا جس نے قلبِ لشکر میں اپنا

---

① صحیح بخاری جلد:2 ص:580 حدیث نمبر:1220.　② سیرت ابن ہشام.

Marfat.com

مرکز قائم کیا علم حسب دستور بنو عبد الدار کے طلحہ کو دیا گیا اس کے علاوہ دو سو گھوڑ سواروں کو علیحدہ ضرورت کے وقت کام آنے کے لیے رکھا گیا۔

رسالت مآب ﷺ کا لشکر سے خطاب

لشکر کو ترتیب دینے کے بعد رسالت مآب ﷺ نے ایک مختصر خطاب فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں دو تلواریں اور ایک جھنڈا تھا۔ آپ ﷺ نے مجاہدین کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ جب دشمن سے ٹکراؤ ہو تو پامردی اور ثابت قدمی سے کام لیں پھر آپ ﷺ نے ایک تلوار جو کافی بڑی اور وزنی تھی اور چھوٹے پھل والی تھی اسے بلند کیا اور فرمایا ''من یا خذ ھٰذا السیف بحقه'' کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تلوار لینے کے لیے لپک پڑے۔ مگر آپ ﷺ نے تلوار کسی کو نہ دی اور دوبارہ وہی الفاظ دوہرائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر تلوار کے حصول کے لیے لپکے مگر رسالت مآب ﷺ نے تلوار کسی کو نہ دی اور تیسری مرتبہ بھی وہی الفاظ دوہرائے۔

اب کی بار حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ تھی۔ اُٹھے اپنے خود پر سرخ رومال باندھا جو کہ وہ لڑائی کے دوران لازمی باندھا کرتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ کے پاس آئے غور سے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر نہایت عاجزی اور انکساری سے عرض کی۔ اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ حق ادا کرنے سے آپ ﷺ کا کیا مطلب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تلوار کا حق یہ کہ اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور کوئی کافر اس تلوار سے بچنے نہ پائے اور میری تلوار سے دشمن کو ایسا مارا جائے کہ تلوار ٹیڑی ہو جائے۔ اس پر حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کی چھاتی تن گئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تو پھر سماک بن خرشہ اس کا حق ادا کرے گا۔ اور میں عہد کرتا ہوں کہ میں اپنے دین کے دشمنوں پر دکھوں کا جاڑا اور لہوؤں کا طوفان اور سناٹوں کی گونج بن کر نازل ہوا کروں گا۔ ①

پھر حضرت سماک رضی اللہ عنہ دونوں لشکروں کے درمیان آئے اور اکڑ کر چھاتی تان کر کبر و نخوت سے ٹہلنے لگے۔ رسالت مآب ﷺ حضرت سماک رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اس طرح اکڑنا اور اترانا اللہ کو پسند نہیں۔ مگر اس وقت ابو دجانہ (رضی اللہ عنہ) کی چال اللہ کے ہاں ناپسندیدہ نہیں۔

جنگ کی ابتدا

جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کفارِ مکہ نے طبل جنگ بجایا اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ جو عورتوں کے ساتھ مقتولینِ بدر کے ماتم اور انتقامی خون کے رجز کے ساتھ یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھی۔

---

① سیرۃ ابن ہشام، طبقاتِ ابنِ سعد۔

Marfat.com

ولها بنی عبدالدار
وسبها حماة الادبار
فرباء بکل بتار
نحن نبات طارق
نمشی علی النمارق
ان تقبلوا لخالق
ونفرش النمارق
اوتد بروا نفارق
فراق غیر وامق

''دیکھ بنی عبدالدار، دیکھ پشت کے پاسدار، خوب کر شمشیر کا وار، ہم آسمانوں کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں، اگر پیش قدمی کرو گے تو ہم گلے لگائیں گی، اور قالین بچھائیں گی، اور اگر پیچھے ہٹو گے تو روٹھ جائیں گی، اور تم سے الگ ہو جائیں گی۔''

آغازِ جنگ

لڑائی کا آغاز اس طرح ہوا کہ قریش مکہ نے سب سے پہلے ایک چال چلنے کی کوشش کی اور ابو عامر جو کہ مدینے کا رہنے والا تھا اور اسلام سے قبل مدینے میں اپنے زہد و تقویٰ اور پارسائی کی وجہ سے نہایت ہی احترام اور عزت کی نگاہ دیکھا جاتا تھا۔ مدینے میں طلوعِ اسلام کو دیکھ نہ سکا اس وجہ سے مدینے کو چھوڑ کر مکے میں چلا گیا اس کا اصل نام عبد عمرو بن صیفی تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا اور اوس کا سردار تھا۔ اہل مدینہ اسے راہب کہتے تھے۔ لیکن آنحضور ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھ دیا وہ اپنے ڈیڑھ سو ساتھیوں کے ساتھ میدان میں اس خیال سے آیا کہ اہل مدینہ اس کا بہت احترام کرتے ہیں اور وہ قبیلہ اوس کا سردار بھی ہے۔ چنانچہ اس نے میدان میں آکر پکارا میں ابو عامر ہوں۔ مجھ کو پہچانتے ہو؟ انصار نے جواب دیا ہاں او بدکار ہم تمھیں پہچانتے ہیں خدا تمھاری آرزو بر نہ لائے۔ اس کے بعد قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ جو کہ بہت بہادر شاہسوار تھا اور مسلمان اسے کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہتے تھے۔ اونٹ پر سوار صف سے نکل کر بولا مسلمانو! تم میں سے کوئی ہے جو مجھ کو دوزخ یا خود بہشت میں پہنچ جائے۔ (مسلمانوں کے عقیدے پر طنز کیا تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا، ہاں میں ہوں یہ کہہ کر آگے بڑھے اور آن واحد میں اسکا سرتن سے جدا کر دیا۔ گویا یہ

Marfat.com

جنگ کا پہلا ایندھن بنا۔ اب طلحہ کے بھائی عثمان نے علم اٹھایا اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی ہوئی آ رہی تھیں اور وہ خود یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

ان علی اهل اللوآء حقا.........ان تخضب الصعدة او تندقا

ترجمہ: "علم بردار کا فرض ہے کہ وہ نیزے کو خون میں رنگ دے.........یا وہ ٹکرے ٹکڑے ہو کر ٹوٹ جائے۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس زور سے اس کے شانے پر تلوار ماری کہ تلوار کمر تک اتر گئی۔ ساتھ ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا کہ میں ساقیِ حجاج کا بیٹا ہوں۔ اب تیسرے بھائی یعنی ابو سعید بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر چلایا جو ٹھیک اس کے گلے میں لگا اور اس کی زبان باہر نکل آئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ابو سعد نے لشکر سے آگے نکل کر مبارزت طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

عام لڑائی

اب عام لڑائی شروع ہوئی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شجاعت اور جانبازی کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ (سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ) نے صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قدر دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ زمین و آسمان عَش عَش کر اُٹھے۔ ان تینوں اور دیگر مجاہدینِ اسلام کی مردانہ شجاعت کے مظاہرے سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ دو دستی تلوار سے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک حبشی غلام "وحشی" جسے ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور جبیر بن مطعم نے آزادی اور انعام و اکرام کا لالچ دے کر صرف حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ اس نے ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر اپنا حربہ پھینکا۔ "حربہ" ایک چھوٹا سا خنجر تھا جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف میں پیوست ہو گیا اور وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ "وحشی" نے ہندہ کو اطلاع دی۔ اس نے اپنا ہار بُندے اور آویزے اتار کر وحشی کو دیئے اور خود حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے کان، ناک اور دل نکال کر بطور زیور پہن لیے اور آپ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر کچا چبا ڈالا۔ قریشِ مکہ کی دیگر عورتوں نے بھی اسی بربریت اور سفاکی کا مظاہرہ کیا۔

کفار کے بارہ علمبردار قتل ہوئے اور آخری علمبردار کے قتل ہونے کے بعد کفار مکہ کا علَم زمین پر خاک و خون میں روندا گیا۔ ان بارہ علمبرداروں میں آٹھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے سامنے جو بھی آیا واصل جہنم ہوا۔ مگر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ ایک مدِمقابل نوجوان کو چھوڑ دیا اور پھر دشمن کی صفوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ قریش کے علمبردار "حبشی صواب" کو بھی انھوں نے ہی قتل کیا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے لشکر کے اس حصے پر جس کے سردار خالد بن ولید تھے اس زور سے حملہ کیا کہ انھیں اپنے دستے سمیت پسپا ہونا پڑا۔ اب کفار کے پاؤں اکھڑنا شروع ہو گئے دوپہر کے قریب کفار پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ اوّل تو وہ الٹے پاؤں لڑتے ہوئے پیچھے ہٹے پھر پشت پھیر کر فرار ہونے لگے یہاں تک کہ وہ اپنی حد سے بھی نکل گئے۔ قریش کی وہ عورتیں جو دف بجا بجا کر مردوں کو جوش دلا رہی تھیں اور جن کی سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی وہ اور دیگر اس طرح بدحواسی سے چیخیں مارتی ہوئی بھاگیں کہ اپنا ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑ گئیں۔

قریشِ مکہ کی شکست اور مسلمانوں کی فتح میں اب کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ کفار جب میدان سے بھاگے تو دوپہر کا وقت تھا۔ کفار کو بھاگتے دیکھ کر گھاٹی پر متعین تیراندازوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم بھی کفار کا تعاقب کریں۔ مگر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے اور روکنے کے باوجود مسلمان گھاٹی کو چھوڑ کر کفار کے تعاقب کو چل پڑے۔ قریش کے لشکرِ میمنہ کے سردار خالد بن ولید نے بھاگتے ہوئے گھاٹی کی اہمیت کو تاڑ لیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک میل کا چکر کاٹ کر گھاٹی پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ صرف چند مجاہد تھے جو کہ پا پیادہ تھے۔ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سو گھڑ سوار کفار کا مقابلہ نہ کر سکے اور سب نے مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

اب خالد کا راستہ صاف تھا انہوں نے یک لخت پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان بدحواسی کا شکار ہوئے۔ دوسری طرف عکرمہ بن ابوجہل نے میدان کی یہ حالت دیکھی تو اس نے بھی مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ابوسفیان جو میدان جنگ سے بھاگ رہا تھا جب میدانِ جنگ کا یہ منظر دیکھا تو اس نے بھی مڑ کر نئے جوش اور ولولے کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اب مجاہدینِ اسلام ہر طرف سے کفار کے نرغے میں آ گئے۔ اب میدانِ جنگ کی صورت حال یہ تھی کہ مجاہدینِ اسلام چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر کفار کے غول میں گھرے ہوئے تھے۔

رسالتمآب ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کفار کے نرغے میں آ گئے۔ اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنے پیارے رسول ﷺ کے پاس علم بلند کیے کھڑے تھے۔ قریش کا خاک و خون میں لتھڑا ہوا علم قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت سمرہ بنت علقمہ نے اٹھا کر بلند کر دیا۔ ایک کافر ابنِ قمیہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حیرت انگیز حد تک آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔ چنانچہ ابن قمیہ بلند آواز سے چلایا "قد قتلت محمدؐ" اس آواز نے قریش کے حوصلے مزید بلند

Marfat.com

کر دیے اور وہ خوشی سے ناچنے لگے جبکہ مسلمان انتہائی دل برداشتہ ہوئے اور اکثر نے لڑائی چھوڑ دی۔ ①

شمع رسالت ﷺ کے پروانے

اس وقت شدید جنگ جاری تھی۔ جب ابنِ قمیہ نے رسالت مآب ﷺ کی شہادت کی خبر سنائی اور اس پر مسلمان حوصلہ ہار بیٹھے کہ رسالت مآب ﷺ نے پکارا ''الی عباد اللہ انا رسول اللہ''، اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مسلمان ہر طرف سے لڑتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن ان کے اور رسالت مآب ﷺ کے درمیان کثیر تعداد میں لشکرِ کفار حائل تھا۔ رسالت مآب ﷺ کی آواز کو کفار نے سن کر (کیونکہ وہ آپ ﷺ کے زیادہ نزدیک تھے) انہیں آپ ﷺ کی آواز سے پتہ چل گیا کہ آپ ﷺ کس طرف تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ وہ تیزی سے آپ ﷺ کی طرف بڑھنے لگے اور جس جگہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے وہ جگہ جنگ کا مرکز بن گئی۔ اس افراتفری میں ایک کافر عبداللہ بن شہاب زہری نے رسالت مآب ﷺ کے چہرہ مبارک پر حملہ کیا جس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ ابنِ قمیہ نے آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر تلوار کا اس زور سے حملہ کیا کہ خود کے دو حلقے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں آنکھ کے نیچے ہڈی میں گھس گئے۔ عقبہ بن وقاص رسالت مآب ﷺ پر حملہ آور ہوا اس نے زور سے تلوار ماری جس سے آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا۔ عقبہ بن وقاص نے بلند آواز میں کہا سنو لوگو! محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا گیا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوئے تھے اس پر آپ ﷺ نے پکار کر کہا کہ کون ہے جو میرے لیے اپنی جان کو فروخت کرے گا۔ حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کفار کے جمِ غفیر سے ٹکرائے اور ایک ایک کر کے اپنی جانیں اپنے پیارے رسول ﷺ پر نچھاور کر دیں۔ ② اس طرح پروانے شمع رسالت پر جانیں فدا کرتے رہے اور باری باری سات انصاری صحابی رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ اب صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس رہ گئے یہ لمحہ آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ کا نازک ترین لمحہ تھا۔ جبکہ مشرکین کے لیے سنہری موقع تھا مگر رحمت للعالمین ﷺ اپنی زبان مبارک سے اس وقت بھی یہی دعا فرما رہے تھے:

رب اغفر لقوم فانھم لا یعلمون.

''اے پروردگار میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے۔''

---

① یہ روایت اکثر سیرت نگاروں نے بیان کی ہے صحیح بخاری میں بھی روایت ہے۔

② بخاری شریف جلد:2۔ صحیح مسلم جلد:2.

Marfat.com

مشرکین مکہ آپ (ﷺ) کا کام تمام کر دینا چاہتے تھے۔ مگر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نادر الوجود جانبازی اور بے مثال بہادری سے کام لیتے ہوئے مشرکین کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ دونوں ماہر تیر انداز تھے۔ انھوں نے اتنی برق رفتاری سے تیر چلائے کہ کفار کو اپنے محبوب ﷺ تک نہ پہنچنے دیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے مگر انھوں نے کمال جانبازی سے دشمن کا مقابلہ کیا ایک کافر نے ان کے ہاتھ پہ تلوار کی ایسی ضرب لگائی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ ان کے منہ سے سی نکلی رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمھیں اٹھا لیتے۔

ترمذی شریف کی ایک روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ [1] حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۳۵، ۳۹ زخم آئے۔ یہ تمام واقعات اچانک اور نہایت تیزی سے پیش آئے مسلمان نہایت برق رفتاری سے رسالت مآب ﷺ کی طرف بڑھے اور آپ ﷺ کے پاس پہنچتے ہی جسموں اور ہتھیاروں سے آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم پہنچے تو رسالت مآب ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو چکا تھا۔ خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس چکی تھیں۔ میں نے انھیں نکالنا چاہا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجیے۔ اس کے بعد انھوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تا کہ پیارے رسول ﷺ کو تکلیف نہ ہو انھوں نے کڑی کھینچ کر نکال لی مگر ان کا اپنا نچلا دانت گر گیا۔ اب انھوں نے دوسرے کو آہستہ آہستہ کھینچنا شروع کیا اور جب دوسری کڑی نکال دی تو دوسرا دانت بھی گر گیا۔ پھر رسول ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی طلحہ رضی اللہ عنہ کو سنبھالو اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی ہے۔ ان نازک ترین لمحات میں رسالت مآب ﷺ کے گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آ پہنچی۔ جن میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ام عمار رضی اللہ عنہا، نسیبہ بنت کعب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حاطب بن ابی البیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

جنگ میں دوبارہ شدت

اب جنگ کا مرکز یہ جگہ بن گئی جس جگہ رسالت مآب ﷺ تشریف فرما تھے۔ مشرکین کی تعداد میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا اور ان کے حملے سخت اور تیز ہوتے جا رہے تھے۔ مشرکین کا دباؤ ایک جگہ بڑھ گیا۔ جہاں رسالت مآب ﷺ تشریف فرما تھے۔

---

[1] ابن ہشام جلد:2.

Marfat.com

تابناک اور بے نظیر قربانیاں

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آہنی دیوار بنے کھڑے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دشمن کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روک رہے تھے یہاں تک کہ انکا ہاتھ زخموں کی کثرت سے بیکار ہوگیا۔ حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم عمارہ رضی اللہ عنہا جن کا اسم مبارک نسیبعہ بن کعب رضی اللہ عنہا تھا انھوں نے تلوار سے ابنِ قمیہ پر کئی وار کیے مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے بچ گیا۔ وہ حضرت اُم عمارہ پر جوابی وار کرتے ہوئے حملہ آور ہوا۔ چنانچہ حضرت اُمِ عمارہ کا ہاتھ شانے کے قریب سے شدید زخمی ہوا۔ حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ، حضرت قطبیہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے گرد جمع ہوئے اور اتنی شدت سے کفار پر حملہ آور ہوئے کہ گھیراؤ کرنے والے مشرکین کو پیچھے ہٹا دیا اب مشرکین نے تیروں کی بوچھاڑ کرنی شروع کر دی۔ اس موقعے پر سب سے پہلے حضرت سماک رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بھاگ کر حضور ﷺ سے لپٹ گئے۔ اپنا چہرہ آنحضور ﷺ کی طرف کرلیا اور پشت تیروں کی طرف کردی۔ مشرکین تیروں کی بوچھاڑ کرتے رہے جو ان کی زرہ سے ٹکرا کر گرتے رہے۔

اس طرح آنحضور ﷺ تیروں سے محفوظ رہے اور اپنے قریب گرنے والے تیر اٹھا اٹھا کر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو دیتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے میرے ماں باپ تم پر قربان تیر چلاتے رہو۔ یہاں تک کہ کفار کی تیراندازی بند ہوگئی۔ اور وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھ گئے۔ اس موقعے پر حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور رسالت مآب ﷺ کے چہرہ مبارک سے بہنے والے خون کو چوس ڈالا تاکہ خون بہنا بند ہو جائے۔

جب مجاہدین کو یہ خبر ملی کہ رسالت مآب ﷺ کی شہادت کی خبر محض افواہ تھی تو ان کے بجھے ہوئے اداس چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ وہ ایک نئے جوش و جذبے سے مصروفِ جنگ ہوئے۔ نتیجے کے طور پر انھوں نے کفار کو پیچھے دھکیل دیا۔ ان حالات میں رسالت مآب ﷺ پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے اور مجاہدین کو پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ تدبیر جنگی نقطۂ نگاہ سے بہترین تدبیر ثابت ہوئی اس طرح نہ صرف اسلامی لشکر محفوظ ہوگیا بلکہ کچھ لمحات کا وقفہ بھی مل گیا۔ اسلامی لشکر کے بلند مقام پر چڑھ جانے کے بعد ابوسفیان کو بھی بلند جگہ کی اہمیت کا احساس ہوا۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے لشکر کے ہمراہ دوسرے راستے سے زیادہ بلند مقام پر پہنچنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں پہاڑ پر چڑھنے سے روکو۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس طرف بڑھے اور ابوسفیان اور اس کے لشکر کو نیچے دھکیل دیا آہستہ آہستہ بکھرے ہوئے اسلامی دستے بھی رسالت مآب ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ نتیجے کے طور پر کفار کو اب حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مدینہ میں رسالت مآب ﷺ کی شہادت کی خبر

جب رسالت مآب ﷺ کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو مدینہ میں رہ جانے والے آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت تیزی اور بیتابی سے اُحد کی طرف دوڑے۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی میدانِ جنگ پر پہنچیں۔ اپنے پیارے ابا جان کو دیکھا کہ چہرہ مبارک سے ابھی تک خون رس رہا تھا انھوں نے بیتابی سے چہرہ صاف کیا مگر خون بند نہ ہوا اب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا خون دھوتی تھیں۔ مگر خون پھر بھی بند نہ ہوا آخر انھوں نے ایک چٹائی جلا کر اسے زخم پر رکھا جس سے خون بند ہو گیا غزوۂ اُحد کے دن رسالت مآب ﷺ کے سامنے والے چار دانت شہید ہوئے۔ [1]

ابوسفیان لشکرِ مجاہدین کے سامنے پہاڑی پر چڑھ کر بلند آواز سے بولا ''افی القوم محمد'' کیا تم لوگوں میں محمد (ﷺ) ہیں۔ تو رسالت مآب ﷺ نے حکم فرمایا اس کا کوئی جواب نہ دے وہ پھر بولا کیا تم میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ادھر سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ ابوسفیان پھر بولا کہ تم میں عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں ادھر سے کوئی جواب نہ دیا گیا

چنانچہ جب کوئی آواز نہ آئی تو وہ خوشی سے چلّا کر بولا سب مارے گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور چلّا کر کہا اے دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں وہ کچھ متعجب ہوا اور پھر فخریہ لہجے میں بولا ''اعلیٰ ھبل۔ اعلیٰ ھبل'' اے ہبل تو اونچا رہ اے ہبل تو اونچا رہ۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے جواب دیا ''اللّٰہ اعلیٰ و اجل اللّٰہ'' اللہ برتر و گزرگ ہے۔ ابوسفیان نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان سے یہ سن کر کہا: ''لنا عزیٰ و لا عزیٰ لکم'' عزیٰ بت ہمارا ہے تمھارا نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد پاک کے مطابق جواب دیا ''اللّٰہ مولنا ولا مولیٰ لکم'' ہمارا ولی اللہ ہے تمھارا نہیں۔ ابوسفیان بولا۔ یہ لڑائی جنگِ بدر کے برابر ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں برابر نہیں ہوئی کیوں کہ ہمارے مقتولین شہدا ہیں اور وہ جنت میں ہیں جب کہ تمھارے مقتولین دوزخ میں ہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان خاموش ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر بولا اب ہمارا تمھارا مقابلہ آئندہ سال پھر بدر میں ہوگا۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے حکم فرمایا کہ

---

[1] بخاری شریف جلد: 2 حدیث نمبر: 1249-1251۔

Marfat.com

کہہ دو" نعم هو بيننا وبينكم موعد " اچھا ہم کو یہ وعدہ منظور ہے۔ ابوسفیان یہ باتیں کہہ سن وہاں سے چل پڑا۔

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور فرمایا ان کے پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ ان کے کیا ارادے ہیں۔ اور وہ کیا کر رہے ہیں اور دیکھو اگر ان کے گھوڑے پہلو پہلو میں ہیں اور وہ خود اونٹوں پر سوار ہیں تو ان کا ارادہ مکہ واپس جانے کا ہے۔ اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوں تو ان کا ارادہ مدینے کا ہے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر انھوں نے مدینے کا رخ کیا تو میں مدینے جا کر ان سے دو دو ہاتھ کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لشکرِ کفار کا پیچھا کیا تو انھوں نے دیکھا کہ کفار نے گھوڑے پہلو میں رکھے ہیں اور ان کا رخ مکے کو ہے۔ ①

مقام روحاء پر پہنچ کر کفار نے سوچا کہ ہمیں اس جنگ سے کیا حاصل ہوا زیادہ سے زیادہ یہ کہ مقابلہ برابر رہا۔ پھر لوگ ہم سے پوچھیں گے کہ مسلمان قیدی کہاں ہیں؟ مال غنیمت کدھر ہے؟ ولید بن عاص، ابوامیہ بن ابی حذیفہ، ہشام بن ابی حذیفہ، ابی بن حلف، عبداللہ بن حمید اسدی، طلحہ بن ابی طلحہ، ابوسعید بن ابی طلحہ، مسافع وحلاس پسرانِ طلحہ، طاۃ بن شرجیل اور دوسرے سردارانِ قریش کہاں ہیں؟ تو ہم کیا جواب دیں گے؟ جب کہ ہمارے ہاتھوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صرف تین چار قابلِ ذکر آدمی ہی قتل ہو سکے ہیں۔ ان حالات میں کون ہمیں فتح مند کہے گا اس وقت مَعبد بن مُعبد جس کا تعلق بنوخزاعہ سے تھا اور رسالتمآب ﷺ کا ہمدرد تھا۔ اور اس طرف سے گذر رہا تھا۔ اس نے ابوسفیان کو ڈرایا اور خبر سنائی کہ رسالت مآب ﷺ مدینہ سے نکل کر تمھارے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں۔ مجھے وہ مقام حُمراء میں ملے ہیں اور وہ جلد از جلد تم تک پہنچنے والے ہیں۔ یہ سن کر لشکرِ کفار بدحواس ہو گیا اور پھرتیزی سے مکے کی طرف چل پڑا اور راستے میں کہیں قیام کیے بغیر مکہ پہنچ کر دم لیا۔

جنگِ احد میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہایت پامردی اور دلیری سے ڈٹ کر اپنے سے تقریباً چار گنا لشکر کفار کو شکست دی۔ بعد میں جنگ کا جو پانسہ پلٹا وہ ان تیراندازوں جو گھاٹی کی حفاظت کے لیے متعین کیے گئے تھے ان کی کوتاہی اور اپنے پیارے رسول ﷺ کے فرمان کی نافرمانی سے مسلمانوں اور خود رسالت مآب ﷺ کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جنگ میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سماک رضی اللہ عنہ المعروف حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے جوجوہر دکھائے وہ تا ابد تاریخ اسلام کا زریں ورق رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلواروں کے جوہر اوپر تحریر کیے جا چکے ہیں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کی عطا کردہ تلوار کا حق کس طرح ادا کیا اس کے راوی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ ② وہ فرماتے ہیں کہ میں بھی چونکہ رسالت مآب ﷺ کی تلوارِ مبارک کا خواہشمند تھا۔

---

① بخاری شریف جلد 2 ص:694۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ② ابن ہشام۔

Marfat.com

مگر یہ سعادت حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ اب میں دورانِ جنگ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر نگاہ رکھے ہوئے تھا کہ وہ آپ ﷺ کی عطا کردہ تلوار کا حق کس طرح ادا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک تیزی سے اسلامی لشکر میں بڑھتا چلا آرہا تھا۔ میں نے دل میں خواہش ظاہر کی کہ کاش اس کا مقابلہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سے ہوجائے۔ میں نے دیکھا کہ چند لمحوں بعد دونوں آمنے سامنے تھے اس کافر نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا میں تجھے لڑتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔ تو نے ہمارے کافی جوانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ دیکھ میرے ہاتھوں مرنے سے پہلے مجھے بتا کہ تو کون ہے؟ اور تیرا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ تاکہ میں جان سکوں کہ میں نے مسلمانوں کے کس نامور جنگجو کو آگے بڑھنے سے روکا ہے۔ اس پر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اے دشمن خدا میرا نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ ہے اور میرا تعلق بنوساعدہ سے ہے؟ یہ کہہ کر حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے تلوار لہراتے ہوئے کہا یہ تلوار میرے پیارے نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ ہے اور قسم ہے اس ذات کی جو قسمتوں کے فیصلے کرنے والا ہے کہ یہ انہونی اور ناممکن بات ہوگی کہ تو اس تلوار سے بچ سکے آگے بڑھ اور حملہ کر۔ وہ کافر حملہ آور ہوا حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے بڑی آسانی سے اس کا وار روکا اور پھر حضرت سماک رضی اللہ عنہ موج رواں، دستِ کوہ زہ گر، برق وشعلہ کی لپک کی طرح مضطرب خوں بار انداز میں اس پر حملہ آور ہوئے اور اپنے پہلے ہی وار میں اسے واصل جہنم کردیا۔ میں نے داد دیتے ہوئے کہا اے ابودجانہ رضی اللہ عنہ تو نے واقعی اپنے آقا ﷺ کی تلوار کا حق ادا کردیا ہے۔

پھر حضرت سماک رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ اب حضرت سماک رضی اللہ عنہ صواب حبشی کے روبرو تھے۔ حضرت سماک رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر صواب حبشی پریشان ہوگیا کیوں کہ وہ حضرت سماک رضی اللہ عنہ کو جانتا تھا۔ اس نے حضرت سماک رضی اللہ عنہ کو سرزمین حجاز کے نامور پہلوان عمرو بن عبدود کو اس سے پہلے زیر کرچکتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ دونوں حبشی یعنی وحشی جس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو حربہ پھینک کر شہید کیا تھا اور صواب حربہ پھینکنے میں مشہور تھا۔ اب صواب نے اپنا داؤ استعمال کرتے ہوئے حربہ پھینکا۔ مگر حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے ڈھال پر وار کو روکا اور آگے بڑھ کر پہلے ہی وار میں اِس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے اور دوسرے وار میں اس کا سرتن سے جدا کردیا۔ اس کے ساتھ ہی کفار کا علم گر گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے دلاور اور ماہر تیغ زنوں کو واصل جہنم کر کے پیارے رسول ﷺ کی تلوار کا حق خوب ادا کیا۔ مگر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک جوان جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اور بڑے پرجوش انداز میں مشرکین کو جنگ پر اُکسا رہا تھا۔ وہ جب بھی سماک رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا سماک رضی اللہ عنہ نے تلوار بلند کی اور پھر اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ یہ باتیں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کو جنگ کے بعد بتائیں اور ساتھ ہی عرض کی یارسول اللہ ﷺ حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے جس طرح تلوار کا حق ادا کیا میں

Marfat.com

خود اس کی جگہ ہوتا تو اس طرح حق ادا نہ کر سکتا تھا۔ مگر ایک دشمن دین نظر کو انداز کرنے کی وجہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ ان سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ انھیں بلا کر لائے وہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے انھیں اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا اور انھیں بتایا کہ دورانِ جنگ زبیر رضی اللہ عنہ تم پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ تم نے واقعی تلوار کا حق ادا کر دیا ہے مگر زبیر رضی اللہ عنہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم نے ایک موقع پر ایک چہرہ ڈھانپے ہوئے مشرک پر حملے کا قصد کر کے اسے چھوڑ کیوں دیا۔ حالانکہ تم اس پر حملہ کر کے باآسانی واصل جہنم کر سکتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ کے اس استفسار پر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور باادب عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اندھا دھند مشرکین کو جہنم رسید کر رہا تھا۔ کہ میں نے دیکھا ایک مُشرک بڑے پر جوش انداز میں اپنے لشکر کو جوش اور غیرت دلا رہا ہے۔ چنانچہ میں اس کی طرف بڑھا کہ اس کا خاتمہ کر ڈالوں اس مقصد کے لیے میں نے اپنی تلوار بلند کی کہ اس کا سر قلم کر دوں مگر اس نے بلبلاتے اور منت گزاری کرنے کے ساتھ اپنا چہرہ ننگا کر دیا وہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان تھی۔ میں نے سوچا اس پُروقار اور مقدس تلوار کے تقدس کا تقاضا ہے کہ اسے ایک عورت کے خون سے پاک رکھوں۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر رسالتمآب ﷺ نے تحسین کے انداز میں پہلے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔

شہدا سے مشرکین مکہ کا سلوک

مشرکینِ مکہ جنگ سے فرار ہوتے ہوئے کچھ مشرکین مردوں اور عورتوں نے شہدا کی شرم گاہیں، کان اور ناک وغیرہ کاٹ لیے۔ انکے پیٹ چاک کیے سب سے زیادہ سفا کی کا مظاہرہ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک چاک کیا اور کلیجہ نکال کر منہ میں چبایا لیکن نگل نہ سکی اور تھوک ڈالا پھر ان کے کانوں اور ناک کو کاٹ کر ان اجزا کا ہار بنالیا۔ ①

شہدا اور زخمیوں کی خبر گیری

کفارِ مکہ کی واپسی کے بعد مسلمان شہدا اور زخمیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسالت مآب ﷺ نے بھیجا کہ میں حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کروں۔ اگر وہ مل جائیں تو انھیں کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجا ہے اور پوچھا ہے کہ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو۔ میں مقتولین کے درمیان انھیں تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا تو وہ آخری سانسیں لے

---

① ابنِ ہشام جلد:1۔

Marfat.com

رہے تھے۔ انہیں تیر تلوار اور نیزے کے ستر زخم آئے تھے۔ میں نے انھیں کہا اے سعد رضی اللہ عنہ! اللہ کے رسول ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور دریافت فرمارہے ہیں کہ مجھے بتاؤ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہنا کہ تم میں سے کسی کی آنکھ دیکھتی رہی اور دشمن نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو تمھارے لیے اللہ کے نزدیک کوئی عذر نہ ہوگا اور اسی وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔ ①

زخمیوں میں اُخیر م رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا اصل نام عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ تھا۔ ان میں تھوڑی سی جان کی رمق باقی تھی۔ مجاہدین نے انھیں حیرانگی سے دیکھا کیوں کہ انھیں اکثر اسلام کی دعوت دی جاتی تھی وہ انکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ تجسس اور حیرانگی سے انھیں پوچھا گیا کہ تمھیں یہاں کونسا جذبہ لے آیا قوم کی حمایت یا اسلام کی رغبت؟ تو انھوں نے کہا کہ میں در حقیقت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا تھا اسی وقت ان کا انتقال ہوگیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنتیوں میں سے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حالانکہ اس نے اس وقت تک ایک بھی نماز نہ پڑھی تھی۔ ②

ان زخمیوں میں قُزمان بھی تھے جو مسلمان تھے۔ رسالت مآب ﷺ نے انکے متعلق پیشن گوئی فرمائی تھی کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس نے میدان جنگ میں کئی کفار کو تہ تیغ کیا۔ جب وہ ملا تو زخموں سے چور تھا اسے مدینہ لایا گیا اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح کی خوشخبری سنائی۔ تو کہنے لگا واللہ میری جنگ تو محض قوم کے ناموس کی خاطر تھی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں لڑائی ہی نہ کرتا۔ وہ شدید زخمی تھا۔ جب اس کے زخموں نے شدت اختیار کر لی تو تکلیف سے اس نے اپنے آپ کو ذبح کر کے خودکشی کر لی یہ حرام موت ہوگئی اور رسالت مآب ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہوگئی۔

میدان جنگ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک غائب تھی۔ کافی دیر کی تلاش کے بعد وہ ایک جگہ ایسی حالت میں ملی کہ اس میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ انھیں فرشتے غسل دے رہے ہیں پھر فرمایا کہ ان کی بیوی سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے؟ چنانچہ ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے واقعہ بتلایا۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا انصاری کے باپ، بھائی اور شوہر سب جنگ میں شہید ہو گئے۔ انھیں باپ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے جواب میں پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کیسے ہیں؟ پھر بھائی کی شہادت کی خبر ملی پھر وہی پوچھا پھر نبی کریم ﷺ کیسے ہیں؟ پھر شوہر کی شہادت کی خبر ملی پھر وہی پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں وہ دوڑتی ہوئی آئیں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی اور بے اختیار پکار اٹھیں:

---

① ابن هشام جلد:2.

② الرحیق المختوم ص:380.

Marfat.com

قل مصیبۃ بعدک جلل

''تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ شکست کی خبر سن کر مدینے سے نکلیں تو رسالت مآب ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا پیغام سنایا تو بولیں میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔ لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ رسالت مآب ﷺ نے اجازت دے دی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا لاش پر گئیں۔ اگرچہ خون جوش مار رہا تھا کیونکہ بھائی کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے لیکن خاموش رہیں انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر مغفرت کی دعا مانگی اور واپس چلی آئیں۔ ①

رسالت مآب ﷺ اپنے پیارے چچا رضی اللہ عنہ کی لاش پر گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ روئے اس سے بڑھ کر ہم نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ رسالت مآب ﷺ نے انھیں قبلے کی طرف رکھا ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور اس طرح روئے کہ آواز بلند ہوگئی پھر حکم دیا کہ انھیں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری

رسالت مآب ﷺ 7 شوال 3 ہجری مدینہ پہنچے۔ پورا مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔ جن میں سے ۴۱ قبیلہ خزرج ۲۴ قبیلہ اوس اور ۴ مہاجرین تھے اور ایک بنوثعلبہ کا یہودی مخریق شامل تھا۔

وہ قوم سے یہ کہتا ہوا جنگ میں شریک ہوا کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرا سارا مال محمد ﷺ کے لیے ہے۔ چنانچہ وہ لڑتے ہوئے مارا گیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مخریق بہترین یہودی تھا۔ کفارِ مکہ کے مقتولین کی تعداد ایک روایت کے مطابق ۲۲ اور دیگر روایات کے مطابق ۳۷ تھی۔

آپ ﷺ جس طرف سے گذرتے گھروں سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس پر آنحضور ﷺ کو حسرت ہوئی۔ کیا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کوئی رونے والا نہیں اور بے اختیار زبان مبارک سے نکلا ''اما حمزۃ فلا بواکی لہ'' کہ لیکن حمزہ (رضی اللہ عنہ کا) کوئی رونے والا نہیں۔

انصار رضی اللہ عنہم نے یہ الفاظ سنے اور تڑپ اٹھے اور گھروں میں جا کر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ رسالت مآب ﷺ کے دولت کدہ پر جا کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے روئیں۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ دروازے پر انصاری مستورات کی بھیڑ تھی اور بلند آواز سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ماتم کر رہی تھیں۔

---

① تاریخ طبری.

Marfat.com

آپ ﷺ نے انکے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں اور فرمایا کہ آج کے بعد کسی مُردے پر نوحہ نہ کیا جائے۔

جنگِ اُحد میں یہود اور منافقین کا کردار

یہ جنگ جو مدینے سے تین چار میل کے فاصلے میں لڑی گئی تھی اس میں یہود اور منافقین کا کردار کھل کر سامنے آ گیا۔ میثاقِ مدینہ میں طے شدہ عہدنامے کی رو سے یہود کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفارِ مکہ کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر یہودی آرام سے گھروں میں بیٹھے جنگ کے نتیجے کا انتظار کرتے رہے۔ بلکہ مخریق نامی یہودی نے جب انھیں جنگ پر آمادہ کرنا چاہا تو انھوں نے عذر پیش کیا کہ آج ہفتے کا دن ہے۔ اس لیے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہود کے اس عمل وفعل سے ان کا کردار اور قومی تشخص نمایاں ہوا۔

عبداللہ بن ابی عین لڑائی کے موقع پر اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ کو واپس لوٹ آیا تھا۔ اس سے اس کا مقصد مسلمانوں میں عددی طاقت کو کم کرنا، مسلمانوں میں بددلی پھیلانا اور کفارِ مکہ کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ چنانچہ اس کی ان سازشوں کی بدولت مسلمانوں کو ایک بہت بڑا فائدہ پہنچا کہ وہ منافقین کو خوب پہچان گئے اور ان کے لیے دوست اور دشمن میں تمیز کرنا آسان ہو گیا۔

غزوہ اُحد پر قرآن کا تبصرہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں اس معرکے کے ایک ایک مرحلے کی مکمل تفصیلات بیان فرمائیں سب سے پہلے اس معرکے کے ابتدائی مرحلے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط

"اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح اپنے گھر سے نکل کر میدانِ اُحد میں گئے اور وہاں مومنین کو قتال کے لیے جا بجا مقرر کر رہے تھے۔"①

یعنی جب آنحضور ﷺ ۱۵ شوال ۳ ہجری مقامِ اُحد میں پہنچے اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکر اسلام کے پیچھے تھا وہاں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں سمیت امور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ ال عمران کی ۶۰ آیات میں جنگِ اُحد کی تفصیلات بیان فرمائیں آگے چل کر فرمایا:

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ.

ترجمہ: "عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔"②

---

① پارہ:3 سورہ ال عمران آیت:121۔
② پارہ:4 سورہ آل عمران آیت نمبر:151۔

Marfat.com

جنگ کے بعد ابوسفیان اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا تو انھیں افسوس ہوا کہ ہم نے مسلمانوں کو مکمل ختم کیوں نہ کیا اور آپس میں مشورہ کر کے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ چل کر انہیں ختم کریں۔ جب یہ قصد پختہ ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے حالات پیدا فرمائے کہ ان کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا اور وہ ارادے کے باوجود خوفزدہ ہو کر مکے کو واپس ہو گئے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس جنگ کے نتائج اور حکمتِ عملی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: ''اللہ مسلمانوں کو اس حال میں چھوڑنے والا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے لوگو! تمھیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمھارے لیے بڑا اجر ہے۔''①

علمائے اہلِ سیر فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو پیش آنے والی زک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ مثلاً مسلمانوں کو مصیبت کے برے انجام اور ارتکاب نہی کی نحوست سے آگاہ کرنا اور یہ واضح کرنا کہ تمھاری فلاح صرف اور صرف اتباع رسول کریم ﷺ میں ہے۔ اور اگر تم اپنے رسول ﷺ کے حکم سے روگردانی کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ جیسا کہ تیر اندازوں نے آنحضور ﷺ کی حکم عدولی کی اور درّہ کو چھوڑ دیا۔ ایک حکمت یہ بھی تھی کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے کہ پہلے انھیں مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں اور آخر کار انھیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اگر انھیں ہمیشہ ہی کامیابی حاصل ہوتی رہے تو ایسے لوگ بھی ان کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں جو صاحبِ ایمان نہیں۔ بلکہ وقتی مصلحتوں اور اپنے مفاد کے پیشِ نظر اہل ایمان کی صفوں میں گھس آتے۔ جیسا کہ جنگِ بدر کی فتح کے بعد بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے مگر باطن میں اپنے عقائد میں قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ میں فتح اور شکست کی دونوں صورتیں پیدا فرما کر حقیقت میں اصل ونقل کی، اصل اور نقل کی پہچان کرائی۔ کیونکہ منافقین کا نفاق مسلمانوں سے پوشیدہ تھا مگر جب جنگِ اُحد میں منافقین نے اپنے قول وفعل سے ثابت کر دیا کہ وہ تو اسلام کے مخالف ہیں اور مسلمان ہونے کا بہروپ بنا رکھا ہے۔ تو مسلمان ان کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کے گھروں کے اندر بھی انکے دشمن موجود ہیں۔ اس سے مسلمان نہ صرف ان سے نبٹنے کے لیے چوکس ہو گئے بلکہ ان کی طرف سے محتاط بھی ہو گئے۔

---

①سورہ آل عمران آیت:179.

Marfat.com

۳ھ کے واقعات متفرقہ

① ۳ھ ۱۵ رمضان المبارک میں امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

② اسی سال میں رسالت مآب ﷺ نے حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

③ اس سال رسالت مآب ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا۔

④ وراثت کا قانون اسی سال نازل ہوا۔

⑤ اسی سال مشرکہ عورت کا نکاح مسلمان مرد سے ممنوع قرار دیا گیا۔

۴ ہجری

تمام عرب قبائل میں ایک دو کے سوا سبھی مسلمانوں کے ازلی وابدی دشمن تھے۔ یہ عرب قبائل جب حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تو قریشِ مکہ انھیں مزید مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے۔ یہ تمام قبائل بت پرست تھے اور اسلام کا پیغام بت پرستی کے خلاف تھا۔ پھر ان قبائل کا پیشہ زیادہ تر چوری چکاری اور ڈاکہ زنی تھا جب کہ اسلامی تعلیمات میں چوری اور ڈاکہ زنی ممنوع بلکہ اسلام عملاً ان جرائم کو روکنے کا حکم دیتا ہے۔

جنگِ بدر میں کفار کی شکست کی وجہ سے وقتی طور پر یہ قبائل اسلام سے مرعوب ہو کر دب گئے۔ مگر جنگِ اُحد میں مسلمان جس قسم کی صورتحال سے دوچار ہوئے اس سے ان کے رُعب اور دبدبے میں کمی آ گئی اور ان عرب قبائل کو یہ تاثر ملا کہ مسلمان کوئی مافوق الفطرت چیز نہیں بلکہ انھیں شکست دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ انھی نظریات، خیالات کے تحت انھوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

یکم محرم ۴ھ

یکم محرم ۴ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی اسد کے دو سرداروں طلحہ بن خویلد اور سلمٰی بن خویلد نے مقام قطن میں بہت سے کفار کو اکٹھا کر رکھا ہے اور وہ مدینہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوسلمٰی مخزومی رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ مگر کفار کو اس اسلامی دستے کی آمد کا پہلے ہی پتہ چل گیا۔ چنانچہ جب مجاہدین قطن پہنچے تو کفار پہلے ہی راہ فرار اختیار کر گئے البتہ معمولی سی جھڑپ ہوئی مگر چند لمحوں کے اندر ہی بقیہ کفار نے بھی راہ فرار اختیار کر لی۔ دشمن کے کچھ مویشی مسلمانوں کے ہاتھ آئے حضرت ابوسلمٰی رضی اللہ عنہ انہیں لے کر آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جنگِ احد کی جھڑپ میں حضرت ابوسلمٰی رضی اللہ عنہ کو جنگِ اُحد میں جو زخم لگے تھے وہ کھل گئے اور انہی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں کے بعد وفات پا گئے۔

Marfat.com

۵ محرم ۴ھ

وادی عرفات کے قریب عرفہ کے مقام پر سفیان بن خالد ہذلی ایک قبائلی سردار تھا۔ اس کا قبیلہ اسلام دشمن قبائل میں شامل تھا اور کافی عرصے سے مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ آنحضور ﷺ کو کافی عرصے سے تواتر کے ساتھ اس کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ۵ محرم کو عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا حضرت عبداللہ بن انیس نے عجیب حکمتِ عملی اختیار کی۔ دن کو اپنے ساتھیوں سمیت چھپے رہتے اور رات کو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرتے ہوئے عرفہ پہنچ گئے۔ وہاں کسی تدبیر سے سفیان بن خالد کا سر کاٹ کر چپکے سے واپس ہو لیے اور ۱۸ دن کے سفر کے بعد ۲۳ محرم کو اس مشرک کا سر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک عصا عطا فرمایا اور فرمایا کہ یہ عصا میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے دن نشانی رہے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ وقت وفات یہ عصا میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کیا جائے۔

ماہ صفر ۴ھ

ماہ صفر ۴ھ ہجری میں قریش نے ایک سازش کے تحت عضل و قارہ کے ساتھ کچھ آدمیوں کو آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مدینے بھیجا۔ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہماری ساری قوم اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ آپ ﷺ اپنے کچھ معلمین کو ہمارے ساتھ بھیجیں جو ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔ رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دس اور ابنِ خلدون کے مطابق چھ آدمیوں کو روانہ فرمایا اور حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ یا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کا سردار مقرر فرمایا۔[1]

یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہو کر قبیلہ بنو ہذیل کے ایک تالاب موسومہ رجیع پر پہنچے قبیلہ بنو ہذیل جو کہ سازش میں شامل تھا اس کے دو سو آدمیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کو گھیر لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جرأت کر کے قریب کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور اپنے آپ کو معرکہ زنی کے لیے تیار کر لیا۔ کفار نے ان کی گرفتاری کو مشکل سمجھتے ہوئے مکر و فریب سے کام لینا چاہا اور انھیں کہا کہ ہم صرف تمھیں آزما رہے تھے کہ اگر قریشِ مکہ تم پر اچانک حملہ کر دیں تو کیا تم ان کے مقابلے میں ٹھہر سکو گے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی باتوں پر یقین نہ کرتے ہوئے ان کے فریب میں نہ آئے۔ اس پر بنولحیان نے انھیں گھیر کر کہا کہ تمھارے لیے عہد و پیمان ہے کہ اگر ہمارے پاس آ جاؤ تو ہم کسی آدمی کو قتل نہ کریں گے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں سمیت ان سے جنگ شروع کر دی۔

---

[1] تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی جلد:1 ص:142.

Marfat.com

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ جب کہ دو صحابی رضی اللہ عنہم حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن الاثنہ رضی اللہ عنہ زندہ گرفتار ہوئے کفار انھیں مکہ لے گئے اور رؤسائے قریش کے سامنے پیش کر کے انعام و کرام حاصل کیا۔ قریش نے حارث بن عامر کے گھر انھیں قید کر دیا اور چند روز بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ صفوان بن امیہ نے جنگِ بدر میں اپنے والد کے قتل کا انتقام لینے کے لیے انھیں خرید کر اپنے غلام سطاس کے سپرد کیا کہ حدودِ حرم سے باہر لے جا کر انھیں قتل کر دو۔ چنانچہ قریشِ مکہ اور اہلِ مکہ گروہ در گروہ قتل کا نظارہ کرنے کے لیے جمع ہوئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حجر بن ابی اہاب نے خرید لیا وہ انھیں لے کر مقتل کی طرف چلا تو قریش اور اہلِ مکہ تماشا دیکھنے کے لیے حسبِ سابق جمع ہو گئے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقتل لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، اجازت مل گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے دشمنانِ اسلام! میں نماز کو طول دینا چاہتا تھا مگر اس خیال سے طول نہ دیا کہ تم لوگ کہو گے کہ موت سے ڈر کر نماز کو طول دے رہا ہے اس لیے میں نے جلدی جلدی نماز پڑھی۔

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تمھیں یہ بات پسند آئے گی کہ تمھارے بدلے محمد ﷺ ہمارے پاس ہوتے ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے تو انھوں نے کہا نہیں واللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں رہوں اور اس کے بدلے محمد ﷺ کو جہاں آپ ﷺ ہیں وہیں رہتے ہوئے ایک کانٹا بھی چبھ کر انھیں تکلیف دے۔ اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل عقبہ بن حارث تھا۔ جس کے باپ حارث کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعت نماز کا طریقہ جاری کیا۔ پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بد دعا فرمائی۔ اے اللہ! ان سب کو ہلاک کر دے ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔ ①

قریشِ مکہ نے اپنے کچھ آدمی بھیجے کہ وہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی لاش سے ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش پر شہد کی مکھیوں کا ایک چھتا بھیج دیا۔ جس نے ان لوگوں سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت فرمائی اور کفار ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا پانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ② اس واقعے کی خبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ مومن بندے کی حفاظت اس کی وفات کے بعد بھی کرتا ہے جیسے ان کی زندگی میں کرتا ہے۔ ③

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:599۔ حدیث نمبر:1241۔
② صحیح بخاری جلد:2 ص:599۔
③ ابن ہشام جلد:2۔

Marfat.com

روح فرسا حادثہ

ماہ صفر ۴ ہجری میں ابوابراءؔ، عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب نجدی۔ آنحضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی وہ نہ تو مسلمان ہوا اور نہ ہی اسلام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ بلکہ کہنے لگا کہ مجھے اپنی قوم کا خیال ہے آپ ﷺ کچھ لوگوں کو میرے ساتھ روانہ کریں کہ وہ نجد جا کر میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں اور نصیحت کریں۔

رسالت مآب ﷺ نے تأمل فرماتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اہل نجد سے اندیشہ ہے کہ وہ انھیں نقصان پہنچائیں گے۔ ابو براءؔ نے کہا آپ ﷺ بالکل اس کا اندیشہ نہ کریں میں ان لوگوں کو اپنی حمایت میں لیتا ہوں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے حضرت منذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ قاری اور حفاظ کرام تھے کے ساتھ روانہ فرمایا اور ایک خط بھی دیا۔ جب یہ پُر سعید ارواح ارضِ بنو عامر اور حرہ بنوسلیم کے درمیان بئر معونہ پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ کا خط حرم بن ملحان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ عامر بن الطفیل کے پاس پہنچا عامر بن الطفیل ابو بن عامر بن مالک مذکور کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا تک نہیں اور حضرت ہرم بن ملحان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ پھر اپنی قوم بنو عامر کو ترغیب دی کہ تمام مسلمانوں کو قتل کر دو۔ بنو عامر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا پھر بنوسلیم کو کہا بنوسلیم کے تینوں قبیلے عصیہ، رعل، اور ذکوان نے اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا۔ جواباً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لڑائی کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے۔ ابو براء کو ان بے گناہ صحابہ کرام کی شہادت کا بہت رنج ہوا اور اسی صدمے سے وہ چند دن بعد مر گیا۔ ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں صرف حضرت کعب بن زید بن نجار رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ انھیں شہدا میں سے زخمی حالت میں اٹھایا گیا اور بعد میں جنگِ خندق تک زندہ رہے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اور حضرت منظر بن عقبہ رضی اللہ عنہ وادی میں اونٹ چرا رہے تھے۔ انھوں نے خلافِ معمول جائے واردات پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو سیدھے جائے واردات پر پہنچے۔ حضرت منظر رضی اللہ عنہ نے جب اتنے صحابہ کرام کی لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکے۔ اور دشمنانِ اسلام سے جنگ کر کے شہید ہو گئے۔ کفار نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا۔ جب ان کا قبیلہ معلوم کیا گیا تو کفار کو اُن کا تعلق قبیلہ مضر سے ہونے کا پتہ چلا تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر اپنی ماں کی نذر پوری کرتے ہوئے انھیں آزاد کر دیا، اس کی ماں پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ دردناک خبر لے کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے جب وہ مقام مرقرہ پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے لگے کہ اتنے میں دو اور آدمی بھی اس جگہ اترے دونوں کا تعلق بنو کلاب کی شاخ بنو عامر سے تھا۔ وہ دونوں آرام کے لیے لیٹ گئے اور تھوڑی دیر کے اندر سو گئے۔

Marfat.com

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انھیں دشمن تصور کرتے ہوئے انھیں سوتے ہوئے قتل کر دیا اور دل میں یہ یقین کیا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کا بدلہ لیا ہے۔ اور ان دونوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد تھا لیکن حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اس بات سے بے خبر تھے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے مدینے پہنچ کر رسالت مآب ﷺ کو اس دردناک المیے کی خبر سنائی اور تمام واقعات سے آگاہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جن دو اشخاص کو قتل کیا ہے ان کی دیت مجھے لازمی ادا کرنی ہے آگے چل کر ان دو اشخاص کا قتل غزوۂ بنی نضیر کا سبب بنا۔ ①

رسالت مآب ﷺ کو یکے بعد دیگرے دو دردناک المیوں کا اس قدر رنج ہوا کہ آپ ﷺ نے مسلسل ایک ماہ تک نماز فجر میں ان مشرکین کے لیے بد دعا فرمائی۔ ② عامر بن الطفیل ایک مہینے بعد طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

ربیع الاول ۴ ہجری ایفائے عہد اور یہود کی سازش

جن دو اشخاص کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نادانستہ طور پر قتل کیا تھا۔ انھیں رسالت مآب ﷺ امان دے چکے تھے۔ چنانچہ دونوں کے قتل کی خبر ملتے ہی امان کے عہد کی پاسداری کرتے ہوئے آپ ﷺ نے دونوں کے خون بہا کا اعلان فرما دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ بنو نضیر جو کہ بنو عامر کا ہم عہد تھا تشریف لے گئے تاکہ خون بہا کے سلسلے میں مشورہ کریں۔ بنو نضیر نے بظاہر خون بہا میں شرکت کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا مگر در پردہ سازش کے تحت آنحضور ﷺ کو دیوار کے سائے میں بٹھایا اور عمرو بن حجاش بن کعب کو چھت پر بھیجا کہ وہ دورانِ گفتگو منڈیر سے ایک بڑا پتھر آنحضور ﷺ کی طرف پھینک کر آپ ﷺ کو شہید کر دے۔ مگر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی سازش کا پتہ چل گیا۔ اور آپ ﷺ بروقت وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ یہود نے دوبارہ آپ ﷺ کو اسی جگہ بلایا مگر آپ ﷺ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تم نے تو مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے اب ہمیں تم پر اعتبار نہیں۔ مگر یہود نے نہ تو منصوبے سے انکار کیا اور نہ ہی اظہار ندامت کیا۔

رسالت مآب ﷺ واپس مدینے تشریف لے آئے اور محمد بن سلمٰی رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرما کر انھیں یہ نوٹس دیا چونکہ تم پہلے سے کیے گئے معاہدوں کی بارہا مرتبہ عہد شکنی کر چکے ہو اس لیے بقائے امن کے لیے دوبارہ معاہدہ کرو مگر یہود کو بار بار قریشِ مکہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسالت مآب ﷺ کو قتل کر دو ورنہ ہم تمھارا بھی استیصال کریں گے۔ دوسرے غزوۂ اُحد کے بعد یہود نے اپنے پَر پُرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے اور اپنے آپ کو عسکری لحاظ سے مسلمانوں کے ہم پلہ تصور کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ان

---

① زرقانی جلد:89۔ صحیح بخاری جلد:2 ص:599۔

② صحیح بخاری جلد:2 ص:400 حدیث نمبر:1264۔

Marfat.com

شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اب رسالت مآب ﷺ نے پیغام بھیجا کہ اگر بقائے امن کا عہد نہیں کرتے تو دس دن کے اندر اندر مدینے سے جلا وطن ہو جاؤ۔ ورنہ دس دن کے بعد جو یہودی بھی نظر آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اب یہود کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا وہ چند دن تک سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ اسی دوران انھیں عبداللہ بن ابی نے پیغام بھیجا کہ ڈٹ جاؤ اور اپنے گھر بار نہ چھوڑو اگر تم گھروں سے نکالے گئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکل جائیں گے۔ میرے دو ہزار جنگجو تمھارے قلعوں کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور بنی قریظہ اور بنی غطفان جو کہ تمھارے حلیف قبائل ہیں وہ بھی تمھاری مدد کریں گے۔ اسی بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ

ترجمہ: ''کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں اور اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمھارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمھارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی ہوئی تو ضرور تمھاری مدد کریں گے۔''[1]

منافقین کی اس حوصلہ افزائی اور پشت پناہی کی بدولت یہود کا حوصلہ بڑھ گیا اور لڑائی کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ ادھر رسالت مآب ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنونضیر کی سرکوبی کے لیے مدینے کا انتظام حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اور علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر روانہ ہوئے۔ یہودی گھبرا گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا یہودی فصیل سے تیر اور پتھر پھینکتے، ان کی مزید حفاظت کھجور کے باغات تھے۔ جس کی وجہ سے وہ خود محفوظ تھے رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ کھجور کے درختوں کا کاٹنے کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا تھا:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: ''جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیا یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔''[2]

محاصرے کے دوران نہ تو بنی قریظہ نے ان کی مدد کی اور نہ ہی منافقین اعلانیہ طور پر ان کی مدد کر سکے۔ پندرہ دن کے محاصرے کے بعد یہودیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ انھوں نے عبداللہ بن ابی کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ہماری جان بخشی کرائی جائے اور ہم جلاوطنی کے لیے تیار ہیں۔ رسالت مآب ﷺ

---

① پارہ:28 سورہ حشر آیت:11۔
② پارہ:28 سورہ حشر آیت نمبر:5۔

Marfat.com

رضا مند ہو گئے اور شرط لگائی کہ سوائے ہتھیاروں کے اپنا تمام مال واسباب جو اونٹوں پر بار ہو سکتا ہے لے جاؤ اور مدینہ سے نکل جاؤ چنانچہ یہود نے اپنا مال واسباب اونٹوں پر لاد ا اور گھروں کو مسمار کر دیا حتیٰ کہ گھر کے برتنوں کو بھی توڑ پھوڑ گئے۔

مدینہ سے نکل کر یہود کچھ خیبر اور کچھ ملک شام میں جا کر آباد ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے یہود کی چھوڑی ہوئی املاک مہاجرین میں تقسیم فرما دیں۔ انصار میں صرف حضرت سماک رضی اللہ عنہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے حصہ ملا ان ہر دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حصہ دینے کی وجہ ان کی غربت و افلاس تھی۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ تو انتہائی غریب تھے آمدن کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے پاس گذر اوقات کے لیے چند بکریاں تھیں اس کے علاوہ وہ منجھے ہوئے کھوجی بھی تھے کسی کا اونٹ، گھوڑا وغیرہ چوری ہو جاتا تو وہ ان کی خدمات حاصل کرتا اور اس خدمت کے معاوضے پر ان کی گذر اوقات تھی۔

جمادی الاول ۴ ہجری غزوہ ذات الرقاع

بنو محارب اور بنو ثعلبہ دو مشرک قبائل تھے۔ یہ اکثر اوقات مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ اب رسالت مآب ﷺ کو تواتر سے یہ خبریں موصول ہوئیں کہ یہ قبائل جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے مدینے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرما کر چار سو صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر ان کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوئے۔ جب یہ مقدس لشکر ان کے قریب پہنچا تو انھوں نے راہ فرار اختیار کی اور منتشر ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے صحرائے نجد کے اندر دور تک ان کا پیچھا کیا زمین پہاڑی پتھریلی اور سنگلاخ ہونے کی بنا پر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاؤں زخمی ہو گئے جس کی بناء پر انھوں نے اپنے پیروں کو کپڑوں سے لپیٹ لیا۔ (1)

رجب ۴ھ غزوہ بدر ثانی

غزوہ ذات الرقاع سے واپس آ کر رسالت مآب ﷺ نے تین ماہ مدینہ میں قیام فرمایا۔ اس دوران منافقین جو ہر وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ انھوں نے نعیم بن مسعود کو ابوسفیان کے پاس بھیجا کہ س نے جنگ اُحد کے بعد مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا۔ وہ یاد دلائے۔ وہ ابوسفیان کے پاس پہنچا اور اسے اس کا دیا ہوا چیلنج یاد دلایا۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہم جنگی تیاریوں میں بھرپور طریقے سے مصروف ہیں مگر اس سال قحط اور گرانی ہے۔ مگر تم ایسا کرو مدینے واپس جا کر ہماری جنگی تیاریوں کو بڑھا

---

(1) زرقانی جلد:89۔ صحیح بخاری جلد:2 ص:599۔

Marfat.com

چڑھا کر بیان کروتا کہ مسلمان ہماری جنگی تیاریوں سے خوفزدہ رہے اس کام کے لیے میں تمھیں بیس اونٹ دوں گا۔ چنانچہ نعیم بن مسعود نے مدینہ واپس آکر کفار کی جنگی تیاریوں کا اس زوروشور سے ڈھنڈورا پیٹا کہ واقعی کچھ مسلمان پریشان اور فکر مند ہوئے۔ مسلمانوں کی اس پریشانی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان کیوں خوفزدہ ہیں اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایک شخص بھی میرے ہمراہ نہ چلے تو میں تنہا حسبِ وعدہ کفار کے مقابلے کے لیے بدر کے میدان میں پہنچ جاؤں گا۔

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ لشکر کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ اس مرتبہ لشکر میں دو گھوڑے تھے۔ بدر میں پہنچ کر آپ ﷺ کا لشکر خیمہ زن ہو گیا اور مشرکین کا انتظار کرنے لگے۔

قریشِ مکہ کو جب مدینے سے لشکر اسلامی کی روانگی کی خبر ملی تو ابوسفیان نہایت بددلی سے دو ہزار کا لشکر لے کر بدر کی طرف روانہ ہوا۔

① اس غزوہ کے بارے میں اہل سیر کے درمیان اختلاف ہے کچھ اسے غزوہ نجد لکھتے ہیں اور کچھ دوسرے نام دیتے ہیں بعض کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع کوئی غزوہ نہ ہے۔ جو فتح خیبر کے بعد پیش آیا۔

تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی جلد ا ص ۱۴۸ میں اسی غزوے کو غزوہ ذات الرقاع کا نام دیتے ہیں۔ اس لشکر میں پچاس سوار تھے۔ کیونکہ اس سال خشک سالی تھی لشکر کے پاس کھانے پینے کے سامان کی کمی تھی۔ چنانچہ کھانے کے لیے اس لشکر کے پاس ستو کے سوا کچھ نہ تھا چنانچہ اس لشکر کا نام جیش السویق مشہور رہا۔

ابوسفیان جو کہ مکہ سے ہی بددلی سے روانہ ہوا تھا۔ جب وہ وادی مرظہران میں مجنہ نامی چشمے پر خیمہ زن ہوا تو اس کا دل مسلمانوں کے رعب وہیبت سے لرز رہا تھا اور واپسی کے بہانے سوچ رہا تھا۔ بالآخر اس نے قریش سے کہا کہ اس وقت خشک سالی ہے اور خشک سالی کی وجہ سے جنگ کرنا موزوں نہیں۔ لہٰذا میں واپس جارہا ہوں تم بھی واپس چلو کیونکہ جنگی نقطۂ نظر سے ہریالی وشادابی ہو، تاکہ اونٹ جی بھر کر درختوں کے پتے کھا سکیں اور ہم جی بھر کر اونٹنیوں کا دودھ پی سکیں تب ہی ایک فیصلہ کن جنگ ممکن ہے۔ اس طرح یہ جنگ ٹل گئی۔ رسالت مآب ﷺ نے بدر میں آٹھ روز قیام فرمایا۔ مسلمان اس دوران نہائیت سکون سے بدر کے نواع میں تجارت میں مصروف رہے۔ آٹھویں روز معبد بن ابی معبد رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی مکہ سے روانگی اور پھر اس کی واپسی کی اطلاعات سے بارگاہ رسالت ﷺ کو آگاہ کیا۔ چنانچہ ماہ

Marfat.com

شعبان میں لشکرِ اسلام واپس مدینہ پہنچ گیا۔

اس غزوہ میں جسے غزوہ موعد، غزوہ بدر ثانی، غزوہ بدر صغریٰ، غزوہ بدر آخری، اور غزوہ سویق بھی کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی مالِ غنیمت تو نہ آیا مگر کفار کے دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ گئی نیز بدر کے مقام پر ان دنوں سالانہ میلہ تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے تجارت کے ذریعے خوب مال کمایا۔

واقعات متفرقہ ۴ھ

① اسی سال امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

② اسی سال رسالت مآب ﷺ کے نواسے عبداللہ بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ چھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

③ اسی سال شراب حرام ہوئی، اسی سال اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

④ اسی سال آپ ﷺ نے اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

⑤ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

⑥ اسی سال رسالت مآب ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صرف پندرہ دن میں مکمل طور پر عبرانی زبان سیکھ لی۔

۵ ہجری غزوہ دومۃ الجندل

غزوہ بدر ثانی کے بعد رسالت مآب ﷺ قریباً چھ ماہ مدینہ ہی میں تشریف فرما رہے۔ مگر ربیع الاول ۵ھ میں آپ ﷺ کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل کا عیسائی حاکم اکیدر بن الملک مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے فوجیں جمع کر رہا ہے۔ دومۃ الجندل مدینہ سے ۱۰ منزل پر شام کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ آنحضور ﷺ نے مناسب سمجھا کہ دشمن کے وار کرنے سے پہلے ہی اس پر کاری ضرب لگا دی جائے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے مدینے کا والی حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کر ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے اور بنی عذرہ کے مرکوز نامی شخص کو بطور راہبر ہمراہ لے لیا۔ آپ ﷺ نے یہ سفر نہایت محتاط انداز میں کیا۔ دن کو آپ ﷺ پڑاؤ کرتے اور راتوں کو سفر کرتے جب دومۃ الجندل کا سفر شب بھر کا باقی رہ گیا تو رہبر نے بتایا کہ اکیدر بن الملک کے علاقے کے گھاس کے میدان شروع ہو چکے ہیں۔ ان گھاس کے میدانوں میں اُن کے جانور چر رہے تھے۔ اس نے تجویز دی کہ مناسب یہ ہے کہ ان کے مویشیوں کو قبضے میں لے لیا جائے۔

رسالت مآب ﷺ نے اجازت دیدی۔ چنانچہ مویشیوں کو قبضے میں لے لیا گیا۔ یہ خبر جب اکیدر بن

Marfat.com

الملک کو ملی تو وہ سراسیمہ ہوا اور خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ چنانچہ اگلے روز رسالت مآب ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ دومتہ الجندل پہنچے تو میدان خالی تھا۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ اکیدر بن الملک واپس بھاگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور نگرانی اور صورتحال سے آگاہی کے لیے اِدھر اُدھر دستے روانہ فرمائے۔ مگر کوئی بھی دستہ یا لشکر مقابلے کو نہ آیا۔ اس غزوے میں کوئی جنگ وغیرہ نہ ہوئی مگر مسلمانوں کے لشکر کے سرحد شام تک پہنچنے کی وجہ سے مسلمانوں کا رُعب دبدبہ قائم ہو گیا۔

شوال ۵ ہجری غزوۂ بنی مصطلق

بنوخزاعہ کا ایک قبیلہ بنو مصطلق تھا جو کہ مقام مریسع پر آباد تھا۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔ اس قبیلے کا سربراہ حارث بن ابی ضرار تھا۔ یہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کے لیے کفار کی کثیر تعداد کو اپنے اردگرد جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ قریشِ مکہ یہود اور منافقین نے جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کے خلاف جو انتقام اور دشمنی کی آگ بھڑکا رکھی تھی کفار کا یہ اجتماع بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ رسالت مآب ﷺ نے اردگرد کے حالات سے باخبر رہنے کا معقول انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی آپ ﷺ کو حارث بن ابی ضرار کی تیاریوں کی خبر موصول ہوئی تو آپ ﷺ نے مزید تحقیق کے لیے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا انھوں نے واپس آ کر تصدیق کی کہ حارث واقعی لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے بلکہ اس نے بہت سے قبائل کو بھی ساتھ ملا رکھا ہے اور اس کا لشکر روانہ ہونے ہی والا ہے۔

رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرما کر انصار کا عَلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کا عَلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر روانہ ہوئے۔ اس غزوے میں تیس گھوڑے بھی تھے۔ جن میں دس مہاجرین کے پاس اور بیس انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تھے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقدمتہ الجیش مقرر فرمایا۔

رسالت مآب ﷺ کا طریقہ کار تھا کہ جب بھی کسی غزوے میں تشریف لے جاتے تو اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے اور جس کے نام قرعہ نکلتا انھیں اپنے ہمراہ غزوے میں لے جاتے۔ اس غزوے میں قرعہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکلا۔ چنانچہ وہ اس غزوے میں لشکر کے ہمراہ تھیں۔ مسلمانوں کو مختلف اوقات میں مختلف قبائل میں لشکر کشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح و نصرت سے نوازا۔ ان کامیابیوں کو دیکھ کر منافقین بھی مالِ غنیمت کے لالچ میں اس غزوے میں شریک تھے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے جنگِ اُحد میں شامل ہونے سے انکار کر چکے تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور انھیں وہ تمام حقوق حاصل تھے۔ جو دیگر مسلمانوں کا حاصل تھے اس لیے رسالت مآب ﷺ

Marfat.com

نے انھیں جنگ میں شریک ہونے سے منع نہ فرمایا۔

حارث بن ابی ضرار نے صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اپنا ایک جاسوس بھیجا جو اتفاقاً مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ تحقیق کی گئی تو وہ واقعی جاسوس ثابت ہوا۔ اس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا تو اس نے اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر جنگی قوانین کے تحت اسے قتل کر دیا گیا۔ حارث بن ضرار کو اپنے جاسوس کے قتل اور اسلامی لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان اور بدحواس ہوا اور اسی بدحواسی میں منتشر ہو کر کسی طرف نکل گیا۔ ① مگر مریسیع میں جو لوگ آباد تھے وہ صف آراء ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ان کے سامنے اسلام پیش کرو اور انھیں مسلمان ہونے کی دعوت دو۔ کفار نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ یک دم لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑے اور خوب جم کر لڑے۔ ان کا علمبردار حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا اور علم گر پڑا۔ علم کے گرتے ہی لشکرِ کفار کے قدم اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے دس آدمی قتل ہوئے اور باقی چھ سو گرفتار ہوئے۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور چار پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ ②

یہود اور منافقین کی سازش

غزوۂ مصطلق اگرچہ ایک معمولی جنگ تھی مگر اس جنگ میں چند ایک ایسے واقعات رونما ہوئے کہ یہود کی سازش اور منافقین کی منافقت کی وجہ سے مسلمانوں اور رسالت مآب ﷺ کو پریشان ہونا پڑا نیز مہاجرین وانصار میں شکر رنجی و بے لطفی و بے مروتی تک کی نوبت پہنچ گئی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر منافقین کی شرارت

اس غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ ان کے سفر کے لیے ایک اونٹ پر ہودج بنا ہوا تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ راستے میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا تو آپ رضی اللہ عنہا رفع حاجت کے لیے ہودج سے نکل کر چل پڑیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے عزت واحترام کی وجہ سے کسی کی آپ رضی اللہ عنہا پر نظر نہ گئی اس لیے کسی کو پتہ نہ چلا۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی ہمشیرہ رضی اللہ عنہا نے انھیں تحفے میں دیا تھا۔ وہ ہار کسی جھاڑی میں الجھ کر ٹوٹ گیا اور اس کے دانے دور دور تک بکھر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو وہ ہار بہت عزیز تھا۔

---

① صحیح بخاری جلد:2 ص:460۔ ابنِ اسحاق نے بیان کیا کہ یہ غزوہ چھے ہجری میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ نے 4 ہجری بتایا نعمان بن یاسر نے زہری کے حوالے سے بتایا کہ واقع افک غزوہ مریسیع میں ہے۔

② طبقات ابنِ سعد۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ہار کے بکھرے ہوئے دانے چننے لگ گئیں اور اس میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ اس دوران پڑاؤ کو کوچ کا حکم ہوا اور لشکر چل پڑا۔ ہودج اٹھانے والوں نے ہودج کو اونٹ پر رکھا اور لشکر کے ساتھ محوِ سفر ہو گئے۔ اب ایک تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وزن اتنا زیادہ نہ تھا دوسرا ہودج کو کئی آدمیوں نے ملکر اٹھا کر اونٹ پر رکھا اس لیے انھیں محسوس نہ ہو سکا کہ ہودج میں اُم المومنین موجود ہیں یا نہیں۔ ادھر جب آپ رضی اللہ عنہا پڑاؤ کی جگہ تشریف لائیں تو لشکر کوچ کر چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی پریشان ہوئیں کیونکہ لشکر کافی دور جا چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ پہنچ گئے لشکر کیونکہ علی الصبح روانہ ہوا کرتا تھا اس لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو یہ فرض سونپا گیا تھا کہ وہ قافلے کی گری پڑی چیزیں اکٹھی کرتے ہوئے لشکر کی روانگی کے بعد روانہ ہوا کریں۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت صفوان رضی اللہ عنہ صبح کافی دیر تک سوتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے رسالت مآب ﷺ سے شکایت کی کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ صبح دیر تک سوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے انھیں طلب فرمایا اور ماجرا پوچھا۔ تو انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری یہ خاندانی بیماری ہے صبح دیر تک میری آنکھ نہیں کھلتی۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اچھا تمھیں اجازت ہے جب تمھاری آنکھ کھلے نماز فجر ادا کر لیا کرو۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جب سو کر اٹھے اور اونٹ پر سوار ہونے لگے تو ان کی نظر اُم المومنین رضی اللہ عنہا پر پڑی۔ چونکہ وہ پردے کے حکم سے پہلے اُم المومنین رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو پہچان گئے۔ انھوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور بلند آواز سے کہا کہ آنحضور ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا یہیں رہ گئیں پھر انھوں نے اپنا اونٹ اُم المومنین کے قریب بٹھایا اور خود منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

جب آپ رضی اللہ عنہا سوار ہو گئیں تو وہ اونٹ کی مہار تھام کر چل پڑے۔ دوپہر کے وقت جب لشکرِ اسلام نے پڑاؤ کیا تو کچھ دیر بعد حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر لشکر میں پہنچ گئے۔ جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ پر سوار آتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا نام لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا باتیں کیں۔

اس افک اور تہمت لگانے میں عبداللہ بن ابی پیش پیش تھا۔ یہ بیہودہ تہمت پورے لشکر میں پھیل گئی مگر رسالت مآب ﷺ کے کانوں تک یہ خبر نہ پہنچی۔ آپ ﷺ کو بعد میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ متردّد اور خاموش ہو گئے۔ لشکر جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو چکی تھیں اور اسی بیماری میں رسالت مآب ﷺ کی اجازت سے اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو الزام کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی۔ البتہ پریشان ضرور تھیں کہ نبی کریم ﷺ کی ان پر جو نوازشات تھیں وہ یک لخت ختم ہو گئیں۔ حتیٰ کہ آنحضور ﷺ ان کی عیادت کے

Marfat.com

لیے بھی تشریف نہ لے گئے۔ تمام مسلمان اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی عصمت وعفت پر یقین رکھتے تھے اور ان کی پاکدامنی کو سمجھتے تھے۔ جبکہ منافقین اپنی اس لگائی ہوئی تہمت کو خوب بھڑکا رہے تھے۔ رسالت مآب ﷺ نے اس صورتحال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مشورہ فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت سہل رضی اللہ عنہا سے بھی مشاورت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کی پاکدامنی کی تصدیق فرمائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صراحت کیے بغیر اشارے کنائے میں مشورہ دیا کہ آپ ﷺ ان سے علیحدگی اختیار کر کے کسی اور سے شادی کر لیں۔ ① لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ انھیں زوجیت میں رکھیں اور منافقین کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ اُم المومنین ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ ام مسطح کے ساتھ رات کے وقت رفع حاجت کے لیے گئیں راستے میں ام مسطح اپنی چادر کے پلو میں الجھ کر گر پڑیں اور غصے میں اپنے ہی بیٹے عوف رضی اللہ عنہ جنکا لقب مسطح تھا کے بارے میں کہنے لگی۔

بُرا ہو مسطح کا اس پر اُم لمومنین رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا مسطح تو جنگِ بدر میں شریک تھا آپ نے اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر کے بُرا کیا۔ اس پر اُم مسطح نے چونکتے ہوئے کہا کیا تم کو خبر نہیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ اس پر اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا نے انھیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر اُم المومنین فوراً گھر کی طرف پلٹیں اور گھر جا کر زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس درد والم اور کرب سے روئیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ماں اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کو اپنی بے گناہی سے آگاہ کیا اور ان سے شکایت کی کہ لوگوں نے اتنی باتیں کر ڈالیں اور آپ نے مجھ سے ذکر تک نہ کیا۔ اس پر اُمِ رومان رضی اللہ عنہا بولیں اے میری بیٹی! دل بُرا نہ کر، ایک عورت جو خوبصورت بھی ہو، جوان بھی ہو اور اس کا شوہر بھی اس سے بے پناہ محبت کرتا ہو تو اس کی سوکنیں ایسی باتیں کرتی ہی رہتی ہیں۔

اُم المومنین پر لگائی جانے والی تہمت کے ذمہ دار عمومی طور پر منافقین اور خصوصی طور پر عبداللہ بن ابی تھا۔ منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کچھ صحابہ کرام بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مسطح رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہ جو کہ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برابری کا دعویٰ کرتی تھیں۔ مگر اس معاملے میں خاموش رہیں۔ البتہ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بہن کی محبت میں اس برائی اور بدبختی کا شکار ہو گئیں۔ تیسرے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ جو منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی باقاعدہ ہجو میں اشعار کہے۔

---

① حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کسی بغض یا عداوت کی بنا پر نہ تھا بلکہ رسالتمآب ﷺ کا قلق واضطراب دیکھ کر آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو آرام وسکون پہنچانے کے لیے تھا۔ بخاری شریف جلد 2 ص:425۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں تہمت کی خبر تقریباً ڈیڑھ ماہ تک اڑتی رہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے ہاں ہی قیام پذیر رہیں اور رسالت مآب ﷺ اذیت میں مبتلا رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اُم رومان رضی اللہ عنہا سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ کہ ایک دن رسالت مآب ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُم رومان بھی پاس آکر بیٹھ گئیں۔ آپ ﷺ فرمانے لگے اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور تمھاری بے گناہی ثابت کردے گا اور گناہ گار ہو تو اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ بندہ جب خلوصِ دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ وتبارک وتعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے الفاظ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے۔ انھوں نے اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رسالت مآب ﷺ کی بات کا جواب دیں وہ بولے میں کیا کہوں پھر ان کی والدہ کو کہا کہ انھوں نے بھی معذوری ظاہر کی اس پر وہ خود بولیں کہ آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ چکی ہے اور وہ بات دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اب اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ نہ مانیں گے اور اگر میں محض تہمت میں کہی گئی بات کا اعتراف کرلوں جو اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کی اور یہ اعتراف بھی غلط ہوگا۔ لہٰذا اس موقع پر میں یہی بات کہتی ہوں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہی تھی:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١﴾

ترجمہ: ''صبر بھی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتارہے ہو۔''[1]

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹ گئیں۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

ترجمہ: ''جن لوگوں نے یہ طوفان (اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت) برپا کیا ہے اے مسلمانو! تمھارے میں ایک چھوٹا سا گروہ ہے (منافقین) تم اس طوفان بندی کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ اختیار (انجام) تمھارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر کسی نے جتنا کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس طوفان میں سب سے بڑا حصہ لیا (عبداللہ بن ابی) اس کو سخت سزا ہوگی۔''[2]

---

[1] پارہ:12 سورہ یوسف آیت:18۔ [2] پارہ:18 سورہ نور آیت نمبر:11۔

Marfat.com

وحی کے بعد رسالت مآب ﷺ کے چہرہ مبارک پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا مبارک ہو عائشہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھاری بے گناہی اور برأت نازل فرما دی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کو بڑی خوشی ہوئی اور دونوں پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اٹھو اور رسول کریم ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت وشوق اور قدرے ناز سے فرمایا۔ واللہ میں تو ان ﷺ کی طرف نہ اٹھوں گی بلکہ میں رب کا شکریہ ادا کروں گی اور اسی کی حمد وثنا بیان کروں گی۔ ①

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کے حضور گواہیاں پیش کر کے استدعا کی کہ عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے حکم صادر فرمایا جائے۔ اس کے سچے اور پاکباز بیٹے حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت ﷺ میں عرض کی۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے منافق باپ کی گردن اڑا دوں۔ مگر آپ ﷺ فرمایا میں عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن ابی تہمت لگانے کی سزا سے تو بچ گیا۔ اس کے بچ جانے کی سیرت نگاروں نے یہ وجہ تحریر کی ہے کہ جن لوگوں پر حدود قائم کی جاتی ہے وہ حدود ان کے لیے آخرت کے عذاب کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ جبکہ عبداللہ بن ابی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عذابِ عظیم کا اعلان کر دیا تھا۔

منافقین کی دوسری سازش

غزوہ سے واپسی پر ایک جگہ لشکرِ اسلام نے پڑاؤ کیا کہ ایک مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ چشمے میں پر پانی لینے گئے اور کسی بات میں دونوں کا جھگڑا ہوا۔ بات جب زیادہ بڑھی تو انصاری نے عربوں کے قدیم طریقے کے مطابق ''یا للانصار'' کا نعرہ بلند کیا۔ مہاجر نے بھی ''یا معاشر المہاجرین'' کا نعرہ لگایا نعرہ سن کر مہاجرین اور انصار نے تلواریں نکال لیں۔ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار میں جنگ چھڑ جاتی۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ عبداللہ بن ابی نے موقع کو غنیمت جانا اور انصار سے کہا تم نے ہی ان لوگوں کو اپنے سر پر بٹھا رکھا ہے اور یہ سب کچھ تمھارا ہی کیا دھرا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی، ان میں اپنی جائیدادیں تقسیم کیں، اب یہ خوب پھل پھول کر ہمارے ہی حریف بن گئے ہیں۔ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر ہم سے جو غیرت والا ہے ان غیر مقدور لوگوں کو باہر نکال دے گا۔ یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لی اور رسالت مآب ﷺ کے گوش گذار کی۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سے پوچھا تم نے بات کی ہے تو وہ صاف مکر گیا انصار میں سے بھی کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ زید رضی اللہ عنہ بچہ ہے ہوسکتا ہے اس سے سننے میں کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ اس پر

---

① ضیاء النبی ﷺ جلد:3 ص:449۔ صحیح بخاری جلد:2 ص:627۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خبر ہوئی تو انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیجیے۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں یا پھر انصار میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یا حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیے کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن رسالت مآب ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کر رہا ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے معاملے کو رفع دفع کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں سے شکوک وشبہات زائل کرنے کے لیے کوچ کا حکم دے دیا حالانکہ عام حالات میں یہ کوچ کا وقت نہ تھا۔

چنانچہ مسلسل تیس گھنٹے یہ سفر جاری رہا راستے میں ایک انصاری صحابی حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ سے اس بے وقت اور خلافِ معمول کوچ کی غرض وغایت دریافت کی۔ تو آپ ﷺ نے انھیں بتایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کیا گوہرافشانی کی ہے؟ اس پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عزت والے تو آپ ﷺ ہیں اور ذلیل وخوار تو وہ خود ہے۔ آپ ﷺ جب چاہیں اسے ذلیل کر کے مدینے سے باہر نکال سکتے ہیں۔

دورانِ سفر رفتہ رفتہ انصار کو معلوم ہوا کہ اس منافق نے حضور ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں بدتمیزی پر مبنی گفتگو کی ہے تو ان میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ کچھ سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبداللہ بن ابی کو کہا کہ وہ اپنے رویے اور گفتگو کی رسالت مآب ﷺ سے معافی مانگے۔ اس پر اس نے غصے سے کہا کہ مجھے تم لوگوں نے کہا کہ اس (محمد ﷺ) پر ایمان لے آؤ۔ میں ایمان لے آیا، تم نے کہا کہ مال کی زکوٰۃ دو، میں نے دی۔ اب یہ کسر باقی رہ گئی ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں؟ اس کی باتوں سے انصار کی ناراضگی اور غصہ اور بڑھ گیا اور تمام سفر کے دوران اس پر ہر طرف سے لعن طعن ہوتی رہی۔ ①

مدینہ پہنچ کر ایک ماہ بعد فضائے مدینہ شک وشبہ سے پاک ہوئی اور عبداللہ بن ابی دوبارہ سر نہ اٹھا سکا اور وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گیا کیونکہ اس کے بعد جب بھی وہ کوئی کوشش کرتا اس کے اپنے قبیلے والے اس پر لعن طعن کرتے اور اسے خاموش کرا دیتے۔ چنانچہ رسالتمآب ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں تمھاری بات مان کر اسے قتل کرا دیتا تو اس کے ہمدرد اُٹھ کھڑے ہوتے مگر آج یہ حالت ہے کہ میں اگر اس کے ہمدردوں کو حکم دوں تو وہ خود اسے قتل کر دیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا فیصلہ میرے فیصلے سے زیادہ بابرکت ہے۔ ②

---

① ابن ہشام جلد:2 ص:293.
② سیرۃ النبی ﷺ جلد: 2.

Marfat.com

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

غزوہ مصطلق میں چھ سو مشرکین گرفتار ہوئے تھے۔ ان میں بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ مالِ غنیمت اور قیدی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ وہ ایک رئیس کی بیٹی تھیں۔ انھیں غلامی کی زندگی گوارا نہ تھی۔ انھوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ سے زرِ تاوان لے کر آزاد کر دو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ وہ آنحضور ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی کیفیت اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بات چیت سے آگاہ کیا اس پر رسالت مآب ﷺ نے ان کا زرِ تاوان خود ادا کر کے انھیں آزاد کر دیا۔ یہاں ابن اسحاق نے ایک روایت کی ہے جو کہ بقول سید سلمان ندوی رحمہ اللہ [1] ان کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے کیونکہ نہ تو اس بات کا کوئی دوسرا راوی ہے اور نہ ہی علم و حکمت اسے تسلیم کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا انتہائی حسین اور شیریں ادا تھیں اور یہ بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کرتے ہیں کہ میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ان کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوئی۔ میں نے انھیں جب رسالت مآب ﷺ کے پاس جاتے دیکھا تو میں سمجھی کہ ان کے حسن و جمال کا وہی اثر (نعوذ باللہ) آنحضور ﷺ پر ہوگا جو مجھ پر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اگر تم سے اس سے بہتر سلوک کیا جائے تو تم قبول کر لو گی۔ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمھاری طرف سے میں زرِ فدیہ ادا کر کے تمھیں آزادی دلا دوں تو کیا تم میرے ساتھ شادی کر لو گی؟ [2] دوسری روایت یہ کہ حارث بن ابی ضرار کا شمار روسائے عرب میں ہوتا تھا۔ اسے جب اپنی بیٹی کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیٹی کا یہ مقام نہیں کہ وہ کنیز بنائی جائے۔ اس کی شان اس سے بالاتر ہے اس لیے اسے آزاد کر دیں۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری بیٹی سے پوچھ لیتے ہیں کہ اس کی کیا مرضی ہے؟ انھیں بلوایا گیا۔ تو حارث اپنی بیٹی سے کہنے لگا کہ بیٹی دیکھو مجھے رسوا نہ کرنا۔ چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم آزادی سے اپنے باپ کے ساتھ جانا چاہتی ہو یا رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں رہنا چاہتی ہو۔ انھوں نے باپ کے ہمراہ جانے کے مقابلے میں آپ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا اور پھر ان کی اور ان کے باپ کی رضامندی سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

---

[1] ابن ہشام و ابو داود۔
[2] ابن سعد و طبری۔

Marfat.com

نکاح کا اثر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا ہے تو جوشِ محبت وعقیدت میں کہنے لگے کہ جس خاندان میں آنحضور ﷺ نے شادی کی وہ خاندان غلام نہیں رہ سکتا چنانچہ انھوں نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔[1]

غزوۂ احزاب (جنگ خندق) ذیقعدہ ۵ ہجری

جنگِ خندق کی ابتدا کچھ اس انداز سے ہوئی کہ جب بنونضیر کو ان کی بداعمالیوں کی بدولت مدینہ سے نکال دیا گیا تو اس کے کافی لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ بنونضیر میں حی بن اخطب اور سلام بن ابی حقیق سب سے بڑے مفسد اور شرارتی تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے سلام بن مشکلم اور کنانہ بن ربی اور بنو وائل کے سرداروں ہود بن قیس اور ابوعمارہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں پر چندہ وغیرہ بھی جمع کیا اور قریش سے کہا اے اہل قریش! اب تک تم اکیلے ہی مسلمانوں سے برسرپیکار رہے ہو اور تم نے دیکھا کہ تم مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ بلکہ خود ہی شکست اور نقصان اٹھاتے رہے ہو۔ اس وقت ہماری اکثریت مدینہ میں آباد تھی اور ہم نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا (میثاقِ مدینہ) چنانچہ ہم اس معاہدے کی وجہ سے کھلم کھلا تمھاری کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ اب جبکہ مسلمانوں نے بنوقریظہ کے سوا سب یہودی قبائل کو مدینہ سے نکال دیا ہے تو ہم لوگ کسی معاہدے کے پابند نہیں رہے۔ لہٰذا ہم لوگ کھلم کھلا تمھارا ساتھ دینے کا عہد کرتے ہیں۔ یاد رکھو اگر اس وقت مسلمانوں کی طاقت کو ختم نہ کیا گیا تو دو میں سے ایک بات لازمی ہوگی۔

نمبر ۱۔ ہمیں اپنا دین چھوڑنا پڑے گا۔

نمبر ۲۔ اگر ہم نے اپنا دین نہ چھوڑا تو پھر ہمیں قبروں میں اترنا پڑے گا۔

قریشِ مکہ پر ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے جنگی مصارف کی مد میں دل کھول کر مال و زر کی شکل میں چندہ دیا۔ یہاں سے یہ دونوں اپنے ہمراہوں کو ساتھ لے کر قبائل غطفان میں گئے اور انھیں بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے خوب بھڑکایا اور جوش دلایا۔ پھر قبائل بنوکنانہ کو آمادہ کیا اس کے بعد بنوقریظہ جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ مدد اور تعاون کا معاہدہ کر رکھا تھا انھیں بطورِ سازشی اپنے ساتھ شریک کیا۔ یہ تمام کارروائی کرنے کے بعد مکہ واپس آئے اور مکہ میں قریش بنوسلیم، بنوفزارہ اشجع، بنوسعد، بنومرہ، بنونضیر، اور بنوغطفان وغیرہ قبائل کے پچاس کے

---

(2) سنن ابی داود۔

Marfat.com

قریب سرداروں نے خانہ کعبہ میں جا کر قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہیں مسلمانوں کے خلاف ہر وقت کمربستہ رہیں گے۔ اس عظیم گھناؤنی سازش میں حد سے زیادہ احتیاط برتی گئی۔ چنانچہ رسالتمآب ﷺ کو دشمنانِ دین کی اتنی بڑی سازش کی اطلاع بروقت نہ پہنچ سکی۔

ابوسفیان قریشِ مکہ اور اپنے ہم عہد قبائل کے چار ہزار کے لشکر کو لے کر مکہ سے روانہ ہوا۔ مقام مرہ الظہر ان میں بنوسلیم کی فوج اور پھر دیگر قبائل کی افواج بھی آ کر مرکزی لشکر میں شامل ہوئے بنونضیر کی افواج کا سالار حی بن اخطب اور قبائل عطفان کا سردار عینیہ بن حصین تھا۔ جبکہ ابوسفیان تمام لشکر کا سالار اعلیٰ تھا۔ جب یہ کیل کانٹے سے لیس فوج مدینہ منورہ کے قریب پہنچی تو اس کی تعداد دس سے چوبیس ہزار تھی۔ [1] اس لشکر میں چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے شامل تھے۔

رسالت مآب ﷺ کو اتنے بڑے لشکر کی تیاری اور آمد کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ تمام صاحب الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تجویز دی کہ اتنے بڑے لشکر کا آمنے سامنے دُو بدو مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ مگر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز کو سب نے جنگی نقطہ نگاہ سے بہترین تجویز قرار دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق ایران سے تھا۔ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ فارس میں جب کوئی ہم پر حملہ آور ہوتا تھا تو ہم اپنے دفاع کے لیے خندق کھود لیتے تھے۔ مدینہ کے تین اطراف میں آبادی اور نخلستان ہیں۔ جس کی وجہ سے اتنی بڑی فوج کا یک لخت حملہ آور ہونا ممکن نہیں۔ صرف مدینہ منورہ کی ایک طرف کھلی ہے وہاں خندق کھود لی جائے۔ رسالت مآب ﷺ نے ان کی تجویز کو پسند فرمایا۔ چنانچہ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہر سے باہر خندق کی کھدائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رسالت مآب ﷺ نے خود خندق کی حدود قائم فرمائیں۔ دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذمے دس گز لمبی پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری زمین برائے خندق تقسیم کی گئی۔ ۸ ذیقعد ۵ ہجری کو تین ہزار مبارک ہاتھوں نے خندق کی کھدائی کا کام شروع کیا تو مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کی یاد تازہ ہو گئی۔ کیونکہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں خود رسالت مآب ﷺ نے مزدوروں کی طرح کام کیا تھا اور یہاں بھی آپ ﷺ دیگر صحابہ کرام کے شانہ بشانہ مٹی کھودتے اور پھر اس مٹی کو پیٹھ پر لاد کر باہر لے جا کر پھینکتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوش و محبت سے ہم آواز ہو کر یہ رجز پڑھتے۔

نحن الذین بایعوا محمدًا .... علی لجھاد ما یقینا ابدًا

''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی ہیں محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔''

---

[1] طبقات ابن سعد جلد:2.

Marfat.com

خود رسالت مآب ﷺ رجز پڑھتے ہوئے انصار کے لیے دعا فرما رہے تھے اور کھدائی کا کام بھی کیے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کا بدن اطہر گرد و غبار میں چھپا ہوا تھا آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بال بہت تھے۔ آپ ﷺ کھدائی کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اے اللہ اگر تیرا کرم نہ ہوتا ہم ہدایت نہ پاتے نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہی ہم نماز پڑھتے اے اللہ ہم پر اطمینان نازل فرما۔ ①

دوران کھدائی معجزات کا ظہور ہونا

دوران کھدائی بیشتر معجزات ظہور پذیر ہوئے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

① کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوشش کے باوجود توڑنے میں ناکام ہوئے۔ آخر کار رسالتمآب ﷺ کو آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا اس برتن میں اپنا لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ بعدازاں اس پانی کو چٹان پر چھڑک دیا گیا۔ چنانچہ چٹان کا وہ حصہ اسقدر بُھر بُھرا اور نرم ہوگیا کہ کھدائی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ رہی۔

دوسری روایت میں ہے۔ ② کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب کھدائی کے دوران چٹان کے حائل ہونے کا ذکر رسالت مآب ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ کدال لے کر خود خندق میں اترے اور کدال چٹان پر ماری چٹان میں شگاف پڑ گیا اور ایک روشنی نکلی۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی تقلید میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو ملک شام کی کنجیاں دی گئیں۔ آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی چٹان کچھ اور ٹوٹ گئی اس ضرب سے بھی ایک روشنی نکلی پھر اسی طرح نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ملک فارس کی کنجیاں دی گئیں۔ پھر رسالت مآب ﷺ نے تیسری ضرب لگائی تو چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی اور ایک روشنی نکلی پھر اسی طرح اللہ اکبر نعرہ بلند ہوا تو۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ملک یمن کی کنجیاں دی گئیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے خبر دی ہے کہ یہ تمام ملک میری امت کے قبضے میں آجائیں گے۔ ③

ذرا تصور کریں قریشِ مکہ اور اردگرد کے قبائل اور یہود کا دس ہزار سے چوبیس ہزار کا لشکرِ جرار مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کیل کانٹے سے لیس بڑی شان و شوکت سے سیلاب کی مانند بڑھا چلا آرہا ہے اور چوبیس ہزار کے مقابلے میں مٹھی بھر مسلمان بھوکے پیاسے اپنی حفاظت کی تدبیریں کر

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:409.

② ابن ہشام جلد:2.　　③ سنن ابی داود.

Marfat.com

رہے ہیں۔ پورا جزیرۃ العرب ان مٹھی بھر اللہ تعالیٰ کے نام لیواؤں کے خون کا پیاسا ہے۔ ان گھمبیر حالات میں اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول ﷺ کس اطمینان اور ثابت قدمی سے ڈٹ کر ایران، روم اور یمن کے ملکوں کی سلطنت وحکومت کی خوشخبری دے رہا ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غیر متزلزل یقین ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ کیونکہ یہ کام اللہ کے سوا کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسی خبر دے سکتا ہے۔

② دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ تمام مسلمان کئی دن سے بھوکے ہیں، انھوں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں تاکہ کمر بھوک اور نقاہت سے ٹیڑھی نہ ہو۔ جبکہ رسالت مآب ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔ اس وقت ایک لڑکی کھدائی والی جگہ میں داخل ہوئی جس نے اپنے دامن میں کوئی چیز چھپائی ہوئی تھی اور ادھر اُدھر نگاہ دوڑا رہی تھی۔ کہ رسالت مآب ﷺ کی نظرِ مبارک اس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اسے پکارتے ہوئے فرمایا ''تعالی یا بنیۃ ماھذا معک'' اے بیٹی ادھر آ یہ تیرے پاس کیا ہے؟ وہ لڑکی قریب آئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے دامن میں تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ یہ میری ماں نے مجھے دے کر بھیجا ہے کہ میرا باپ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اور ماموں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دوں کیونکہ وہ دونوں صبح سے بھوکے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا یہ کھجوریں میرے دونوں ہاتھوں میں ڈال دو اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ کھجوریں اتنی قلیل مقدار میں تھیں کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ نہ بھرے۔ آپ ﷺ نے چادر طلب فرمائی اور کھجوریں چادر میں ڈال دیں۔ پھر آپ ﷺ نے کھجوروں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو کھجوروں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ پوری چادر بھر گئی۔ پھر آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آواز دے کر بلایا کہ آؤ ناشتہ کرلو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں اس کے باوجود چادر کے کناروں اور اطراف میں کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ ①

③ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں سوچا کہ رسالت مآب ﷺ دن بھر ہمارے ساتھ مشقت کرتے ہیں اور رات کو بھوکے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج میں آپ ﷺ کی دعوت کروں گا۔ وہ گھر گئے انکے پاس ایک بکری کا بچہ اور تھوڑے سے جَو تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کا ارادہ رکھتا ہوں اس کے لیے میں بکری کا بچہ ذبح کر کے گوشت تیار کرتا ہوں اتنے میں تم جَو پیس کر اس کا آٹا گوندھ کر خمیر لگا دو۔ چنانچہ انھوں نے بکری کا بچہ ذبح کر کے گوشت بنایا اور بیوی نے ہانڈی چولہے پر رکھ دی۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:408.

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیوی سے کہا کہ ہانڈی تیار کر کے تم تندور میں روٹیاں لگاؤ میں اتنی دیر میں نبی کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آج آپ ﷺ کی میرے ہاں دعوت ہے۔ آپ ﷺ دو تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ہمراہ لے لیں کیونکہ گوشت اور روٹی قلیل مقدار میں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ تم فوراً گھر جاؤ اور بیوی کو کہنا کہ جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی کا ڈھکن نہ اٹھانا اور نہ تندور میں روٹیاں لگانا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھر کو روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا کہ آؤ آج جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ہمراہ چل پڑے۔ رسالت مآب ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئے تو وہ اتنے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر دل میں بڑے فکر مند ہوئے۔ مگر یہ فیصلہ کیونکہ آقائے دو جہاں ﷺ کا تھا اس لیے خاموش ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ ایک کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے گوندھا ہوا آٹا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور برکت کے لیے دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ ہنڈیا کی طرف تشریف لائے اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لیے دعا فرمائی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تم میرے سامنے ہنڈیا سے سالن نکالتی رہو مگر ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ چونکہ جگہ تنگ تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری تشریف لاتے اور کھانا کھاتے اس طرح ایک گروہ آتا کھانا کھاتا اور چلا جاتا۔ یہاں تک کہ تمام اہلِ خندق نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بقیہ کھانا اپنے استعمال میں بھی لاؤ اور پڑوس میں بھی تقسیم کر دو۔ ①

لشکرِ کفار کی مدینہ آمد

مشرکین کا لشکرِ جرار مدینہ کے قریب آیا تو خندق کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ اس سے پہلے عربوں نے خندق دیکھی نہ تھی۔ چنانچہ کفار کے ٹڈی دل نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ بلاشبہ یہ حملہ کفار کی طاقت و شوکت کی انتہا اور اسلام کے خلاف کفر کی سب سے بڑی کوشش تھی۔

مشرکین کے اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر منافقین اور کمزور نفس مسلمانوں کے دل دہل گئے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ان ہی لوگوں کے بارے میں ہوا۔

---

① سبل الهدی۔ ضیاء النبی ﷺ جلد:4 ص:39.

Marfat.com

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫

ترجمہ: ''اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ محض فریب ہے۔''①

جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر یقین کامل رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوش و مسرت سے جو کہہ رہے تھے اس کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں ذکر فرمایا:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۭ ⑫

ترجمہ: ''اور جب اہل ایمان نے دیکھا تو کہا یہ تو وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی فرمایا تھا اس (حالت) نے ایمان اور جذبہ اطاعت کو اور بڑھا دیا یعنی اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔''②

رسالتمآب ﷺ نے مدینہ منورہ کا انتظام اُم مکتوم کے حوالے کیا، عورتوں اور بچوں کو قلعوں اور گڑھیوں میں محفوظ فرما کر آگے بڑھے، سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھا۔ کیونکہ بنی قریظہ کے حملے کا بھی خدشہ تھا اس لیے عورتوں اور بچوں کے لیے حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۲۰۰ صحابہ کو بھی متعین فرما دیا تا کہ وہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے ساتھ یہ خیال بھی رکھیں کہ بنو قریظہ پیٹھ سے حملہ نہ کر سکیں اور خود تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر آگے بڑھے۔ میدانِ جنگ کی شکل بیضوی بنی سرورِ کونین ﷺ نے اپنا خیمہ درمیان میں رکھا۔ یوں دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں اور درمیان میں خندق حائل تھی۔ کفار نے کئی مرتبہ خندق کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک دن عرب کا مشہور بہادر پہلوان عُمرو بن عبدود اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک مقام جہاں سے خندق کم چوڑی تھی پھلانگ کر پار آ گیا۔ عُمرو بن عَبدِ ود کو ایک ہزار کے لشکر پر بھاری سمجھا جاتا تھا اس نے آ کر مسلمانوں کو للکارا کہ کسی مسلمان میں ہمت ہے کہ میرے مقابلے میں آئے؟ جواب میں رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روانہ فرمایا اور انھیں اپنے دستِ مبارک سے زرّہ پہنائی اور سر پر خود رکھا اور تلوار ہاتھ میں دے کر دنیائے عرب کے نامور پہلوان کے مقابل روانہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عُمرو بن عبدود کے مدِ مقابل پہنچے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عمرو! میں نے سن رکھا ہے کہ تم لڑائی سے پہلے اپنے مقابل کی تین تجاویز میں سے ایک مان لیتے ہو۔ اس نے ہاں میں جواب دیا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے کہ میری تین شرائط سن۔

---

①پارہ:21 سورہ الاحزاب آیت نمبر:12.

②پارہ:21 سورہ الاحزاب آیت:22.

Marfat.com

۱۔ مسلمان ہو جا۔

ج: اس نے جواب دیا یہ ناممکن ہے۔

۲۔ واپس چلا جا۔

ج: اُس نے جواب دیا یہ بزدلی اور میری شان کے خلاف ہے۔

۳۔ یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جا۔

ج: اس پر عَمرو بن عَبدِ ود بولا اے برادرزادے! میں تمھیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے مگر برادر میں تو تمھیں خدا کی قسم قتل کرنا چاہوں گا۔ اس پر عَمرو گھوڑے سے اترا اور تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر گھوڑے کو مار کر اسے پیچھے دھکیل دیا اور غضبناک ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ دنیائے عرب (کفر) کے نامور پہلوان اور مسلمانوں کے نامور پہلوان کے درمیان مقابلہ شروع ہوا۔ مگر چند ہی لمحوں میں حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اتنی شدت سے تلوار کا وار کیا کہ تلوار اس کی زرہ کو چیرتی ہوئی عمرو کو دو حصوں میں تقسیم کر گئی۔ عمرو بن عبدود کٹ کر گر گیا جبکہ اس کے ساتھیوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

جنگ احزاب میں ایک عجیب طرح کی صورتحال پیدا ہو چکی تھی۔ کفار کے عظیم لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے دن بدن سامانِ خورد ونوش کی کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ دن بھر خندق کی حفاظت بھی ضروری تھی اور کفار کے ممکنہ حملہ کے پیش نظر نہایت مستعد اور چوکنا رہنا پڑتا تھا اور رات بھر انھی خدشات کے پیشِ نظر بیدار رہنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ منافقین کی ریشہ دوانیوں کا خدشہ، بنوقریظہ کے یہود کا خطرہ، کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت ان تمام مصائب میں مسلمانوں نے جس عزم و ہمت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ جب بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصین اور حارث بن عوف نے مدینہ کے پھلوں کے ایک تہائی حصے لے کر کفار اور یہود کا ساتھ چھوڑنے کا معاہدہ کرنا چاہا تو بنواوس کے سردار حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ اور بنوخزرج کے سردار حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن عبادہ سے مشورہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لیے ایسا کرنا چاہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب ایک کمان سے تم پر تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہے اور ہر سمت سے تمھارے راستوں کو دشوار بنا دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کی طاقت کو تمھارے لئے کسی حد تک توڑ دوں مگر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے پیارے ساتھیوں کا عزم و حوصلہ دیکھیے۔ وہ فرمانے لگے۔ کہ خدا کی قسم ہمیں صلح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہماری طرف سے تلوار کے سوا کچھ نہ چلے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں ان دونوں سرداروں کی باتیں سننے کے بعد رسالت مآب ﷺ نے فرمایا "فانت وذا

Marfat.com

لک'' اچھاتم جانو اور تمھارا کام۔ اس پر حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ سے بنوغطفان کا ارسال کردہ پرچہ لے کر تمام حروف مٹا دیئے اور حضور ﷺ کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت ہی عزم و استقلال سے کہا کفار اگر ہمارے خلاف قوت آزمائی کرنا چاہتے ہیں تو کر دیکھیں۔

یہود کی سازش

قبیلہ بنی نضیر کا سردار حی بن اخطب مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس نے کس طرح یہود، مشرکینِ مکہ اور دیگر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب وہ کفار کے لشکرِ عظیم کے ساتھ آیا تو اس کے ذمہ یہ فرض لگایا گیا کہ وہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد سے ملے اور اسے رسالت مآب ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے امن معاہدے کو توڑنے پر مجبور کرے تاکہ مسلمانوں پر پشت پر سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ سردارِ یہود حی بن اخطب نے یہ معاہدہ ختم کرانے کی کوششیں شروع کر دیں اور آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور کعب بن اسد سردارِ بنی قریظہ کو معاہدہ توڑنے پر رضا مند کر لیا۔

رسالت مآب ﷺ کو ان بدلتے ہوئے حالات کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنوخزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کی طرف اصلاح احوال کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنی قریظہ کی طرف گئے اور کعب بن اسد اور دیگر یہودی روساء سے ملے تو تصدیق ہو گئی کہ یہود واقعی معاہدہ امن توڑ چکے ہیں اور اب آمادہ فساد و شرارت ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہودی عمائدین کا برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ذرا تیز طبیعت کے تھے۔ جواب میں یہودیوں نے بھی زبان دازری شروع کر دی اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے انھیں خاموش کرا دیا تاکہ زیادہ شور شرابہ نہ ہو اور رسالت مآب ﷺ کی ہدایت کے مطابق بات چیت مخفی رہے تاکہ اس کا اثر دیگر مسلمانوں پر نہ پڑے۔ چنانچہ یہ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روسائے یہود کو قائل کرنے میں ناکام واپس چل پڑے کہ حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ) کا بچپن کا دوست حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ بھاگتا ہوا آیا اور انھیں اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا کہ میرے دوست حضرت سماک بن خرشہ (رضی اللہ عنہ) کو کہنا کہ کل عشاء کی نماز کے بعد ذنب نقمی کی سیدھ میں میرا انتظار کرے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسالت مآب ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچے اور عرض کہ یہودی عہد شکنی اور غداری پر آمادہ ہیں۔

عام حملہ

جب محاصرے کو کئی روز گذر گئے تو کفار نے بھرپوری قوت سے حملہ کر دیا۔ حملے کا دن مسلمانوں

Marfat.com

کے لیے بڑا سخت تھا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانوں پر ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی اور یہ بارش تھمنے کا نام نہ لیتی تھی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود رسالت مآب ﷺ مدافعانہ جنگ میں مصروف تھے۔ یہ واحد جنگ تھی جس میں احادیث کے مطابق نبی کریم ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ [1] اگرچہ تیروں اور پتھروں کی بارش سارا دن برستی رہی مگر خندق کی وجہ سے مشرکین آگے نہ بڑھ سکے۔ مسلمان دور ہونے کی وجہ سے محفوظ تھے مگر تیراندازی کی وجہ سے فریقین کے کچھ افراد مارے گئے۔ یعنی چھ مسلمان شہید ہوئے اور دس مشرک مارے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حبان بن عرقہ کے تیر سے زخمی ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمہ وقت مستعد رہنا پڑتا تھا کہ کہیں کفار خندق عبور نہ کرلیں۔

یہود کی کارستانی

مسلمان بچوں اور عورتوں کو جس قلعہ میں محفوظ کیا گیا تھا۔ وہ قلعہ یہود آبادیوں سے متصل تھا یہودیوں نے سوچا کہ مسلمان تو جنگ میں مصروف ہیں لہٰذا مسلمان خواتین کے قلعے پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک یہودی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے قلعے کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعے پر حملہ کرنے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اتفاقاً رسالت مآب ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس پر پڑ گئی قلعے میں سوائے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کوئی اور مرد موجود نہ تھا مگر وہ کسی بیماری میں مبتلا تھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یہودی کی آمد کے بارے میں بتایا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا اگر میں یہودی کو قتل کرنے کی سکت رکھتا تو یہاں کی بجائے رسالت مآب ﷺ کے ساتھ میدانِ جنگ میں ہوتا۔ اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کی چوب اکھاڑ کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں گر گیا پھر انھوں نے اس کا سر کاٹ کا قلعے کی دیوار سے نیچے پھینک دیا۔ اس کے سر کو دیکھ کر یہودی خوفزدہ ہوگئے کہ قلعے میں بھی فوج موجود ہے۔ چنانچہ انھیں قلعے میں حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ [2]

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود کا کردار

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو ابھی مخفی رکھا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ خندق کے اندر کوئی شخص سانپ کی طرح رینگتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ خندق کے کنارے کے قریب اس نے سرگوشی کے انداز میں سماک (رضی اللہ عنہ) سماک (رضی اللہ عنہ) پکارا۔ آواز پہچان کر حضرت سماک رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بھائی میں تمہارے قریب ہی ہوں۔ میں رسہ پھینکتا ہوں تم کوئی آواز پیدا کیے بغیر رسے کو پکڑ کر اوپر آجاؤ۔ چنانچہ وہ رسے کی مدد سے

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:245۔ [2] زرقانی بحوالہ طبرانی جلد:2 ص:129۔

Marfat.com

اوپر آ گئے۔ دونوں دوستانہ انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور پھر زمین پر لیٹ گئے۔ لیٹے لیٹے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر محاصرہ جاری رہا تو کفار و یہود ہم مسلمانوں کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔[1] اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ چنانچہ دونوں دوست تھوڑی دور تک رینگ رینگ کر چلتے گئے پھر اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے آقائے دو جہاں سرورِ کونین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں عرصہ ہوا اسلام قبول کر چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک میرے قبیلے بنو غطفان کو اس بات کا علم نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کو مجھ سے بہت محبت ہے کیونکہ میں کئی سالوں سے انتہائی شرافت، ایمانداری اور دیانت داری سے ان کے ساتھ تجارت کر رہا ہوں۔ بنو قریظہ کے اس اعتماد کی بدولت میں بنو قریظہ اور کفارِ مکہ کے درمیان نفرت اور بد اعتمادی پیدا کر سکتا ہوں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر رسالت مآب ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا الحرب خدعۃ (جنگ مغالطے کا نام ہے) تم اگر ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔

رسالت مآب ﷺ سے رخصت ہو کر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کعب بن اسد کے ہاں گئے اور رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر انہوں نے کعب سے کہا کہ وہ بنی قریظہ کے بڑے بڑے سرداروں اور رؤسا کو اکٹھا کرے میں ان سے ان کی بہتری کے لیے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب سردار اور رؤسا اکٹھے ہو گئے تو حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے انھیں مخاطب کر کے کہا اے محشرِ یہود! تم مجھے کیسا پاتے ہو؟ یہود بیک زبان بولے کہ تم ہمارے لیے ہمدرد، مہربان ہو اور ہمارے ساتھ تمھاری اُلفت کسی اظہار اور بیان کی محتاج نہیں۔ اس پر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ اگر میں کوئی بات تمھارے بھلے کے لیے کہوں تو تم مان لو گے۔ اس پر یہود سرداروں اور رؤسا نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم تمھارے مشورے کو دل و جان سے تسلیم کریں گے۔

اب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بولے تو سنو! جیسا کہ تم جانتے ہو میرا تعلق بنو غطفان سے ہے اس جنگ میں تمھاری پوزیشن قریشِ مکہ اور بنو غطفان سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ تمھارا شہر ہے تمھارے اموال اور بیوی بچے اس شہر میں ہیں جبکہ قریشِ مکہ بنو غطفان اور دیگر قبائل کے اموال اور بیوی بچے محفوظ جگہوں پر ہیں۔ اگر یہ لوگ جنگ جیت گئے تو مدینہ شہر کو لوٹیں گے اور قتل و غارت کریں گے۔ اس لوٹ مار اور قتل و غارت کا تم لوگ بھی نشانہ بنو گے۔ اور اگر اس جنگ میں انھیں کامیابی نہ ہوئی تو وہ تو اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمھیں تنہا مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اس حالت میں کیا تم مسلمانوں کا مقابلہ کر سکو گے۔ چنانچہ دُور اندیشی کا تقاضہ ہے کہ اپنی بقا اور تحفظ کی خاطر قریشِ مکہ اور بنو غطفان سے مطالبہ کرو کہ تم اس صورت میں ان کا ساتھ دو گے کہ دونوں فریق اپنے بڑے بڑے اور قابل اعتماد رؤسا کو تمھارے پاس بطورِ ضمانت رکھ دیں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کا مشورہ سن کر یہود نے تھوڑی دیر آپس میں

---

[2] ابن ہشام۔

Marfat.com

مشورہ کرنے کے بعد کہا اے نعیم (رضی اللہ عنہ) ہم تمھارے قیمتی مشورے پر تمھارے ممنون ہیں۔[1] اور تمھیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم ایسا ہی کریں گے کیونکہ اسی میں ہماری بقا اور سلامتی ہے۔

بنو قریظہ سے رخصت ہو کر حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ واپس لشکر میں آئے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے گروہ قریش! تم لوگ جانتے ہو کہ جتنی دشمنی تمھیں محمد ﷺ سے ہے۔ مجھے بھی ان سے اتنی ہی دشمنی ہے مجھے تم لوگوں کے متعلق ایک سازش معلوم ہوئی ہے۔ چنانچہ تم سے محبت، ہمدردی، خیر خواہی اور محمد ﷺ کی دشمنی کا تقاضا ہے کہ وہ بات تم لوگوں تک پہنچا دوں۔ مگر اس سلسلے میں میرا نام صیغۂ راز میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس پر ابوسفیان اور دیگر روسائے قریش نے کہا کہ جیسا تم چاہتے ہو ہم ویسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بولے اے اہلِ قریش! بنو قریظہ نے مسلمانوں سے جو عہد نامہ امن توڑا تھا وہ انھوں نے دوبارہ بحال کر لیا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ہم اس عہد شکنی کی تلافی کریں گے اور اس کی تلافی کے لیے قریش اور بنو غطفان کی بڑے بڑے رؤسا کو آپ لوگوں کے حوالے کریں گے۔ تم لوگ انہیں قتل کرو پھر ہم اور آپ (مسلمان) مل کر قریش بنو غطفان اور دیگر قبائل کی گردنیں کاٹیں گے۔ اب تم اپنا ایک آدمی بنو قریظہ کی طرف بھیج کر دیکھو وہ اپنے پاس رہن رکھنے کے لیے کچھ اشراف کا مطالبہ کریں گے۔ مگر غور سے سن لو اگر تم نے ان کی بات مان لی تو نقصان اٹھاؤ گے۔

قریش سے رخصت ہو کر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے میں گئے اور انہیں بھی یہی باتیں بتائیں۔ قریشِ مکہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی باتوں سے متاثر ہو کر عکرمہ بن ابو جہل کی سرکردگی میں اپنے کچھ رؤسا کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے بنی قریظہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں وطن سے دور ہم تازہ دم اونٹوں اور گھوڑوں کا بندوبست نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کل صبح تم لوگ تازہ دم اونٹوں اور گھوڑوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہم لوگوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں پر زوردار حملہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دیں۔ اس پر بنو قریظہ نے کہا کہ کل یوم سبت ہے اور اس دن ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمانوں کے قتال میں تمہارا ساتھ دیں تو اپنے کچھ اشراف ہمارے پاس بطور ضمانت (رہن) رکھیں۔ کیونکہ ہمیں شک ہے کہ تم لوگ کوئی کامیابی حاصل کیے بغیر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے اور ہمیں اکیلا مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے۔ چنانچہ اگر تمہارے کچھ لوگ ہمارے پاس گروی ہوں گے تو تم جنگ کو ادھورا اور نامکمل چھوڑنے کی بجائے اسے کسی اختتام تک پہنچاؤ گے۔

قریش کا وفد واپس چلا گیا اب قریش اور بنو غطفان کو یقین آ گیا کہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے درست کہا تھا۔ پھر قریشِ مکہ نے بنو قریظہ کو پیغام بھیجا کہ ہم اپنا کوئی آدمی گروی رکھنے کے لیے نہ دیں گے تم لوگ اگر ہمارے ساتھ تعاون کا ارادہ رکھتے ہو تو بغیر کسی شرط کے نکلو اور ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرو۔

---

[1] طبقات ابن سعد.

Marfat.com

بنوقریظہ کو یقین آ گیا کہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کہا تھا واقعی قریش اور بنی غطفان کی نیتوں میں فتور ہے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورے سے ایک قاصد قریش کی طرف بھیجا اور اپنے مطالبے کا اعادہ کیا۔ جسے قریشِ مکہ اور بنوغطفان نے مسترد کر دیا۔ یوں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود کی دُور اندیش اور حکیمانہ سرگرمیوں کی بدولت قریش مکہ، بنوغطفان، یہود اور دیگر قبائل کے درمیان تفرقہ اور انتشار پیدا ہوا۔ ①

عذابِ الٰہی

جب محاصرے کو ۲۸ روز اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ روز گزر گئے تو کفار کے عزم و استقلال میں کمی آنا شروع ہو گئی۔ ۱۰/ ۲۴ ہزار کے لشکر کو سامانِ رسد مہیا کرنا بھی آسان نہ تھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مسلمانوں کی بے چارگی دیکھی نہ گئی۔ رحمت حق جوش میں آئی۔ رات کو اس قدر تیز آندھی چلی کہ دشمنانِ اسلام کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، دیگچے چولہوں پر الٹ گئے۔ اس طوفان کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ

ترجمہ: ''مسلمانو! خدا کے احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ پڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھیں۔'' ②

اللہ کی طرف سے یہ بھیجی ہوئی آندھی مشرکین کے لیے کسی عذاب سے کم نہ تھی۔ جگہ جگہ چولہوں میں دہکتے ہوئے انگاروں کی وجہ سے آگ لگ گئی جسے بمشکل بجھایا گیا۔ آگ بجھانے کو قریش بدشگونی تصور کرتے تھے۔ ہر طرف افراتفری مچ گئی۔ اس عالم میں ابوسفیان لشکر سے یوں مخاطب ہوا! دیکھو بخدا یہ جگہ قیام کے قابل نہیں رہی ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں، بنوقریظہ ہم سے بدعہدی کر چکے ہیں، آندھی اور طوفان سے نہ ہم محفوظ ہیں اور نہ ہمارے خیمے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسی جگہ رہ کر ہم کچھ بھی مقاصد حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے کوچ کیا جائے۔ یوں قریش مکہ اور دیگر قبائل جاڑے کی سردی میں راتوں رات ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے۔ قریش کے فرار کی خبر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو دے دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ کفار میدانِ جنگ سے بھاگ گئے ہیں اور میدان خالی پڑے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اس دن رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے، جو ہمیں کفار کی خبر لا کر دے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں ان کی خبر لاتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟

---

①ابی بن شیبہ المغازی۔ بدایہ ونہایہ۔ ابن کثیر۔ ②پارہ:21 سورہ الاحزاب آیت نمبر:9۔

Marfat.com

جو ہمیں کفار کی خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ان کی خبر لا کر دیتا ہوں۔ رسالت مآب ﷺ نے پھر تیسری بار فرمایا کون ہے؟ جو ہمیں کفار کی خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں ان کی خبر لاتا ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے مددگار ہوتے ہیں اور میرا مددگار زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام رضی اللہ عنہ ہے۔ [1]

ایک سے ڈیڑھ ماہ کے بعد مدینہ کی فضا کفار کے وجود سے پاک ہوئی غزوہ خندق ماہ شوال ۵ ہجری میں شروع ہوا (مارچ ۶۲۷ء) اور اس کا اختتام بروز بدھ ذیقعد کے ختم ہونے میں ۷ دن باقی تھے اختتام پذیر ہوا۔ اس موقعہ پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور انہیں ہم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ [2] چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے ان پر چڑھائی کی اور فتح مکہ نصیب ہوئی۔

جنگِ خندق کا نتیجہ

یہ جنگ دراصل نقصانِ مال و جان کی جنگ نہ تھی بلکہ اعصاب کی جنگ تھی۔ جو مسلمانوں نے اپنے عزم واستقلال اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے خصوصی کرم سے جیت لی۔ اگرچہ اس میں کوئی خون ریز معرکہ نہ ہوا مگر اسلامی تاریخ میں یہ ایک فیصلہ کُن جنگ تھی۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں مشرکین کے حوصلے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئے اور پورے جزیرۃ العرب پر واضح ہو گیا کہ ایک نئی اسلامی ریاست جو مدینہ منورہ میں نشوونما پا رہی ہے اسے ختم کرنا ممکن نہیں رہا۔ کیونکہ مشرکین اس جنگ میں جتنی بڑی قوت سے حملہ آور ہوئے اتنی بڑی قوت فراہم کرنا عربوں کے بس کی بات نہیں تھی۔

یہود اور منافقین کا کردار واضح شکل میں سامنے آ گیا

اس معرکہ میں سب سے بڑا نقصان انصار کا ہوا۔ کیونکہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ واقعہ یوں ہوا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں قلعہ سے نکل کر گھوم رہی تھیں کہ انہیں آہٹ محسوس ہوئی انہوں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہاتھ میں حربہ لیے تیزی سے یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے:

لبث قليلا تدرک الهيجا جمل

باس بالموت اذا الموت كزل

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:611.

[2] بخاری شریف جلد:2 ص:410. حدیث نمبر:1285.

Marfat.com

"ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے، وقت جب آ گیا تو موت سے کیا ڈر ہے۔"[1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے دیکھا تو بولیں بیٹا دوڑ کر جا۔ تو نے دیر لگا دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ وہ زرّہ پہنے ہوئے تھے جو بہت چھوٹی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی ماں سے کہا کہ کاش سعد رضی اللہ عنہ کی زرّہ بڑی ہوتی۔ اتفاق کی بات کہ ابن العرقہ نے انہیں جاتے ہوئے تاک کر ہاتھ پر تیر مارا جس سے رگ کٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ معرکہ ختم ہوا تو رسالت مآب ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ کھڑا کرا دیا اور رفیدہ نامی عورت نے ان کا علاج اور مرہم پٹی شروع کر دی۔ مگر زخم ٹھیک نہ ہوا۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اوزار لے کر زخم کو داغا مگر ورم آ گیا۔[2] دوبارہ داغا گیا مگر فائدہ نہ ہوا اور زخم زیادہ کھل گیا اور اسی حالت میں وہ وفات پا گئے۔

بنی قریظہ کا انجام

مشرکینِ مکہ اور دیگر قبائل کی مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد مسلمان خوشی خوشی مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر اسی روز ظہر کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حکم الٰہی سناتے ہوئے عرض کی کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار رکھ دیے ہیں مگر فرشتوں نے اپنے ہتھیار نہیں رکھے۔[3] آپ ﷺ فوراً بنی قریظہ کی طرف بڑھیں، میں فرشتوں کو لے کر ان کے ہاں زلزلہ برپا کرنے جا رہا ہوں۔ یہ کہ کر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام فرشتوں کے جلو میں آگے بڑھ گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے اسی وقت منادی کرا دی کہ کوئی مسلمان ہتھیار نہ کھولے تمام لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ادا کریں گے۔

رسالت مآب ﷺ نے علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر انہیں مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے روانہ فرمایا۔ اور مدینہ میں اُمِ مکتوم کو بدستور عامل رہنے دیا۔ مسلمان مختلف گروہوں کی شکل میں بنو قریظہ پہنچنا شروع ہو گئے اور آہستہ آہستہ مرکزی لشکر کے ساتھ آ کر ملنے لگے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیر سے یعنی عشاء کی نماز کے قریب لشکر میں شامل ہوئے مگر انہوں نے عصر کی نماز نہ پڑھی اور بنی قریظہ پہنچ کر عصر کی نماز عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کی۔ رسالت مآب ﷺ نے ان کی اس نماز کو جائز قرار دیا۔

جب مشرکین اور یہود محاصرہ اٹھا کر راتوں رات مدینے سے کوچ کر گئے تو بنو نضیر کے سربراہ حی بن اخطب جس نے مدینہ سے جلاوطنی کے وقت رسالت مآب ﷺ سے مسلمانوں کے خلاف کسی بھی طرح کی جنگ میں حصہ نہ لینے کا عہد کیا تھا۔ مدینے واپس آیا۔[4] اور بنی قریظہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔

---

① سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:247 بحوالہ ابن ہشام و طبری۔
② کتاب المغازی واقدی۔
③ طبری جلد:3 ص:1487۔
④ بخاری شریف حدیث نمبر:1292۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ تین ہزار کا لشکر لے گئے اور بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس روز جاری رہا۔ آخر محاصرے سے تنگ آ کر سردار بنی قریظہ کعب بن اسد نے تمام یہود کو اکٹھا کر کے یوں کہا اے گروہ یہود! مسلمانوں نے ہمارا محاصرہ کر کے ہر طرف سے مکمل ناکہ بندی کر رکھی ہے ہمارے پاس اب تین راستے ہیں مجھے مشورہ دیں کہ اس نازک ترین صورت حال میں ہم کون سا راستہ اختیار کریں۔

① محمد (ﷺ) ہماری الہامی کتاب تورات کے مطابق سچے رسول ہیں اور یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان ﷺ کی تصدیق کریں اور اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کر لیں یہود نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

② ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں اور ان کی حفاظت کی فکر سے آزاد ہو کر دیوانہ وار مسلمانوں پر حملہ کر دیں اگر مارے گئے تو اپنے ناموس کی خاطر مریں گے اور اگر بچ گئے تو بیوی بچے اور مل جائیں گے۔ یہود نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

③ آخری مشورہ یہ ہے کہ کل سبت کی رات ہے مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ہم اس مقدس دن کو کوئی کام نہیں کرتے کیونکہ وہ اس دن کی مناسبت سے ہم سے غافل ہوں گے تو ہم اس رات کو شبخوں مار کر مسلمانوں کا قتل عام کر دیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ہمارا شبخوں کامیاب رہے گا۔ یہود نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ کہ ہم یوم سبت کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔ مگر چار اشخاص ثعلبہ بن سعید، اسد بن عبید، اسید بن سعید اور عمرو بن سعد نے یہ کہتے ہوئے کہ ہماری قوم نے بدعہدی کی ہے اور ہم اس بدعہدی میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

آخر کار بنی قریظہ نے محاصرے سے تنگ آ کر آنحضور ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف روانہ کریں ہم ان سے کوئی بات چیت کرنا چاہتے ہیں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو اوس سے تھا اور بنی قریظہ بنو اوس کے حلیف تھے۔ چنانچہ حلیف ہونے کے ناطے وہ ان کے (بنی قریظہ) کے لیے ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا گیا جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو یہودی بچوں اور عورتوں نے اس شدت سے گریہ وزاری کی کہ انکا دل پسیج گیا۔ یہود نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی کہ کیا ہم قلعہ چھوڑ کر محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ انھوں نے اس بات پر گردن ہلائی مگر ساتھ ہی حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھایا کہ تمھارے گلے کاٹ دیئے جائیں گے۔ مگر اس کے فوراً بعد انھیں احساس ہوا کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ فوراً واپس ہوئے اور مسجد میں جا کر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ میں اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک آنحضور ﷺ مجھے معاف نہیں کر دیتے۔ جب کافی دیر تک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

واپس نہ آئے تو آپ ﷺ نے پتہ کرایا تو آپ ﷺ کو صورتحال معلوم ہوئی۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر ابولبانہ رضی اللہ عنہ سیدھا میرے پاس آجاتا تو میں اس کی بخشش کی دعا کرتا۔اس طرح حضرت ابولبانہ رضی اللہ عنہ چھ دن مسلسل وہاں بندھے رہے پھر نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپ ﷺ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔آپ ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابولبانہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا۔

انھوں نے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکارا اے ابولبانہ! رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں ستون سے کھولنے کے لیے بڑھے تو انھوں نے انکار کر دیا۔انھوں نے کہا کہ آنحضور ﷺ کے علاوہ کوئی نہ کھولے۔چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ فجر کی نماز کے بعد انکے پاس پہنچے اور انھیں اپنے دستِ مبارک سے کھول دیا۔

جنگِ خندق کی طرح یہ بھی ایک اعصابی جنگ تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا ورنہ ان کے پاس وافر مقدار میں سامان خور ونوش پانی کے چشمے اور کنویں اور مضبوط اور محفوظ قلعے تھے۔جبکہ مسلمان خون کو جما دینے والی سردی اور دھوپ کی سختیوں سے نڈھال تھے۔مزید برآں جنگِ احزاب کے سبب تھکان سے چور تھے اس کے باوجود ان کے حوصلے بلند تھے۔ جبکہ یہود کے حوصلے جواب دے چکے تھے۔آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو پیش قدمی کا حکم دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اور گرج کر یہ اعلان کیا اے مجاہدو! خدا کی قسم اب میں تو وہی مزہ چکھوں گا جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انھیں چکھایا اور قلعہ فتح کر کے رہوں گا۔

اب یہود مکمل طور پر حوصلہ ہار بیٹھے اس موقع پر بنی اوس کے مسلمان آگے آ گئے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بنی قینقاع اور بنونضیر کو معاف کر دیا تھا اور انھیں مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔آج ہم ایسی ہی درخواست بنی قریظہ کے لیے کرتے ہیں انھیں معاف فرما کر مدینے سے نکل جانے دیں۔رسالت مآب ﷺ نے بنی اوس کی بات سن کر فرمایا اے گروہ اوس! کیا تم اس بات پر خوش اور مطمئن ہو کہ ان کے بارے میں آخری فیصلہ تمھارے ہی قبیلے کا کوئی فرد کرے۔اس پر قبیلہ اوس کے مسلمان خوش ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارے ہی قبیلے کا کوئی فرد بنی قریظہ کا فیصلہ کرے تو ہم خوش اور مطمئن ہیں۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بنی اوس! میں تمھارے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے معاملے میں ثالث اور منصف مقرر کرتا ہوں۔انھیں یہاں لے آؤ تا کہ وہی بنی قریظہ کا فیصلہ کریں گے۔حضور ﷺ کے فرمان پر بنو اوس بہت خوش ہوئے اور اپنے سردار کو لینے چل پڑے۔بنو اوس کے مسلمان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خیمے جہاں وہ رفیدہ نامی عورت کے زیر علاج تھے، گئے اور انھیں سواری پر بٹھا کر رسالت مآب ﷺ کی طرف چل

Marfat.com

پڑے۔ راستے میں انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی قریظہ کے معاملے میں انھیں ثالث مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ بنو اوس کے بارے میں اچھا ہی فیصلہ کرنا۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کو مخاطب کر کے فرمایا اے لوگو! میرے لیے وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے معاملے میں لوگوں کی پروانہ کروں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اپنے سردار کے احترام کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو آنحضور ﷺ کے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں بنی قریظہ کے معاملے میں ثالث مقرر کیا گیا ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے پوچھا؟ کیا تم لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے عہد کرتے ہو کہ جو فیصلہ میں کروں وہی فیصلہ قائم رہے گا۔ سب مسلمانوں نے اثبات میں جواب دیا پھر انھوں نے رسالت مآب ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ نے بھی اثبات میں جواب دیا۔

آنحضور ﷺ جب کسی معاملے میں قرآن میں حکم نہیں دیا جاتا تھا تورات کے احکامات کی پابندی فرماتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ سنایا۔ کیونکہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی ہے۔ لہذا ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال کو آپس میں بانٹ لیا جائے۔ یہ فیصلہ تورات کے مطابق تھا ”جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لیے تو جائے تو صُلح کا پیغام دے اگر وہ صُلح کو تسلیم کر لیں اور تیرے لیے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں پر موجود ہوں وہ سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صُلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر موجود ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے عورتیں جانور اور دیگر جو اموال ہوں وہ تیرے لیے مالِ غنیمت ہوں گے“۔ ①

فیصلہ سن کر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تم نے یہ فیصلہ آسمانی کیا ہے۔ یہود بھی تورات کے اس فیصلے سے آگاہ تھے۔ چنانچہ مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں پھر انھیں ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں کاٹ دی گئیں۔ ان میں جنگِ خندق کا سب سے بڑا مجرم حی بن اخطب بھی شامل تھا۔ اسے جب مقتل کی طرف لے جایا گیا تو اس کے ساتھ اس کی بیٹی اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا اور یہ فقرے کہے۔

اما واللہ ما لُمئت نفسی فی عداوتک ولکنا من یغذل اللہ یغذل۔

ترجمہ: ”خدا کی قسم مجھ کو اس کا افسوس نہیں کہ میں نے کیوں تمھاری عداوت کی۔ لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔“②

---

① تو راۃ، ثیثنہ صحاح: 20 آیت نمبر: 10.
② سیرۃ النبی ﷺ سید سلیمان ندوی جلد: 1 ص: 249.

Marfat.com

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ بنو اوس نے بنوقریظہ کی حمایت کیوں کی؟ عرب میں یہ اصول تھا۔ کہ عرب میں حلیف ہونے کا معاہدہ اخوت کے برابر تھا۔ کیونکہ بنو اوس بنوقریظہ کے حلیف تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنواوس کے سردار ہونے کی وجہ سے بنوقریظہ کے ساتھ معاہدے کی پاسداری کے بھی وہی ذمہ دار تھے۔ وہ بڑی کشمکش میں مبتلا تھے ان کے حلیفوں کی موت وحیات کا مسئلہ تھا۔ اوران کی حمایت میں بنواوس کے تمام انصار مُصر تھے۔ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تورات کے مطابق فیصلہ کر کے یہود وانصار کے لبوں پر مہر لگا دی۔ چنانچہ فیصلے کے مطابق جن مردوں کے زیر ناف بال تھے انھیں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح چھ سو سے سات سو تک اور ایک دوسری روایت کے مطابق چار سو یہودی قتل کیے گئے۔

یہودی عورت کی دلیری

یہودی مردوں کے ساتھ ایک یہودی عورت بھی قصاص میں قتل کی گئی۔ اس عورت نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کے سر پر چکی کا پاٹ پھینک کر قتل کر دیا تھا۔ اس کا نام بھی مقتولین کی فہرست میں شامل تھا۔ قتل کے لیے ایک ایک کا نام پکارا جارہا تھا پھر اسے قتل کر دیا جاتا اور یہ ہوشربا صدا بار بار سنائی دیتی تھی۔ مگر یہ عورت بے تکلفی اور نتائج سے بے پروا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتی جاتی تھی اور بات بات پر ہنستی جاتی تھی۔ اچانک اس کا نام پکارا گیا تو وہ بے تکلفی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کہاں؟ تو بولی کہ میں نے ایک جرم کیا تھا اس کی سزا پانے جاتی ہوں۔ پھر خوشی خوشی قتل گاہ میں آئی اور تلوار کے نیچے اپنا سر رکھ دیا۔

منافقین کا کردار اور عیسائی مورخوں کی خباثت

جب بنوقریظہ کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا گیا تو قیدیوں میں موجود ایک عورت ریحانہ کے بارے میں حکم دیا گیا کہ اسے الگ کر دیا جائے۔ اور پھر چند روز بعد اسے آزاد کر کے آنحضور ﷺ نے اس سے نکاح کر لیا اور ریحانہ بنت زید اُم المومنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بن گئیں۔ اس نکاح کو منافقین نے غلط رنگ دے کر خوب اچھالا۔ کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ لونڈیوں سے بھی متمتع ہوتے تھے۔ حالانکہ صورتحال قطعی مختلف تھی۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے نکاح فرمایا۔ مگر عیسائی مؤرخوں نے اس واقعے کو نہایت ناگوار صورت میں دکھایا ہے۔ ایک مورخ طعن آمیز لہجے میں لکھتا ہے کہ بانی اسلام جب سات سو مقتولین کی لاشوں کو تڑپنے کا تماشہ نعوذ باللہ دیکھ چکے تو گھر آ کر تفریح .... اس واقعے کی تشہیر کر کے عیسائی مورخ آپ ﷺ کے کردار کشی کرنا چاہتے ہیں یعنی:

نمبر ا: رسالت مآب ﷺ لونڈیوں سے متمتع ہوتے تھے۔

Marfat.com

نمبر ۲: سات سو یہودیوں کے قتل پر آپ ﷺ خوشیاں منا رہے تھے۔ جبکہ ابنِ سعد خود اُمّ المومنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ کو آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کیا۔ ①

دوسرا الزام سراسر غلط ہے مسلمان سیرت نگاروں کو چھوڑیں خود عیسائی مورّخ بھی آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی تعریف کرنے پر مجبور ہیں مشہور عیسائی مورخ جارج سیل اپنے تمام تعصب اور خباثت کے باوجود سچائی لکھنے پر مجبور ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ دنیا میں اسلام کو جس تیزی سے جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسے نہ صرف عربوں نے قبول کیا بلکہ جہاں کہیں اس کا غلغلہ بلند ہوا وہیں گردنیں جھک گئیں۔ لیکن کیوں؟ وہ اس لیے کہ جو شخص (حضرت محمد ﷺ) اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے لیے مامور ہوا تھا اس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا جو اپنے جیسے انسانوں کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد کر کے اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جوان ہونے پر آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہا انھوں نے ناپسند کیا۔ مگر حضور ﷺ کے تعمیلِ ارشاد کے لحاظ سے راضی ہو گئیں۔ مگر اوّل دن سے ان کے درمیان تُوں تُوں مَیں مَیں شروع ہو گئی۔ کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ غلام رہ چکے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ نسبت گوارا نہ تھی۔ اگرچہ وہ سال بھر سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں مگر دونوں میں شکر رنجی برقرار رہی۔ آخر تنگ آ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کی: جاء زید بن حارث و ما كان رسول الله ﷺ۔

ان زینب اشتد علی لسانها و انا ارید ان اطلقها.

ترجمہ: "زید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے حضور آئے اور عرض کی کہ زینب رضی اللہ عنہا مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔" ②

رسالت مآب ﷺ نے سمجھاتے ہوئے کہا کہ طلاق نہ دو لیکن حالات سدھر نہ سکے۔ آخر کار حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دیدی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی آپ ﷺ کے زیر سایہ تربیت پائی تھی اور آپ ﷺ کے زیرِ کفالت تھیں۔ چنانچہ جب وہ مطلقہ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کی خاطر انھیں اپنے نکاح میں لینا چاہا تو ایک شور بلند ہو گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے عربوں میں متبنّٰی کو اصل بیٹے کے

---

① البدایہ ابن کثیر جلد:5. ② فتح الباری تفسیر سورہ احزاب.

Marfat.com

برابر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کو محض جاہلیت کی رسم کو بھی مٹانا مقصود تھا اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ

ترجمہ: ''اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیے۔''①

رسالت مآب ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ اس پر منافقین نے بہت طعنے دیئے۔ یہود و نصاریٰ نے بھی اپنی بساط کے مطابق رنگ آمیزی کی۔ عرب کے مشہور مورخ واقدی نے خاندان عباسیہ کے حکمرانوں کو ان کی عیاشیوں کو جائز قرار دینے کے لیے ایک ایسا واقعہ رسالت مآب ﷺ سے منسوب کیا جو میری قلم تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ صریحاً کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے عباسی حکمرانوں کو عیاشی کے لیے بطورِ سند تحریر کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے واقدی کے دروغ پر مبنی واقعے کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

واقعات متفرقہ ۵ ہجری

اس سن ہجری میں حقوق نسواں کے بارے میں متعدد احکامات آئے۔ مسلمان عورتوں کو عہدِ جاہلیت کے طریقے سے چلنا پھرنا اور زیب و آرائش کے متعلق قواعد وضوابط کا پابند کیا گیا۔ پردے کا حکم آیا اور امہات المومنین کو غیر مردوں کے سامنے آنے سے منع کر دیا گیا۔

متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) کی بیوی مطلقہ بیوی سے نکاح جائز قرار ہوا۔ حد قذف نازل ہوئی۔ تیمّم اور نماز خوف کے احکامات نازل ہوئے۔ عربوں میں جاری زمانہ جاہلیت کی رسمِ طلاق جسے ظہار کہتے تھے غیر موثر ہوئی۔

ماہ ذی الحج میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ قبیلہ جہینہ کے لیے روانہ کیا گیا۔ انھیں اس سفر میں بڑی اذیت برداشت کرنا پڑی۔ سامان خورد و نوش ختم ہو گیا اور انھیں دو دو تین تین چھوہاروں پر ایک ایک دن گزارنا پڑا۔ آخر ساحل سمندر پر ایک بہت بڑی مچھلی دستیاب ہوئی تو سب نے پیٹ بھر کر کھائی۔

اسی ماہ میں بنی کلاب کی طرف تیس مجاہدین کو بھیجا گیا۔ بنی کلاب نے مقابلہ کیا مگر دس آدمیوں کے مرنے کے بعد باقی بھاگ گئے۔ یہاں سے مالِ غنیمت میں پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

اس ماہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو یمامہ کی طرف بھیجا گیا۔ یمامہ کے سردار ثمامہ کو گرفتار کر کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور واپس جا کر یمامہ کی

---

①پارہ:22 سورہ احزاب آیت:37۔

Marfat.com

طرف سے مکہ کو غلّے کی فراہمی بند کر دی۔ جب قریشِ مکہ کو غلے کی قلت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں شکایت کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اہلِ مکہ کو غلہ بدستور فراہم کیا جائے۔

اسی سال مہاجرینِ حبشہ کو واپسی کا حکم دیا گیا مگر مہاجرین کی کچھ تعداد حبشہ ہی میں آباد رہی۔

٦ ہجری سیریہ بنی کلب

ماہ شعبان ٦ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنی کلب کے سردار اصنع کی طرف روانہ فرمایا۔ روانگی کے وقت ان کے سر پر پگڑی اپنے دستِ مبارک سے باندھی اور لڑائی میں انہیں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ پھر فرمایا اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو انکے سردار/بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لینا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے بڑی شان سے روانہ ہوئے اور بنی کلاب پہنچ کر تین دن انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ تیسرے دن بنی کلاب نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بادشاہ اصنع کی بیٹی سے شادی کر کے واپس مدینے پہنچے۔

سریہ دیار بنی سعد

شعبان ٦ ہجری میں رسالت مآب ﷺ کو خبر موصول ہوئی کہ بنو سعد یہود کی امداد کے لیے کمک روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو سو صحابہ کرام کے ہمراہ بنی سعد کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن بھر اپنے مجاہدین کو چھپائے رکھتے تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو سکے۔ دورانِ سفر ایک جاسوس ہاتھ آ گیا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ بنی سعد نے خیبر کی کھجوروں کے عوض یہود کو امداد کی پیشکش کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ بنی سعد کہاں اکٹھے ہو چکے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شبخون مارا۔ بنی سعد اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھاگ نکلے۔ مالِ غنیمت میں مجاہدین کو پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

سریہ وادی القریٰ

وادی القریٰ میں اُم القریٰ نامی ایک حسین، چالباز اور شیطان صفت عورت تھی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے قتل کا ایک منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لیے تین نہایت دلیر شہسوار تیار کیے۔ اس چالباز عورت کے منصوبے کی خبر آپ ﷺ کو ہوگئی۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف بارہ مجاہدین کے ساتھ روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت

Marfat.com

سلمہ رضی اللہ عنہ نہایت تیز رفتاری سے تیر چلانے میں مشہور تھے۔ وہ اس قدر تیزی سے تیر چلاتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ بہت سے آدمی تیر اندازی کر رہے ہیں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روانگی کا مقصد صورتِ حال سے آگاہی حاصل کرنا تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ رجب ٦ ہجری کو روانہ ہوئے۔ انہیں اطلاع دی گئی کہ دشمن ایک چشمے پر خیمہ زن ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد ان پر چھاپہ مارا۔ کچھ لوگ قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور کچھ قریبی پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما نے دیکھ لیا اور ان پر تیر اندازی شروع کر دی انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت جو پوستین اوڑھے ہوئے تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور حسین وجمیل عورت تھی یہ عورت اُم القریٰ اور اس کی بیٹی تھیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما ان کو پکڑ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لڑکی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دی مگر بعد میں انہیں رسالت مآب ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں مکہ بھیج دیا اور ان کے عوض متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کروالیا۔ ① یہ واقعہ ماہ رجب میں پیش آیا۔

سریہ عرینین (منافقین کا کردار) شوال ٦ ہجری

عکل اور عرینہ کے لوگ عینیہ بن حصین کی سربراہی میں آنحضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ظاہری طور پر اسلام قبول کر کے مدینہ میں رہنے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد انہوں نے شکایت کی کہ ہماری خوراک غلہ ہے اور ہمیں یہاں کھجوریں کھانا پڑتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم خارش کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کی اس درخواست پر آپ ﷺ نے انہیں وادی قُبا کی چراگاہ میں بھیج دیا۔ اس وادی میں رسالت مآب ﷺ کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ وہاں اونٹوں کا دودھ پیا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ وہاں دودھ پی پی کر خوب موٹے تازے ہو گئے اور ساتھ ہی خارش کی بیماری بھی ٹھیک ہو گئی۔ تندرست ہونے کے بعد ان لوگوں نے رسالت مآب ﷺ کے اونٹوں کو چرانے والے خادم ''یسار'' کو پکڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اس کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے۔ پھر قتل کر کے لاش کو ایک درخت سے لٹکا کر آپ ﷺ کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔

رسالت مآب ﷺ کو یہ المناک خبر موصول ہوئی تو آپ ﷺ نے فوراً حضرت کرز بن خالد النصری رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حضرت کرز رضی اللہ عنہ نے نہایت تیز رفتاری سے ان کا تعاقب کیا اور راستے ہی میں انہیں گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ چنانچہ قصاص میں انہیں اسی طرح کیفرِ کردار تک پہنچایا گیا۔

---

① مسلم جلد:2 ص:89. تفسیر ضیاء القرآن۔ سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:255.

Marfat.com

صُلح حدیبیہ

عرب کے لوگ اگرچہ بت پرست تھے۔ لیکن خانہ کعبہ کی عظمت کو سبھی تسلیم کرتے تھے اور ہر سال باقاعدگی سے فریضہ حج ادا کرتے تھے۔

اسلام میں صُلح حدیبیہ کا واقعہ اس لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ یہ واقعہ نہ صرف اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھا۔ بلکہ قرآن مجید میں اس صُلح کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ خانہ کعبہ مرکز اسلام تھا (اگرچہ اس وقت قریش کے زیر انتظام تھا) خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر کے اسلام کی بنیاد رکھی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ

ترجمہ: ''تمہارا باپ ابراہیم ہی ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔''[1]

عرب اگرچہ آپس میں ہمہ وقت لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ قتل وغارت گری ان کا پیشہ، مشغلہ اور بقائے زندگی کا ذریعہ تھی۔ مگر چار مہینے ان کے ہاں بڑے مقدس تھے ان چار مہینوں میں تمام لڑائی جھگڑے بند ہو جاتے تھے۔ جو قبائل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے وہ بھی ان مقدس مہینوں میں شیر و شکر ہو جاتے اور اس طرح آپس میں گھل مل جاتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں بھائی بھائی ہوں۔

مہاجرین مسلمانوں کو مکہ سے اپنے گھر بار چھوڑے قریباً چھ سال بیت گئے تھے۔ وہ اس دوران نہ تو حج وعمرہ ادا کر سکے اور نہ ہی خانہ کعبہ کی زیارت کر سکے تھے۔ ان کے دلوں میں رہ رہ کر مکہ کی یاد آتی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جن کو مکہ میں ہر طرح کی اذیتیں دی گئیں اور ان پر ہر طرح کے ظلم وستم ڈھائے گئے۔ مگر ان کو جب مکہ یاد آتا تو وہ روتے اور یہ اشعار ورد زبان ہوتے:

الا لیت شعری معل ابتن
لیلةٌ بوادٍ وخولی اذخرٌ و جیل
وھل اردن یومًا ھیاۃَ
جنعة وھل یبدونّ شامةً وطفیلٌ

ترجمہ: ''آہ! کیا پھر کبھی وہ دن آسکتا ہے۔ کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ مجنترے/ چشموں پر میں اتروں اور شامہ وطفیل مجھ کو دکھائی دیں۔''

---

[1] پارہ:17 سورہ الحج آیت:78.

Marfat.com

اکثر مہاجرین تنِ تنہا بے سروساماں اپنی جان بچا کر نکلے تھے۔ ان کے بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے تھے انہیں اپنے پیاروں کی یادوں کی کسک سینوں میں تھی۔ اس بے قراری کی فضا میں رسالت مآب ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ میں گئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ پیغمبر کا منصب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کا خواب محض خواب و خیال نہیں ہوتا بلکہ یہ وحی کی ہی ایک قسم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تو آپ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے چل پڑے۔

رسالت مآب ﷺ نے اپنا خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرہ ادا کیا، اور پھر تمام مناسکِ عمرہ ادا کیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ آپ ﷺ نے خواب سنا کر عمرے کی تیاری کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرے کے لیے تیار ہو گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے خواب کو اشارہ الٰہی سمجھتے ہوئے بلا تامل مدینہ کے آس پاس کے قبائل میں بھی اعلان کرا دیا۔ اعلان سن کر کچھ اعراب نے تامل کیا یہ وہ مسلمان تھے جن کی نظر ظاہری اسباب و حالات پر تھی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ لوگ تو موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ مگر جو مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچائی پر کامل یقین رکھتے تھے۔ انہیں اس بات کی کوئی پروانہ تھی کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ انہیں تو بس نبی کریم ﷺ کا اشارہ کافی تھا چنانچہ وہ فوراً سفر کی تیاری کرنے لگے۔

رسالت مآب ﷺ اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر یکم ذی قعد ۶ ہجری بروز دوشنبہ ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ① کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ رسالت مآب ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے اونٹ ساتھ لیے اور ان کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر نعل لگا دیے گئے۔ احرام باندھنے اور قربانی کے جانور ساتھ لینے کا مقصد یہ تھا کہ سب پر واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے۔

رسالت مآب ﷺ اتنے بڑے قافلے کے ساتھ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے شہر کی طرف روانہ ہوئے تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر پر مذکور ہو گئیں اور وہ حیرانگی سے اس مقدس قافلے کو دیکھنے لگے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کہ قافلہ جنگ کے لیے نہیں جا رہا کیونکہ تلواریں ساتھ ہیں تو سہی، مگر نیاموں میں بند ہیں اور ماہ حرام میں احرام باندھ کر قربانی کے جانور ساتھ ہیں تو یقیناً بیت اللہ کا طواف کرنے جا رہے ہیں۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:633.

Marfat.com

احتیاط کے طور پر رسالت مآب ﷺ نے بنو خزاعہ کے ایک شخص جس کے اسلام لانے کا قریش کو علم نہ تھا اسے قریش کے ارادوں کی خبر لانے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ قریشِ مکہ کو آپ ﷺ کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ذیقعد کے مہینے میں مکہ کی طرف کوچ کیا تھا اور یہ ان حرام مہینوں میں سے ایک تھا اور قریشِ مکہ کو کسی طرح سے یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ کعبہ کی زیارت سے کسی کو باز رکھیں۔ قریشِ مکہ الجھن میں گرفتار ہو گئے کہ اگر وہ حملہ آور ہو کر اس قافلے کو روکتے ہیں تو پورے عرب میں شور مچ جائے گا اور عرب کا ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ حج وعمرہ کی ادائیگی قریش مکہ کی مرضی پر منحصر ہوگی اور ممکن ہے عرب کے دیگر قبائل مشتعل ہو کر نبی کریم ﷺ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں اور اس طرح قریش مکہ کو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر عرب قبائل کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف اگر وہ نبی کریم ﷺ کو عمرہ کی ادائیگی سے نہیں روکتے تو اہلِ عرب کہیں گے کہ قریشِ مکہ نے (محمد ﷺ) سے خوفزدہ ہو کر انہیں نہیں روکا اس طرح عرب میں ان کا رُعب ودبدبہ کمزور پڑ جائے گا۔

کافی غور وخوض کے بعد ان کی جاہلانہ حمیت غالب رہی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی قیمت پر بھی رسالت مآب ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ قربانی کی ابتدائی رسمیں ادا فرمائیں یعنی قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قربانی کی علامت ''ہدی'' وغیرہ پہنائے۔

مقام عسفان پہنچ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا۔ تو جاسوس نے واپس آ کر اطلاع دی کہ قریش مکہ اپنے حلیف قبائل کے ساتھ ہر قیمت پر آپ ﷺ کا راستہ روکنے کے لیے کیل کانٹے سے لیس تیار کھڑے ہیں۔ وہ آپ ﷺ سے لڑنے اور آپ ﷺ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکنے کا مکمل ارادہ رکھتے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ اس وقت مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روانگی

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ قریش نے انھیں دوسو سواروں کے ساتھ مکہ کو جانے والی مرکزی شاہراہ کراع الغمہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچ کر گھات لگا کر بیٹھ گئے اس صورتحال کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو مل گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کسی قسم کے تصادم سے بچنے کے لیے کراع الغمہ کا مرکزی راستہ چھوڑ کر پُر پیچ اور دُشوار گذار راستہ اختیار کرتے ہوئے ثنیۃ المراء پہنچے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شاہراہ سے دور مسلمانوں کے قافلے کا گرد وغبار دیکھا تو انھوں نے محسوس کر لیا کہ رسالت مآب ﷺ نے راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور قریشِ مکہ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

رسالت مآب ﷺ ثنیۃ المراء پہنچے تو آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ''حل

Marfat.com

حَل'' کہنے پر بھی نہ اٹھی تو انھوں نے کہا کہ قصوئی اڑ گئی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قصوئی اڑی نہیں اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات نے روکا ہے۔ جس ذات نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو روکا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قصوئی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کر چل پڑی۔ آپ ﷺ نے راستے میں پھر تھوڑی سی تبدیلی کی اور سفر کرتے ہوئے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

حدیبیہ کے مقام پر ایک کنواں تھا جس میں قلیل مقدار میں پانی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اس پانی کو استعمال میں لائے تو تھوڑی دیر بعد پانی ختم ہو گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسالت مآب ﷺ کو اپنی پیاس اور پانی کی کمیابی سے آگاہ کیا آپ ﷺ کنویں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس ایک پانی کا ڈول لاؤ وہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی (اور پانی اس کنویں میں ڈال دیا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو پھر اس کے بعد فرمایا کہ پانی نکالو پھر پانی نکالا گیا تو کنواں پانی سے بھرا ہوا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی سیر ہو کر پلایا۔ ①

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک پانی کا بڑا پیالہ تھا۔ رسالت مآب ﷺ نے برتن میں اپنا دستِ فیض وعطا رکھا تو پانی چشموں کی طرح آپ ﷺ کی انگلیوں سے پھوٹنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔ سالم بن ابی الجعد نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس دن تم کتنے لوگ تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم سب کو وہ پانی کافی ہوتا ہم اس دن پندرہ سو تھے۔ ②

قریش کے ایلچی

قریشِ مکہ کی طرف سے سب سے پہلے بنو خزاعہ کا سردار ہدیل بن ورقا اپنے قبیلے کے چند افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ یہ ہدیل بن ورقا مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ وہ قریشِ مکہ کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے رسالت مآب ﷺ کو آگاہ کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے حاضرِ خدمت ہو کر نبی کریم ﷺ سے مکہ آنے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ قافلے کے آگے اونٹوں کی قطار ہے۔ جن کے گلے میں قربانی کی نشانیاں لٹک رہی ہیں اور ہم احرام بھی باندھے ہوئے ہیں۔ ہمارا سوائے عمرے کی ادائیگی کے اور کوئی مقصدِ آمد نہیں۔ وہ واپس چلا گیا اور قریش مکہ کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ کا لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں ہے وہ صرف عمرہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔

---

①سیرت رسول عربی ﷺ ص:169۔ بخاری شریف جلد:2 ص:632۔
②سیرت رسول عربی ﷺ ص:169۔ بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:1322۔

Marfat.com

اس کے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک بدعہد شخص ہے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ آنحضور ﷺ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو ہدیل بن ورقا کو دیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی واپس چلا گیا اور قریش کو پوری بات سے باخبر کیا۔ اس کے بعد قریشِ مکہ نے ایک اور چال چلی انہوں نے حمیس بن علقمہ کو رسالت مآب ﷺ کی طرف ایک سازش کے تحت بھیجا۔

حمیس بن علقمہ مکہ کے اردگرد کے قبائل جنہیں احابیش کہتے تھے کا سردار تھا۔ اس کی حیثیت موجودہ دور کی خلیجی ریاستوں یعنی متحدہ عرب امارات کے سربراہ جیسی تھی۔ قریش نے حمیس بن علقمہ کو اس چال کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ رسالت مآب ﷺ کو مدینہ واپسی پر مجبور کرنے کی فرضی کوشش کرے گا۔ حضور ﷺ یقیناً اس کی بات نہ مانتے ہوئے واپسی سے انکار کر دیں گے تو یہ ناراض ہو کر واپس آ جائے گا۔ اس کے بعد ہمیں تمام قبائل کی بھی حمایت حاصل ہو جائے گی اور ہم بھرپور قوت کے ساتھ مسلمانوں کو کچل دیں گے۔

حمیس بن علقمہ جب مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ہدی کے جانوروں کا بہت احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ ہدی کے جانوروں کو سامنے کھڑا کر دو حمیس پڑاؤ میں داخل ہوا تو ہدی کے جانوروں کو دیکھ کر آنحضور ﷺ سے ملاقات کیے بغیر ہی واپس چلا گیا۔ اور واپس جا کر قریش کو صاف صاف الفاظ میں یوں کہا۔

اے روسائے قریش! مسلمان صرف بیت اللہ کی عظمت کو مان کر عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اور اگر تم انہیں روکو گے تو احابیش ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ اور ساتھ ہی میں تم پر یہ بات بھی واضح کر دوں کہ احابیش اہل مکہ کے حلیف اس لیے نہیں بنے کہ وہ مکہ کی حرمتوں کو پامال کرتے پھریں۔

نبی کریم ﷺ کا ایلچی

آنحضور ﷺ نے فراش بن امیہ خزاعی کو تغلب نامی اونٹ دے کر قریشِ مکہ کے پاس روانہ فرمایا۔ اور پیغام دیا کہ ہم لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ ہمارا ارادہ صرف زیارت کعبہ سے مشرف ہونا ہے۔ فراش نے قریشِ مکہ کو حضور ﷺ کا پیغام دیا تو قریش نے اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور اسے بھی قتل کرنا چاہتے تھے کہ حمیس اور اس کے ساتھیوں نے اسے بچا کر واپس پڑاؤ کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کے بعد قریش کے ستر خودسر نوجوانوں کی ایک جماعت اس ارادے کے ساتھ مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بڑھی کہ موقع پا کر وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ لیکن مسلمان چوکس تھے۔ انہوں نے اس جماعت کو دیکھ لیا اور حسنِ تدبیر سے تمام نوجوانوں کو گرفتار کر کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن رحمت للعالمین ﷺ نے ان تمام جوانوں کو معاف فرما کر آزاد کر دیا۔

Marfat.com

قریش کا سفیر عروہ بن مسعود

قریشِ مکہ کی طرف سے عروہ بن مسعود بطور سفیر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں آیا اور قریش مکہ کا پیغام سنانے کے بعد آپ ﷺ سے یوں مخاطب ہوا۔ اے محمد! ﷺ فرض کرو کہ تم نے قریش کا استیصال کر دیا۔ تو کیا اس سے پہلے کوئی ایسی مثال ہے کہ کسی نے اپنی ہی قوم کو تباہ و برباد کر دیا ہو۔ اس کے علاوہ اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تیرے ساتھ جو بھی بھیڑ ہے وہ گرد کی طرح چھپٹ جائے گی۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا وہ کہنے لگے بکواس بند کر اور جا، جا کے لات کی شرمگاہ کو چوس۔ ہم رسول اللہ ﷺ پر ہمہ وقت جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ عروۃ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو وہ کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں تمہارا احسان مند نہ ہوتا تو میں ضرور تمہاری بات کا جواب دیتا۔ عروۃ باتوں کے دوران عربوں کے رواج کے مطابق بار بار آپ ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیتا تھا۔ اس کے بار بار ایسا کرنے پر حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ جو ہتھیار سجائے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر کھڑے تھے۔ اس کی اس جرأت کو گوارا نہ کر سکے اور عروہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لے۔ ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر پھر واپس نہ جا سکے گا۔ عروہ واپس چلا گیا۔ اور واپس جا کر قریش سے یوں مخاطب ہوا لوگو! میری بات غور سے سنو میں عروہ بن مسعود قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں جاتا رہا ہوں۔ مگر قسم ہے مجھے اس گھر کے خدا کی میں نے مسلمانوں کو محمد (ﷺ) کا جس طرح کا فدائی دیکھا ہے۔ ایسا منظر میں نے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے ہاں بھی نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ محمد (ﷺ) وضو کرتے ہیں تو ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم ٹوٹ پڑتے ہیں اور پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو اسے بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ بلکہ اپنے جسم، ہاتھوں اور چہروں پر مل لیتے ہیں چنانچہ قریش کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کی سفارت

اب رسالت مآب ﷺ نے سوچا کہ اپنی طرف سے بھی ایک سفیر بھیجنا چاہیے۔ جو ہمارے موقف اور مقصد کو قریش پر واضح کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے قریش کے پاس جانے پر کوئی عذر نہیں۔ مگر مکہ میں میرے قبیلے بنو عدی بن کعب کا کوئی آدمی نہیں ہے جو مجھے اپنی حمایت میں لے۔ اس لیے میرا قریش کے پاس جانا خطرے کا موجب بن سکتا ہے۔ مجھ سے بہتر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کے قبیلے

Marfat.com

بنوامیہ کے بہت سے بااثر اور طاقتور لوگ موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا پیغام لے کر مکہ پہنچے۔ تو ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی اس نے اٹھ کر مرحبا کہا اور انہیں اپنی حمایت میں لے کر اپنے گھوڑے پر سوار کرا کر روسائے قریش کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے روسائے قریش کو نبی کریم ﷺ کا پیغام دیا۔ پیغام سن کر قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم تمھیں اجازت دیتے ہیں کہ خانہ کعبہ کا طواف کر لو مگر دیگر مسلمانوں کو نہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں بغیر نبی کریم ﷺ کے تنہا طواف کر لوں۔ یہ سن کر قریش برہم ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

بیعتِ رضوان

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپسی میں دیر ہوگئی تو افواہ پھیل گئی کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جان نثاری کی بیعت لی۔ قرآنِ مجید میں اس بیعت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

ترجمہ: ''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔''[1]

رسالت مآب ﷺ نے اپنا بایاں دستِ مبارک داہنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ اور فرمایا یا رب! عثمان رضی اللہ عنہ تیرے اور تیرے رسول (ﷺ) کے کام میں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔[2] اور جس درخت کے نیچے بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے ناپید کر دیا اور اگلے سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاشِ بسیار کے باوجود اس کا پتہ بھی نہ چلا۔

اس موقع پر صرف ایک منافق جد بن قیس نے بیعت نہ کی۔ سب سے پہلے بیعت حضرت ابوسنان بن اسدی رضی اللہ عنہ نے کی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی ایک دفعہ پہلے پھر درمیان میں اور پھر سب سے آخر میں۔

---

[1] پارہ 26: سورہ الفتح آیت: 18۔ [2] مسلم شریف۔

Marfat.com

یہ ایک بڑا نازک موقع تھا۔ ذرا تصور کریں کہ مسلمان اس وقت بے سروسامانی کے عالم میں ہیں۔ ہاتھ میں تلواروں کے سوا اور کوئی دوسرا ہتھیار نہیں۔ اپنے مرکز (مدینہ منورہ) سے اڑھائی سو میل دور عین مکہ مکرمہ کی سرحد پر کھڑے ہیں۔ اس وقت یہ بیعت کوئی معمولی بیعت نہ تھی۔ بلکہ صریحاً موت سے بیعت تھی کیونکہ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بغیر سامانِ جنگ کے تھے۔ انہیں کفارِ مکہ اپنے حریف قبائل کو ساتھ ملا کر کسی بھی وقت گھیرے میں لے سکتے تھے۔

چنانچہ اس موت کی بیعت کو تاریخ اسلام میں ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے پکارا گیا۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید میں بیعت کی اور پھر تمام حالات و واقعات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پڑاؤ میں واپسی کے بعد قریشِ مکہ بیعت رضوان سے آگاہ ہوئے اور رسالت مآب ﷺ کی ثابت قدمی کو مدنظر رکھ کر اپنی ضد میں قدرے نرمی پیدا کرتے ہوئے اپنے ایک سردار سہیل بن عمرو کو بطورِ سفیر بارگاہ رسالت ﷺ میں روانہ کیا۔ اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے یہ شرط عائد کی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرے کے لیے آئیں۔ پھر باہمی گفت و شنید ہوئی اور چند شرائط کے تحت صُلح کا معاہدہ ہو گیا۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاہدے کی تحریر لکھنے کا حکم دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے معاہدہ لکھنا شروع کیا اور اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی۔ اس پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا اور کہا کہ ان الفاظ کی بجائے وہی قدیم الفاظ لکھے جائیں جو عرب اپنی تحریروں میں لکھتے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہی الفاظ باسمك اللّٰهم سے ابتدا کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله (ﷺ) یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد ﷺ رسول اللہ نے تسلیم کیا ہے اس پر سہیل بن عمرو بولا کہ یہ کاٹ دو کیوں کہ اگر ہم محمد (ﷺ) کو رسول اللہ تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی پیدا نہ ہوتا۔

لہٰذا اس کی بجائے محمد ﷺ بن عبداللہ لکھو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری تکذیب کرتے ہو حالانکہ خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مصالحت کی خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ الفاظ کاٹ دو۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ازراہ محبت اور صداقت ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اچھا بتلاؤ میرا نام کہاں لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ انگلی رکھی تو رسالت مآب ﷺ نے رسول اللہ کے الفاظ خود مٹا دیے۔ معاہدہ طے پا گیا۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

① مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

② اگلے سال عمرے کی ادائیگی کے لیے آئیں مگر صرف تین دن قیام کریں۔

Marfat.com

③ اگلے سال جب آئیں تو بغیر ہتھیار کے آئیں۔صرف تلوار ساتھ ہو وہ بھی نیام میں ہو اور تھیلے میں بند ہو۔

④ مکہ میں جو مسلمان موجود ہیں انھیں ساتھ نہ لے جائیں نیز اگر مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہ روکا جائے۔

⑤ کافروں یا مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ سے مدینے جائے تو اسے واپس کر دیا جائے۔لیکن اگر مدینے سے کوئی مسلمان مکہ آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

⑥ قبائلِ عرب کو اختیار ہو گا کہ وہ فریقین میں جس کے ساتھ چاہیں بطورِ حلیف معاہدہ کر لیں۔

⑦ دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی اس دوران ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا اعلانیہ کوئی کارروائی نہ کی جائیگی۔

شرائط صلح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردِ عمل اور رسالت مآب ﷺ کا ایفائے عہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معاہدے کی پانچویں شرط پر شدید جذبات کا اظہار کیا۔ان کا خیال تھا کہ یہ شرط صریحاً نا مصالحت کی شرط ہے۔جب مکہ سے مدینہ واپس آنے والے شخص واپس کر دیئے جائیں تو مدینہ سے مکہ جانے والے کو واپس کیوں نہ کیا جائے۔پہلی شرط بھی ان کے دلوں میں کھٹک رہی تھی۔ان کا خیال تھا کہ یہ شرط ماننے کے معنی یہ ہیں گویا کہ ہم تمام عرب کے سامنے ناکام واپس جا رہے ہیں۔

یہ ایک ایسا موقع تھا۔کہ بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان وسوسوں سے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بالغ نظر، مدبر اور بزرگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یوں مخاطب ہوئے کیا حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟ یا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ اور کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر ہم یہ کم تر اور ذلت آمیز شرائط کیوں قبول کریں۔اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور سنو! اللہ تبارک تعالیٰ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور سیدھے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی مگر لہجہ سخت تھا۔

ا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نبی برحق نہیں؟

ج رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لاریب میں نبی برحق ہوں۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم مسلمان اور یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟

ج فرمایا گیا کہ بے شک تم لوگ مسلمان اور یہ لوگ مشرک ہیں۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا آپ ﷺ نے عمرے کا خواب نہیں دیکھا؟

ج فرمایا گیا ہاں دیکھا ہے۔اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے تفصیل سے شرائط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

Marfat.com

کہ شرط نمبر پانچ جس پر زیادہ غصے کا اظہار ہے کہ جب ایک آدمی مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے گا تو گویا وہ اسلام سے منحرف ہو کر جائے گا اور جب وہ مرتد ہو کر جائے گا تو ہمارے کس کام کا۔ اور جو مکہ سے مدینہ آئے ہم اسے واپس کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی فلاح کا نہ صرف خود ہی راستہ بنائے گا بلکہ وہ شخص مکہ میں اسلام کا مبلغ ہوگا۔ دوسری بات جو عمرے کے بارے میں ہے۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ ادا کریں گے۔ عمرہ ان شاء اللہ ضرور کرنا ہے اس سال نہیں تو اگلے سال سہی۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بات نے جلتی پر تیل ڈالا۔ سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا ابو جندل رضی اللہ عنہ جنھیں اسلام لانے کے جرم میں بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا گیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح قید سے رہائی پا کر اس حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اور جسم زخموں سے چور چور تھا۔ اس نے وہ تازہ زخم جن سے خون رس رہا تھا دکھائے اور عرض کی مجھے مدینے لے چلیں۔ اس پر سہیل بن عمرو نے معاہدے کی شرط کے مطابق مطالبہ کیا کہ مجھے ابو جندل رضی اللہ عنہ واپس کریں۔ آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ ابھی معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی شدید جذبات کا مظاہرہ کیا مگر سہیل بن عمرو نہ مانا۔ اس پر آپ ﷺ نے دکھی دل کے ساتھ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا اور سہیل بن عمرو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اسے مارتا ہوا مکہ واپس لے گیا۔ ①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جب ٹھنڈا ہو گیا وہ اپنی جرأت اور گستاخی پر بہت پشیمان ہوئے اور زندگی بھر توبہ واستغفار اور غلام آزاد کرتے رہے۔

صلح کے کاموں سے فارغ ہو کر رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اب قربانی کریں۔ سر منڈوائیں اور سر کھول دیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر رنجیدہ اور دلبرداشتہ تھے کہ وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور آپ ﷺ کے تین مرتبہ حکم فرمانے کے باوجود اپنی جگہوں سے نہ ہلے۔ ② نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارکہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے زبانِ خاموشی آپ ﷺ کے فرمان کی تعمیل نہ کی۔ ورنہ اس سے پہلے وہ آپ ﷺ سے کسی حکم پر دوڑ پڑتے تھے۔ اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور چوکس رہتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس رویے کا نبی کریم ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ رنجیدگی سے اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں جا کر لیٹ گئے اور ان سے شکوہ کرنے لگے کہ میری قوم کو کیا ہو گیا ہے اس پر اُم المومنین نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور عرض کی کہ آپ ﷺ کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ اٹھیں اور خود قربانی کریں۔ سر منڈوائیں اور احرام کھول دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے اور قربانی کی۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:640۔ لرحیق المختوم ص:467۔
② سیرۃ النبی ﷺ جلد:1 ص:620۔ بحوالہ بخاری شریف کتاب الشروط۔

Marfat.com

آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اٹھے اور قربانی شروع کر دی۔ پھر سر منڈا کر احرام کھول دیا۔ یوں یہ معاملہ خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوا۔

اب یہ قافلہ مدینے کی طرف روانہ ہوا مگر تمام مقدس چہروں پر پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔ جب قافلہ محوِ سفر تھا تو راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی ارشاد ہوا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ①

ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمھارے لیے روشن فتح فرما دی۔''①

مسلمان اپنے آپ کو شکست خوردہ سمجھتے ہوئے کبیدہ خاطر سفر کر رہے تھے کہ سورۂ فتح نازل ہونے پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو میرے نزدیک تمام مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو سب سے زیادہ دلبر داشتہ تھے انھیں سورۂ فتح سنائی تو وہ مطمئن ہو گئے۔ پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سورۂ مبارکہ سن کر مطمئن ہو گئے اور ان کے پژمردہ چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

مہاجرہ عورتوں کی واپسی سے انکار

صلح حدیبیہ کے بعد کچھ مومنہ عورتیں ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان کے ورثا نے معاہدے کی شق کا حوالہ دیتے ہوئے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا مطالبہ مسترد کرتے ہوئے دلیل دی کہ معاہدے کے الفاظ میں وعلی ان لا یاتیك منا رجل وان کان علی دینك الا رو دته علینا۔ اور یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جا رہا ہے کہ ہمارا جو آدمی آپ ﷺ کے پاس جائے گا۔ آپ ﷺ اسے لازماً واپس کر دیں گے۔ خواہ وہ آپ ﷺ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا عورتیں اس معاہدے سے مستثنیٰ ہیں پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ مبارکہ بھی نازل فرما دی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب تمھارے پاس مومنہ عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔ اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ اگر انھیں مومنہ جانو تو کفار کی طرف نہ پلٹاؤ۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال البتہ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیے تھے وہ واپس کر دو اور پھر تم پر کوئی حرج نہیں اور تم ان سے نکاح کر لو۔ جبکہ انھیں ان کے مہر ادا کرو اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔''②

---

①پارہ:26 سورہ فتح آیت:1۔ ②پارہ:28 سورہ الممتحنہ آیت:10۔

Marfat.com

اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: "اے نبی ﷺ جب آپ ﷺ کے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے دعائے مغفرت کرو یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔"①

چنانچہ اسی سورت کے نازل ہونے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دو مشرک عورتیں تھیں آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک سے معاویہ اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

صُلح حدیبیہ کے فوائد وثمرات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کو واضح طور پر فتح مبین کی خوشخبری دے دی تھی۔ چنانچہ اس صلح سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے اور اس کے اثرات جزیرۃ العرب سے باہر کی دنیا کو بھی محسوس ہوئے۔

① صلح حدیبیہ سے پہلے عربوں کے نزدیک مسلمان کی حیثیت محض عرب قبائل کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ یا جماعت کی تھی۔ مگر صلح کے باعث باضابطہ طور پر ایک اسلامی ریاست کے وجود کو تسلیم کیا گیا اور اس گروہ یا جماعت کے مقبوضہ علاقے پر نبی کریم ﷺ کے اقتدار کو بھی تسلیم کر لیا گیا۔

② صلح کے معاہدے میں یہ شرط کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کر سکتے ہیں۔ گویا یہ لاشعوری طور پر قریش نے تسلیم کر لیا کہ مسلمان بے دین نہیں۔ جیسا کہ قریش مکہ اس سے پہلے یہ پروپیگنڈا کرتے تھے کہ مسلمان بے دین ہیں۔ اب خود انہوں نے تسلیم کر لیا کہ مسلمان بے دین نہیں اور وہ باقاعدہ عمرہ ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

---

①پارہ:28 سورہ الممتحنہ آیت:12.

Marfat.com

③ اس معاہدے میں یہ تحریر تھا کہ دس سال کے لیے جنگ بندی ہوگی۔اس کا فائدہ اسلام کو یہ پہنچا کہ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کی طرف سے مطمئن ہو کر دینِ اسلام کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہو گئے۔اب چونکہ امن، سکون واطمینان تھا اس لیے اب آپ ﷺ مکمل طور پر دین اسلام کی تبلیغ کے لیے متوجہ ہوئے۔آپ ﷺ نے مختلف قبائل اور دیگر حکمرانوں کی طرف خطوط اور وفود روانہ فرمائے۔جس کے نتیجے میں صرف دو سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر لوگ مسلمان ہوئے جتنے پچھلے ۱۷ سالوں میں نہیں ہوئے تھے گو یا کہ اسلام نہایت تیزی سے پھیلنے لگا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشخبری سورۂ فتح (ہم نے آپ ﷺ کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی) پوری ہوئی۔

④ مسلمان آزادی سے کفار کے ساتھ میل ملاپ اور تجارت کرنے لگے۔اس باہمی میل جول میں لازمی طور پر نئے دین یعنی اسلام کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی نیز مسلمانوں کے اخلاق اور لین دین میں دیانت اور ایمانداری سے متاثر ہو کر دیگر لوگوں کے علاوہ خود اہلِ مکہ میں سے کافی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔جن میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جیسی نامور شخصیات بھی شامل تھیں۔

⑤ اس صلح کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ دس سال کی جنگ بندی کی بدولت مسلمان اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ ہو گئے۔اس اطمینان کی بدولت رسالت مآب ﷺ نے عدل وانصاف اور مساوات پر مبنی اسلامی تہذیب وتمدن کو مضبوط کرنا شروع کر دیا۔

⑥ اس صلح کی بدولت کیونکہ قریشِ مکہ کی طرف سے اطمینان تھا تو رسالت مآب ﷺ نے شمالی اور وسطی عرب کی مخالف قوتوں کو زیرِ نگین فرما لیا، فدک، وادی القریٰ، تمیہ اور تبوک کے ذیلی علاقوں کے علاوہ یہودیوں کے مرکز خیبر کو بھی فتح کر لیا۔

⑦ اس صلح کی بدولت جزیرۃ العرب میں طاقت کا توازن تبدیل ہو گیا کفارِ مکہ اور دیگر کفار قبائل دب گئے اور جزیرۃ العرب میں اسلام کا قبضہ یقینی ہو گیا۔

دوسرا بڑا واقعہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا ہے آپ رضی اللہ عنہ مکے سے بچتے بچاتے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی تشریف آوری سے تھوڑی دیر بعد مکہ سے دو آدمی انھیں لینے کے لیے پہنچ گئے۔نبی کریم ﷺ نے معاہدے کی شرائط کے مطابق انھیں واپس کر دیا وہ دونوں کفار انھیں لے کر عازمِ مکہ ہوئے۔جب مقامِ ذی الحلیفہ پہنچے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ایک تدبیر سوجھی اور اس کے تحت ایک کافر سے کہا کہ تمھاری تلوار بہت اچھی اور نہایت اعلیٰ درجے کی معلوم ہوتی ہے۔اس پر دوسرے کافر نے تلوار اس سے لے لی اور تلوار برہنہ کر کے اس کی تعریف کرنے لگا۔اس پر ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا مجھے بھی دکھاؤ۔

Marfat.com

چنانچہ اس کافر نے بلا جھجک تلوار ان کے ہاتھ میں دے دی۔ تلوار ہاتھ میں آتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں کافر کا سر قلم کر دیا۔ یہ دیکھ کر دوسرا کافر بھاگ کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا ابھی وہ واقعہ سنا ہی رہا تھا۔ کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کی بربادی ہو اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکا دے گا۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ الفاظ سن لیے انھیں پتہ چل گیا کہ مدینے میں ان کا رہنا دشوار ہے۔ چنانچہ وہ واپس پلٹے اور یہ کہہ کر کہ اب آپ ﷺ پر میری کوئی ذمہ داری نہیں اور مدینے سے نکل کر ساحلِ سمندر کے مقام عیص کے قریب رہنا شروع کر دیا۔ مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو پتہ چلا تو وہ کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ ان لوگوں میں حضرت ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آہستہ آہستہ وہاں ۷۰ کے قریب مسلمان جمع ہو گئے۔ اب انھوں نے ذریعہ معاش کے لیے ملک شام کی طرف آنے جانے والے قریشِ مکہ کے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے اور جو مالِ غنیمت ملتا اس سے اپنی گذر اوقات کرنے لگے۔

جب قریشِ مکہ کی یہ تجارتی شاہراہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غیر محفوظ ہوگئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور آخر تنگ آ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ ہم معاہدے کی یہ شرط منسوخ کرتے ہیں کہ مکہ سے کوئی آدمی مدینہ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے اور ساتھ ہی اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیتے ہوئے منت کی۔ کہ آپ ﷺ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو واپس مدینہ بلا لیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان آوارہ وطن مسلمانوں کو مدینے بلا بھیجا۔ جس وقت آپ ﷺ کا پیغام مقام عیص پہنچا حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ چنانچہ انھوں حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اور ساتھیوں کو بلا کر ہدایت کی کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرو۔ چنانچہ یہ سب مسلمان مدینے واپس آ گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اس طرح قریش کا تجارتی راستہ دوبارہ کھل گیا۔

۶ ہجری کے متفرق واقعات

① نبی کریم ﷺ صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر ذی الحج کو مدینہ تشریف لائے۔
② اسی سال آپ ﷺ نے اونٹوں اور گھوڑوں کو دوڑانے کا طریقہ وضع فرمایا۔
③ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ نے اسی سال انتقال فرمایا۔
④ اسی سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

۶ ہجری کا آخر اور ۷ ہجری کا شروع

صلح حدیبیہ کے بعد جب سکون میسر آیا تو اس کے ساتھ وقت آ گیا کہ اسلام کا پیغام دنیا کے کونے

Marfat.com

کونے تک پہنچایا جائے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے حکم الٰہی کے تحت جزیرۃ العرب کے باہر کی دنیا کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا کہ اب دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ہر جگہ پھیل جاؤ۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے مختلف سلاطین اور امراء کو خط لکھے اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔ یہاں مسئلہ پیدا ہوا کہ سلاطین خط کو اس وقت قبول کریں گے جب اس پر کوئی مہر ہوگی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں تین سطروں یعنی محمد ایک سطر رسول ایک سطر اللہ ایک سطر محمد (ﷺ) کنندہ کرایا۔ [1]

بادشاہوں اور امرا کو دعوتِ اسلام

(1) شاہ حبشہ نجاشی کے نام خط:

شاہ حبش نجاشی جس کا اصل نام اصحمہ بن الجبر تھا۔ اس کی طرف خط دے کر حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ [2]

نجاشی کو جب رسالت مآب ﷺ کا نامہ مبارک موصول ہوا تو تخت سے نیچے اتر آیا اور نامہ مبارک لے کر اسے آنکھوں پر رکھا۔ خط کے بارے میں مختلف آرا ہیں طبری کے مطابق رسالت مآب ﷺ نے یہ خط حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ہجرتِ حبشہ کے وقت دیا تھا۔ مگر جدید دور کی تحقیق جو کہ نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے کی ہے اور جو ایک لفظ کے اختلاف کے ساتھ علامہ ابن قیم کی زاد المعاد میں بھی درج ہے کہ وہ دوسرا خط تھا۔ اور دعوتِ اسلام والا خط حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ والا ہی تھا۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد (ﷺ) کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تمھاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو قدوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ اور نگران ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم علیہا السلام روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاک دامن مریم بتول کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح کی پھونک سے مریم عیسیٰ علیہ السلام کے لیے حاملہ ہوئیں۔ جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہ لاشریک کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب

---

(1) بخاری شریف جلد:2 ص:187.

(2) بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میری پیروی کرو اور جو میرے پاس آیا ہے۔ اور اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) ہوں اور میں تمھیں اور تمھارے لشکر کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے تبلیغ ونصیحت کر دی لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

جیسا کہ میں نے اوپر تحریر کیا کہ خط کے بارے میں اختلاف ہے بیہقی کی روایت، ابن قیم کی روایت، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق اور الرحیق المختوم مصنف مولانا صفی الرحمن مبارک پوری کی تحقیق میں اختلاف ہے مگر نامہ مبارک کے الفاظ یہی تھے۔

بہر حال خط کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد نجاشی نے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں خط لکھا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے:

اے اللہ کے نبی آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو۔ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اما بعد۔

اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ ﷺ کا گرامی نامہ ملا جس میں آپ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کا ذکر کیا ہے خدائے ارض وسما کی قسم آپ ﷺ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بڑھ کر نہ تھے۔ وہ ویسے ہی ہیں جیسے آپ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جو کچھ میرے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے جانا اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں اور میں نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام قبول کیا۔

رسالت مآب ﷺ نے خط میں مسلمان مہاجرین کی واپسی امیر معاویہ کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جن کے شوہر فوت ہو چکے تھے کے بارے میں لکھا۔ کہ انہیں میری طرف سے شادی کا پیغام دو وہ رضا مند ہوں تو ان کا نکاح کر کے انہیں میری طرف بھیج دو۔ چنانچہ نجاشی نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ولی مقرر کیا۔ انہوں نے رسالت مآب ﷺ کی طرف سے ایجاب وقبول کیا۔ نجاشی نے رسالت مآب ﷺ کی طرف سے چار سو اشرفیاں حق مہر ادا کیا اس کے بعد دو کشتیوں کا انتظام کیا ایک کشتی میں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوار ہو کر سیدھے خیبر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پہنچے کیونکہ اس وقت آپ ﷺ فتح خیبر میں مصروف تھے۔ دوسری کشتی میں حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اور زیادہ تر بال بچے سوار ہو کر سیدھے مدینے پہنچے۔ ①

① ابن ہشام جلد:2.

Marfat.com

① نجاشی نے ۹ ہجری میں وفات پائی جب رسالت مآب ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے مسلم شریف میں ہے کہ جس شاہ حبشہ کی آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی وہ یہ نہ تھا بلکہ دوسرا شاہِ حبشہ تھا۔ مگر ابنِ قیم اور دیگر اربابِ سیر کے مطابق آپ ﷺ نے اسی نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

مقوقس شاہ مصر کے نام خط

شاہ مصر جو کہ مصر اور سکندریہ کا بادشاہ تھا اس کا اصل نام جریج بن متی تھا۔ ① مگر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بنیامین تحریر کیا ہے اس کی طرف حضرت حاطب بن (ابی) بلتعہ رضی اللہ عنہ کو نامہ مبارک دے کر روانہ فرمایا خط میں اسے اسلام کی دعوت کے ساتھ فرعون کے عبرتناک انجام کا حوالہ دے کر ڈرایا۔ اور اسے اس واقعے سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ نامہ گرامی درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے مقوقس قبط کی جانب:

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

اما بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ راست باز رہو گے اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہل قبط! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے بجائے رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ②

شاہِ مصر نے خط لے کر احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کی ایک ڈبیا میں رکھ دیا اور اس پر مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لمحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط: سلام علیك، اما بعد فقد قرائت کتابك وفهمت ماذکرت فیهِ وما تدعو الیه وقد علمتُ ان بنبیّاً یاتی وکنت اظن

---

①علامہ سلیمان منصور پوری رحمت للعالمین ﷺ ص:178.
②علامہ ابن قیم زاد المعاد جلد:22.

Marfat.com

ان یخرج من الشام و قدامت رسولک و بعثته الیك بجار تیتین لهما مکان من القبط عظیم و کسوة واهدیت الیك خلتة ترکبها السلام علیکم۔

ترجمہ:"محمد (ﷺ) بن عبداللہ کے نام مقوقس رئیس قبط کی طرف سے: السلام علیک کے بعد، میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا اور اس کا مضمون اور مطلب سمجھا مجھ کو اس قدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر ﷺ آنے والے ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظہور کریں گے۔ میں آپ ﷺ کے قاصد کے ساتھ دو لڑکیاں بھیجتا ہوں۔ قبطیوں (مصر کی قوم) میں بہت عزت کی جاتی ہے اور میں آپ ﷺ کے لیے کپڑا اور سواری کا ایک خچر بھیجتا ہوں۔"

مقوقس نے اگرچہ اسلام قبول نہ کیا۔ مگر دو لڑکیاں ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حرمِ نبی ﷺ میں داخل ہو کر اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بنیں اور جن کے بطن سے آپ ﷺ کے پیارے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے دوسری لڑکی سیرین تھیں۔ [1] جو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ [2] یہ معزز لڑکیاں حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے متاثر ہو کر مدینے پہنچنے سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ جو خچر مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اس کا نام دُلدُل تھا اور جنگِ حنین میں آپ ﷺ اسی پر سوار تھے۔

شاہ فارس خسرو پرویز کے نام خط

رسالت مآب (ﷺ) نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ شاہ فارس کسریٰ (پرویز) کے نام حسب ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب:

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے۔ اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجامِ بد سے ڈرایا جائے اور کافر پر حق بات ثابت ہو جائے۔ (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ، سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بارِ گناہ

---

[1] امام طبری نے لکھا ہے کہ ماریہ اور سیرین آپس میں حقیقی بہنیں تھیں۔
[2] زاد المعاد جلد: 2 ص: 61۔

Marfat.com

ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نامہ مبارک لے کر روانہ ہوئے اور خط کو حاکم بحرین کے حوالے کیا اب تاریخ اس بارے میں خاموش ہے کہ وہ خط حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود لے کر خسرو پرویز کے پاس لے کر گئے یا حاکمِ بحرین نے خود خط خسرو پرویز کی طرف روانہ کیا۔

بہر حال جب خسرو پرویز کو آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا گیا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پکڑ کر پرزے پرزے کر دیا اور غصے سے بولا کہ میرے ایک حقیر غلام کی جرأت کہ اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھے۔ اس کے بعد اپنے یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا اور حکم دیا کہ اپنے دو آدمی بھیجو اور جو اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کو جو حجاز میں ہیں پکڑ کر میرے حضور پیش کریں۔ چنانچہ باذان نے دو توانا اور طاقتور آدمیوں کو ایک خط دے کر آپ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔ جس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں اور ساتھ ہی دھمکی آمیز باتیں بھی کیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ کل ملاقات کریں گے۔ رسالت مآب ﷺ کو بذریعہ وحی نامہ مبارک کے پرزے پرزے کرنے کی خبر ہو گئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔

مدینہ میں تو یہ صورت حال تھی مگر خسرو پرویز شہنشاہ کسریٰ کے گھر میں بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی کسریٰ کو شہنشاہ قیصر روم کے ہاتھوں پے در پے شکست کا سامنا ہو رہا تھا دوسری طرف بروز منگل ۱۰ جمادی الاول ۷ [1] ہجری کو خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔ رسالت مآب ﷺ کو وحی کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی باخبر کر دیا تھا۔ دوسرے دن دونوں نمائندے جب دربار اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ رات کو تمہارے شہنشاہ کو اس کا بیٹا قتل کر کے خود بادشاہ بن گیا ہے۔ اس پر وہ غصے سے بولے کہ ہم نے تمہاری (آپ ﷺ) معمولی بات کو بھی قابلِ اعتراض بات شمار کیا ہے۔ اب تم (آپ ﷺ) نے بہت بڑی بات کہہ دی ہے کیا ہم اس بات کی خبر اپنے بادشاہ کو پہنچا دیں۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ ضرور پہنچا دو اور یہ بھی خبر دے دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی۔ تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں وہاں کا بادشاہ بنا دوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں واپس باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری بات چیت سے آگاہ کیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد باذان کو خط موصول ہوا کہ شیرویہ نے خسرو کو قتل کر کے خود بادشاہ بن گیا ہے اور ساتھ ہی باذان کو حکم دیا کہ میرے والد نے جس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں حکم دیا تھا ان کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ خط ملتے ہی باذان اور اس کے جو ساتھی یمن میں موجود تھے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ [2]

---

[1] فتح الباری جلد:8 ص:127.
[2] فتح الباری جلد:8 ص:127-128.

Marfat.com

ہرقل بادشاہِ روم کے نام خط

رسالت مآب ﷺ نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا خط حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ تم یہ خط حاکم بصرہ کے حوالے کر دینا وہ خود ہی یہ خط شہنشاہ روم کو پہنچا دے گا۔ نامہ مبارک کا مضمون حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ: "یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں روم کے بادشاہ ہرقل کے نام: اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ تم اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبار دے گا۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو تم پر تمہاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔ اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ کی بجائے ہمارا بعض، بعض کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر تم لوگ رُخ پھیریں تو کہہ دو تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ [1]

ہرقل کو جب خط موصول ہوا اس وقت وہ فلسطین میں مقامِ ایلیا میں تھا۔ اس نے خط وصول کرنے کے بعد کہا کیا یہاں کوئی ایسا فرد یا جماعت موجود ہے جس کا تعلق عرب سے ہو۔ اتفاق سے اس وقت ابوسفیان بن حرب تجارتی قافلے کے ہمراہ فلسطین گیا ہوا تھا۔ چنانچہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو ہرقل کے دربار میں پیش کیا گیا۔

ہرقل کے اردگرد روم کے بڑے بڑے سردار موجود تھے۔ ہرقل نے ترجمان کو بھی بلا لیا پھر اس نے بزبانِ ترجمان ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم میں سے نسب کے اعتبار سے اس آدمی محمد (ﷺ) کے زیادہ قریب کون ہے؟ جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے۔ ابوسفیان بولا میں اس کا قریب ترین رشتے دار ہوں۔ ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو ابوسفیان کی پیٹھ پیچھے بیٹھا دو۔ پھر ہرقل نے کہا میں تم سے اس مرد کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں جو نبوت کا مدعی ہے اگر تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تو تم اس کے ساتھی فوراً اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کا حیا نہ ہوتا کہ وہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ان کے محمد (ﷺ) کے حالات بیان کرنے میں کذب بیانی سے کام لیتا۔ [2]

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:78.
[2] بخاری شریف جلد:1 ص:78.

Marfat.com

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان تمام درباری امرا کی موجودگی میں طویل مکالمہ ہوا۔ طویل گفتگو کے بعد ہرقل نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا (بواسطہ ترجمان) اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو دربار سے باہر نکال دیا اور ساتھ ہی کہا کہ جو کچھ تم نے کہا سچ ہے تو وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جس جگہ میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ مجھے پہلی کتابوں سے معلوم تھا کہ ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے لیکن یہ علم نہ تھا کہ وہ تم میں سے ظاہر ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس (ﷺ) تک پہنچ سکوں گا تو ضرور ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان (ﷺ) کے پاس ہوتا تو ضرور ان (ﷺ) کے پاؤں دھو کر پیتا۔[1] اس کے بعد حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں مال اور پارچہ جات سے نوازا۔

حاکمِ بحرین منذر بن ساوی کے نام خط

رسالت مآب ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حاکمِ بحرین منذر بن ساوی کے نام دعوتِ اسلام کا نامہ مبارک لکھا۔ جواب میں اس نے لکھا کہ میں نے آپ ﷺ کا خط اہلِ بحرین کو پڑھ کر سنایا۔ خط پڑھ کر بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض نے انکار کر دیا۔ میرے ہاں یہودی اور مجوسی بھی آباد ہیں ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ خط لکھا۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تم جب تک راہِ راست پر رہو گے بدستور وہاں کے حاکم رہو گے۔ اور جو یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہیں گے ان سے جزیہ وصول کرو۔[2]

حاکمِ یمامہ کے نام

رسالت مآب ﷺ نے حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط حاکمِ یمامہ ہوذہ بن علی کی طرف روانہ فرمایا۔ جتنے بھی سلاطین، بادشاہوں اور امرا کو خطوط لکھے گئے تمام کا مضمون ایک ہی تھا۔ یعنی دعوتِ اسلام اس لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے ان خطوط کا ترجمہ تحریر کیا گیا ہے۔

حاکمِ یمامہ نے حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو اپنا مہمان بنایا اور مبارک باد دی۔ پھر حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو خط کھول کر پڑھنے کو کہا۔ جب انہوں نے خط پڑھ کر سنایا تو اس نے درمیانہ سا (گول مول) جواب دیا پھر حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو تحائف اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا دے کر رخصت کیا۔ حضرت سلیط رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر دربارِ نبی ﷺ میں پہنچے اور تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی حاکمِ یمامہ کا خط پیش کیا خط کو پڑھوایا گیا تو رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو سنو! یہ شخص خود بھی تباہ ہوگا۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا اس کے بعد فرمایا لوگو سنو! یمامہ میں ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل کیا

---

[1] بخاری شریف جلد:1 ص:78.

[2] زاد المعاد جلد:3 ص:40-41.

Marfat.com

جائے گا۔ اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اسے کون قتل کرے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی ① اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔

حاکمِ دمشق کے نام

رسالت مآب ﷺ نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام کا ایک نامہ مبارک دے کر حاکم دمشق حارث بن ابی شمر کی طرف روانہ فرمایا۔ حارث نے دعوتِ اسلام کا یہ جواب دیا کہ کون ہے؟ جو مجھ سے میری بادشاہت چھین سکے۔ میں بذاتِ خود اس پر یلغار کرنے والا ہوں۔ اس طرح اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

واقعات متفرقہ ۶ ہجری

۶ ہجری کا سب سے مشہور واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ہے۔ یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ سے چپکے سے علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے کو بتائے بغیر آپس میں مشورہ کیے نکلے مگر حسن اتفاق کہ راستے میں اکٹھے ہو گئے۔ اور اس طرح ایک ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے پر رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ چنانچہ دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر ہوئے۔ فتح مکہ میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک مسلمان دستے کے افسر بن کر رسالت مآب ﷺ کے سامنے سے گزرے تو آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی تلوار ہے۔ ②

فتح خیبر ۷ ہجری

صلح حدیبیہ کے بعد اب اسلام مخالف سرگرمیوں کا مرکز خیبر بن چکا تھا۔ مدینہ منورہ سے جن یہودی قبائل کو جلاوطن کیا گیا تھا ان کی اکثریت خیبر میں آباد ہوئی تھی۔ ان قبائل میں سب سے نمایاں قبیلہ بنونضیر تھا اور اس کا سردار ابورافع سلام بن ابی الحقیق تھا اسی نے مکہ جا کر قریش کو جوش و غیرت دلا کر ایک عالمگیر فتنے کی شکل دی جو جنگِ احزاب (خندق) کی صورت میں سامنے آئی۔ اس متحدہ قبائل کا مرکزِ اسلام یعنی مدینہ منورہ پر یلغار اگرچہ ناکام ہوئی مگر جو دست بازو اسلام کے خلاف کام کر رہے تھے وہ اب بھی موجود تھے۔ اگرچہ بنونضیر کا رئیس سلام بن ابی الحقیق مسلمان جانبازوں کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکا تھا مگر اس کا بھتیجا

---

① زاد المعاد جلد: 3 ص: 604.　② ترمذی مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

Marfat.com

کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق رئیس یہود، اسلام دشمن سرگرمیوں میں سرگرم اور پیش پیش تھا۔ مگر رئیس یہود اسیر بن رازم تھا۔ اس نے تمام یہودی اکابرین کو اکٹھا کر کے کہا کہ میرے پیش روؤں نے محمد (ﷺ) کے مقابلے میں بہت تدبیریں اختیار کیں وہ غلط تھیں۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ مرکزِ اسلام یعنی مدینہ منورہ پر حملہ کر کے اسے تباہ برباد کر دیا جائے اور میں یہی تدبیر اختیار کروں گا۔

اس پروگرام کے تحت یہود نے قبیلہ غطفان جو ایک بڑا با اثر قبیلہ تھا۔ اس کے ساتھ ساز باز کی ادھر منافقین بھی انہیں مدینہ کی خبریں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ہمت بھی بڑھا رہے تھے۔ چنانچہ یہود قبیلہ غطفان جو کہ خیبر سے متصل بھی تھا ان کے پاس اپنے دو مکار یہودیوں قیس اور یہودہ کو روانہ کیا جنھوں نے انھیں قائل کیا کہ ہمارے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرو۔ ہم مدینہ کے نخلستانوں کی نصف پیداوار تمھیں دیں گے جسے قبیلہ غطفان نے منظور کر لیا۔ ①

یہود کی یہ جنگی تیاریاں اور ریشہ دوانیاں محدود پیمانے پر نہ تھیں۔ بلکہ ان کا دائرہ کار نہایت وسیع تھا اور خیبر سے مدینہ منورہ خیبر سے مکہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ مدینہ سے تقریباً دو سو میل دور بیٹھے ہوئے منافقینِ مدینہ کی وساطت سے مسلمانوں کے معاشی سیاسی اور فروغِ اسلام کے ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے سے نہ صرف باخبر تھے۔ بلکہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے تو یہاں تک یہود کو پیغام دیا کہ محمد (ﷺ) تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لیکن تم ان سے نہ ڈرنا ان کی کیا حیثیت ہے مٹھی بھر آدمی ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ اس طرح منافقین یہود کا حوصلہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ انھیں مسلمانوں کے حالات سے بھی برابر آگاہ کر رہے تھے۔

غطفان کا ایک طاقتور قبیلہ بنوفزارہ تھا۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ خیبر والے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بذاتِ خود کیل کانٹے سے لیس ہو کر خیبر پہنچے اور یہود سے کہا کہ ہم تمھارے ساتھ شریک ہو کر لڑیں گے۔ رسالت مآب ﷺ بھی یہود کی ان تیاریوں سے بے خبر نہ تھے۔ انھیں جب بنوفزارہ کے متعلق معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے بنوفزارہ کو خط لکھا کہ تم خیبر والوں کی مدد سے باز آجاؤ۔ خیبر فتح ہو جائے گا تو تم کو بھی حصہ دیا جائے گا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

رسالت مآب ﷺ نے بنوفزارہ کو خط میں لکھا کہ خیبر فتح ہو جائے گا یہ بات قبل از وقت اس لیے ارشاد فرمائی کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیبر مسلمانوں کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ.

---

① تاریخ خمیس جلد:2 ص:43.

Marfat.com

ترجمہ: ''اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی نعمتوں کا جو تم حاصل کرو گے اور اس کو تمھارے لیے فوری طور پر عطا فرما دی۔''①

واقعہ ذی قعد و شروع محرم ۷ ھ

ذی قرد ایک چراگاہ تھی جہاں رسالت مآب ﷺ کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ قبیلہ بنوفزارہ کے لوگوں نے عبدالرحمن بن عیینہ کی سرداری میں اس چراگاہ پر چھاپا مارا اور اونٹنیاں چرانے پر مامور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو قتل کر کے ان کی بیوی کو گرفتار کر لیا اور ۲۰ اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔ اتفاق سے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حضرت رباع رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا رباع رضی اللہ عنہ تم یہ گھوڑا لو اور اسے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دو۔ اور رسالت مآب ﷺ کو خبر دو پھر خود ایک ٹیلے پر چڑھ کر مدینے کی طرف رخ کر کے تین بار پکارا ''یا صباحاہ'' ہائے صبح کا حملہ۔ پھر دوڑ کر ان لوگوں کا پیچھا کیا اور تھوڑی دیر بعد ان کو جا لیا۔ حملہ آور اس وقت اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک ماہر تیر انداز ہونے کیساتھ کیساتھ نہایت تیز رفتاری سے تیر اندازی بھی کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے نہایت چابک دستی سے اس قدر تیزی سے تیر برسائے کہ حملہ آور یہ سمجھے کی ان پر بہت سے آدمیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے مگر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ ایک درے میں گھس گئے تو حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور اسی تیز رفتاری سے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہاں تک کہ حملہ آور تمام اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگے مگر انھوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور دوبارہ یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

انا ابن الاکوع والیوم الرضع.

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن دودھ پینے والے کا دن ہے۔ یعنی آج پتہ لگ جائے گا کہ کس نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ انکے پیچھے بھاگے اور تسلسل اور نہایت برق رفتاری سے تیر اندازی بھی جاری رکھی۔ یہاں تک کہ حملہ آوروں نے گھبرا کر اونٹنیاں چھوڑ دیں۔ بلکہ تیس سے زیادہ چادریں اور تیس سے زیادہ نیزے بھی پھینک کر بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے وہ ذی ''قرد'' نام کے چشمے پر پہنچے یہ لوگ پیاسے تھے مگر حضرت اکوع رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک قطرہ بھی پانی نہ پینے دیا اور انھیں چشمے سے دور ہی رکھا۔ سورج غروب ہونے کو تھا کہ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہنچ گئے۔ حضرت ابنِ اکوع رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے سو آدمی مل جائیں تو میں دشمنوں کو جہاں انہیں پیاسا چھوڑ آیا ہوں ان تمام کے زین سمیت گھوڑوں کو چھین لوں اور ایک ایک کو گردن سے پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ مگر رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا ''ملکت فاسمح'' قابو پا لو اور عفو سے کام لو اس واقعے سے تین دن بعد خیبر کی جنگ پیش آئی۔

---

①پارہ:26 سورہ فتح آیت:20.

Marfat.com

اب وقت آ گیا تھا کہ یہود کے اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان فرمادیا کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہوں اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ صرف وہ مسلمان جنگ میں شرکت کریں جن کا مقصد صرف جہاد ہو۔ ان کے دل میں مالِ غنیمت کی خواہش نہ ہو۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد کمزور دل مسلمان اور منافقین شریک نہ ہوئے اور وہی چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمراہ ہوئے جنھوں نے بیعتِ رضوان کی تھی۔ اور کچھ دوسرے دیگر معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آنحضور ﷺ نے محرم ۷ ہجری کے آخری عشرے قریباً ۲۰ محرم کو سولہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو منتظم مقرر فرمایا۔

خیبر کی طرف جانے کے لیے آپ ﷺ کوہستانِ حضر کے پاس سے گذرے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ پھر صہبا کے مقام پر آپ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا اس کے بعد وادی رجیع سے ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے خیبر اور غطفان کے درمیان سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اہلِ غطفان جو یہود کی امداد کے لیے چل پڑے تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ تو وہ اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کی حفاظت کے لیے واپس بھاگے اور خیبر کو مسلمانوں کے لیے چھوڑ دیا۔ رسالت مآب ﷺ نے آخری رات خیبر کے قریب گذاری۔ صبح اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد اپنے پیارے مقدس صحابہ کرام کو لے کر خیبر کیطرف بڑھے۔

خیبر کے یہودی کئی قلعوں اور گڑھیوں میں آباد تھے۔ ان قلعوں میں قلعہ ناعم، قلعہ سالم، قموص، نطاۃ، شق اور مریطہ زیادہ مشہور تھے۔ یہود نے مستورات کو ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ رسد اور غلہ قلعہ ناعم میں اکٹھا کیا اور فوجیں نطاۃ اور قموص میں جمع کر دیں۔ اب تک رسالت مآب ﷺ نے جو جنگیں لڑیں وہ صرف دفاعی تھیں۔ یہ پہلا غزوہ تھا۔ جس میں غیر مسلموں کو رعایا بنا کر ایک مکمل اسلامی طرز حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت تک علم کے طور پر عام جھنڈیاں ہوتی تھیں۔ مگر اب آپ ﷺ نے باقاعدہ طور پر تین علم تیار کرائے۔ ایک علم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تیسرا علم جو کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر مبارک سے تیار کیا تھا۔ وہ خاص علم نبوی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کو عطا فرمایا۔ یہ مقدس اسلامی لشکر دو سو سواروں اور باقی پیادہ پر مشتمل تھا۔ جب روانہ ہوا تو حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ جو کہ مشہور شاعر تھے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے چلے۔

اللھم لولا انت ما ھدینا
ولا تصدقنا ولا صلّینا
فاغفر فداء لك ما اتقینا
والقین سکینۃ علینا

Marfat.com

انا اذا صیح بنا ایتنا
وثبت الا قدام ان لاقینا
وبا لصیاح عولوا علینا

"اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ خیرات کرتے، نہ روزہ رکھتے، ہم تجھ پر فدا ہوں ہم جو احکامات بجا نہیں لاتے، ان کو معاف کر دے اور ہم پر تسلی نازل فرما، ہم جب فریاد میں پکارے جاتے ہیں تو پہنچ، جاتے ہیں اور جب مدبھیڑ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ لوگوں نے پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ ①

رسالت مآب ﷺ نے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ کیا یہ قلعہ یہود کی پہلی دفاعی لائن تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی دلیری، جانبازی اور چابک دستی سے حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ اس جنگ میں صرف حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت محمود رضی اللہ عنہ نہایت جانبازی سے جنگ کر رہے تھے گرمی بہت زیادہ تھی۔ وہ گرمی کی وجہ سے ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے کنانہ بن الربیع نے اوپر سے چکی کا پاٹ انکے سر پر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اب مسلمانوں نے قلعہ قموص کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی روز تک جاری رہا بعض روایات کے مطابق بیس روز آپ ﷺ نے کئی نامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم دے کر روانہ فرمایا مگر ناکامی ہوئی۔ طبری کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بھی ناکام ہوئے۔ بلکہ اسی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں رسالت مآب ﷺ سے شکایت کی کہ انھوں نے نامردی کی۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود ان کے بارے میں یہی شکایت کی۔

محاصرے کو کئی روز گذر گئے مگر سرنگوں کرنے کی کئی کوششیں رائیگاں گئیں۔ تو رسالت مآب ﷺ نے ایک دن شام کو ارشاد فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کے رسول ﷺ بھی اُسے چاہتے ہیں۔ ②

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات شدید انتظار میں گذاری کہ دیکھیں کل کس خوش نصیب کو علم عطا کیا جاتا ہے۔ علم کا عطا ہونا بہت بڑا اعزاز تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ نہ صرف اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ موجود صحابہ کرام بلکہ پوری نوعِ انسانیت کے لیے خوشخبری بلکہ تا قیامت قائم رہنے والے اعزاز کا اعلان تھا۔ اس عظیم ہستی کی اللہ اور اس کے رسول کی محبت والفت کی مستند سند کا اعلان تھا کہ۔

نمبر ۱: اللہ اس کے ہاتھ مسلمانوں کو فتح دے گا۔

نمبر ۲: وہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو چاہتا ہے۔

---

① سیرۃ النبی ﷺ از مولانا سلیمان ندوی جلد 1 ص: 273-274۔

② بخاری شریف جلد 2 ص: 652۔

Marfat.com

نمبر ۳: تیسری یہ خوش قسمتی کہ وہ شخص اتنا خوش نصیب ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ بھی اسے چاہتے ہیں۔

ہر صحابی رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ مگر یہ تین خوشخبریاں صرف سولہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو ملنی تھیں۔ اب ہر صحابی دل میں علَم کے حصول کی خواہش لیے ہوئے بڑی بے چینی سے رات کٹنے کا انتظار کر رہا تھا کہ شاید یہ بلند نصیبی اسے حاصل ہو جائے۔ بڑے بڑے بزرگ اور نامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کا یہی عالم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنھوں نے قناعت پسندی اور بلند نظری کی بدولت کبھی کسی چیز کی آرزو نہ کی تھی۔ انھیں خود اعتراف ہے کہ اس موقع پر ان کی خودداری بھی قائم نہ رہ سکی۔ [1]

آخر خدا خدا کر کے رات کٹی صبح ہوئی تو دفعتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کانوں میں آواز پڑی۔ علی کہاں ہے؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوبِ چشم کی بیماری میں مبتلا ہیں اور مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے خیمے میں تھے۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ کی طلبی پر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو گویا ان کی آنکھوں کو درد کبھی تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے علَم عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالیا جائے۔ ارشاد ہوا نرمی سے ان کو اسلام کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں علَم تھامے فوج کو لے کر آگے بڑھے۔ جب قلعہ کے قریب پہنچے تو علَم گاڑھ کر اس کے آس پاس پتھر رکھ کر مضبوط کرنے لگے۔ اس منظر کو قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی مذہبی پیشوا جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے بلند چوٹی سے چلاتے ہوئے پوچھا ''من انت'' تو کون ہے؟ جو اب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر کی طرح گرج کر جواب دیا۔ میں علی ابنِ ابو طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ وہ یہودی پیشوا پھر بلند آواز میں بولا اس کتاب کی قسم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تم لوگ ہم پر غالب رہو گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو عرب کا مشہور جنگجو پہلوان مرحب سر پر یمنی زرد رنگ کے خود پہنے یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا ''قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرّب'' خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں دلیر ہوں تجربہ کار ہوں صلاح پوش ہوں اور مبارزت طلبی کی۔ مرحب کے جواب میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ''قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل **معامر** ''خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار پوش شاہ زور اور جنگجو۔ پھر دونوں نے وار کئے مرحب نے اس زور سے وار کیا کہ اس کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں چھپ گئی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی۔ انھوں نے اسے نیچے سے مارنے کی کوشش کی اور اس کی پنڈلی پر وار کیا تو تلوار کا وار پلٹ کر ان کے گھٹنے پر لگا۔ بعد میں اسی زخم سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

---

[1] مسلم شریف باب فضائلِ علی رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

انا الذی سمتنی امی حیدر
کلیث غا بات کریہ المنظر

"میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح خوفناک۔ [1]

مرحب بڑے کروفر سے مقابلے میں آیا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کے خود کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی اور اس ضرب کی آواز فوج تک پہنچی۔ [2] مرحب کا مرنا معمولی واقعہ نہ تھا وہ عرب کا مانا ہوا جنگجو تھا۔ اور ایک ہزار بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ مرحب کا مرنا تھا کہ یہودیوں نے عام حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہوئی لڑتے لڑتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ڈھال چھوٹ گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے قلعے کے ایک سنگی دروازے کو اکھاڑ کر سر پر بطورِ ڈھال رکھ لیا۔ یہود کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ایک روایت ہے کہ جنگ کے بعد حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اس دروازے کو اٹھانا چاہا تو دروازے کو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ سکے۔ کئی سیرت نگاروں نے اس روایت سے انکار کیا ہے۔ مگر ابن اسحاق اور حاکم نے تحریر فرمایا ہے۔

غرض یہ قلعہ بیس روز کے محاصرے کے بعد فتح ہو گیا۔ جس میں ۹۳ یہودی مارے گئے جبکہ ۱۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مسلمان قلعے میں داخل ہو گئے۔ فتح کے بعد مفتوحہ زمین پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین کو ہمارے قبضے میں ہی رہنے دیا جائے ہم پیدوار کا نصف حصہ ادا کریں گے۔ رحمت للعالمین ﷺ نے ان کی درخواست کو منظور فرمالیا۔ خیبر کی تمام زمین جنگ خیبر میں شامل ہونے والے مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔ اسی میں آنحضرت ﷺ کا خمس بھی تھا۔ جب کٹائی کو موسم آیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جاتا۔ وہ تمام غلہ، پھل وغیرہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر یہود کو کہتے اس میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔ یہودی اس عدل کو دیکھ کر کہتے کہ بلاشبہ زمین و آسمان اسی عدل سے قائم ہیں زمین اگرچہ مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دی گئی تھی مگر اس پر قابض یہودی بحیثیت کاشتکار تھے۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حی بن اخطب کی بیٹی اور رئیسِ بنونضیر کنانہ بن ربیع کی بیوی تھیں۔ جب وہ گرفتار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں تو ان کی آنکھ کے نیچے چوٹ کا نشان تھا۔ آپ ﷺ نے چوٹ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے ایک عجیب بات بتائی۔ کہنے لگی کہ چند دن پہلے میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ چاند کا ایک ٹکڑا میری گود میں آ گرا۔ میں نے اس خواب کا ذکر

---

[1] صحیح مسلم باب غزوہ خیبر جلد:2 ص:143۔ [2] تاریخ طبری۔

Marfat.com

اپنے شوہر کنانہ سے کیا تو اس نے یہ کہتے ہوئے کہ تم عرب کے بادشاہ حضرت محمد (ﷺ) کی دل میں خواہش رکھتی ہو پھر اس زور سے مجھے تھپڑ مارا کہ میں گر پڑی جس کی وجہ سے یہ چوٹ آئی۔

رسالت مآب ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی شادی کی مختلف روایات ہیں۔ زیادہ روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں مگر انھوں نے اسی ایک واقعہ کے بارے میں متعدد روایات کی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب قلعہ فتح ہو گیا تو لوگوں نے رسالت مآب ﷺ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسین ہونے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے لیے لے لیا۔ دوسری روایت ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے انھیں یہ اختیار دیا کہ جاؤ اپنی مرضی کی لونڈی پسند کر لو۔ انھوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پسند کیا۔ لیکن لوگوں کو اعتراض ہوا اور ایک شخص نے آ کر رسالت مآب ﷺ سے کہا ''یا نبی اللہ اعطیت دحیة صفیه هی سیدة قریظة و النضیر فهی لا تصلح الا لك'' اے نبی اللہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کے حوالے کیا جو قریظہ و بنو نضیر کی رئیسہ ہے اور آپ ﷺ کے سوا کسی اور لائق نہیں ہے۔ ①

تیسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب قلعہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ سے صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب کے جمال کا ذکر کیا گیا۔ اس کا شوہر کنانہ بن ربیع قتل ہو چکا تھا اور وہ ابھی دلہن تھیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے پسند فرما لیا آپ ﷺ انھیں ساتھ لے کر نکلے حتیٰ کہ سدِ صہبا (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی پھر آپ ﷺ نے چمڑے کے چھوٹے سے دستر خوان پر گھی کھجور اور پنیر کا مالیدہ بنا کر رکھ دیا اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اپنے اردگرد کے لوگوں کو بتا دو یہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ولیمہ تھا۔ پھر اپنے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے چادر بچھالی اور اپنی سواری کے پاس بیٹھ گئے اور زانو مبارک اونٹ کے ساتھ رکھ دیا صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں زانو مبارک پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ ②

مسند ابنِ حنبل میں ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا کہ وہ آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائیں یا آپ ﷺ کے نکاح میں آنا قبول کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے نکاح میں آنا پسند کیا۔ ③

قلعہ قموص کی فتح کے بعد قلعہ صحب بن معاذ کی باری آئی۔ رسالت مآب ﷺ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان قلعے کی سرکوبی کے لیے فوج روانہ فرمائی۔ انھوں نے قلعے کو گھیرے میں لے لیا۔ تین دن محاصرہ جاری رہا۔ تیسرے دن قبیلہ اسلم کی شاخ بنو سہم کے لوگ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ہم تھک کر چور ہو چکے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمائی اے اللہ یہ لوگ تھک کر چور ہو چکے ہیں ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں

---

①ابو داود۔ ②بخاری شریف حدیث نمبر:1373. ③مسند ابنِ حنبل جلد:3.

Marfat.com

انھیں یہود کے ایسے قلعے کی فتح عطا فرما جہاں زیادہ سامان خورونوش مل سکے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو حملے کا حکم فرمایا۔ قلعے پر حملہ کر دیا گیا اور اس حملے میں بنو اسلم کے لوگ پیش پیش تھے۔ خوب جنگ ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ خیبر کے سب قلعوں سے زیادہ اس قلعے سے سامان خورونوش حاصل ہوا نیز اس قلعے سے منجنیق اور دبابے بھی حاصل ہوئے۔ ①
قلعہ فتح ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے فوراً گدھے ذبح کیے اور ہانڈیاں چولہوں پر چڑھا دیں جب رسالت مآب ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے گھریلو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔ ②
چنانچہ چولہوں پر پکی ہوئی ہانڈیوں کو زمین پر الٹ دیا گیا۔

اس کے بعد یکے بعد دیگرے قلعے فتح ہوتے رہے مگر قلعہ نزار جس میں یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو جمع کر رکھا تھا اور اس لحاظ سے سب سے زیادہ محفوظ تھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ اس قلعے میں داخلے کی کوئی صورت تھی یہودی باہر نکل کر تو مقابلے کی جرأت نہ کر سکتے تھے مگر اوپر سے پتھر پھینکتے اور تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے۔ جبکہ خود اونچائی پر ہونے کی وجہ سے وہ مجاہدین کے تیروں سے مکمل محفوظ تھے۔ آخر رسالت مآب ﷺ نے یہود سے چھینی ہوئی منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا اور منجنیق کے چند گولوں ہی سے دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔ مسلمان تیزی سے قلعے میں داخل ہو گئے۔ قلعہ میں گھمسان کا رن پڑا مگر آخر کار یہودیوں کو عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بچ جانے والے یہودی اپنے بیوی بچوں کو بھی قلعوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس قلعے کے فتح ہوتے ہی یہود کے حوصلے ٹوٹ گئے اور آہستہ آہستہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے مگر قلعہ کتیبہ میں یہود نے اپنے آپ کو قلعہ بند کر کے سخت مزاحمت کی۔ رسالت مآب ﷺ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ چودہ روز جاری رہا۔ یہود نے مکمل طور پر اپنے آپ کو قلعے میں محصور کر لیا۔

آخر کار رسول اللہ ﷺ نے منجنیق نصب کرا کر سنگین پتھراؤ کرایا۔ جب یہود کو اپنی تباہی و بربادی کا مکمل یقین ہو گیا تو انھوں نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ قلعے جن پر مسلمانوں نے بزورِ شمشیر قبضہ کیا ان سے ان شرائط پر صلح ہوئی۔

① کسی یہودی کو قتل نہ کیا جائے گا (ماسوائے بدعہدی کے)۔
② یہود کے بیوی بچوں کو غلام اور لونڈی نہ بنایا جائے۔
③ یہودی خیبر کو خالی کر دیں گے۔
④ یہود اپنے مال وزر، سونا، چاندی، مکانات، باغات، زمین اور ہتھیار رسالت مآب ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔

---

①ابن ہشام جلد:2. ①بخاری شریف جلد:2، ص:655.

Marfat.com

⑤ اگر کچھ نبی کریم ﷺ سے چھپایا گیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری الزمہ ہوں گے۔ ①

⑥ یہودی اپنے ساتھ اتنا کپڑا لے جاسکیں گے جتنا ایک آدمی پشت پر لاد سکے۔ ②

وہ قلعے جن کو یہود نے جنگ کی بجائے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کے قبضے میں دیئے ان کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

① کسی یہودی کو قتل نہ کیا جائے گا۔

② یہود کے اموال بیوی بچے ہتھیار اور دولت ان کے پاس رہیں گی۔

③ تمام زمینیں اور باغات ان کے قبضے میں رہیں گی۔

④ زمینوں اور باغات کی پیداوار کا نصف مسلمانوں اور نصف یہود کا ہوگا۔

⑤ یہ رسالت مآب ﷺ کی مرضی پر منحصر ہوگا وہ جب چاہیں یہود کو جلاوطن کر دیں۔

ابنِ الحقیق کے بیٹوں کا قتل

یہود سے صلح نامے میں ایک شرط یہ تھی کہ رسالت مآب ﷺ سے کوئی چیز چھپائی نہ جائے مگر ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں نے بہت سا مال غائب کر دیا ایک کھال بھی غائب کر دی۔ جس میں مال اور حی بن اخطب کے زیورات تھے۔ یہ بات اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بتائی رسالت مآب ﷺ نے انھیں بلا کر پوچھا تو انھوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد کنانہ کے چچیرے بھائی نے آ کر بتایا کہ کنانہ کو اکثر ایک ویرانے میں چکر لگاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے کنانہ سے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر یہ خزانہ ہم نے تمھارے پاس سے برآمد کر لیا تو پھر ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا اور اس میں سے کچھ خزانہ برآمد ہو گیا۔ اس برآمدگی کے بعد باقی ماندہ خزانے کے بارے میں اس سے دریافت فرمایا تو اس نے پھر انکار کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور فرمایا اسے سزا دے کر خزانے کی جگہ دریافت کرو یہاں تک کہ اس کے پاس جو کچھ ہے ہمیں موصول ہو جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر چقماق کی اتنی ٹھوکریں لگائیں کہ اس کی جان پر بن آئی پھر اس نے رسالت مآب ﷺ کو خزانے کا پتہ بتایا۔ پھر اسے رسالت مآب ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، انھوں نے اسے اپنے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جن کے سر پر اس نے چکی کا پاٹ گرا کر شہید کیا تھا اس کے بدلے میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے بھائی کو بھی دولت کے چھپانے کے جرم میں ان کے چچیرے بھائی کی گواہی پر قتل کر دیا گیا۔ کئی سیرت نگاروں نے خزانہ چھپانے کی بنا پر قتل سے اختلاف کیا ہے وہ وجہ قتل قصاص تحریر فرماتے ہیں۔

---

① زاد المعاد جلد:2۔ ② سنن ابی داود جلد:2 ص:74۔ میں لکھا ہے کہ آدمی کی بجائے ایک سواری پر جتنا بوجھ لاد سکے۔

Marfat.com

زہر آلود بکری کا واقعہ

خیبر کی مکمل فتح کے بعد رسالت مآب ﷺ واپس مدینہ کو روانہ ہوئے۔ خیبر میں اگرچہ مکمل طور پرامن وامان قائم ہوگیا دشمنانِ اسلام کا ایک بازو مکمل کٹ گیا۔ مگر یہودی اپنی فطری شرانگیزیوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ اسی سازش کے تحت سلام بن شکم کی بیوی زینب بنتِ حارث جو مرحب کی بھاوج تھی۔ اس نے بکری کی بھنی ہوئی ران رسالت مآب ﷺ کو تحفتاً بھیجی جس میں میں زہر ملا دیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ بھی شریکِ طعام ہوئے۔ آپ ﷺ نے دستہ اٹھا کر اس کا ایک ٹکڑا چبایا لیکن نگلنے کی بجائے تھوک دیا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کو زہر آلود معلوم ہوا۔ جبکہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے ایک لقمہ نگل لیا جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ رسالت مآب ﷺ نے زینب کو بلا کر زہر کے بارے میں پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ ران زہر آلود تھی۔ ایک روایت کے مطابق پہلے تو آپ ﷺ نے اسے معاف کردیا مگر جب حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی تو قصاص میں اسے قتل کردیا گیا۔ جنگِ خیبر کے دوران شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے بارے میں سیرت نگاروں میں اختلاف ہے جو کہ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۹۔ ۲۱، اور ۲۳ ہے گویا یہ تعداد ۱۵، اور ۲۳ کے درمیان ہے۔ جبکہ قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد ۹۳ ہے۔ جنگِ خیبر تک مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس لیے ضرورت کے مطابق شرعی احکامات نازل ہوتے رہے۔ مگر مکمل طور احکامات کی تعلیم وتاسیس کا موقع میسر نہ آیا۔ صُلح حدیبیہ اور جنگِ خیبر کے بعد مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہوا اور وہ معاشی طور پر خوشحال ہوگئے کیونکہ اس سے پہلے جتنے غزوات یا سرایا ہوئے وہ خالصتاً دفاعی جنگیں تھیں۔ جبکہ جنگِ خیبر دشمنانِ اسلام کے خاتمے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے فقہی احکامات نازل فرمائے اور رسالت مآب ﷺ تبلیغِ اسلام اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔

ان فقہی احکامات کی تفصیل یہ ہے:

① پنجے سے شکار کرنے والے پرندے حرام قرار پائے۔

② درندے حرام کردیئے گئے۔

③ گدھا اور خچر حرام قرار پائے۔

④ متعہ حرام قرار کردیا گیا۔

⑤ لونڈیوں سے فوراً تمتع ناجائز قرار دیا گیا اور اب استبرا کی قید ہوگئی یعنی اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک، ورنہ ایک ماہ تک تمتع جائز نہیں۔

Marfat.com

مہاجرین حبشہ کی واپسی

جنگِ خیبر کے دوران ہی مہاجرینِ حبشہ کا قافلہ مع شاہ حبش کے خط اور ہدایات کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس قافلے میں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ان کی بیوی حضرت اسما بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا، انکے بیٹے عون رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کی بیوی امینہ بنت خلفاء رضی اللہ عنہا ان کے بیٹے حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ام خالد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہما حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حرث بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت محسینہ رضی اللہ عنہ بن خداد، حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابو خاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ، ملک رضی اللہ عنہ بن ربیعہ شامل تھے۔ رسالت مآب ﷺ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد پر بہت خوش ہوئے اور آگے بڑھ کر ان رضی اللہ عنہم کا استقبال کیا۔

وادی قریٰ

وادی تیماء اور خیبر کے درمیان کافی چھوٹی چھوٹی بستیاں آبادی تھیں جنھیں قریٰ کہا جاتا تھا۔ ان تمام وادیوں اور بستیوں میں یہودی آباد تھے۔ جب رسالت مآب ﷺ خیبر سے واپس آرہے تھے تو اچانک یہود نے تیاری کے ساتھ آپ ﷺ کے لشکر پر تیراندازی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا تو یہود نے ناچار ہتھیار ڈال دیئے اور خیبر کے یہود کی شرائط پر صلح کر لی۔ یہود کی تیراندازی سے آپ ﷺ کے غلام حضرت مدعم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ جبکہ یہود کے گیارہ آدمی مارے گئے۔ یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت سا ساز و سامان ہاتھ آیا۔ یہاں رسالت مآب ﷺ نے چار روز قیام فرمایا۔ کچھ مؤرخین نے یہود کی تیاری کا ذکر نہیں کیا لیکن امام بیہقی نے تحریر فرمایا ہے۔ ”وقد استقبلنا یھود بالرمی ولم نکن علی تصبیۃ“ یہود ہمارے مقابلے کو تیر چلاتے نکلے تو ہم تیار نہ تھے۔

فدک

رسالت مآب ﷺ نے خیبر کے محاصرے کے دوران حضرت محیقہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فدک کے یہود کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے حیلوں بہانوں سے کئی دن گذار دیئے۔ وہ دراصل جنگ خیبر کے نتیجے کے منتظر تھے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو انھیں ہر قسم کی بیرونی امداد و حمایت نہ ملنے کا یقین ہو گیا تو مجبوراً انھوں نے فدک کی پیداوار کے عوض رسالت مآب ﷺ سے صلح کر لی۔ اس میں مسلمانوں کو کسی قسم کی لشکر کشی نہ کرنا پڑی تھی اور نہ ہی کسی سوار یا پیادے نے کوئی تیر چلایا تھا اس لیے فدک کو حکم الٰہی کے مطابق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مال سمجھا گیا اور ملکیت بیت المال قرار دیا گیا۔ اس

Marfat.com

کے بعد رسالت مآب ﷺ نے مدینہ کی طرف سفر شروع کیا تو ایک عجیب واقعہ ہوا۔ بعض سیرت نگاروں نے کسی اور غزوے کی طرف اشارے دیئے ہیں مگر اکثریت کی رائے خیبر سے واپسی کے سفر کے بارے میں ہے واقعہ یوں ہوا کہ رسالت مآب ﷺ معہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رات بھر محوسفر رہے اور اخیر رات پڑاؤ ڈالا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھکے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لیٹتے ہی سو گئے رسالت مآب ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ خیال رکھنا اور صبح ہوتے ہی ہمیں نماز کے لیے اٹھا دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری کے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ اس طرح کوئی بھی بیدار نہ ہوا۔ جب کافی دھوپ نکل آئی تو سب سے پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جگایا۔ پھر کچھ دور چل کر آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ ①

خیبر کے معرکوں کے بعد رسالت مآب ﷺ ماہ صفر سات ہجری کی اخیر یا ربیع الاول کے شروع میں مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

ذیقعدہ ۷ ہجری تک رسالت مآب ﷺ نے مدینہ ہی میں قیام فرمایا۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کے ساتھ ساتھ مختلف اطراف میں مختلف قبائل کی طرف چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ فرمائے۔ جزیرۃ العرب میں مختلف خانہ بدوش قبائل بھی آباد تھے جن کا پیشہ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو بھی دعوتِ اسلام دی اور سرکش قبائل کی سرکوبی کے لیے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہوں کو روانہ فرمایا۔

① ماہ صفر ۷ ھ میں حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو بدوؤں کی طرف روانہ فرمایا۔

② ماہ صفر غالباً ربیع الاول کے شروع ہی میں حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنی ملوح کی طرف روانہ فرمایا۔

③ جمادی الآخر ۷ ھ میں قبیلہ خزان کی سرکوبی کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا۔

④ شعبان ۷ ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوازن قبیلے کی سرکوبی کے لیے مقامِ ''تربہ'' کی طرف روانہ فرمایا۔

⑤ شعبان ۷ ھ میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ انصاری کی زیرِ کمان فدک کے اردگرد کے قبائل اور بنو عامرہ کی طرف تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھیجا گیا۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقے میں پہنچ کر تمام بھیڑ بکریاں اور چوپائے ہانک لیے اور واپس ہو گئے۔ رات کو دشمن نے آ کے

---

① ابن ہشام جلد:2.

Marfat.com

گھیر لیا مسلمانوں نے جم کر تیر اندازی کی مگر بالآخر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تیر ختم ہو گئے اور وہ خالی ہاتھ ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں سب کے سب مسلمان شہید ہو گئے صرف حضرت بشیر رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں زندہ بچے یہ واحد سریہ تھا جس میں تمام مسلمان شہید ہوئے۔

⑥ رمضان ۷ھ میں حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۱۳۰ سواروں پر مشتمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتماعی حملہ کر کے جس نے بھی سر اٹھایا اسے قتل کر دیا۔ پھر چوپائے اور بھیڑ بکریاں ہانک لائے۔ اسی سریہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نہیک بن مرداس کو لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا تھا۔ اس پر رسالت مآب ﷺ نے نہایت ہی غصے سے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ معلوم کر لیا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔

⑦ شوال ۷ھ میں حضرت بشیر بن کعب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنوفزارہ اور بنوغدرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ کو سریہ یمن وجبار بھی کہا جاتا ہے اس لشکر کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ رسالت مآب ﷺ کو خبر موصول ہوئی تھی کہ یہ قبائل مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کا لشکر دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے ہوئے دشمن کے سر پر جا پہنچے۔ لشکر کو دیکھتے ہی دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے دشمن کے دو آدمیوں کو گرفتار کیا اور بہت سے جانوروں پر قبضے کے ساتھ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو دونوں قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

⑧ شوال ۷ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت تیس صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل دستے کو اسریا بشیر بن رزام کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔

ان تمام سریہ کی بدولت جزیرۃ العرب کے بدوی قبائل پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ قائم ہو گیا۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ بے شمار مال و دولت مال غنیمت کی شکل میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ خیبر اور دیگر قبائل کی سرکوبی کی بدولت مسلمان خوشحال ہو گئے۔ مہاجرین کی محتاجی دور ہو گئی اور انھوں نے اپنے انصاری بھائیوں کی طرف سے ملنے والی املاک، مال و دولت، زمینیں اور باغات انھیں واپس کر دیئے۔

عمرہ قضا:[1] (عمرہ قضاء، عمرہ قضیہ، عمرہ قصاص اور عمرہ صلح چار نام ہیں):

شروع ذیقعدہ ۸ھ میں رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا کہ عمرے کی تیاری کرو اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت رضوان میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مکہ کی پُر فضاؤں اس کے پُرکیف مناظر اور مکہ میں اپنے بیتے ہوئے

---

① عمرہ قضا اس لئے کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ تو عمرہ کی نیت سے مکہ گئے تھے وہ عمرہ قریش کی مزاحمت کی وجہ سے نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ یہ عمرہ اس عمرے کی قضا کے طور پر ادا فرمایا۔

Marfat.com

دنوں کی یادیں سینوں میں چھپائے بیٹھے تھے۔ اعلان سنتے ہی بڑی بیتابی اور ذوق وشوق سے عمرے کی تیاری کرنے لگے۔ رسالت مآب ﷺ ذی قعدہ میں بیعتِ رضوان میں شریک (سوائے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اس دوران شہید یا وفات پا چکے تھے) اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو ملا کر جن کی مجموعی تعداد دو ہزار تھی عورتیں اور بچے اس کے علاوہ تھے کو لے کر مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ ٦٠ اونٹ ساتھ لیے اور حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال کا کام سونپا۔ مکہ سے آٹھ میل پہلے مقام ذوالحلیفہ کے مقام پر آپ ﷺ نے احرام باندھا اور قریش کی بدعہدی کے پیش نظر جنگجو دستے کو ہمراہ لے کر لبیک کی صدا لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ وادی یاجج کے مقام پر آپ ﷺ نے تمام ہتھیار رکھ دیئے سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں تھی۔ ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو دوسو سواروں کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھے۔ رسالت مآب ﷺ مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ گلے میں تلوار حمائل کیے ہوئے رسالت مآب ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کی نکیل تھامے یہ رجز پڑھتے ہوئے خوشی اور مسرت کی کیفیت میں رواں دواں تھے۔

خلو بنی الکفار عین سبیله
الیوم نضربکم علیٰ تنزیله
ضربا یزل الهام عن مقیله
ویذ هل الخلیل عن خلیله
قد اتنزل الرحمن فی تنزیله
فی صحف تتلی علیٰ رسوله
یا رب انی مو من بقیله
انی رایت الحق فی قبوله

"کافرو سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے اترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کریں گے، وہ وار جو سر کو خوابگاہ سے الگ کر دے، اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے، رحمن نے اسے اپنی تنزیل میں اتارا ہے۔① یعنی ایسے صحیفوں میں جن کی تلاوت اس کے پیغمبر پر کی جاتی ہے، اے پروردگار میں ان کی بات پر ایمان رکھتا ہوں، اور اسے قبول کرنے کو ہی حق سمجھتا ہوں۔

---

① روایات میں ان اشعار کی ترتیب میں فرق ہے۔

Marfat.com

قریش مکہ نے اگر چہ معاہدے کی بدولت مجبور ہو کر عمرے کی اجازت دی تھی مگر ان میں جاہلیت کا غرور اور عصبیت تو پوری طرح موجزن تھی۔ چنانچہ رؤسائے قریش کی اکثریت پہاڑوں پر چلی گئی انھیں یہ گوارا نہ تھا کہ رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی آنکھوں کے سامنے رسومات عمرہ ادا کریں جبکہ عام کفار مکہ کا خیال تھا کہ مسلمان بھوک پیاس اور معاشی بدحالی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہوں گے۔ چنانچہ وہ لوگ تماش بین کی حیثیت سے اکٹھے ہو کر مسلمانوں کو عمرے کی ادائیگی کرتے ہوئے دیکھنے لگے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ طواف کعبہ کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ اکڑ کر چلیں عربی زبان میں اسے رمل کہتے ہیں۔ [1] اور یہ سنت آج تک جاری ہے۔

طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کی سعی فرمائی۔ سعی سے فارغ ہو کر مروہ کے پاس جانوروں کی قربانی کی پھر وہیں سر منڈوایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح عمرے کی رسومات ادا کیں۔ پھر کچھ صحابہ کرام کو واپس یاجج بھیجا کہ وہاں جا کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے مامور تھے کو بھیجیں تاکہ وہ بھی عمرہ ادا کر لیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

آنحضور ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے عمرے پر روانہ ہونے سے پہلے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مکے روانہ کیا۔ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بات کی اور نکاح کا تمام تر معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم الفضل رضی اللہ عنہا حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضور ﷺ سے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مکے سے واپسی کے وقت حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو سوار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مقامِ سرف پہنچے تو وہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دی گئیں۔

آنحضور ﷺ نے تین روز مکہ میں گذارے اور چھوتھے دن سہیل بن عمرو ایک اور ساتھی کے ہمراہ چوتھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ محمد ﷺ سے ملو اور کہو کہ معاہدے کے مطابق آپ ﷺ نے تین دن مکہ میں گذار لیے اب یہاں سے کوچ کریں۔ آنحضور ﷺ نے کہلا بھیجا کہ میں نے نکاح کیا ہے کیا بہتر نہیں کہ تم لوگوں کی ضیافت کروں۔ اس پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ ہمیں تمھارے کھانے کی کوئی خواہش نہیں اپنا وعدہ پورا کرو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسی وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوچ کا حکم دیا اور مکہ سے نکل کر مقامِ سرف قیام فرمایا۔

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:447۔

Marfat.com

آنحضور ﷺ جب مکہ سے نکلنے لگے تو سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی جن کا نام عمارہ اور بعض سیرت نگاروں کے مطابق امامہ تھا۔ چچا، چچا پکارتی ہوئی آنحضور ﷺ کی طرف دوڑی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شفقت سے انھیں اٹھا کر اپنی سواری کے ساتھ بٹھالیا۔

بعد میں بچی کی کفالت کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے درمیان تنازعہ کھڑا ہو گیا تینوں کفالت کرنے کے دعوے دار تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میری بھتیجی ہے اور میری بیوی کی بھانجی بھی ہے اس لیے ان کی کفالت میرا حق ہے۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی تھے اس لیے میرا حق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میری ہمشیرہ بھی ہیں اس لیے ان کی کفالت میری ذمہ داری ہے۔ مقدمہ سن کر رسالت مآب ﷺ نے حضرت امامہ/عمارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ ان کی بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا / امامہ رضی اللہ عنہا کی خالہ تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خالہ مثل ماں کے ہوتی ہے۔ اس لیے کفالت کے ذمہ دار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے رضائی بھائی کی بیٹی ہے۔ [1]

جنگِ موتہ ۸ھ

موتہ وادی بلقاء کے قریب اردن میں واقع ہے۔ یہاں سے بیت المقدس دو دن کی مسافت پر ہے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قیصرِ روم کی طرف خط دے کر روانہ کیا۔ اس وقت قیصرِ روم کا گورنر شرجیل بن عمرو غسانی بلقاء کا گورنر تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے قاصد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ سفیر یا قاصد کا قتل ایک قسم کا اعلانِ جنگ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے فوراً لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔

یہ لشکر مدینہ منورہ سے جمادی الاول ۸ھ بمطابق اگست یا ستمبر ۶۲۹ء کو روانہ ہوا۔ لشکر تین ہزار جان نثاروں پر مشتمل تھا اور اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا گیا اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہوں گے۔ [2] اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہوں گے۔ نیز یہ بھی حکم فرمایا کہ جس جگہ حارث رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے۔ عین اس جگہ جا کر قیام کریں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ جنگ کے بعد عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:665.
[2] بخاری شریف جلد:2 ص:668.

Marfat.com

کی سپہ سالاری پر اعتراض کیا کہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے ایک آزاد کردہ غلام کو کیوں سپہ سالار مقرر کیا جا رہا ہے۔ مگر محسن انسانیت، جنھوں نے ایسی مساوات کو قائم کرنا تھا جس میں آقا و غلام، امیر و غریب کی کوئی تفریق نہ تھی اور اس کے لیے اسی قسم کا ایثار درکار تھا۔ ① آنحضور ﷺ نے سنا تو خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے باپ کی افسری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ یقیناً وہ افسری کے قابل تھے۔

تین ہزار مجاہدین کا لشکر جب روانگی کے لیے تیار ہو گیا تو آنحضور ﷺ نے لشکر کے لیے سفید پرچم تیار کرا کے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ اس کے بعد لشکر روانہ ہوا تو آنحضور ﷺ اس کی مشایعت کرتے ہوئے مقام ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے اور وہیں سے لشکر کو الوداع فرمایا۔

لشکرِ اسلام شمال کی طرف بڑھتا ہوا شمالی حجاز سے متصل شامی اردنی علاقے معان پہنچا اور یہاں پڑاؤ ڈالا۔ ادھر جاسوسوں نے شرجیل کو لشکرِ اسلام کی آمد کی خبریں فراہم کیں۔ تو وہ کیل کانٹے سے لیس ایک لاکھ کا لشکر لے کر مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا اور خود قیصر ایک عظیم لشکر لے کر بلقاء کے اضلاع ناب وغیرہ میں برائے کمک موجود تھا۔

معان میں اسلامی لشکر کی مجلس شوریٰ

لشکر اسلام کو اتنے بڑے لشکر جرار سے سابقہ پڑنے کی توقع نہ تھی۔ انہیں وہم بھی نہ تھا کہ اتنی دور دراز سرزمین پر اچانک ایسی صورتِ حال پیش آئے گی۔ چنانچہ مشاورت کی گئی کہ تین ہزار کا لشکر سمندر کی مانند ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دو لاکھ کے لشکر جرار سے ٹکرایا جائے یا کیا کیا جائے؟ اسی حیرانی میں دو راتیں غور و فکر میں گزریں۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ دشمن کی تعداد کے بارے میں آپ ﷺ کو اطلاع دی جائے۔ اس کے بعد یا تو دربار رسالت ﷺ سے کمک ملے گی یا کوئی اور حکم ملے گا تو اس کی تعمیل کی جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ نہیں ہمارا مقصدِ حیات، مال و دولت نہیں بلکہ شہادت ہے تو کیوں نہ شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہوں۔ ہم تو محض اس دین کے بل پر لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں مشرف کیا ہے۔ یا تو ہم غالب رہیں گے یا شہادت کا منصب حاصل کریں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تجویز پر عملدرآمد کا فیصلہ ہوا۔

اب مجاہدینِ اسلام نے دشمن کی جانب پیش قدمی کی اور لشکر کو ترتیب دی گئی۔ پھر موتہ میں دنیائے حق و باطل اور چشمِ فلک نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ صرف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر ایک لاکھ کے ٹڈی دل سے آندھی اور طوفان کی طرح ٹکرا گیا۔ چشمِ فلک نے اس سے پہلے یہ نظارہ دیکھا نہ تھا کہ ایمان

---

① فتح الباری جلد:7 ص:39.

Marfat.com

کی دولت سے مالا مال جان نثار ﷺ اپنی جانیں کس طرح قربان کرتے ہیں۔ چنانچہ لڑتے لڑتے سب سے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار رسول عربی ﷺ کے لاڈلے اور چہیتے منہ بولے بیٹے شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی علم حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا۔ علم سنبھالتے ہی وہ گھوڑے سے اترے اور اپنی تلوار سے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر مردانہ وار دشمن اسلام کی طرف بڑھے وہ اس قدر جانبازی اور بے خوفی سے دشمن کی طرف بڑھے کہ غنیم حیران رہ گئے۔ آخر کار تیروں اور تلواروں سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں خود اس غزوہ میں شریک تھا۔ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر ۹۰ تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور سب سے بڑھ کر قابلِ تحسین بات یہ تھی کہ تمام کے تمام زخم سینے پر تھے ایک زخم بھی پشت پر نہ تھا۔ ①

اب لشکر اسلام کا علم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تھاما۔ علم ہاتھ میں لیتے ہی وہ بہت تیزی سے گرجتے برستے رومی لشکر میں شامل ہو گئے۔ اور نہایت بے جگری سے دیوانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اب اسلامی لشکر کا علم گر پڑا جسے بھاگ کر حضرت ثابت بن ادم رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا اور مجاہدین سے مخاطب ہو کر کہا اے مسلمانوں کسی ایک شخص کو امیر مقرر کر لو۔ تو لشکر کی طرف سے متفقہ طور پر آواز آئی "رضینا بک" ہم لوگ تمھاری امارت پر راضی ہیں۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بولے "ما انا بفاعل فاتفقوا خالد بن الولید" میں یہ کام نہ کر سکوں گا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرداری قبول کر لو۔ لشکر اسلام کی طرف سے فوراً آواز بلند ہوئی ہمیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرداری قبول ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے لیا اور رومی لشکر کی طرف بڑھے۔ اس وقت لشکر اسلام کے تین سپہ سالار شہید ہو چکے تھے۔ سامنے رومیوں کا انبوہ کثیر تھا جس سے بعض مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے للکار کر مسلمانوں کو غیرت دلائی اور نئے سرے سے ان میں جذبہ شہادت بیدار کر کے دیوانہ وار رومی لشکر میں گھس گئے۔ انہوں نے رومیوں کی نہ صرف صفوں پر صفیں الٹ دیں بلکہ اپنے لشکر کی ترتیب اور نقل و حرکت کو بڑی خوبی سے اپنے قابو میں رکھا اور صبح سے شام تک دشمن پر اس طرح پے در پے حملے کیے کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ وہ کبھی میسرہ کو آگے بڑھاتے، کبھی میمنہ کو پیچھے ہٹا کر خود بھی حملہ آور ہوتے۔ غرض حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں بجلی کی طرح کوندر ہے تھے۔ شام ہونے کو آئی تو رومی بے اوسان ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا اور کچھ مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس لڑائی میں کل بارہ اصحاب رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور اگرچہ مقتولین کی تعداد معلوم نہ ہو سکی مگر رومی سپاہ کے مقتولین کی تعداد کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

---

① بخاری شریف جلد:2-2. باب جنگ موتہ.

Marfat.com

ادھر تو جنگ کا یہ عالم تھا دوسری طرف مدینہ منورہ میں یہ عالم تھا کہ نبی کریم ﷺ نے لشکرِ اسلام کے سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈے کو پکڑ لیا ہے اور وہ شہید ہو گئے ہیں پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے حتیٰ کہ اللہ عزوجل کی تلواروں میں سے ایک تلوار [1] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا تو اللہ عزوجل نے کافروں پر فتح و نصرت مرحمت فرمائی۔ [2] سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے آنحضور ﷺ کی چشمانِ مبارک اشک بار تھیں۔ آنحضور ﷺ جنگ کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گویا آنکھوں دیکھا حال سنا رہے تھے۔

جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کردار

جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عَلَم سنبھالا اس وقت مجاہدین ایک لاکھ کے لشکر جرار کے نرغے میں تھے ان کے تین نامور سپہ سالار جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔ ان اسباب کی بدولت ان کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔ ان نازک لمحات میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کو ایک نئے جوش و ولولے سے لڑایا کہ پست ہمتی بلند ہمتی میں بدل گئی۔ خود بھی دلیری، بہادری اور بے خوفی سے دیوانہ وار رومیوں سے ٹکرائے پھر ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ [3]

مسلمان ایک لاکھ جم غفیر کے گھیرے میں تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر اور اس کی تنظیم و ترتیب کو اس خوبی سے اپنے قابو میں رکھا اور استعمال کیا کہ رومی ان کی چالوں کو سمجھ نہ سکے۔ انھوں نے مقدمہ کو ساقہ یعنی اگلی صف کو پیچھے اور پچھلی صف کو آگے کر دیا اسی طرح میسرہ کو میمنہ اور میمنہ کو میسرہ یعنی دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں بازو میں تبدیل کر دیا اور یہ کام اتنی تیزی اور صفائی سے کیا کہ رومیوں کا پتہ ہی نہ چلا۔ اب رومیوں نے اپنے سامنے لڑنے والے مجاہدین کی جب نئی صورتیں دیکھیں تو وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے۔ ابھی وہ اس چال یا صورتحال پر غور کر ہی رہے تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک نئی چال چلی کہ انہوں نے اس انداز سے پیچھے ہٹنا شروع کیا کہ رومی ان کی اس پسپائی کو بھی ایک چال سمجھے اور انھیں خدشہ پیدا ہوا کہ مسلمان انھیں گھیر کر صحرا اور پہاڑوں میں بھٹکانا چاہتے ہیں۔ یوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو صحیح سلامت رومیوں کے نرغے سے نکال لائے۔ رومیوں نے اپنے خدشات کے پیشِ نظر نہ صرف مسلمانوں کا تعاقب نہ کیا بلکہ خود بھاگتے ہوئے اپنے علاقے کی طرف پلٹ گئے۔

---

[1] بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر: 1413.
[1] بخاری شریف جلد:2 ص: 4482.
[3] بخاری شریف جلد:2 ص: 449.

Marfat.com

اس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لیے آنحضور ﷺ کی طرف سے سب سے بڑا اعزاز لقب ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار تھا)۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ان کے گھر رونا دھونا شروع ہو گیا۔ تمام گھر والے فرطِ غم سے رونے لگے آپ ﷺ نے اپنے گھر سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا پکوا کر بھجوایا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو خاص محبت تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ خاموشی سے اشک بار آنکھوں سے مسجد نبوی میں جا کر بیٹھ گئے۔ کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کی کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر ماتم برپا ہے تو آپ ﷺ نے انھیں فرمایا کہ انھیں ماتم سے منع کر دو۔ وہ گیا۔ پھر واپس آ گیا۔ پھر منع کرنے کے لیے بھیجا گیا اس طرح تین بار وہ آیا اور گیا۔ اس پر اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ عز وجل تیری ناک خاک آلود کرے۔ تیرا قصور یہ ہے کہ جو کام تجھے سونپا گیا ہے وہ تو کرتا نہیں اور نہ ہی آنحضور ﷺ کو مشقت دینے سے باز آتا ہے۔ ①

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت ﷺ میں آخر عرض کی کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جنت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں دو پَر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں ہر طرف اُڑتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے ان کے اسم گرامی کے ساتھ طیار کا لفظ لگ گیا یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضور ﷺ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سلام کہتے تو فرماتے السلام علیکم! اے دو پروں والے کے صاحبزادے۔ ②

تاریخِ اسلام میں دو تین وجوہات کی بنا پر غزوہ موتہ کی بہت اہمیت ہے۔

① اس غزوے کی سب سے بڑی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ جنگ موتہ قیصر و کسریٰ کے ساتھ جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی چونکہ مسلمان نہایت قلیل تعداد میں ایک لاکھ کی تربیت یافتہ فوج سے ٹکرائے اور قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے نہایت ثابت قدمی لڑے اس سے نہ صرف اسلامی سرحدوں کو استحکام ملا بلکہ قریب کی عیسائی مملکتوں پر ان کا رعب اور دبدبہ قائم ہو گیا۔

دوسری اہمیت اس وجہ سے ہے کہ اگرچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبل از اسلام عرب کے مانے ہوئے جنگجو اور سپہ سالار تھے۔ جو دشمن کے تمام تر چالوں اور کمزوریوں سے آگاہ رہتے تھے۔ جس کا ثبوت جنگِ اُحد ہے مگر جنگ موتہ میں ان کا حوصلہ، تدبر اور قائدانہ صلاحیتیں کھل کا سامنے آئیں اور ان کی یہی صلاحیتیں مستقبل میں اسلامی تاریخ کا سنہرا باب بن گئیں۔

---

①بخاری شریف حدیث نمبر:1414.
②بخاری شریف جلد:2 ص:669.

Marfat.com

فتح مکہ رمضان ۸ ھ جنوری ۶۳۰ ء

بعثتِ نبوی ﷺ کا مقصد نہ صرف بھٹکتی اور سسکتی انسانیت کو راہ راست پر لا کر اللہ کی وحدانیت کو قائم کرنا تھا بلکہ توحیدِ خالص کا احیا اور حرم کعبہ یعنی اللہ کے گھر کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کرنا تھا۔

قریش کے ساتھ پے در پے جنگوں، یہود کی ریشہ دوانیوں اور عام عربوں کی مخالفت کی وجہ نے پورے اکیس برس تک آنحضور ﷺ کو اس فرض کی ادائیگی سے روکے رکھا۔ مگر اب ایک ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا جس کی وجہ سے اللہ نے اپنے دین کو اپنے رسول ﷺ کو اپنے لشکر کو عزت بخشی کہ اپنے شہر اپنے گھر کو کفار اور مشرکین کے قبضے سے چھڑا کر زمین و آسمان کا چہرہ خوشیوں سے منور فرما دے۔

صُلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مختلف قبائل اپنی مرضی سے قریش یا مسلمانوں کے حلیف بن جائیں۔ چنانچہ بنوخزاعہ مسلمانوں اور بنوبکر کفار کے حلیف بن گئے۔

بنوبکر اور بنوخزاعہ کی دشمنی اور کدورت قبل از اسلام چلی آ رہی تھی اور اس دشمنی میں ہر دو قبائل کے کئی آدمی قتل ہو چکے تھے۔ اب قریشِ مکہ کو شرارت سوجھی۔ تو انھوں نے بنوبکر کو اکسایا کہ بنوخزاعہ سے اپنا پرانا بدلہ چکا لو ہم مالی اور جانی ہر طور طریق سے تمھاری مدد کریں گے۔ بنوبکر نے قریشِ مکہ کی ترغیب اور یقین دہانی پر اپنے سردار نوفل بن معاویہ کے سرکردگی میں بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش مکہ کے کئی جوانوں نے بھیس بدل کر بنوبکر کا عملی طور پر ساتھ دیا۔ بنوخزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی مگر ان لوگوں نے حرم میں بھی انھیں معاف نہ کیا اور حرم میں بھی ان کے بیس آدمی قتل کر دیئے گئے۔ کفار مکہ کے عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ بھیس بدل کر لڑنے والوں میں پیش پیش تھے۔ بنوخزاعہ کے چالیس آدمی عمرو بن سالم اور ہدیل بن ورقہ کی سرکردگی میں جان بچا کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ آنحضور ﷺ کو اپنے آپ پر ہونے والے ظلم سے آگاہ کریں۔ جب مکہ میں بنوخزاعہ کا خونِ ناحق بے دریغ بہایا جا رہا تھا تو بنوخزاعہ کے چند آدمیوں نے آنحضور ﷺ کا نام مبارک لیکر فریاد کی۔

لاھم انی ناشدٌ محمدّ
حلف ابینا و ابیه الا تلدا
فانصر رسول اللّٰه نصرًا عتدا
وادع عاد اللّٰه ما توا مددا

"اے خدا میں محمد (ﷺ) کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا، جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان سے ہوا ہے، اے پیغمبرِ (ﷺ) خدا کے لیے ہماری اعانت کر، اور خدا کے بندوں کو بلا، سب اعانت کے لیے حاضر ہوں گے۔"

Marfat.com

اس وقت آنحضور ﷺ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بنوخزاعہ کی فریاد جو وہ مکہ میں کر رہے تھے۔ مدینہ میں سنی اور فوراً لبیک لبیک فرمایا۔ ① کئی روز کے بعد ہدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم مکہ پہنچے اور مکہ والوں کی عہد شکنی اور بنوبکر کے مظالم کی داستان یوں سنائی۔

ان قریش اخا خوک المئوعدا
ونقضوا میثاقک المئوکدا
وجعلوا لی فی کداء رصدًا
وزعموا ان لیئست ادعواا حدًا
وھم اذلّ واقل عددًا
ھم بیّقونا بالئوتیر ھجدًا

''قریش نے آپ (ﷺ) کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے، اور انہوں نے مضبوط معاہدے کو جو آپ (ﷺ) سے کیا تھا توڑ ڈالا ہے، اور ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا ہے اور وہ، سمجھتے ہیں ہماری مدد کو کوئی نہ آئے گا، اور وہ ذلیل ہیں اور تعداد میں قلیل ہیں، انہوں نے وتیرہ (وہ محلہ جہاں بنوخزاعہ آباد تھے) میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا۔''

آنحضور ﷺ نے ساری داستانِ الم سن کر انہیں تسلی اور تشفی دی اور مکہ واپس بھیج کر فرمایا کہ ہم ضرور تمہاری مدد کو پہنچیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت منعقد فرمائی اور فرمایا کہ میں ابوسفیان کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عہد کو پھر سے پختہ کرنے اور مدتِ صلح بڑھانے آئے گا۔ مشاورت کے بعد آپ ﷺ نے ایک قاصد قریشِ مکہ کی طرف ان شرائط کے ساتھ روانہ فرمایا کہ

① بنوبکر کی حمایت چھوڑ دو۔

② بنوخزاعہ کا خون بہا ادا کرو۔

③ اعلان کر دو کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

جب قاصد نے شرائط پیش کیں۔ تو قرطہ بن عمرو نے فوراً جواب دیا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے چنانچہ قاصد واپس چلا آیا قاصد کے واپس چلے آنے کے بعد قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے انجام کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مجلس مشاورت منعقد کی جس میں طے پایا کہ ابوسفیان کو تجدیدِ صلح کے لیے مدینہ روانہ کیا جائے۔

---

① تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی جلد:2 ص:207.

Marfat.com

ابوسفیان تیزی سے سفر کرتا ہوا جب مقامِ عُسفان پہنچا تو اس کی ملاقات بدیل بن ورقہ سے ہوئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ کدھر سے آ رہے ہو؟ تو بدیل نے جواب دیا کہ میں بنوخزاعہ کے ہمراہ ساحل کی طرف گیا تھا۔

ابوسفیان نے کہا کہ کیا تم محمد (ﷺ) کے پاس نہیں گئے؟ بدیل نے انکار کیا۔ جب بدیل مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تو ابوسفیان نے جس جگہ بدیل نے اونٹ بٹھایا تھا اس جگہ کا معائنہ کیا اور اونٹ کی ایک مینگنی لے کر توڑی تو اس میں سے کھجور کی ایک گٹھلی نکلی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں بدیل محمد (ﷺ) کے پاس گیا تھا۔ ابوسفیان سفر کرتا ہوا سیدھا اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ جب وہ آنحضور ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو اُم المومنین حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ دیا۔ اس پر ابوسفیان بولا بیٹی! کیا یہ بستر میرے لائق نہیں؟ یا مجھے اس بستر کے لائق تم نے نہیں سمجھا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ بستر رسول اللہ ﷺ کا ہے اور تم ایک ناپاک مُشرک ہو۔

ابوسفیان دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ مگر آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت پانچ برس تھی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر یہ بچہ اپنی زبان سے صرف یہ کہہ دے کہ میں نے دونوں فریقوں میں صلح کرا دی ہے۔ تو یہ آج سے ہمیشہ عرب کا سردار کہلائے گا۔ اس پر خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بچوں کو پیچ میں مت ڈالو۔ ابوسفیان واپس ہو کر دوبارہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخت گھبراہٹ، کشمکش، نا اُمیدی اور مایوسی کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اے ابوالحسن! معاملات بہت سنگین ہو گئے ہیں۔ مجھے کوئی راستہ بتاؤ؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم خود ہی مسجد میں جا کر اعلان کر دو۔ (اس) ابوسفیان نے مسجد نبوی ﷺ میں جا کر اعلان کیا کہ لوگو! میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔[1] پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ واپس چلا گیا۔

ابوسفیان نے مکہ پہنچ کر قریش مکہ کو ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے اعلان مسجد نبوی ﷺ کا ذکر بھی کیا تو قریش نے کہا تیری تباہی ہو اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے تم سے محض مذاق کیا ہے اس پر ابوسفیان بولا خدا کی قسم اس کے علاوہ کوئی صورت نہ بن سکی تھی۔

اب آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور تمام حلیف قبائل کو جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔ حلیف قبائل کی طرف نہایت محتاط طریقہ سے قاصد روانہ فرمائے تاکہ اس جنگی تیاری کی کفارِ مکہ کو خبر نہ ہونے پائے۔

---

① زرقانی علی المواهب جلد:2۔ سیرۃ النبی ﷺ سید سلیمان ندوی جلد:1 ص:290.

Marfat.com

مختلف سیرت نگاروں نے نہایت مستند روایت سے تحریر فرمایا ہے کہ بنوخزاعہ کا وفد مدینہ پہنچنے سے تین دن قبل آنحضور ﷺ نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ آپ ﷺ کا سازوسامان تیار کردیں مگر کسی کو پتہ نہ چلے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کے پاس آئے تو پوچھا؟ کہ بیٹی یہ کیسی تیاری ہے تو انھوں نے فرمایا واللہ مجھے معلوم نہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ رومیوں سے جنگ کا وقت تو نہیں پھر آپ ﷺ کا کدھر کا ارادہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر سے جواب دیا۔ واللہ مجھے معلوم نہیں تیسرے دن ہدیل بن ورقہ اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچ گیا۔

ادھر آنحضور ﷺ نے نہایت احتیاط اور راز داری کا حکم صادر فرمایا۔ مگر حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی تمام جنگی تیاریوں کی متعلق ایک مخفی خط قریشِ مکہ کو لکھ کر ایک عورت کو خفیہ طور پر مکہ روانہ کر دیا کہ تمھاری طرف آنحضور ﷺ ایک عظیم لشکر لیکر مانندِ سیلاب رواں دواں ہیں۔ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا پتہ چل گیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ مقامِ روخاخ پر ایک ہودج نشین عورت تمھیں ملے گی۔ اس عورت سے رقعہ لے لو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیز رفتار گھوڑوں پر اس جگہ پہنچے تو وہ عورت موجود تھی۔ اس عورت کے سامان کی تلاشی لی گئی مگر خط برآمد نہ ہوا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کسی قسم کے خط سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! رسول ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ خط نکالو ورنہ ہم تمھارے کپڑے اتار کر تمھیں ننگا کر کے خط برآمد کرلیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پختہ ارادے اور لہجے کی سنگینی سے وہ عورت خوفزدہ ہوگئی تو اس نے کہا منہ پھیرو میں خط نکال کر دیتی ہوں یہ کہہ کر اس عورت نے سر کی چوٹی کے بالوں سے خط نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا۔ [1]

چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خط لے کر دربار رسالت ﷺ میں پہنچے تو خط پیش کیا آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بولے کہ یارسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں مرتد بھی نہیں ہوا اور نہ مجھ ہی میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں قریش کا آدمی نہیں ہوں۔ نہ میں ان کے ساتھ چپکا ہوا ہوں۔ مکہ میں میرا کوئی خاندان نہیں جو میرے بچوں اور اہل وعیال کی حفاظت کر سکے۔ جبکہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاندان کے لوگ انکے عزیز واقارب ان کی حفاظت کے لیے موجود ہیں۔ اس لیے مجھے جب ایک چیز حاصل نہ تھی تو میں نے چاہا کہ اہلِ مکہ پر ایک احسان کردوں جس کے صلے میں وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول ﷺ اس کو میرے حوالے کردیں تاکہ میں اس کی

---

[1] بخاری شریف باب غزوہ فتح مکہ جلد:22۔ مکہ روانگی سے تین دن قبل آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مکہ پر حملے سے آگاہ فرمایا۔

Marfat.com

گردن اڑا دوں۔ مگر رحمت اللعالمین ﷺ کی جبینِ مبارک پر شکن تک نہ آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے کہ تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اگرچہ آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورحلیف قبائل کو جنگی تیاریوں کا حکم دیا مگر حملہ کس جگہ پر ہوگا؟ یہ کسی کو نہ بتایا۔ ۱۱ رمضان المبارک نے آپ ﷺ دس ہزار جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینے سے روانہ ہوئے۔ تو دعا مانگی۔

اے اللہ! قریش کو آنکھوں اور خبروں کے معاملے میں پکڑ یعنی قریش نہ تو آپ ﷺ کی تیاری کو دیکھ سکیں اور نہ ہی خبریں پا سکیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مقام جنگ سے آگاہ ہوئے تو ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ان رضی اللہ عنہم میں مزید جوش وجذبہ اور ولولہ پیدا کرنے کے لیے شاعرِ رسالت مآب ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنوخزاعہ پر، بنوبکر اور قریش مکہ کے مظالم کی تصویر یوں کھینچی۔ ''اس امر نے مجھے سخت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے جو بنوکعب کے آدمیوں کی گردنیں ان لوگوں کے ہاتھوں سے کیوں کاٹی گئیں۔ جنھوں نے کھلم کھلا اپنی تلواروں کو نیام سے نکالا تھا حالانکہ میں اس وقت بطحائے مکہ میں موجود نہ تھا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ دشمن نے چوری چھپے اس قتل گیری میں حصہ لیا ہے اور تب سے مقتولین کو کپڑوں میں نہیں چھپایا گیا اور وہ بے گوروکفن ہی رہ گئے''۔

کاش مجھے کوئی بتاتا کہ سہیل بن عمرو کے خلاف میری تھوڑی بہت مدد پہنچی ہے یا نہیں اور صفوان بن امیہ ایک معمر اونٹ کی طرح ہے جو اپنی باریک آواز میں روتا ہے۔ پس اب جنگ کا وقت آ گیا ہے۔ اے عکرمہ بن ابوجہل! اب تو ہم سے مامون نہیں رہ سکتا۔

۱۱ رمضان المبارک ۸ ھ آنحضور ﷺ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورحلیف قبائل کی معیت میں نہایت ہی شان وشوکت سے مدینے سے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ مقدس اور عظیم لشکر جب مقام جحفہ پہنچا تو ادھر سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے تشریف لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کے اہل عیال کو مدینہ منورہ بھیج دیا لشکر جب قدید اور عسفان کے درمیان ''کدید نامی'' چشمے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے روزہ افطار فرمایا۔ [1] آنحضور ﷺ شام کے وقت مرالظہر ان پہنچے جو کہ مکہ سے چار کوس کے فاصلے پر ہے۔ ابھی تک قریشِ مکہ اس عظیم لشکر کی آمد سے بے خبر تھے۔ انھیں معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی عہد شکنی کی انھیں کیا سزا ملے گی یا مسلمان کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے۔ آنحضور ﷺ کی دعا کی بدولت نہ تو قریشِ مکہ اور نہ ہی اہلِ خیبر کسی قسم کے لشکر سے آگاہ ہوئے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قریش پر تمام خبروں کی رسائی روک رکھی تھی۔ مقامِ مرالظہر ان پر آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علیحدہ علیحدہ گروہوں کی شکل میں بڑے بڑے الاؤ جلانے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہزار ہزار

Marfat.com

کے دستوں میں الگ الگ پڑاؤ ڈال کر آگ روشن کرنے لگے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دشمن کے شبخون کے پیشِ نظر طلایہ گردی پر مامور فرمایا۔ اگرچہ قریش کو مسلمانوں کے عظیم لشکر کی اطلاع نہ تھی مگر وہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑنے پر خوف و ہراس میں ضرور مبتلا تھے۔ چنانچہ اسی خوف و ہراس کی بنا پر وہ مکے سے باہر جا کر حالات کی خبر گیری رکھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ رات کو چرواہوں کی بدولت خبر پہنچی کہ مکہ سے باہر ایک بہت بڑا لشکر خیمہ زن ہے۔ چنانچہ ابوسفیان، حکیم بن حزام اور ہدیل بن ورقہ کے ساتھ باہر نکلا اس نے آگ کی روشنی دیکھی ذرا اور آگے بڑھے تو جگہ جگہ آگ کے جلتے ہوئے الاؤ دیکھے تو آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ یہ الاؤ کیسے ہیں؟ ہدیل بن ورقہ نے کہا۔ بنوخزاعہ کے لوگ ہیں اس پر ابوسفیان نے اسے جھڑکتے ہوئے کہ نہیں بنوخزاعہ کے لوگ ذلیل اور قلیل ہیں۔

ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قریشی قوم کے لیے سخت پریشان تھے کہ قریش اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ آنحضور ﷺ کے سفید خچر (دُلدُل) کو لے کر اس نیت سے نکلے کہ کوئی آدمی مل جائے تو مکہ والوں کو خبر کریں کہ اب تمھارے لیے کوئی جائے پناہ نہیں اور تمھاری بہتری اور سلامتی اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ چنانچہ وہ اسی سلسلے میں گھوم پھر رہے تھے کہ انھوں نے ابوسفیان کی بات سنی جو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ لشکر بنوخزاعہ کا نہیں ہو سکتا وہ تو بہت حقیر اور قلیل ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سن کر اسے آواز دی۔ ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز پہچان کر کہا اے ابوالفضل! یہ کیسا لشکر ہے؟ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ہے آہ! قریش کی تباہی آؤ میں تمھیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلوں چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی خچر پر اسے اپنے پیچھے بٹھایا اور راستے میں مختلف آگ کے الاؤ سے گذرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دب سے کھڑے ہو جاتے کہ آنحضور ﷺ کا خچر ہے اور اس پر آپ ﷺ کے چچا سوار ہیں۔ جب ایک الاؤ کے پاس سے گذرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو گشت پر مامور تھے انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ابوسفیان کو پہچان لیا اور کہا اللہ کی حمد و ثنا جس نے آج بغیر کسی عہد و پیمان کے تجھے ہمارے قابو میں دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر تیزی سے آنحضور ﷺ کے خیمے کی طرف بڑھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی خچر کو ایڑ لگائی اور تیزی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے آنحضور ﷺ کے خیمے میں داخل ہو گئے۔ اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔[2] اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کا سر مبارک پکڑ کر کان میں سرگوشی کی اور کہا خدا کی قسم آج رات میرے سوا کوئی آپ ﷺ سے سرگوشی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:672.
② بخاری شریف جلد:2 ص:674.

Marfat.com

تھوڑی دیر تکراری گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا چچا انھیں اپنے خیمے لے جائیں اور صبح اسے میرے حضور پیش کریں۔

صبح ابوسفیان کو بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا گیا تو آنحضور ﷺ نے ابوسفیان سے پوچھا۔ اے ابوسفیان! کیا اب بھی تجھ کو یقین نہیں آیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ابوسفیان: ہاں یقین آ گیا اگر کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اللہ (ﷺ): کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ ہے؟ کہ میں خدا کا پیغمبر ﷺ ہوں۔

ابوسفیان: اس میں ابھی شبہ ہے اور میرے دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔ [1]

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے کہ گردن مارے جانے سے پہلے اسلام قبول کر لو تا کہ فلاح پا جاؤ۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادت دی۔

اسلامی لشکر مکہ کی جانب

منگل ۱۷ رمضان المبارک ۸ ھ کو آنحضور ﷺ مرالظہر ان سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ ابوسفیان کو تنگ درے کے پاس پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تا کہ یہ اپنی آنکھوں سے افواج الٰہی کا نظارہ کر سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد افواجِ اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حرکت میں آیا سب سے پہلے قبیلہ غفار پھر جہینہ، ہذیم، سلیم ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے گذرنے لگے۔ جب بھی کوئی علَم بردار قبیلہ گزرتا ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بتاتے جاتے ابوسفیان ان کی آن بان سے مرعوب ہوتا گیا۔ دفعتاً حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ علَم ہاتھ میں اٹھائے ہوئے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر بولے۔

اليوم يوم الملحمه
اليوم تستحل الكعبة
اليوم اذل الله قريشا

''آج گھمسان کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا، آج کے دن اللہ قریش کو ذلیل کر دے گا۔''

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ از سید سلیمان ندوی جلد:1 ص:291 ماخوذ طبری جلد:3 ص:1432۔

Marfat.com

آخر میں شہنشاہ دو جہاں سرور کائنات ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار نمودار ہوئے آپ ﷺ کے دائیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بائیں جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اس لشکر کے پرتو سے سطح زمین پر نور کا فرش بچھا جاتا تھا۔ اس لشکر کے علم بردار حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوسفیان بے ساختہ پکار اٹھا۔ ان سے محاذ آرائی کی کسے طاقت ہے؟ وہ آنحضور ﷺ پر نظر پڑتے ہی اونچی آواز سے بولا یا رسول ﷺ آپ ﷺ نے سنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غلط کہا ہے۔

آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر علم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ ①

ابوسفیان کی عزت افزائی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ ابوسفیان ایک جاہ پسند شخص ہے۔ آپ ﷺ اس کو کوئی خاص عزت بخشیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا اچھا آپ ﷺ نے اس کی عزت افزائی کے علاوہ چند اعلانات کی بھی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ابوسفیان تیزی سے مکہ کی طرف بڑھا اور منادی کرا دی۔

① کہ جو شخص میرے گھر میں پناہ لے گا اس کو امان دے دی جائے گی۔
② جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو امان دے دی جائے گی۔
③ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔
④ جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راستے میں ملے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔

پھر بلند آواز سے پکارنے لگا اے لوگو! محمد (ﷺ) تم پر اتنا بڑا لشکر لے آئے ہیں کہ کسی میں مقابلے کی تاب نہیں۔ لہذا جلدی سے میرے گھر میں پناہ لے لو تا کہ قتل ہونے سے بچ جاؤ۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ اٹھی اور اس کی مونچھ پکڑ کر بولی کہ مشک کی طرح چربی سے بھرے ہوئے پتلی پنڈلیوں والے تیرا برا ہو جو ایسی خبر سنا رہا ہے۔

آنحضور ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ علَم نبوی ﷺ مقام حجون پر نصب کیا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک دستے کے ساتھ زیریں حصے سے مکہ میں داخل ہوں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بائیں پہلو میں تھے۔ انھیں حکم ملا کہ بالائی مکہ یعنی کداء سے داخل ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ پیادے پر مقرر تھے۔ انھیں حکم فرمایا کہ بطن وادی کے راستے مکہ میں آنحضور ﷺ کے آگے اتریں۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:675.

Marfat.com

آنحضور ﷺ کی خواہش تھی کہ مکہ میں کوئی خون ریزی نہ ہو۔ آپ ﷺ کو مکہ سے بے سروسامانی میں اپنی ہجرت یاد آتی تھی اور پھر شاہانہ عظمت سے مکہ میں داخل ہوتا دیکھتے تھے تو بار بار شکر باری تعالیٰ بجالاتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے عطا کردہ اعزازِ فتح پر شکر باری تعالیٰ کے لیے اپنا سر مبارک جھکا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ریش مبارک کے بال کجاوے سے لگ رہے تھے اور آپ ﷺ سورہ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ①

آنحضور ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے ہوئے نہایت عاجزی وانکساری سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر آمنے سامنے ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کی چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں تو فرمایا کہ یہ چمک کیسی ہے میں نے تو جنگ وجدل سے منع فرمایا تھا؟ ②

عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کی قیادت میں کچھ اوباش قسم کے لوگ خندمہ میں جمع ہوئے۔ خندمہ پہنچ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کی مڈبھیڑ ان اوباشوں سے ہوئی۔ معمولی جھڑپ میں تیرہ کافر مارے گئے اور مسلمانوں میں سے حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ اور حضرت حبیش بن اشعر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ③ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ مکہ کی گلی کوچوں کو روندتے ہوئے کوہ صفا پر آنحضور ﷺ سے جا ملے۔ آنحضور ﷺ نے اس قتال پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی۔ تو انہوں نے عرض کی کہ قریش کے ایک گروہ نے اسلامی لشکر پر تیر برسائے۔ مجبوراً حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کی جس پر قریش تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قضائے الٰہی اسی طرح تھی۔

اب آنحضور ﷺ اس شان سے مکے میں داخل ہوئے کہ آنکھیں اشکبار تھیں۔ دس ہزار جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے مقامِ حجون پر ٹھہر گئے۔ پھر انصار اور مہاجرین کے ہمراہ مسجد حرام کے اندر تشریف لائے آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ کفار نے بیت اللہ کے اردگرد اندر اور چھت پر تین سو ساٹھ بت گاڑ رکھے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی آپ ﷺ اس سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے جاتے تھے۔

"جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: "حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔ باطل جانے والی چیز ہے۔" ④

آپ ﷺ کی کمان کی ٹھوکر سے بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ اب آپ ﷺ نے اونٹنی پر بیٹھ کر ہی حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف فرمایا۔ اس کے بعد آنحضور ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی کنجی لی اور کعبہ کھولا تو اندر انبیائے کرام علیہم السلام کی تصویریں نظر آئیں آپ ﷺ

---

① بخاری شریف حدیث نمبر: 1430.
② فتح الباری جلد: 8 ص: 8۔ کچھ سیرت نگاروں نے یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیں۔
③ بخاری شریف جلد: 2 ص: 475. ④ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر: 81.

Marfat.com

نے خانہ کعبہ کو ان تصاویر سے پاک کروایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے پھر آپ ﷺ نے تمام گوشوں کا چکر لگایا اور زبان مبارک سے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ ①

دوسری روایت جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کعبہ کا دروازہ کھلا تو سب سے پہلے میں کعبہ میں داخل ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑا پایا۔ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ آپ ﷺ نے کتنی رکعت نماز پڑھی نیز حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی آنحضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ②

آنحضور ﷺ کا خطبہ فتح

عربوں نے قیصر و کسریٰ کا شاہی دربار اور ان کا رعب و مرتبہ دیکھ رکھا تھا۔ آج وہ محبوب رب العالمین سرور کائنات ﷺ کے شاہی دربار کو بھی دیکھ رہے تھے۔ کہ آپ ﷺ دس ہزار مقدس نفوس رضی اللہ عنہم کے جلو میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ شہنشاہ عرب و عجم محبوب رب العالمین کا پہلا دربار ہے۔ جس میں آپ ﷺ نہ صرف اہل مکہ بلکہ تمام عالم سے خطاب فرما رہے ہیں۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ ھزم الاحزاب وحدہ الا کل ماثرۃ او دمٍ او مالٍ یدعیٰ فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحجاج......... امعشر قریش! ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھیۃ وتعظیمھا باٰلاء الناس من آدم وآدم من تراب‘‘

ترجمہ: ’’ایک خدا کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں اس کے بعد یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔‘‘

---

① بخاری شریف حدیث نمبر: 1436. ② حدیث نمبر: 1436 بروایت حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جاؤ۔ لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو، خدا دانا اور واقف کار ہے۔''[1]

قریشِ مکہ سے سلوک

وہ قریشِ مکہ جنھوں نے نہ صرف آپ ﷺ بلکہ تمام مکی مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم وستم ڈھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ آپ ﷺ کو گالیاں دیں اور راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر مارے۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو شاعر، جادوگر اور جھوٹا کہا مسلمانوں کو تپتی ریت پر لٹایا۔ انھیں مارا پیٹا گیا۔ انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور آج وہ لوگ شرمندگی، ندامت اور خوف سے گردنیں جھکائے آپ ﷺ کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ رحمتللعالمین ﷺ نے خوف انگیز لہجے میں پوچھا کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ یہ سوالیہ فقرہ سن کر اگرچہ وہ لوگ ظالم تھے، شقی القلب تھے، بے رحم تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ مزاج شناس تھے۔ فوراً پکار اٹھے ''اخ کریم وابن اخ کریم'' تو شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہے۔ یہ جواب سن کر رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت جوش میں آئی اور فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء.

ترجمہ: ''آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

اس کے بعد آپ ﷺ حرم شریف میں بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ کی کنجی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حجاج کرام کو پانی پلانے کی سعادت کے ساتھ کلید برداری کی سعادت بھی عنایت فرما دیں۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ درخواست حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ مگر آنحضور ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کعبہ کی کنجی انھیں عطا فرما کر ارشاد فرمایا یہ کنجی تمھارے پاس ہمیشہ رہے گی تم سے یہ کنجی وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

---

① سورہ الحجرات آیت نمبر: 13 پارہ: 26.

Marfat.com

اذان بلالی رضی اللہ عنہ

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ تو وہی قریش جن کو مظالم روا رکھنے کے باوجود معاف کر دیا گیا تھا۔ ان کی جاہلیت کے زمانے کی قبائلی غیرت جوش میں آ گئی اور کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے عتاب بن اسید کہنے لگا کہ خدا نے میرے ماں باپ کی لاج رکھ لی کہ وہ اس کالے حبشی کی آواز سننے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ ① حارث بن ہشام بولا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ محمد (ﷺ) واقعی نبی برحق ہے تو میں اس کا پیروکار بن جاؤں۔ ابوسفیان بولا واللہ! میں کچھ نہ کہوں گا کیو ں کہ اگر میں کچھ بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق بولیں گی۔ کچھ دیر بعد آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور ان تینوں سے فرمایا کہ اب تم لوگ کچھ گفتگو کر رہے تھے وہ مجھے معلوم ہو چکی ہے پھر ان کی گفتگو دوہرا دی۔ اس پر حارث اور عتاب یہ کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے کہ جس وقت ہم گفتگو کر رہے تھے کوئی چوتھا شخص موجود نہ تھا۔ بلاشبہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اسی روز رسالت مآب ﷺ حضرت ہانی بنت حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرما کر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ ② اس وقت چاشت کا وقت تھا۔

چنانچہ کسی نے اسے نمازِ چاشت کہا تو کسی نے نمازِ فتح۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ انھیں قتل کر دینا چاہتے تھے۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کو بتایا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔

فتح مکہ کے بعد آنحضور ﷺ نے گو اہلِ مکہ کو امن عطا فرمایا تھا تاہم دس اشخاص کے بارے میں حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ ③ ان کے نام یہ تھے۔

۱۔ عبدالعزی بن خطل
۲۔ عبداللہ بن سعد
۳۔ عکرمہ بن ابوجہل
۴۔ حارث بن نفیل
۵۔ مقیس بن حبابہ
۶۔ ہبیار بن اسود
۷۔۸۔ ابن خطل کی دو لونڈیاں
۹۔ سارہ یہ بنی مطلب میں کسی کی لونڈی تھی
۱۰۔ عبداللہ بن زبعری

۱۔ حویرث بن نقیبہ
۲۔ عبداللہ بن ابی سرح

---

① ابن سعد کے مطابق بعد میں وہ مسلمان ہو گیا۔

② بخاری شریف حدیث نمبر: 1439.

③ سیرۃ النبی ﷺ جلد: ۱ ص: 292۔ ضیاء النبی ﷺ ص: 1451. کے مطابق 15 تھی اور کچھ سیرت نگاروں کے مطابق 17 ہے۔

Marfat.com

۳۔ کعب بن ہشام ۴۔ زہیر بن ابی امیہ
۵۔ صفوان بن امیہ ۶۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان
۷۔ وحشی بن حرب (قاتل سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ)

مگر ان سب کو اعلان کے باوجود موت کے گھاٹ نہیں اتارا گیا بلکہ ان میں سے اکثر نے معافی مانگ کر اسلام کی آغوش میں پناہ لی۔ فتح مکہ سے فارغ ہو کر رسالت مآب ﷺ نے مکہ میں منادی کر دی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں کو بتوں سے خالی کر دیں۔ پھر آپ ﷺ نے مکہ کے نواح میں چھوٹے چھوٹے دستے روانہ فرمائے کہ وہ بتوں کو توڑ دیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جا کر عزیٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بنی ہذیل کے بت سواع کو توڑنے کے لیے روانہ فرمایا گیا۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بت کے قریب پہنچے تو سواع کے پجاری نے کہا کہ تم اسے مسمار کرنے یا توڑنے پر کیسے قادر ہو سکتے ہو؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تم دیکھتے جاؤ یہ کہہ کر مندر میں داخل ہوئے اور سواع کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر پجاری نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح عربوں کے مشہور منات کے بارے میں اس کے پجاریوں کا یہی ایمان تھا مگر حضرت سعد بن سید رضی اللہ عنہ نے اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اسی طرح مکہ اور اس کے گردونواح میں نصب بتوں کو مسمار کر دیا گیا۔

اب رسالت مآب ﷺ کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے۔ اور جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے ان سے بیعت لیتے۔ مردوں کے بعد عورتوں سے بیعت لینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ عورتوں سے اسلام قبول کرنے کے بعد ارکان اسلام اور محاسنِ اخلاق کا اقرار بھی لیا جاتا۔ عورتوں سے بیعت اس طرح لی گئی کہ پانی سے بھرا پیالہ لیا جاتا آنحضور ﷺ اپنا دستِ مبارک اس پیالے میں ڈبو کر نکال لیتے پھر عورت اس پیالے میں ہاتھ ڈبو کر نکال لیتی اس طرح عہد نامہ (بیعت) پختہ ہو جاتا۔

ان مستورات میں رئیس العرب عتبہ کی بیٹی ابوسفیان کی بیوی اور امیر معاویہ کی ماں یعنی ہندہ نقاب پہنے ہوئے آئی۔ یہی درندہ صفت تھی جس نے آنحضور ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وحشی بن حرب کے ہاتھوں شہید کرایا۔ اور پھر ان کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا تھا۔ آنحضور ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسد مبارک کی اس بے حرمتی اور وحشیانہ سلوک کا بڑا دکھ تھا۔ اب وہی درندہ صفت عورت پریشان حالی میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف چاہتی ہے۔ تو رحمت اللعالمین ﷺ کی رحمت اس وقت پورے جوش پر تھی۔ اور جس عورت کے قتل کے احکامات جاری فرما چکے ہیں اسے نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ اذنِ باریابی بھی عطا فرما دیا۔ چنانچہ ہندہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر سچے دل سے ایمان لائی اور بیعت کے وقت اس نے آنحضور ﷺ کے

Marfat.com

ساتھ نہایت دلیری سے گفتگو کی اور کافی حجت بازی کرنے کے بعد مسلمان ہوئی گفتگو حسب ذیل ہے۔ ①

رسول اللہ ﷺ:۔خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ: یہ اقرار آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن بہر حال مجھے منظور ہے۔

رسول اللہ ﷺ:۔ چوری نہ کرنا۔

ہندہ: میں اپنے شوہر کے مال میں سے معمولی رقم کبھی لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا کہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ: زنا نہ کرو گی۔

ہندہ: کبھی آزاد عورت بھی یہ گناہ کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہندہ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ ﷺ نے انھیں مار ڈالا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے چت لیٹ گئے اور آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔

آنحضور ﷺ نے جن آدمیوں کے بارے میں قتل کا حکم صادر فرمایا تھا ان کے بارے میں کیا کچھ ہوا۔

① عبدالعزیٰ بن خطل:

یہ عرب کا مشہور شاعر تھا۔ یہ آنحضور ﷺ کی ہجو کہتا اور قرآن مجید پر شاعرانہ نکتہ چینیاں کرتا تھا۔ قتل کے حکم کا سن کر ڈر کے مارے نجران بھاگ گیا۔ مگر بعد میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ ②

② عبید اللہ بن سعد بن ابی سرح:

اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پناہ میں لیے ہوئے آئے اور آنحضور ﷺ سے اس کی جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے کچھ دیر تامل فرمایا کہ شاید کوئی صحابی رضی اللہ عنہ اٹھ کر اسے قتل کر دے۔ کیونکہ یہ شخص پہلے اسلام قبول کر چکا تھا پھر مرتد ہو کر مدینے سے مکہ بھاگ آیا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر تامل کے بعد آنحضور ﷺ نے اس کی جان بخشی فرماتے ہوئے اس کا اسلام لانا قبول فرما لیا۔

③ عکرمہ بن ابوجہل:

عکرمہ کی آنحضور ﷺ سے دشمنی تو کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔ وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اُمِ حکیم بنتِ حارث رضی اللہ عنہا جو کہ عکرمہ کی بیوی تھیں۔ وہ یمن گئی اور اس کو دعوتِ اسلام دی چنانچہ وہ مسلمان ہو کر مکہ واپس آیا۔ آنحضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو اس تیزی سے اس کی طرف مسرت سے بڑھے کہ جسمِ مبارک پر چادر تک نہ تھی۔ اس کے اسلام قبول کرنے کا سنا تو اس سے بیعت لی۔ ③

---

① طبری جلد:3.

② سیرۃ ابن ہشام. ③ موطا امام مالک.

④ حارث بن نفیل بن وہب:

یہ شخص مکہ میں آنحضور ﷺ کو سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

⑤ مقیس بن صابہ:

یہ شخص پہلے مسلمان ہو چکا تھا مگر ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے مرتد ہو کر دوبارہ مشرکین میں جا ملا تھا۔ اسے حضرت غیلہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

⑥ ہبار بن اسد:

یہ وہی شخص تھا جس نے آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کے وقت ایسا خنجر مارا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا اونٹ سے ایک چٹان پر گری جس سے آپ رضی اللہ عنہا نہ صرف زخمی ہو گئیں۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہا کا حمل بھی ساقط ہو گیا۔ یہ مکہ سے بھاگ گیا مگر بعد میں مسلمان ہو گیا۔

⑦ سارہ:

یہ خاندان عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی۔ یہ وہی عورت تھی جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خفیہ خط جس میں کفار مکہ آنحضور ﷺ کی مکہ پر لشکرکشی کی اطلاع بھی لے کر گئی تھی۔ اس کے لیے امان طلب کی گئی۔ امان ملنے کے بعد مسلمان ہو گئی۔

⑧۔⑨ ابن خطل کی دو لونڈیاں:

یہ دونوں آنحضور ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک جس کا نام ارنب تھا قتل کر دی گئی۔ جبکہ دوسری کے لیے امان طلب کی گئی۔ امان ملنے پر وہ مسلمان ہو گئی۔

⑩ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ:

اس کا باپ، چچا، اور چچا زاد بھائی جنگِ اُحد میں مارے گئے جس کا اسے بہت دکھ تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب رسالت مآب ﷺ بنو ہوازن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے تو یہ اس نیت کے ساتھ ہمراہ چل پڑا کہ شاید اس طرح مجھے موقع میسر آ جائے کہ حضور ﷺ پر حملہ کر کے (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی شمع حیات کو گل کر سکوں۔ مگر موقع نہ ملا۔ جب حنین میں زور کا رن پڑا اور رسالت مآب ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے تو یہ موقع غنیمت جان کر تلوار نیام سے نکال کر آپ ﷺ کے نزدیک ہونے کے لیے آگے بڑھا۔ وار کرنے ہی والا تھا کہ ایک بجلی کا شعلہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا جس سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اور تیز روشنی کی وجہ سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اسی وقت رحمت عالم ﷺ نے اس کی نیت کو بھانپنے کے

Marfat.com

باوجود تبسم فرما کر پکارا ''یا شیبہ ادن منی'' اے شیبہ! میرے نزدیک آ جاؤ۔ جب وہ قریب ہوا تو رحمت اللعالمین ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کی ''اللّٰھم اعذہ من الشیطان'' الٰہی شیبہ کو شیطان کے شر سے بچا لے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی دعا اور نگاہِ کرم سے اس کے دل کی کایا پلٹ گئی اور وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

⑪ وحشی بن حرب:

یہ فتح مکہ کے روز طائف بھاگ گیا۔ جب لشکرِ اسلام نے طائف کا محاصرہ کیا تو یہ اس وقت طائف میں تھا۔ جب طائف کا وفد طائف مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لیے روانہ ہوا تو یہ سوچ و بچار میں پڑ گیا کہ کس ملک میں پناہ لوں۔ ابھی وہ اسی سوچ و بچار میں گم تھا۔ کہ ایک آدمی نے اس سے کہا جو شخص رسالت مآب ﷺ پر ایمان لایا وہ خواہ کتنا ہی بڑا مجرم ہو رحمتِ عالم ﷺ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن وحشی اچانک ہمت کر کے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو فرمایا تم وحشی ہو؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور مجھے وہ واقعہ سناؤ جب تم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ چنانچہ اس نے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ سنایا اب نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو۔ میرے سامنے نہ آیا کرو۔ ①

ابوسفیان کے وساوس کا ازالہ

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے ایام میں ابوسفیان نے رسالت مآب ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک راستے پر جا رہے ہیں اور اہلِ مکہ کا جم غفیر سرخم کیے آپ ﷺ کے پیچھے جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان دل میں کہنے لگا کہ کاش میں اپنے لوگوں کا لشکر جمع کر کے ان سے جنگ و قتال کروں۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کے سینے پر دستِ مبارک سے ضرب لگا کر فرمایا ''اِذاً یخزیک اللّٰہ'' اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ پھر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ یہ سن کر ابوسفیان ششدرہ ہو کر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ میں توبہ کرتا ہوں اور وہ بکواس جو میں نے دل ہی دل میں کی ہے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ ②

فتح کے دوسرے دن رسول اللہ ﷺ کا خطبہ

فتح کے دوسرے دن آنحضور ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل کی

---

① فتح الباری جلد: 8 ص: 11-12 کے مطابق قتل ہونے والوں میں 8 مرد اور 6 خواتین عورتیں تھیں۔
② موطاء مالک۔

Marfat.com

حمد وثنا کی اور اس کے شایانِ شان اس کی تمجید کی پھر فرمایا۔ لوگو! اللہ نے جس دن زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ اسی دن مکہ کو حرام (حرمت والا شہر ٹھہرایا) اس لیے وہ اللہ کی حرمت کے سبب قیامت تک حرام (یعنی حرمت والا) ہے۔ کوئی آدمی جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں خون بہائے یا کوئی درخت کاٹے۔ ①

ایک روایت میں کچھ اضافہ ہے کہ یہاں کا کانٹا نہ کاٹا جائے، شکار نہ پکایا جائے اور گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔ البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کا تعارف کرائے۔ یہاں کی گھاس نہ اٹھائی جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ مگر اذخر (ایک گھاس ہی کی شکل ہے) چائے اور دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے نیز لوہا گھر کی ضرورت کی چیز ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: مگر اذخر۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مختلف قبائل کی طرف تبلیغِ اسلام کے لیے وفود روانہ فرمائے اور اسی دوران ایک ناخوشگوار واقعہ بھی پیش آیا۔

آنحضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں انصار مہاجرین اور بنوسلیم کے ساڑھے تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستہ دے کر بنوجذیمہ کی طرف روانہ فرمایا تاکید فرمائی کہ مقصد تبلیغِ اسلام ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنوجذیمہ پہنچ کر انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے اَسْلَمْنَا، اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لائے) کی بجائے۔ صَبَانَا، صَبَانَا (ہم نے اپنا دین چھوڑا) پکارا۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل اور گرفتاری شروع کر دی۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی اپنے ہر ساتھی کے بطورِ قیدی حوالے کر دیا۔ پھر دوسرے دن حکم دیا ان تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس معاملے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور کچھ دوسرے ساتھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آنحضور ﷺ سے واقعات بیان کیے تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دو بار فرمایا اے اللہ! خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ ② اس کے بعد آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بنوجذیمہ کا تمام مال واسباب اور مقتولین کا خون بہا دے کر روانہ فرمایا۔

قیامِ مکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (انصاری) کا اندیشہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس جگہ قیام فرمائیں گے؟ مطلب یہ تھا کہ اپنے آبائی گھر میں یا کسی اور جگہ؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارا گھر چھوڑا ہی کہاں ہے۔ (عقیل بن ابو طالب نے آنحضور ﷺ کی ہجرت کے

---

① بخاری شریف جلد ص: 680. ② بخاری شریف جلد: 2 حدیث نمبر: 1480.

Marfat.com

بعد آپ ﷺ کے مکان پر قبضہ کر کے اسے فروخت کر دیا تھا)۔ پھر فرمایا مومن کافر اور کافر مومن کا وارث نہیں بنتا۔ زہری سے کہا گیا؟ ابو طالب کا وارث کون ہوا تھا؟ انھوں نے جواب دیا اس کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے (کیونکہ یہ دونوں کافر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) مسلمان تھے۔ ①

آنحضور ﷺ کے قیامِ مکہ کے عرصے کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ سیرت نگاروں نے پندرہ دن کچھ نے انیس دن اور کچھ نے دس دن تحریر فرمایا ہے۔ ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی ہے انھوں نے کہا فتح مکہ میں ہم نے آنحضور ﷺ کے ساتھ دس دن قیام کیا اور ہم نمازِ قصر پڑھتے رہتے۔ ②
عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ آنحضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں انیس دن اقامت فرمائی اور دو دو رکعتیں پڑھتے۔ ③

آنحضور ﷺ کے اس طویل قیام سے انصار رضی اللہ عنہم کے دلوں میں گمان گذرا کہ شاید آنحضور ﷺ مکہ ہی میں رہ جائیں۔ مگر آپ ﷺ سے بڑھ کر عہد کی پاسداری کرنے والا کون ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت انصار سے عہد کیا تھا کہ میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہوگا۔ مکہ میں آنحضور ﷺ دس، پندرہ، انیس روز قیام کے بعد آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اس مقصد کے لیے مقرر فرما کر فرمایا کہ وہ لوگوں کو اسلام کے مسائل اور احکامات کی تعلیم دیں، پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوہ حُنین

فتح مکہ اور قریش کی اکثریت کی قبولِ اسلام کی خبریں سن کر وہ قبائل جو مسلمانوں کی حلیف نہ تھے۔ انھیں پریشانی لاحق ہوگئی کہ اب مسلمان ان پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ مکہ اور طائف کی درمیان بنو ہوازن اور ثقیف کے قبائل زیادہ متفکر تھے۔ یہ قبائل نہایت جنگجو اور طاقتور تھے اور قریش کے حریف اور مدِ مقابل سمجھے جاتے تھے۔ انھی پریشانیوں کے پیش نظر بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف بنو ثقیف کے تمام قبائل اور اردگرد کے دیگر قبائل نصر، جشم اور سعد وغیرہ مقام اوطاس میں جمع ہو گئے اور اپنے آپ کو جنگ کے لیے تیار کرلیا۔

یہ لشکر سامانِ حرب سے مکمل لیس تھا، یہ اپنے ساتھ عورتیں اور بچے بھی لائے تھے تاکہ ان کی حفاظت اور قومی عزت کے تحت بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کریں تمام قبائل نے بنو ہوازن کے تیس سالہ جوان سردار مالک بن عوف کو سپہ سالار منتخب کیا اور مشیر کے طور پر قبیلہ جشم کے سردار دُرید بن الصمہ کا انتخاب

---

①بخاری شریف جلد:2 ص:676.
②بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:1444.
③بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:1445.

Marfat.com

ہوا۔ اس کی عمر سو سال ہو چکی تھی۔ یہ عرب کا مشہور شاعر اور مایہ ناز جنگجو تھا۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے جنگ نہ کرسکتا تھا۔ مگر ماضی میں اتنا بہادر جنگجو تھا۔ کہ اس کی شاعری اور بہادری کے قصے عرب کی تاریخ میں یادگاری حیثیت کے حامل ہیں۔ اس کی بہادری اور شاعری کو پورا خطہ عرب تسلیم کرتا تھا نیز اس کی رائے پر ہر ایک کو اعتماد تھا۔ اسے پلنگ پر اٹھا کر میدان جنگ میں لایا گیا تو اس نے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے؟ اسے بتایا گیا کہ اوطاس۔ تو اس نے کہا کہ ہاں یہ جگہ جنگ کے لیے مناسب ہے کیونکہ اس کی زمین نہ بہت زیادہ سخت ہے اور نہ ہی اتنی نرم کہ پاؤں زمین میں دھنس جائیں۔ اس نے بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں۔ تو پوچھا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لائے ہیں تاکہ کوئی شخص اپنے قدم پیچھے نہ ہٹائے۔ اس پر اس نے مدبرانہ انداز میں کہا کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ شکست کی صورت میں عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت و رسوائی ہوگی۔ [1] مگر نوجوان کمانڈر نے یہ کہہ کر اس کی تجویز کو رد کر دیا کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو چکی ہے۔ اس پر دُرید نے کہا کہ یہ ایک ایسی جنگ ہے جس میں نہ تو مکمل طور پر شریک ہوں اور نہ بالکل الگ اور یہ شعر پڑھا۔

یالیتنی فیھا جزع
اخب فیھا واضع
اقود وطفاء الدمع
کانھا شاۃ صدع

''کاش میں اس میں جوان ہوتا، تگ و تاز اور بھاگ دوڑ کرتا، ٹانگ کے لمبے بالوں والے اور درمیانہ قسم کی بکری جیسے گھوڑے کی قیادت کرتا۔''

دشمن کا نظامِ جاسوسی

مالک بن عوف نے ایک بیدار مغز کمانڈر کی طرح مسلمانوں کی نقل و حرکت اور ان کی جنگی تیاریوں سے باخبر رہنے کے لیے باقاعدہ جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ وہ جاسوس اس حالت میں مالک بن عوف کے پاس آئے کہ ان کا جوڑ جوڑ ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ مالک نے کہا کہ تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے انھوں نے کہا ہم نے کچھ چتکبرے گھوڑوں پر سفید انسان دیکھے ہیں اور اتنے میں واللہ ہماری وہ حالت ہوگئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔

---

[1] طبری جلد:3

Marfat.com

آنحضور ﷺ کو کفار کے قبائل کی جنگی تیاریوں کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو بطورِ جاسوس تحقیق کے لیے روانہ فرمایا۔ انھوں نے چند دن ان قبائل میں گذار کر اور گھوم پھر کر تحقیق کی۔ واپس جا کر نبی اکرم ﷺ کو ان کی جنگی تیاریوں کے بارے میں تفصیلاً آگاہ کیا۔

آنحضور ﷺ نے لشکر کو تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ مگر چونکہ فتح مکہ کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے وقت وافر مقدار میں سامان جنگ ساتھ نہیں لیا گیا تھا اس لیے ایک باقاعدہ جنگ کے لیے سامانِ جنگ اور مالی وسائل کی کمی کا سامنا تھا آنحضور ﷺ نے اس مالی کمی کو پورا کرنے کے لیے عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار درہم قرض لیے اور حربی کمی کو پورا کرنے کے لیے صفوان بن امیہ سے سو زرہیں معہ ان کے لوازمات کے مُستعار لیے۔① اس کے علاوہ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے تین ہزار نیزے بھی لئے۔

آنحضور ﷺ نے چھ شوال ۸ ھ کو لشکرِ مجاہدین کو کوچ کا حکم فرمایا اب اس لشکر کی آن بان اور شان نرالی تھی دس ہزار کا لشکر انصار و مجاہدین کا تھا مزید کچھ نو مسلم قریشِ مکہ اور کچھ تعداد مکی کفار کی تھی یہ تعداد دو ہزار تھی اس طرح آنحضور ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لے کر حنین کیطرف بڑھے۔

دوپہر کے بعد ایک سوار نے آکر بتایا کہ میں نے فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ بنو ہوازن کے سب لوگ عورتیں بچے مال مویشی چوپائے بھیڑ بکریاں لے کر فلاں فلاں جگہ خیمہ زن ہیں۔

آپ ﷺ نے تبسم فرما کر فرمایا ان شاء اللہ کل یہ سب ہمارا مالِ غنیمت ہوگا۔

اپنے لشکرِ جرار کو دیکھ کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے فخریہ طور پر نکلا کہ آج ہم اتنی زیادہ تعداد میں ہیں۔ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟ اگرچہ یہ جملہ بے اختیار ان کی زبان سے نکلا اس میں اپنی کثرت پر نازاں ہوئے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کا خیال نہ تھا مگر مالک ارض وسما کو یہ فخریہ جملے (جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر نہ تھا بلکہ ذاتی کثرت پر نازاں تھے) پسند نہ آئے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح حنین کے بارے میں ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا:

وَّ يَوۡمَ حُنَيۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ۚ‏ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ‌ؕ وَذٰ لِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ‏ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: ''اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے۔''②

---

① مسند ابن حنبل جلد:4۔ ② پارہ:10 سورہ توبہ آیت:25-26۔

Marfat.com

لشکرِ اسلام ۱۰ شوال ۸ ھ منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو تہامہ کی وادیوں سے گذرتا ہوا وادی حنین پہنچا دشمن کو بھی پتہ چل گیا اور انھوں نے اپنے آپ کو مختلف پوشیدہ کمین گاہوں میں چھپا لیا کہ جہاں سے وہ با آسانی مسلمانوں پر تیراندازی کر سکیں۔ لیکن خود ان کی (مسلمانوں) کی تیراندازی سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ صبح کاذب کے وقت جب اسلامی لشکر وادی کے پُر پیچ راستوں سے گذر کر نشیب میں اترنے لگا تو غیر متوقع طور پر ان پر شدید تیراندازی شروع ہوگئی، اس اچانک اور غیر متوقع حملے کی وجہ سے کفارِ مکہ کے وہ لوگ جو اس ارادے کی بنا پر لشکرِ اسلام پر شامل ہوئے تھے کہ شدید حملے کے وقت بھاگ اٹھیں گے۔ تا کہ مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا ہو اور وہ بھی ہمارے ساتھ بھاگ نکلیں گے۔ اس طرح انھیں شکست ہوگی اور اسلام (نعوذ باللہ) صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ چنانچہ جب یہ اچانک اُفتاد پڑی تو کفار بھاگ اٹھے اور ان کو دیکھ کر مسلمان بھی منتشر ہوئے اور آناً فاناً سارا لشکر کائی کی طرح چھٹ گیا۔ لڑائی کا میدان بگڑ گیا بارہ ہزار کے لشکر میں سے صرف ۸۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کے ساتھ رہ گئے۔ ① اس افراتفری کے عالم میں کفارِ مکہ کے ایک شخص نے خوشی سے کہا کہ مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اب رک نہیں سکتی۔ یہ اسی طرح ساحلِ سمندر تک بھاگتے چلے جائیں گے۔ ایک شخص شیبہ بن عثمان۔ ② بولا میں آج محمد ﷺ سے بدلہ لوں گا یہ کہہ کر وہ اس ارادے سے نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھا مگر راستے ہی میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔

اس بھگدڑ اور افراتفری میں بھی آنحضور ﷺ نہایت جرأت اور ثابت قدمی سے میدانِ جنگ میں عزم و ہمت و استقلال کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن حیان رضی اللہ عنہ، ابوسفیان بن الحرث رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اس نازک صورتِ حال میں بھی آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر شکن تک نہ تھی بلند آواز سے زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے "انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب" "میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ ③

آنحضور ﷺ اپنے سفید خچر دُلدُل پر سوار تھے۔ حضرت ابوسفیان بن الحرث رضی اللہ عنہ اور بعض روایات کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ ④ دشمن نے سارا زور آپ ﷺ کی طرف لگا دیا اور چاروں اطراف سے پوری قوت سے آپ ﷺ پر حملہ کیا۔ مگر نبی کریم ﷺ عزم و ہمت اور شجاعت و استقلال کا پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے چاروں طرف آہنی دیوار بنے

---

① ترمذی کی روایت ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سو آدمی بھی باقی نہ تھے۔ ابن کثیر تفسیر سورہ توبہ۔
② تفسیر ابن کثیر ص:335 بر روایت بیہقی رحمہ اللہ ص:335.
③ بخاری شریف جلد:2 ص:686. ④ روایت ہے کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے لگام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام رکھی تھی۔

Marfat.com

دشمن کی یلغار کو روک رہے تھے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ نہایت بلند آواز تھے۔ انہیں فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف بلاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند پکارا "یا معشر الانصار" او گروہ انصار! "یا اصحاب الشجرة"، اور "یا اصحاب الشجرة" اے بیت رضوان والو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ آواز سن کر اس طرح دوڑے جس طرح گائے بچھڑے کی آواز سن کر اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہے۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو روکنے کی کوشش کی وہ نہ رُکا تو اونٹ پر سے کود گئے اور بھاگتے ہوئے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ گویا پروانے شمع کی طرف بھاگے، عشاق اپنے محبوب کی طرف دوڑے علامہ اقبال نے اسی موقع کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

صدق خلیل رضی اللہ عنہ بھی ہے عشق، صبر حسین علیہ السلام بھی ہے عشق
معرکہ ہائے وجود میں بدر و حُنین بھی ہے عشق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹوں، گھوڑوں سے کودتے ہوئے زرہیں پھینکتے ہوئے دیوانہ وار پیارے محبوب ﷺ کی طرف بھاگے مگر راستے میں کفار کا لشکر حائل تھا۔ انہوں نے وہیں سے شیروں کی طرح للکار کر جنگ شروع کر دی سبحان اللہ رسول اللہ ﷺ کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ پہلا موقع تھا کہ لشکر بھاگ نکلا۔ اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر (دُلدُل) پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان مبارک سے پکار پکار کر بتا رہے ہیں تا کہ نہ پہچاننے والے بھی پہچان لیں۔

خیال فرمایئے کس قدر ذاتِ واحد پر آپ ﷺ کا توکل ہے اور کتنا یقینِ کامل آپ ﷺ کو اللہ کی مدد پر ہے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا۔ "فصلوات اللّٰہ و سلا مہ علیہ ابدا ابدا" اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے۔ جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حُنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالنے کے جتنی دیر بھی ہم نے انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا۔ وہ فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر آئے۔ ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی چہرے والے کچھ لوگ ان کے ارد گرد ہیں۔ ان کی زبان سے نکلا کے تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ۔ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی۔ ورنہ اس سے پہلے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے مشرکین میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص پر غالب آ رہا ہے تو میں نے اس کے پیچھے سے اس کے پٹھے پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ دی وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور

Marfat.com

مجھے اتنے زور سے دبایا کہ اس کی شدت سے میں نے موت کی بو پائی پھر اس کو موت نے پالیا۔ ①

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں بھی اسی لشکر میں تھا۔ آنحضور ﷺ کے ساتھ ''اسی'' ۸۰ انصار و مہاجرین رہ گئے تھے۔ ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ نے اطمینان وسکون نازل فرما دیا تھا۔ آنحضور ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ ﷺ زین پر سے نیچے کی طرف جھک گئے۔ میں نے آواز دی کہ حضور ﷺ اونچے ہو جائیے اللہ آپ ﷺ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو میں نے بھر دی۔ ② آنحضور ﷺ نے مٹھی کی مٹی دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا ''شاھت الوجوہ''، ''چہرے بگڑ جائیں'' یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھینکی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو۔ ③ اب منتشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آناً فاناً اکٹھے ہو کر اس جوش سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے کہ دفعتاً جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ بنو ہوازن کا علم بردار عثمان بن عبداللہ مارا گیا۔ علم گر گیا تو وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ دیگر قبائل کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ بھی میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ کچھ نے نخلہ کی راہ لی کچھ اوطاس کی طرف بھاگے اور کچھ نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی۔

اس غزوہ میں اگر چہ ابتدا میں مسلمان افراتفری کا شکار ہوئے سیرۃ النبی از شبلی نعمانی۔ ④ نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کو پہلے کامیابی ہوئی لوگ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن کے تیر اندازوں نے موقع پا کر تیر اندازی شروع کر دی جس سے مسلمانوں کی صفوں میں بے ترتیبی اور انتشار پیدا ہوا۔ بخاری میں حضرت براء کے الفاظ یہ ہیں:

وانا لما حملنا علیھم انکشفوا فاکی

ترجمہ: ''اور ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹے۔''

عَلَی الغنائم فاستقبلنا بالسھم

''تو ہم لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے ہم کو تیروں پر دھر لیا۔'' ⑤

میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی پسپائی (شکست) افراتفری کی کئی وجوہات تھیں۔ جن میں ایک یہ تھی کہ مقدمہ الجیش جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان تھا۔ اس میں زیادہ تر نوجوان نومسلم تھے وہ جوانی کے غرور میں مکمل طور پر اسلحہ سے لیس نہ تھے۔ دوسری وجہ دو ہزار طلقاء تھے یعنی ایسے لوگ جو ابھی اسلام نہ لائے تھے ان کے متعلق ابن جریر طبری نے جلد ۱۰ میں ابوحیان اندلسی کے یہ الفاظ لکھے ہیں:

---

①بخاری شریف جلد:2 ص:488.

②تفسیر ابن کثیر تفسیر سورہ توبہ.

③الرحیق المختوم ص:66.

④بخاری شریف جلد:2 ص:686. حدیث نمبر:1460. ⑤سیرۃ النبی ﷺ جلد:2 ص:302.

Marfat.com

یقول ان الطلقاء من اھل مکه فر واد قصد والقاء الھزیمته فی المسلمین.①

کہا جاتا ہے کہ مکہ کے طلقاء بھاگے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ تیسری وجہ بنو ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ اور میدانِ جنگ میں ان کا کوئی تیر خالی نہ جاتا تھا۔ انہوں نے میدانِ جنگ میں پہلے پہنچ کر مناسب اور اپنی مرضی کے مقامات پر قبضہ کر لیا اور تیر اندازوں کے دستے گھاٹیوں، دروں اور کھوہوں میں چھپا دیئے تھے۔ مسلمان افواج جبکہ صبح اندھیرے کے وقت گزرے تو میدانِ جنگ نشیب میں تھا۔ اور اترائی کے وقت پاؤں جم نہ سکتے تھے۔ ایسے میں سامنے سے تیس ہزار کی کثیر فوج نے حملہ کر دیا اور گھاٹیوں سے تیر اندازوں نے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ جس کے نتیجہ میں مقدمہ الجیش ابتری کا شکار ہو کر بے قابو ہو گئے۔ وہ پیچھے ہٹے تو تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن آنحضور ﷺ نے جلد ہی حالات پر قابو پالیا اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

اس جنگ میں دشمن کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے مگر ان کا سپہ سالار اعظم مالک بن عوف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور طائف جا کر بقیہ مفروروں کو پناہ دے کر شہر کے دروازے بند کر لیے۔ اس جنگ میں کفار کے کافی لوگ مارے گئے جن میں سے ستر آدمی تو صرف بنو ثقیف کے تھے۔ چھ ہزار قیدی بنے ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار سے زائد بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ۔② چاندی مالِ غنیمت میں ہاتھ آئے۔ یہ تمام مالِ غنیمت آنحضور ﷺ نے مقام جعرانہ میں روک کر۔ حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا۔ اور جب تک غزوۂ طائف سے فارغ نہ ہوئے اسے تقسیم نہ فرمایا اس غزوہ میں صرف چار مسلمان شہید ہوئے۔

اسیرانِ جنگ میں آنحضور ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بنت حارث سعدیہ بھی تھی۔ انہیں جب گرفتار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ چنانچہ انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بچپن کی ایک نشانی سے پہچان لیا۔ فرطِ محبت سے آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا پیار و محبت کی باتیں کیں اور ان کی خواہش پر انہیں نہایت عزت و احترام سے ان کے قبیلے میں پہنچا دیا اور ساتھ ایک غلام اور ایک لونڈی اور کافی مال و متاع بھی عطا فرمایا۔ شیما نے اسی وقت اس غلام اور لونڈی کا نکاح کرا دیا اور اس سے نسل چلی۔ ایک روایت ہے کہ یہ نسل اب تک باقی ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے نخلہ اور اوطاس کی طرف مفروروں کے تعاقب کے لیے کچھ دستے روانہ فرمائے اور نخلہ میں موجود مفروروں کا قلع قمع کیا۔

---

①سیرۃ النبی۔از شبلی نعمانی رحمہ اللہ جلد:2 ص:303.بروایت بحر المحیط جلد:5 ص:24.
②ایک اوقیہ قریباً 5-4 ماشے کے برابر ہے۔

Marfat.com

اوطاس

دُرید بن الصمۃ کئی ہزار کا لشکر معہ مفروروں کے اوطاس میں مقیم تھا۔ آنحضور ﷺ نے ابو عامر رضی اللہ عنہ اشعری کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ دُرید بن الصمۃ جنگِ حُنین میں نائب سالار تھا۔ جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے وہ دُرید کے بیٹے کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اسلامی علَم کفار کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ اگر چہ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل تھی مگر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی علَم کفار سے چھین لیا۔ قبیلہ جشیم کا سردار یعنی ''دُرید بن الصمۃ'' اونٹ کے ایک ہودج میں سوار تھا۔ حضرت ربیعہ رافع رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا مگر وار اوچھا پڑا۔ اس پر ابن الصمۃ بولا تیری ماں نے تجھے اچھے ہتھیار نہیں دیے۔ میرے محمل سے تلوار نکال کر اس سے مجھے قتل کرو اور جا کر اپنی ماں کو کہنا کہ میں نے دُرید کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ماں کو جا کر اس کے قتل کی خبر دی تو ماں نے کہا خدا کی قسم دُرید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ ①

محاصرہ طائف

غزوۂ طائف دراصل غزوۂ حنین کا ہی پھیلاؤ تھا۔ کیونکہ نخلہ اوطاس کے علاوہ طائف میں بھی مفرور پناہ گزین ہوئے تھے مگران کا مضبوط گڑھ مالک بن عوف کی زیر کمان طائف تھا۔

طائف کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کے اردگرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ جس نے اسے ایک مضبوط مقام بنا دیا تھا۔ یہاں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا یہ قبیلہ نہایت جرّی، دلیر اور شجاع ہونے کی بنا پر عرب میں ایک امتیازی حیثیت کا حامل تھا اور خود کو قریش کا ہم پلہ سمجھتا تھا۔ اس کی قدر و منزلت کا خود قریش کو بھی اعتراف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو قریشِ مکہ نے ازراہ تمسخر اور تکبّر کہا کہ اگر عرب میں کسی پیغمبر کا ظہور ہونا تھا تو ہم میں سے یا طائف میں سے ہوتا۔

طائف کا رئیس عروہ بن مسعود تھا اور ابو سفیان کی بیٹی اس سے بیاہی ہوئی تھی۔ عروہ بن مسعود فنونِ حرب کا ماہر تھا۔ اس نے یمن سے قلعہ شکن آلات بنانے اور انھیں استعمال کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کر رکھی تھی۔

آنحضور ﷺ نے ماہ شوال ۸ ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار فوج کا دستہ دے کر ہر اول دستہ روانہ فرمایا اور پھر خود بھی طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مالک بن عوف کا قلعہ آیا آپ ﷺ نے اس قلعے کو منہدم کرا دیا۔ پھر قلعہ اطم آیا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا اب آپ ﷺ طائف میں خیمہ زن ہوئے تو کفار کو آمادۂ جنگ دیکھ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ طائف میں ایک مضبوط اور محفوظ

---

① طبری جلد:3 ص:1666.

Marfat.com

قلعہ تھا کفار نے حنین سے بھاگ کر یہاں پناہ لیتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کی مرمت کی، سال بھر کا سامانِ خورد ونوش محفوظ کیا اور قلعے کے چاروں طرف منجنیق اور دبابے متعین کر دیے۔ ①

محاصرہ بیس دن جاری رہا② دورانِ محاصرہ تیراندازی اور پتھر بازی شدت سے جاری رہی۔ ایک دفعہ تو قلعہ کے اندر سے اس قدر شدت سے تیراندازی ہوئی کہ گویا تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ اس سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے اور بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ جس کی وجہ سے محاصرہ کچھ پیچھے لانا پڑا۔ جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور لشکر اسلام پر تیروں اور آگ کی ہانڈیوں کی بارش زور پکڑ گئی تو آنحضور ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ ویلی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ان حالات میں کیا کیا جائے۔ تو انھوں نے کہا کہ لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو اسے پکڑا جا سکتا ہے مگر اسے چھوڑ دینا مناسب ہے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے محاصرہ اٹھانے کا حکم صادر فرمایا اور فرمایا ان شاء اللہ ہم واپس مدینہ جانے والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گذری۔ انھوں نے کہا کہ ہم طائف فتح کیے بغیر واپس جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا صبح لڑائی پر جاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم صبح لڑائی کے لیے گئے تو انھیں بہت زخم آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہم مدینہ میں لوٹ جائیں گے۔ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو پسند آئی۔ اس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ ③

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اہلِ طائف کے لیے بددعا کیجیے۔ مگر ہادی برحق، رسول رب العالمین، خیر البشر، شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا نہیں اور یہ دعا دی:

''اللّٰهم اهد ثقيفا وائت لهم''

ترجمہ: ''اے اللہ ثقیف کو ہدایت کر اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔'' ④

محاصرہ چھوڑ کر آپ ﷺ واپس مقام جعرانہ میں تشریف لائے اور مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔

مقام جعرانہ میں آپ ﷺ نے چند دن انتظار فرمایا۔ اس دوران قبیلہ ہوازن کا وفد حاضرِ خدمت ہوا اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دے کر قیدیوں اور مالِ غنیمت کی واپسی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز ظہر کے وقت تمام مسلمانوں کے سامنے درخواست کرنا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے بہت محبوب ہے تم دو چیزوں میں سے ایک چیز پسند کر لو یا تو قیدی لے لو یا مال لے لو۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا یعنی قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی تا کہ تم آ جاؤ۔ آنحضور ﷺ نے دس دن سے زیادہ انتظار کی تھی۔ ⑤ انہوں نے قیدیوں کا لینا پسند کیا ان قیدیوں کی، جن میں چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، بالغ اور نابالغ قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ ⑥

---

① طبقات ابن سعد جلد:2.

② مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق 40 دن اور فتح الباری کی جلد:8 کے مطابق پندرہ دن ہے مگر اہل سیر کا اتفاق ۲۰ دن پر ہے۔ ③ بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:1467 ④ طبقات ابن سعد.

⑤ بخاری شریف جلد:2 ص:687. ⑥ ابن کثیر تفسیر سورۃ توبہ.

Marfat.com

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے جس قدر قیدی میرے اور بنوعبدالمطلب کے حصے میں ہیں انہیں آزاد سمجھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ سنا تو فرط عقیدت و محبت سے بولے "ماکان لنا فھو لرسول اللہ" جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے یہ کہہ کر بنو ہوازن کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ آپ ﷺ نے ہر ایک کو ایک ایک قبطی چادر دے کر رخصت کیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

آنحضور ﷺ نے مال غنیمت کے پانچ حصے کیے۔ چار حصے فوج میں تقسیم کیے۔ ایک حصہ خمس، بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا۔ مکہ کے رؤسا میں سے کچھ نے اسلام قبول کر لیا اور کچھ ابھی تک متذبذب میں تھے۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کے الفاظ مؤلفۃ القلوب کے مطابق ان کو کئی گناہ زیادہ مالِ غنیمت میں حصہ دیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

① ابوسفیان رضی اللہ عنہ معہ اولاد .... ۳۰۰ اونٹ اور قریباً ۱۸ کلو چاندی

② حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ .... ۳۰۰ اونٹ

③ نضر بن حارث رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

④ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑤ قیس بن عدی رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑥ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑦ حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑧ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑨ عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

⑩ مالک بن عوف نصری رضی اللہ عنہ .... ۱۰۰ اونٹ

اس کے علاوہ تین غیر ملکی نو مسلم میں بھی انعامات تقسیم فرمائے۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پچاس پچاس اونٹ تقسیم فرمائے۔ عام تقسیم کی رو سے فوج کے حصہ میں جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں مگر کیونکہ سواروں کو تین گنا حصہ ملتا تھا اس لیے ہر سوار کے حصے میں ۱۲ اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں آئیں۔ ①

---

① طبقات ابن سعد بر روایت سیرۃ النبی ﷺ جلد1 سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ص:309۔ طبقات ابن سعد جلد 10 زرقانی علی المواہب جلد:3۔

Marfat.com

آنحضور ﷺ کی یہ تقسیم ایک حکیمانہ سیاست پر مبنی تھی۔ قرآنِ مجید میں مصارف زکوٰۃ کے باب میں مؤلفہ قلوب کے تحت حکم ہے کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں ان کا دل جوڑنے کے لیے انہیں مالی مدد دی جائے تاکہ وہ اسلام پر مضبوطی سے جم جائیں۔ دنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں جو کہ عقل کی بجائے پیٹ کے راستے سوچتے ہیں اور ان کا مقصد زیادہ سے زیادہ دنیاوی مال و دولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیاوی سامان کشش پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ دنیاوی دولت کے حصول کے لیے لپکتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ان کی اس خواہش کو توقعات سے زیادہ پورا کیا تاکہ وہ اپنے نئے عقیدہ یعنی اسلام سے نہ صرف مانوس ہوں بلکہ پُرجوش بن جائیں۔

ان نوازے گئے روسائے عرب میں اکثر آپ ﷺ کے رشتے دار یعنی قریش تھے اور بقیہ ہم وطن یعنی مکی۔ کچھ انصاری نوجوانوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رشتے داروں کو بے دریغ عطیات دیے ہیں اور ہمیں معمول سے زیادہ کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ہم زیادہ مستحق تھے۔ یہ خبر جب آنحضور ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے تمام انصار کو اکٹھا ہونے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ تمام انصار آپ ﷺ کے چرمی قبہ میں اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم نے ایسا کہا ہے؟ اس پر انصار نے کہا کہ آپ ﷺ نے جو سنا ہے صحیح ہے۔ مگر یہ بات ہمارے کسی سرکردہ فرد نے نہیں کہی بلکہ چند نوعمر نوجوانوں نے کہی ہے۔[1] اس پر آپ ﷺ نے فصاحت و بلاغت سے بھرپور دنیا کے لیے ایک عظیم الشان مثالی خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! (رضی اللہ عنہم) کیا یہ سچ نہیں کہ پہلے تم گمراہ تھے۔ خدا نے میری بدولت (میرے ذریعے) تم کو ہدایت دی، تم منتشر اور بھٹکے ہوئے تھے، اللہ نے میرے ذریعے تم میں اتفاق پیدا کیا، اور سیدھا راستہ دکھایا، تم مفلس اور نادار تھے، اللہ نے میری بدولت تم کو دولت مند اور غنی کر دیا۔ آپ ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تصدیق کرتے جاتے تھے۔[2] اب آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب دے سکتے ہو کہ جب ساری دنیا نے مجھے جھٹلایا تم ہی تھے جنہوں نے میری تصدیق کی اور جب سب نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا تو تم نے مجھے پناہ دی۔ تو اے گروہ انصار! (رضی اللہ عنہم) کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر گھروں کو جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو گھر لے جاؤ۔ اللہ کی قسم جو تم لے گئے اس سے بہتر ہے جو وہ لے کر جائیں گے۔[3] یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے اختیار رو پڑے اور اس شدت سے روئے کہ داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور بے اختیار پکار اٹھے ہمیں محمد ﷺ درکار ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ اگر ہجرت ایک تقدیری حکم نہ ہوتا تو میں انصار رضی اللہ عنہم کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ کسی

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:695۔ ② فتح الباری جلد:8۔ ③ بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:1472۔

Marfat.com

وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار رضی اللہ عنہم کی گھاٹی اور وادی میں چلوں گا۔[1] یہ الفاظ سن کر فرطِ مسرت سے انصار رضی اللہ عنہم کی جو حالت ہوئی الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ اب آنحضور ﷺ نے انھیں بتایا کہ یہ لوگ ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور کچھ ابھی ذہنی کشمکش کا شکار ہیں۔ اس لیے انھیں تالیف قلوب اور مذہب کے بارے میں پُر جوش بنانے کے لیے معمول سے ہٹ کر زیادہ دیا ہے ان کو حق دار کی حیثیت سے نہیں دیا گیا۔

مدینہ منورہ کو واپسی اور مکہ کا پہلا امیر

مالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر آنحضور ﷺ نے جعرانہ ہی سے احرام باندھا اور مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا پھر ایک بیس سالہ جوان حضرت عتاب بن اسد رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا والی مقرر فرمایا۔ اسلام میں یہ پہلے باقاعدہ امیر مقرر ہوئے اس کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو تعلیم قرآن اور احکامات دین کی تعلیم دینے کا فریضہ سونپا۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے لیے ایک درہم روزانہ کا وظیفہ مقرر فرمایا تاکہ وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف سفر کا آغاز کیا اور ۲۴ ذیقعد ۸ ھ کو مدینہ واپس پہنچ گئے۔

۸ ھ کے واقعات متفرقہ

① اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

② اسی سال آنحضور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ۱۸/۱۷ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اُم المؤمنین حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ جس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اس وقت سورج گرہن تھا۔ اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ سورج گرہن کسی عظیم انسان کی موت کی علامت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے باقاعدہ خطبہ دیا اور لوگوں کو بتایا کہ سورج، چاند اور ستارے مظاہر قدرت کی نشانیاں ہیں اور یہ حکم الٰہی سے اپنے اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں۔ کسی انسان کی موت وحیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز کسوف پڑھی۔[2]

③ اسی سال کا ایک اور واقعہ رئیس طائف حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے طائف کے محاصرے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ طائف میں موجود نہ تھے۔ وہ جب سفر سے واپس پہنچے تو انہیں حالات سے آگاہی ہوئی اس وقت آپ ﷺ مکہ سے مدینہ روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہ تیزی سے مدینہ کی طرف محوِ سفر ہوئے اور آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:697.

② سیرۃ النبی ﷺ از سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ جلد:1.

Marfat.com

بہ اسلام ہوئے اور عرض کی کہ مجھے اجازت عطا فرمائی جائے کہ میں واپس جا کر اپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ کروں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا قبیلہ جاہل، اجڈ اور متکبر ہے اور اس وقت تو وہ اور بھی زیادہ غرور میں ہے کہ مسلمان انہیں فتح نہیں کر سکے جبکہ انہوں نے ہمارے ہم پلہ قریش کا غرور خاک میں ملا دیا ہے وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس پر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بولے کہ میرے قبیلے کو مجھ سے بہت محبت ہے اور وہ میرا بڑا احترام کرتے ہیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ میری مخالفت نہیں کریں گے۔ آخر ان کے بار بار اصرار پر آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ واپس طائف گئے اور ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر اہلِ طائف کو اسلام کی دعوت دی۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور دور سے ہی ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے۔ وقتِ نزع آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان نے پوچھا کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے تو انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا فرمائی ہے لہٰذا میرے خون کا بدلہ نہ لیا جائے اور مجھے ان شہدا کے ساتھ دفن کیا جائے جو دورانِ محاصرہ شہید ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کی شہادت کا سن کر فرمایا۔ [1] کہ وہ اپنی قوم میں ایسا ہی تھا جیسا صاحب یٰسین اپنی قوم میں۔

④ اسی سال ہیجڑوں کے پاس بیٹھنے سے ممنوع قرار دیا گیا۔ حضرت زینب بنت اسلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک ہیجڑا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا اے عبداللہ! (رضی اللہ عنہ) (اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) اگر اللہ تمہیں طائف کی فتح دے تو تم پر غیلان بن سلمہ بن محقب کی بیٹی (بادیہ یا بادنہ) کو لازمی پکڑو۔ کیونکہ وہ آتی ہے تو اس کے آگے چار سلوٹ پڑتے ہیں اور جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو وہ آٹھ سلوٹ نظر آتے ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ لوگ (ہیجڑے) تمہارے پاس نہیں آنے چاہئیں۔ [2]

⑤ ۸ھ ہی میں نبی کریم ﷺ کے لیے لکڑی کا منبر تیار کیا گیا۔

⑥ اسی سال آنحضور ﷺ نے حاکمِ بحرین منذر بن ساوی کو دعوت اسلام دی۔ وہ آپ ﷺ کا خط ملتے ہی مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے کا اختیار دیا۔

⑦ اسی سال حضرت عتاب رضی اللہ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلامی امیر ہو کر حج ادا کیا۔

⑧ اسی سال مسلمانوں اور مشرکین نے اپنے اپنے طریقے سے حج ادا کیا۔ نہ مشرکوں نے مسلمانوں اور نہ مسلمانوں نے مشرکوں سے کوئی تعرض کیا۔ اس میل جول سے کفار مسلمانوں کے اعمال حسنہ سے متاثر ہوئے اور وہ مسلمانوں کی اخلاقی اقدار کی ستائش کرنے لگے۔

---

① تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی جلد:2 ص:219۔ ② بخاری شریف جلد:2 ص:691۔

Marfat.com

۹ ہجری

آنحضور ﷺ فتح مکہ اور فتح حنین کی کامیابی سے ہمکنار ہو کر مدینے میں طویل عرصہ مقیم رہے۔ آپ ﷺ اب دنیوی اعتبار سے شہنشاہ عرب تھے مگر آپ ﷺ کی حیات مبارکہ زاہدانہ تھی بے شمار مال ودولت آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر تھا مگر آپ ﷺ کی سادگی اور دنیاوی مال ودولت سے بے اعتنائی کا یہ عالم تھا کہ کپڑے صاف ستھرے مگر پیوند لگے ہوئے۔ سونے کے لیے بان کی چارپائی جس پر بستر نہیں اور اکثر اس کی رسیوں کے نشان جسم اطہر پر پڑ جاتے تھے۔ سونے کے لیے تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آئے دن فاقے، کبھی دو وقت سیر کو کھانا نہیں کھایا، تمام مال ودولت غربا و مساکین میں تقسیم ہو رہا ہے۔

ملک عرب کے کونے کونے سے مختلف قوموں اور قبائل سے نمائندے آ آ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ۹ھ میں اس قدر وفود آئے کہ اس سال کا نام عام الوفود کا سال مشہور ہو گیا اب نبی کریم ﷺ مستقبل کی عظیم الشان اسلامی ریاست کو منظم فرما رہے ہیں اور ۹ھ کا ہلال محرم طلوع ہوتے ہی اس نئی اسلامی ریاست کی معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے آپ ﷺ نے مختلف قبائل اور قوموں کی طرف زکوٰۃ اور جزیہ کی وصولی کے لیے عمال روانہ فرمائے۔ جن کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

① حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ .... بنوفزارہ

② حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ .... بنوکلاب

③ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ .... شہر صنعاء

④ حضرت عدی بن حاتم طے رضی اللہ عنہ .... طے اور بنواسد

⑤ حضرت عینیہ بن حصین رضی اللہ عنہ .... بنوتمیم

⑥ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن نویرہ .... بنوحنظلہ

⑦ حضرت یزید بن الحصین .... بنواسلم اور غفار

⑧ حضرت زرقان بن بدر رضی اللہ عنہ .... بنوسعد کی ایک شاخ کی طرف

⑨ حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ .... سلیم اور خزینہ

⑩ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ .... بنوسعد کی دوسری شاخ

⑪ حضرت رافع بن مکیت رضی اللہ عنہ .... جہینہ

⑫ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ .... علاقہ نجران

Marfat.com

⑬ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سفیان.............................بنو کعب

⑭ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ.............................حضر موت

⑮ حضرت علاء رضی اللہ عنہ بن.............................الحضرمی، بحرین

⑯ ابن اللبتنہ ازدی.............................بنو ذبیان

آنحضور ﷺ نے ان عمال کو ایک ہی دن روانہ نہیں فرمایا۔ بلکہ وقفے وقفے سے روانہ فرمائے۔ ان عمال میں سے کچھ کو دشواریاں بھی پیش آئیں۔ کئی قبائل نے ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ جن کی گوشمالی کرنا پڑی۔ بنو تمیم کا انکار، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ طے پر حملہ اور ان کی گوشمالی کرنا پڑی۔ الغرض زکوٰۃ کی وصولی میں بعض عامل شہید بھی ہوئے مگر آخر کار وصولی زکوٰۃ و جزیہ کا انتظام اور ریاستی نظام نہایت ہی مستحکم بنیادوں پر بہ خوبی قائم ہو گیا۔

اس سن ہجری میں رسالت مآب ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے ایک پیشین گوئی فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ عدی! (رضی اللہ عنہ) کیا تم نے ''حیرہ'' دیکھا ہے اگر نہیں دیکھا تو اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے۔ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے اکیلی حج کے لیے آئے گی اور اسے سوائے خدا کے کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نشین اکیلی عورت حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ ①

واقعہ ایلاء

آنحضور ﷺ کی زندگی مبارک نہایت ہی سادہ اور زاہدانہ تھی۔ دنیا بھر کے خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں پڑے تھے مگر آپ ﷺ کو ان خزانوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ ﷺ اس دنیوی مال ودولت سے بیگانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ کئی کئی ہفتے بلکہ دو دو مہینے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اس جنسِ لطیف میں شامل تھیں۔ جن کو عموماً زیب و زینت اور ناز و نعمت میں دلچسپی ہوتی ہے۔ اگرچہ صحبتِ نبی کریم ﷺ میں رہ کر وہ ان چیزوں سے رغبت نہ رکھتی تھیں مگر بشریت مکمل طور پر معدوم نہیں ہو سکتی۔ وہ رضی اللہ عنہن دیکھتی تھیں کہ دن بدن اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مالِ غنیمت میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اور اگر اس کا ادنیٰ حصہ بھی انہیں ملے تو ان کے آرام و راحت کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

---

①بخاری شریف بحوالہ الرحیق المختوم ص:598.

Marfat.com

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں بڑے بڑے گھرانوں کی خواتین بھی تھیں۔ مثلاً حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا، رئیسِ قریش کی بیٹی تھیں، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے رئیسِ اعظم کی بیٹی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ چنانچہ بشری صفات کی وجہ سے ان میں ایک دوسرے سے منافیت بھی تھی اور حریف کے مقابلے میں اپنے رتبے اور شان کا خیال بھی تھا۔ اگرچہ آنحضور ﷺ کو ان سے اور انہیں آنحضور ﷺ سے بے پناہ محبت تھی مگر بشری فطرت اپنی جگہ تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں شہد پیش کیا۔ آپ ﷺ کو شہد بہت پسند تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو ان رضی اللہ عنہا کے ہاں سے معمول کے مقررہ وقت سے دیر ہوگئی۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب آنحضور ﷺ میرے یا تمھارے پاس آئیں تو کہنا کہ آپ ﷺ کے منہ سے معافیر (ایک شہد کی قسم) کی بو آتی ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ میں شہد نہ کھاؤں گا اس پر قرآن پاک کی آیات کی ذریعے ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ

ترجمہ: ”اے پیغمبر اپنی بیویوں کی خوشیوں کے لیے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو۔“①

دوسری روایت ہے کہ آنحضور ﷺ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس تشریف لے گئی تھیں۔ آپ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں آنحضور ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سرفرازِ خدمت کیا۔ یہ بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گذری۔ آنحضور ﷺ نے اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کیا۔② اور میں تمھیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امورِ اُمت کے مالک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے (صغیہ راز) وہ خوش ہوگئیں۔ اور نہایت خوشی میں یہ گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنا دی۔③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک راز ظاہر کر دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ

---

① پارہ 28 سورۃ التحریم آیت نمبر 1۔
② خزائن العرفان علی کنز الایمان تفسیر سورۃ تحریم۔ بخاری شریف جلد 2 ص 1044۔
③ حافظ ابن حجر شرح بخاری شریف تفسیر سورۃ تحریم:

Marfat.com

نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝

ترجمہ: ''اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے اسے نبی ﷺ پر ظاہر کر دیا اور نبی ﷺ نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی ﷺ نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور ﷺ کو کس نے بتایا۔ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔ نبی ﷺ کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمھارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انہیں اس سے بہتر بیبیاں بدل دے۔ (اطاعت والیاں) ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ والیاں، بندگی والیاں، روزہ دار بیبیاں اور کنواریاں۔''①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جن معاملات میں ایکا کیا وہ خاص تھے۔ مگر نان ونفقہ کے معاملے میں تمام ازواج مطہرات متحد تھیں۔ یہ شکر رنجیاں جب زیادہ بڑھ گئیں تو آنحضور ﷺ بڑے کبیدہ خاطر ہوئے اور عہد فرمایا کہ ایک مہینہ ازواجِ مطہرات سے نہ ملیں گے۔ اتفاق سے آپ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ ﷺ ② پنڈلی مبارک پر زخم آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک بالا خانے میں تنہائی اختیار فرمائی۔ کچھ سیرت نگاروں کے مطابق یہ بالا خانہ مدینہ سے باہر تھا۔ کچھ کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر مسجدِ نبوی ﷺ سے متصل تھا۔ اور کچھ کے نزدیک یہ بالا خانہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک انصاری رضی اللہ عنہ ہمسائے نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر دروازہ کھول کر پوچھا خیریت ہے۔ کیا غسانی مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو گئے ہیں؟ تو اس نے کہا نہیں، اس سے بھی بڑھ کر ہوا ہے۔ آنحضور ﷺ نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب صبح مدینے آیا نماز فجر آنحضور ﷺ کے ساتھ ادا کی اس کے بعد آنحضور ﷺ بالا خانے پر تشریف لے گئے۔ (سیرۃ نگاروں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ آنحضور ﷺ کی تنہائی کے پہلے دن ہے

---

① پارہ نمبر:28 سورۃ التحریم آیت:3-5۔

② ابن حجر فتح الباری جلد 9 ص 251 کے مطابق وہ چارپائی چٹائی سے بنی ہوئی تھی۔

Marfat.com

اور بعض کے نزدیک انتیسویں روز کا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ دیکھا تو وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے فجر سے پہلے ہی کہا تھا (اس سے پہلے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رسالت مآب ﷺ کے ساتھ روٹھنے پر کہہ چکے تھے۔ کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول ﷺ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے) بیٹی کے پاس سے اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں آئے تو دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منبر کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ وہ ان کے پاس بیٹھ گئے مگر سکون نہ تھا، دل مضطرب تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بے تاب ہو کر بالا خانے کے نیچے پہنچے اور آنحضور ﷺ کے دربان حضرت رباح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے لیے آنحضور ﷺ سے اذنِ باریابی مانگ لو۔ وہ گئے تو انہیں آپ ﷺ سے کوئی جواب نہ ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے مگر پھر بے تاب ہو کر حضرت رباح رضی اللہ عنہ سے اذنِ باریابی کے لیے کہا دوبارہ بھی جواب نہ ملا۔ تو حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا کہ میرے لیے اذن مانگ۔ شاید آنحضور ﷺ کو یہ خیال ہو کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ حکم دیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن اڑا دوں۔ آنحضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالا خانے میں تشریف لے گئے دیکھا تو آپ ﷺ کھردری [1] چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی رسیوں کے نشان جسم اطہر پر پڑ گئے ہیں۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہیں دوسرے کونے میں کسی جانور کی کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے اس سے بڑھ کر رونے کا اس سے بڑا موقع کیا ہو گا کہ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ پیغمبر ﷺ ہو کر یہ حالت ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا پھر عرض کی کہ مسجد میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغموم بیٹھے ہیں اگر اجازت ہو تو جا کر خبر کر دوں کہ واقعہ غلط ہے۔ چونکہ ایلاء کی مدت ایک ماہ پوری ہو چکی تھی آپ ﷺ بالا خانے سے اترے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی اور ساتھ ہی ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ سید سلیمان ندوی جلد:1 ص:313.

Marfat.com

ترجمہ: ”اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کی زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تمہیں رخصتی (مال)[1] جوڑے دے کر بہ طریق احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا، خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“[2]

اس آیت مبارکہ کی رُو سے آنحضور ﷺ کو حکم دے دیا گیا کہ اپنی ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دنیا اور آخرت میں سے ایک زندگی پسند کر لو۔ چنانچہ آنحضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں رضی اللہ عنہن کو مطلع فرمایا۔ تو تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو لیتی ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات سے ایک عام آدمی دھوکہ کھا سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہمیشہ ناگواری کی زندگی بسر کرتے رہے۔ جو کہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ مدینہ منورہ میں قریباً ۴۰۰ منافقین موجود تھے جو ہر وقت کسی نہ کسی موقعہ کی تاک میں رہتے کہ کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بددلی اور آنحضور ﷺ کی دل آزاری اور گھریلو زندگی کو تلخ بنایا جائے۔ اور آنحضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ رضی اللہ عنہم میں پھوٹ ڈالی جائے۔

ابنِ حجر نے تحریر فرمایا ہے ”وکانت بین ازواج النبی ﷺ“ وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو باہم بھڑکایا کرتے تھے۔ آج کے معاشرے کی طرح اس وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر طرح کی فہم و فراست، علم و دانش میں یکسانیت نہ تھی۔ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کے سچے اور جانثار ساتھی تھے وہ آپ ﷺ کے ایک ایک لفظ پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتے ہوئے لبیک کہتے تھے۔ مگر سمجھ بوجھ میں تو بشری تقاضوں کے مطابق قدرتی طور پر فرق تھا اور منافقین کا پروپیگنڈا بہت تیز تھا اور اس سے قدرے متاثر ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ جیسا کہ واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی متاثر ہو گئے تھے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی نازل نہ ہوتی تو ایک عظیم فتنہ برپا ہو جاتا۔ اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایکا کو بھڑکا کر منافقین نے ان کے والدین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی سازش کا شکار کرنے کی ناکام کوشش کی ہو گی۔ مگر ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق اللہ اپنے نبی ﷺ کی مدد و اعانت کے لیے موجود ہے اور اللہ کے ساتھ اس کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ بھی۔ چنانچہ منافقین کی شرارتوں سے نبی کریم ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند ہفتوں کی پریشانیاں ضرور پیش آئیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان سازشوں پر قابو پا لیا گیا۔

---

[1] مال سے مراد ہے کہ اگر طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے۔ کنز الایمان تفسیر سورۃ احزاب تعالیٰ عنہ میں پھوٹ ڈالی جائے۔ [2] پارہ: 21 سورۃ احزاب آیت نمبر: 28-29.

Marfat.com

دوسرا واقعہ منافقین کا مسجد ضرار تعمیر کرنا۔ اس مسجد کی تعمیر کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اندازی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف بغض وعناد اور اسلام کے خلاف سازشوں کے لیے ایک مرکز قائم کرنا تھا۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر کا مقصد یہ بتایا گیا کہ مسجد نبوی ﷺ سے دور ہونے کی وجہ سے وہ آسانی سے ادائیگیِ نماز کے لیے حاضر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جب مسجد تیار ہوگئی تو اپنی فریب کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے آنحضور ﷺ سے گذارش کی کہ آپ ﷺ اس مسجد میں نماز پڑھائیں۔ مگر آنحضور ﷺ نے جنگِ تبوک کی تیاریوں کی وجہ سے اس مسجد میں نماز کی ادائیگی مؤخر فرما دی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگِ تبوک میں ان منافقین کا پردہ چاک کر دیا۔ چنانچہ جنگِ تبوک سے واپسی پر آنحضور ﷺ نے اس مسجد کو مسمار کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔

غزوۂ تبوک

فتح مکہ حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس معرکے کے بعد اہلِ عرب کے نزدیک تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہا اور حالات کی رفتار یکسر بدل گئی۔ مختلف قبائل، مختلف ممالک اور مختلف گروہ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ نیز جنگِ موتہ نے عربوں اور اردگرد کی حکومتوں پر گہرے اثرات مرتب کیے اور خصوصی طور پر رومیوں کے زیرِ تسلط علاقوں میں رومیوں سے آزادی اور مسلمانوں سے دوستی کے جذبات ابھرے۔ قیصرِ روم ان جذبات سے بخوبی آگاہ تھا اور وہ ان جذبات کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ضرورت محسوس کی کہ ان جذبات کی آگ کو عملی جامہ پہنچنے سے پہلے ہی سرد کر دیا جائے۔ اس کے لیے اس نے رومیوں اور اپنے ماتحت عربوں پر مشتمل فوج کو ایک فیصلہ کن معرکے کی تیاری کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی مدینہ کے منافقین اور یہود کے ساتھ خط وکتابت شروع کر دی۔

مدینہ منورہ میں قیصر روم کی ان جنگی تیاریوں کی اطلاعات تواتر سے پہنچ رہی تھیں۔ شام کے روغن زیتون کے تاجروں نے بھی معلومات فراہم کیں کہ رومیوں نے شام میں ایک لشکر گراں تیار کر کے انھیں سال بھر کی تنخواہیں بھی ادا کر دیں ہیں۔ [1] یہ تمام خبریں قوی تھیں۔ مسلمان پریشان تھے انھیں ہر وقت زبردست کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کب رومیوں کا ریلہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو جائے۔

آنحضور ﷺ کو صورتحال کا بخوبی اندازہ تھا۔ اور آپ ﷺ بغور حالات وتغیرات کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کو رومیوں کی کثیر افواج اور دیگر سامانِ حرب کی فراوانی سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی قلیل تعداد اور سامان حرب میں کمی کے علاوہ مادی وسائل کی کمی سے بھی

---

[1] مواھب اللدنیہ از زرقانی: 1 جلد: 3۔

Marfat.com

آگاہ تھے۔ گذشتہ سال خشک سالی رہی مگر اس سال فصل تیار اور پیداوار اچھی ہونے کی توقع تھی۔ فصل کٹنے کا موسم بالکل قریب تھا اور انھیں تیار فصلوں کو چھوڑ کر جانا کسی قدر گراں محسوس ہوتا تھا مگر اس کے ساتھ آنحضور ﷺ یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ اگر رومیوں کو روکا نہ گیا تو رومیوں کا یہ سیلاب مدینہ منورہ تک پہنچ سکتا ہے۔

یہود اور منافقینِ مدینہ نے ہرقل کو خطوط لکھے کہ مسلمان بھوک اور قحط کا شکار ہیں۔ کیونکہ پچھلے سال خشک سالی تھی اور اس سال فصل تیار ہے۔ چنانچہ مسلمان اسے کاٹنے اور شدت کی گرمی کی وجہ سے جنگ پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور طبرانی کی ایک روایت کے مطابق یہ بھی لکھ بھیجا کہ (نعوذ باللہ) آنحضور ﷺ انتقال فرما چکے ہیں۔ چنانچہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا یہ ایک سنہری موقع ہے۔

آنحضور ﷺ کا قطعی فیصلہ

آنحضور ﷺ تمام حالات، دشمن کی جنگی تیاریوں، مسلمانوں کی مالی حالت، موسم کی شدت، سامان حرب و مالی وسائل کی کمی، یہود اور منافقین کے سازشی کردار سے آگاہ تھے۔ اور آپ ﷺ نے تمام زمینی حقائق کے باوجود فیصلہ کن لہجے میں مسلمانوں کو جنگی تیاری کا حکم دیا۔ اور دیگر قبائل کو بھی جنگ میں شرکت کی دعوت دی اور مسلمانوں اور تمام حلیف قبائل سے فوج اور مالی معاونت بھی طلب فرمائی۔ اور اس تنگی اور موسمی شدت یعنی شدید گرمی پڑ رہی تھی، دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے۔ ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ [1] تاکہ دشمن کو مدینہ کی طرف پیش قدمی کی مہلت دیے بغیر خود ان کے علاقے میں گھس کر فیصلہ کن جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے کی جنگوں میں آنحضور ﷺ کا دستور تھا کہ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو مطلوبہ مقام کی بجائے کسی اور جانب روانہ ہوتے۔ مگر اس مرتبہ آپ ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ رومیوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ہے تاکہ مسلمان ایک بہت بڑے جنگی معرکے کے لیے ذہنی اور جسمانی طور پر تیار ہو جائیں۔

منافقین کا پردہ چاک

منافقینِ مدینہ جو بظاہر مسلمان تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ تبوک میں ان کے باطن کو ظاہر فرما دیا۔ چنانچہ وہ نہ صرف خود جنگ سے باز رہے بلکہ عام مسلمانوں کو بھی جنگ سے روکنا شروع کر دیا۔ [2] چنانچہ وہ سوعیم نامی یہودی کے ہاں روزانہ مجلس منعقد کرتے۔ مسجدِ ضرار میں بارہ منافقین منصوبے

---

[1] ابنِ کثیر تفسیر سورۃ توبہ:352.

[1] ابنِ ہشام.

Marfat.com

بناتے اور مسلمانوں سے کہتے تمھاری فصلیں پک چکی ہیں۔ پچھلے سال کی قحط سالی کی وجہ سے بھوک سے فاقے ہیں۔ اس کے علاوہ گرمی کی شدت ہے اور سفر طویل ہے اور کہتے "لا تنفروا فی الحر" گرمی میں نہ نکلو۔ ① مگر شمع رسالت ﷺ کے پروانوں پر ان کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ دیوانہ وار لبیک لبیک کہتے ہوئے آنحضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو کر جنگی تیاریوں میں لگ گئے۔

جنگی تیاریاں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایثار

جب آنحضور ﷺ نے وسائل کی کمی کی بنا پر مالی معاونت کا اعلان فرمایا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور صدقات و خیرات میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کے ساز و سامان اور مال و اسباب کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ گھر والوں کے لیے چھوڑا اور ایک حصہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام مال و دولت اپنے پیارے محبوب ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے پوچھا صدیق (رضی اللہ عنہ) گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو کہ نہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت سادگی اور خوشی سے جواب دیا کہ ہاں گھر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے معہ کجاوے اور انتیس کلو چاندی بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا۔ اس کے بعد ایک سو اونٹ معہ کجاوے کے پیش کیے۔ پھر بھی جی نہ بھرا دوبارہ گھر گئے ایک ہزار دینار، پانچ کلو سونے کے سکے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیے۔ مگر اب بھی اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کے پیارے محبوب کا جی نہ بھرا تو متواتر گھر جاتے رہے اور سامان لاتے رہے حتیٰ کہ نقدی کے علاوہ مجموعی طور پر نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے پیش کیے۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دل کھول کر اپنی استطاعت سے زیادہ چندہ دیا۔ غریب اور محنت کش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر مالی معاونت کی۔ بہت ہی غریب مسلمان جو نہ تو گھر میں کچھ سامان رکھتے تھے اور نہ ہی سفر کا سامان رکھتے تھے وہ اپنے پیارے محبوب ﷺ کی خدمت میں دیوانہ وار حاضر ہوئے کوئی سامان نہ رکھنے کی وجہ سے اس شدت سے روئے کہ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ آنحضور ﷺ کو ان رضی اللہ عنہم پر بہت رحم آیا مگر ان کے لیے جنگ میں شرکت کا کوئی سامان نہ ہو سکا ان رضی اللہ عنہم کی گریہ و زاری اللہ کو بھی پسند آئی چنانچہ قرآن مجید میں بھی ان کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ.

---

② سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ: جلد:1 ص: 318.

Marfat.com

ترجمہ: ''اور نہ ان لوگوں پر کچھ اعتراض ہے کہ جب تمھارے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجیے اور آپ ﷺ نے کہا میرے پاس سواری کہاں جس پر تم کو سوار کرسکوں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچہ نہیں ہے۔''①

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انتیس کلو چاندی پیش کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی بہت مال و دولت لے کر آئے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ساڑھے تیرہ ہزار کلو کھجور لائے عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے ہار، پازیب، بالیاں اور انگوٹھیاں تک پیش کیں البتہ منافقین نے کسی طور پر اس مہم میں حصہ نہ لیا اور مالی معاونت کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے رہے۔

امیر مدینہ کا تقرر

آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جب بھی مدینہ سے باہر کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا امیر مقرر فرمایا۔② ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا مگر بخاری شریف کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔③ اس غزوے میں دوسرے غزوں کی نسبت ایک یہ تبدیلی بھی آئی اس میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ساتھ نہ تھیں اور ان کی حفاظت کے لیے کسی عزیز خاص کا رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ یہ منصب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔ اس منصب پر منافقین نے طعنہ زنی کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے ہی رہ گئے ہیں لشکرِ اسلام مدینہ منورہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ منافقین کے طعنوں سے گھبرا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے کوس بھر فاصلے پر مقام الجرف میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ منافقین میرے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ میں (ﷺ) نے اپنے گھر بار کی حفاظت کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو چھوڑا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں کہ مجھ سے آپ رضی اللہ عنہ کی وہی نسبت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔④

لشکرِ اسلام کی تبوک روانگی

آنحضور ﷺ ماہ رجب ۹ ھ بروز جمعرات تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اگرچہ مسلمانوں نے اس لشکر کے سامان کی فراہمی کے لیے بڑی تگ ودو کی تھی۔ مگر پھر بھی اتنے بڑے لشکر کو

---

①سورہ توبہ، آیت:91.
② الرحیق المختوم ص:584.
③بخاری شریف جلد:2 ص:733.
④بخاری شریف جلد:2 ص:733.

Marfat.com

سامانِ حرب، خورد ونوش اور سواری کے لیے جانور مہیا کرنا آسان بات نہ تھی۔ اس جنگ میں آنحضور ﷺ کے حکم سے تمام مجاہدین نے جوتے بنوا لیے تھے مگر سواری اور خورد ونوش کے سامان کی نہایت کمی تھی۔ چنانچہ اٹھارہ اٹھارہ مجاہدین کی سواری کے لیے ایک ایک اونٹ تھا۔ جس پر یہ شمع رسالت کے پروانے باری باری سوار ہوتے تھے۔ قافلۂ حق کے سالارِ اعظم ﷺ کے یہ رفقاء اسلام کا وہ گلِ سرسبد تھے۔ جن کی خوشبو سے آج تک یہ گلشن مہک رہا ہے۔ ان کے جذبہ ایمانی اور ایثار وقربانی کی بصیرت فروز اور لازوال داستانیں ہمارے خاکستر میں دبی ایمان کی چنگاری کو بھڑکتے شعلوں میں بدلتی ہیں اور دل میں چھپے ایمانی جذبات کو صقیل کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے اتنے نمونے بنا دیے ہیں جتنے زندگی کے گوشے اور اللہ تک پہنچنے کے راستے ہو سکتے ہیں۔ تاکہ اپنے ذوق کے مطابق ہر امتی ان مختلف الجہات، مشربوں اور رخون سے اسلام کا آبِ حیات پیتا رہے اور اپنی روح کو سیراب کرتا رہے۔ اخلاقِ نبی کریم ﷺ کے حامل نبی کریم ﷺ کے یہ سچے عاشق، معرفت کے مینار، حکمت ودانائی کے سرچشمے، علم وعرفان کے سمندر اور اخلاص کے پیکر، یہ مقدس ارواح ہمارے لیے روشنی کے مینار ہیں۔ ایسے مینار جسے دیکھ کر بھٹکے مسافر راہ پا سکتے ہیں اور عظمتوں کے گمشدہ قافلے ظہور میں آ سکتے ہیں۔

شمع رسالت ﷺ کے یہ پروانے محوِ سفر ہیں۔ مگر اکثر اوقات کھانے کے لیے پتوں پر گزارہ کر رہے ہیں۔ جس سے ان کے ہونٹوں پر ورم آ گئے ہیں۔ چنانچہ مجبوراً اونٹوں کو ذبح کرنا پڑا جس سے خوراک حاصل تو ہوئی مگر سفر کے لیے جانوروں کی مزید کمی ہو گئی۔ ایسے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: ’’یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا نبی ﷺ پر مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم پر مشکل گھڑی میں نبی ﷺ کی پیروی میں لگے رہے اس کے بعد قریب تھا کہ ان کی ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر اللہ ان پر مہربان ہو گیا بے شک وہ ان پر شفقت مہربانی کرنے والا ہے۔‘‘①

تپتے صحرا، شدت کی پیاس اور مجاہدین سرگرمِ سفر

مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگِ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس جنگ میں جانے کے وقت سال بھی قحط کا تھا، گرمیوں کا موسم تھا، کھانے پینے کی کمی تھی، راستوں میں پانی نہ تھا، شام

---

① پارہ:11 سورۃ توبہ آیت:117.

Marfat.com

کے ملک کا دُور دراز سفر تھا، سامان رسد میں اتنی کمی تھی کہ دو دو صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک کھجور بٹتی تھی۔ پھر تو یہ ہو گیا کہ ایک کھجور ایک جماعت کو ملتی یہ چوس کر اُسے دیتا وہ اور کو، ایک ایک چوس کر پانی پی لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ان پر لازم کر دی اور انھیں واپس لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس سختی کا سوال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سخت گرمیوں کے زمانے میں ہم نکلنے کو تھے۔ ایک منزل میں تو پیاس کے مارے ہماری گردنیں ٹوٹنے لگیں یہاں تک کے لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کی اوجڑی نچوڑ کر اس پانی کو پیتے اور پھر اپنے کلیجے سے لگا لیتے۔

ایسے وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرمایا ہے۔ اب بھی دعا فرمائیں کہ اللہ قبول فرمائے۔

رحمت اللعالمین ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور برسنے لگا اور خوب برسا۔ جس کے پاس جتنے برتن تھے سب بھر لیے۔ پھر بارش رک گئی اب جو ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے لشکر کے باہر ایک قطرہ بھی بارش کا نہیں برسا۔ پس جنہوں نے اس جہاد میں روپے پیسے سے، سواری سے، خوراک سے، سامانِ رسد اور ہتھیار سے، پانی وغیرہ سے غرض کسی طرح سے بھی مومنوں کی مدد کی تھی۔ ان کی فضیلت، برتری بیان ہو رہی ہے یہی وہ وقت تھا کہ بعض کے دل بھر جانے کے قریب ہوئے تھے مشقت، شدت اور بھوک پیاس نے دلوں کو ہلا دیا تھا۔ مسلمان بددل اور پریشان ہو چکے تھے۔ لیکن رب عز وجل نے انہیں سنبھال لیا اور اپنی طرف جھکا لیا اور ثابت قدمی عطا فرما کر خود بھی ان پر مہربان ہو گیا۔ [1]

دورانِ سفر مجاہدینِ اسلام کا لشکر اپنے پیارے آقا ﷺ کی معیت میں مقامِ حجر سے گزرا۔ یہ قوم عاد وثمود کا علاقہ تھا۔ جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ یہاں ایک رات قیام کرنا پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی شخص تنہا لشکر گاہ سے باہر نہ نکلے۔ جب آپ ﷺ اس وادی سے نکلنے لگے تو حکم فرمایا کہ تم یہاں کا پانی نہ پینا اور نہ ہی اس پانی سے وضو کرنا۔ اگر آٹا گوندھ رکھا ہے تو اسے خود نہ کھانا بلکہ جانوروں کو کھلا دینا اور اگر پانی پینا ہے تو اس کنویں سے لینا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ جس کی آپ ﷺ نے باقاعدہ نشاندہی فرمائی۔ چنانچہ جب آنحضور ﷺ اس تباہ شدہ کھنڈرات کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے چادر سے منہ کو چھپا لیا اور سواری کو ایڑھ لگا کر تیز کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ظالموں اور گنہگاروں کی بستی میں جاؤ تو تیزی سے دوڑتے ہوئے استغفار پڑھتے ہوئے گزرو مبادا کہ جو عذاب ان پر نازل ہوا تھا وہ ہم پر نہ آن پڑے۔ [2]

---

[1] ابن کثیر تفسیر سورۃ توبہ ص:404.

[2] بخاری شریف جلد:2 ص:742.

Marfat.com

اب آنحضور ﷺ تبوک کی راہ پر چل پڑے راستے میں مجاہدین نے پانی کی قلت کا ذکر کیا آپ ﷺ نے دعا فرمائی جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان سے بادل بھیج دیے اور بارش ہوگئی۔ مجاہدینِ اسلام نے اپنی اور سواریوں کی پیاس بجھائی اور جس قدر پانی ساتھ لے سکتے تھے لے لیا۔ اب آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کل ہم ان شاء اللہ چاشت کے وقت تبوک کے چشمے پر پہنچ جائیں گے۔ مگر خبردار جو بھی چشمے پر پہلے پہنچے وہ چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ میں نہ پہنچ جاؤں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ چشمے پر پہنچے تو چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ تھوڑا تھوڑا پانی نکالا اور جب کچھ پانی جمع ہوگیا تو آپ ﷺ نے اس سے ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور باقی جو پانی بچا اسے چشمے میں انڈیل دیا۔

چند ہی لمحات کے بعد چشمے سے خوب پانی جاری ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب جی بھر کر پانی پیا آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے معاذ! (رضی اللہ عنہ) اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم اس جگہ کو باغات سے ہرا بھرا دیکھو گے۔ [1]

اب آنحضور ﷺ تبوک پہنچے تو معلوم ہوا جو خبریں آپ ﷺ کو موصول ہوئیں وہ صحیح نہ تھیں۔ مگر مکمل طور پر غلط بھی نہ تھیں۔ کیونکہ غسانی رئیس عربوں میں ریشہ دوانیوں میں مصروفِ کار تھے اور ہرقل کو قیصرِ روم کی طرف سے مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے کے احکامات موصول ہو چکے تھے۔ مگر ہرقل آپ ﷺ کو پیغمبر ﷺ برحق سمجھتا تھا۔ جب اس نے آپ ﷺ کے آنے کی خبر سنی تو ڈر کر پیچھے ہٹ جانے میں ہی بہتری سمجھی۔ جب آپ ﷺ تبوک میں اُتر کر خیمہ زن ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار تھے۔ یہاں آپ ﷺ نے اہلِ لشکر کو مخاطب کر کے خطبہ دیا اور اہلِ لشکر کو دُنیا اور آخرت کی بھلائی کی رغبت دلائی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور انہیں اللہ کے احکامات کی خوشخبری دی جس سے فوج کا حوصلہ بلند ہوگیا۔ دوسری طرف عیسائی لشکر مجاہدینِ اسلام کی آمد کی خبر سن کر خوفزدہ ہوگیا اور وہ ادھر ادھر بکھر گئے۔

آنحضور ﷺ نے یہاں بیس روز قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کے اس قیام سے نہ صرف رومیوں کو نئی مملکت اسلامیہ کی قوت کا اندازہ ہوا بلکہ آس پاس کے قبائل پر بھی خاطر خواہ اثر پڑا انہوں نے دیکھا کہ اسلام تیزی سے پھیل کر ایک ایسی قوت بن چکا ہے جو کہ سلطنتِ روم جیسی عظیم قوت سے ٹکر لینے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ یہاں رہنے کی وجہ سے قبائل کا مسلمانوں سے میل ملاپ ہوا تو وہ ان کے اخلاق و کردار سے بہت متاثر ہوئے اسلام پھیلنے کی رفتار مزید تیز ہوگئی۔ اور وہ قبائل جو سلطنت روما سے تنگ آ چکے تھے انہیں اپنی بقا اور بچاؤ کے لیے ایک سائبان میسر ہوا تو ایلیہ کا حاکم یوحنا بن روبہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کا نام یوحنا تھا بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آ

---

[1] مسلم شریف جلد:2 ص:246.

Marfat.com

گیا اور ایک سفید خچر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آنحضور ﷺ نے اسے معہ باشندگان ایلہ کو خشکی اور تیزی میں پروانہ امن عطا فرمایا اور اسے ردائے مبارک عطا فرمائی۔① حربا اور ذرخ کے عیسائی روسا بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آ گئے۔

دومتہ الجندل کے عربی سردار اکیدر کی طرف آنحضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ۴۲۰ مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے ملے گا۔ چنانچہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دستہ قلعے کے اتنا قریب ہوا کہ قلعہ آسانی سے نظر آتا تھا۔ وہاں اکیدر کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ رات کا وقت اور گرمی کا موسم تھا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اس وقت اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ محل کی چھت پر آرام کر رہا تھا کہ ایک نیل گائے نے آ کر محل کے دروازے کو سینگوں سے کھرچنا شروع کر دیا۔س کے کھرچنے کی آواز اکیدر کی بیوی نے سن لی اس نے اکیدر کو متوجہ کیا وہ نیل گائے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ فوراً چھت سے اُتر کر نیچے آیا اپنے بھائی حسان کو بھی جگایا۔ دونوں فوراً گھوڑے تیار کر کے نکلے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سے نیل گائے بھاگ کھڑا ہوا دونوں نے اپنے گھوڑے پیچھے لگا دیے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دستے نے انہیں گھیر لیا۔ دونوں نے کچھ دیر مقابلہ کیا جس میں حسان مارا گیا اور اکیدر گرفتار ہو گیا۔ اسے آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی فرمائی۔ اس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے جزیہ دینا قبول کیا اور قلعے میں واپس جا کر دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیے۔

اس غزوہ کے بعد اسلامی سلطنت کی سرحدیں تیزی سے پھیلنے لگیں قبائل پر سلطنتِ روما کا رعب داب ختم ہو گیا۔ چنانچہ وہاں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا اور اسلامی ریاست کی سرحدیں وسیع ہو کر براہ راست سلطنت روما سے مل گئیں۔ اب آنحضو ﷺ نے مدینہ واپسی کا سفر شروع کیا۔ دورانِ سفر آپ ﷺ ایک گھاٹی سے اُتر رہے تھے اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔ باقی مجاہدینِ اسلام دُور وادی کے نشیب میں تھے کہ بارہ منافقین نے موقع کو غنیمت جان کر آپ ﷺ کی طرف بڑھے ان کے قدموں کی چاپ سن کر آنحضو ﷺ نے جب پیچھے دیکھا تو بارہ آدمی اپنے چہرے چھپائے ڈھالوں میں آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا انہوں نے تیزی سے بڑھ کر ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگائیں اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا چنانچہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگے اور باقی لوگوں میں شامل ہو گئے اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان بارہ منافقوں کے نام اور پتے بتا دیے۔②

---

①زرقانی جلد:3 ص:84. ② ابنِ کثیر سورۃ توبہ ص:390.

Marfat.com

ان کے نام یہ ہیں:

① معتب بن قیشر ② ودیعہ بن ثابت ③ حدین بن عبداللہ

④ عبداللہ بن نبیل ⑤ حارث بن یزید ⑥ طائی اوس بن قیلی

⑦ حارث بن سوید ⑧ سفینہ بن دارہ ⑨ قیس بن قہر سوید

⑩ قیس بن عمرہ سہیل ⑪ زید بن لصیت ⑫ سلالہ بن ہمام ①

اب آنحضور ﷺ اپنے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ جب آپ ﷺ کو مدینہ کے نقوش دکھائی دیے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رہا طابہ اور یہ رہا اُحد۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سن کر عورتیں بچے اور بچیاں آپ ﷺ کا استقبال کرنے کے لیے دیوانہ وار شہر سے باہر نکل آئیں اور بالکل اسی طرح والہانہ محبت کا اظہار کیا جس طرح مکہ سے ہجرت کے وقت آپ ﷺ کا استقبال کیا گیا اور ان کی زبان پر یہ نغمہ تھا۔

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للہ داع

''وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر چاند طلوع ہوا جب تک خدا کو پکارنے والا کوئی دنیا میں باقی ہے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔''②

اس سفر میں پورے پچاس روز صرف ہوئے۔

مسجدِ ضرار کی مسماری

آنحضور ﷺ جب غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہونے والے تھے تو ابو عامر فاسق نے مسجد قبا کے پاس مسجد کی تعمیر کی تھی۔ تو آنحضور ﷺ سے اس میں نماز پڑھانے کے لیے کہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تو سفر درپیش ہے واپسی پر سہی۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر آنحضور ﷺ مدینے سے ایک دن یا کچھ کم فاصلے پر تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور مسجدِ ضرار کی حقیقت آپ ﷺ پر ظاہر کر دی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

①تفسیر ابن کثیر سورۃ توبہ ص:378.

②زرقانی جلد:2.

Marfat.com

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۷ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۝۱۰۸

ترجمہ: ''جن لوگوں نے مسجد بنائی تکلیف پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے اور شروع سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑ رہے ہیں انھیں گھات لگانے کا موقع دینے کے لیے وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ صرف بھلائی ہی کا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ محض جھوٹے ہیں دیکھ تو اس میں کبھی کھڑا نہ ہونا جس مسجد کی بنیاد اول دن سے ہی پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ تو وہاں کھڑا ہو اس میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''[1]

پس آنحضور ﷺ نے وہیں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا کہ جاؤ میرے پہنچنے سے پہلے اس مسجد کو مسمار کر دو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابو عامر خبیث ان منافقوں کو کہہ گیا تھا کہ تم مسجد کے نام سے عمارت بنالو میں قیصرِ روم سے امداد لے کر آتا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ اور حضرت معن رضی اللہ عنہ بن عدی بن یزید کو بلوایا اور ان کے بھائی حضرت عمر بن عدی رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا اور حکم صادر فرمایا کہ جاؤ ان ظالموں کی مسجد کو مسمار کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی جلدی روانہ ہوئے اور سالم بن عوف کے محلے میں جا کر حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے حضرت معین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریے یہ میرے قبیلے کے لوگوں کے مکان ہیں۔ یہاں سے آگ لاتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور کھجور کا سلگتا ہوا تنا لے آئے اور سیدھے مسجدِ ضرار میں پہنچ کر اس میں آگ لگا دی اور کدال چلانی شروع کر دی وہاں جو لوگ تھے وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمارت کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔[2]

یہ غزوہ اگرچہ شدید مصائب اور آزمائش کا غزوہ تھا۔ جو آنحضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا آخری غزوہ تھا۔ اس غزوے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومن اور منافق کے درمیان حدِ فاصل مقرر فرما دی اور وہ منافقین جو ہجرت سے لے کر آنحضور ﷺ اور اسلام کے بارے میں ریشہ دوانیوں میں مصروفِ عمل تھے ان کی منافقت کا پردہ چاک کر دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

---

① سورۃ توبہ آیت: 107-108.

② تفسیر ابن کثیر سورہ توبہ: ص: 396-397.

Marfat.com

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

ترجمہ: ''اللہ مسلمانوں کو اس حالت پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو صاف ستھرے سے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومن اور منافق کے بارے میں اپنے حبیب ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔''[1]

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خلقت و آفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی۔ اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئیں۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو برائے استہزا کہا کہ محمد ﷺ کا گمان ہے کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر سیّد عالم ﷺ نے منبر پر قیام فرما کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا مجھے علم نہ دیا گیا ہو۔[2] اس غزوے میں تین قسم کے لوگ شامل نہ ہوئے تھے۔

(۱) منافق:

یہ لوگ نہ تو جنگ میں شامل ہوئے اور نہ ہی مالی معاونت میں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی جنگ سے روکنے کی کوشش کرتے رہے چنانچہ ان کی جنگ میں عدمِ شمولیت نفاق کی علامت قرار پائی۔ یہ لوگ آنحضور ﷺ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے کے لیے مختلف بہانے تراشتے ہیں۔ مثلاً بنوسلمہ قبیلے کا سردار جد بن قیس سے آنحضور ﷺ نے فرمایا اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔ اس نے کہا؟ یارسول اللہ ﷺ مجھے تو معاف رکھیے۔ میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے حد شیدائی ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر تو مجھ سے اپنا نفس نہ روکا جائے گا۔[3] یعنی منافقین نے عدم شرکت کے لیے مختلف بہانے بنائے۔

(۲) معذور:

وہ لوگ جو حقیقتاً معذور تھے انھوں نے معذوری کی بنا پر جنگ میں شرکت نہ کی قصداً انھوں نے جنگ میں شمولیت سے گریز نہ کیا۔ نیز انھیں شرعی طور پر استثنا حاصل تھا۔ یعنی ضعیفوں، بیماروں، تنگ دست، فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو۔ اگر وہ اللہ کے دین اور شرع مصطفیٰ ﷺ کے حامی، طرفدار اور خیر خواہ ہوں تو میدانِ جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے۔

---

[1] سورۃ آل عمران آیت: 179۔ [2] ابنِ کثیر تفسیر سورۃ توبہ ص: 358۔ [3] تفسیر ابنِ کثیر ص: 354۔

Marfat.com

③ مؤمنین اور صادقین کی عدم شمولیت:

یہ تین صحابی رضی اللہ عنہم تھے جو سستی اور کاہلی کی وجہ سے غزوے میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ان کے اسم گرامی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت حلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ بن ربی رضی اللہ عنہ عادی تھے حضرت حلال رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ تو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آنحضور ﷺ کی واپسی پر ان تینوں نے نہایت سچائی سے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ہم کسی معذوری کے بغیر محض اپنی سستی اور کاہلی سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ انھوں نے بر ملا اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ جواب میں آنحضور ﷺ نے ان کی کسی بات کا جواب دینے کی بجائے حکم دیا کہ کوئی شخص ان سے کلام نہ کرے گویا ان کا بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ اس بائیکاٹ سے ان کی دنیا اندھیر ہو گئی اپنے بیگانے بن گئے۔ زمین و آسمان بدل گیا۔ کیونکہ ان کے پیارے آقا ﷺ ہی ان سے ناراض ہو گئے۔ چنانچہ وہ توبہ واستغفار میں مصروف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اور گڑ گڑا کر اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگے۔ جب چالیس دن گذر گئے تو نبی کریم ﷺ کی طرف سے نیا حکم آیا کہ اپنی بیویوں سے بھی الگ ہو جاؤ۔ اب حالت یہ تھی کہ پہلے تو آنحضور ﷺ نے بول چال بند کی۔ پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بند کی اور اب نئی افتاد پڑی کہ بیویوں سے بھی الگ ہو جاؤ۔ اب ان کے پاس کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں ایک لمحے کے لیے وہ قرار پاتے۔ ہر وقت پریشانی، رنج و غم، بے چینی اور اضطراب میں مبتلا رہتے کوئی پرسانِ حال نہ تھا ان تینوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: "ان تینوں پر جو پیچھے رکھ دیے گئے تھے یہاں تک کہ یہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ آ گئی اور وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور باور کر لیا کہ اللہ کی گرفت سے بجز اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جائے پناہ نہیں، پس اللہ نے ان کی طرف مہربانی کی توجہ فرمائی کہ وہ رجوع ہوتے رہے یقیناً اللہ تعالیٰ ہی توجہ فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔"①

اب ان کی شب و روز کی گریہ وزاری پر اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آ گیا۔ جب پچاس دن پورے ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان تینوں کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے

---

① سورۃ توبہ آیت: 118.

Marfat.com

فیصلے سے آگاہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی سے کھل اٹھے اور دوڑ دوڑ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطلاع دینے لگے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز گھر کی چھت پر ادا کی اور میں حیران و پریشان دلبر داشتہ بیٹھا تھا۔ ایک صاحب گھوڑے پر سوار خوشخبری لے کر آ رہے تھے۔ لیکن قبیلہ اسلم کے صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری سنائی۔ واللہ میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی کوئی خبر آ گئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے پہنے ہوئے دونوں کپڑے انھیں بطورِ انعام دیے۔ واللہ اس دن میرے پاس اور کچھ بھی نہ تھا۔ دو کپڑے اور ادھار لے کر پہنے۔ اور آنحضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کے لیے نکلا۔ تو لوگ جوق در جوق مجھے ملنے لگے اور مجھے میری توبہ کی بشارت اور مبارکباد دینے لگے۔ میں مسجد نبوی ﷺ میں پہنچا رسول اللہ ﷺ معہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی مہاجرین میں سے سوائے ان کے کوئی صاحب کھڑے نہ ہوئے۔ ① اس کے بعد مسجد میں موجود انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مبارک باد دی اسی طرح دوسرے دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معافی کی خوشیاں منائی گئیں۔

آنحضور ﷺ کے پہلے نائب

۸ھ میں تو آنحضور ﷺ کے مقرر کردہ پہلے امیرِ مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمارت میں مشرکینِ مکہ کے زیرِ اہتمام فریضہ حج ادا کیا گیا۔ اب ۹ھ ذیقعد کے آخر میں یا ذوالحجہ میں آنحضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین سو مسلمانوں کا امیرِ حج یعنی اپنا نائب مقرر فرما کر اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے لیے دے کر روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ کو بطورِ معلم ساتھ روانہ فرمایا ان کی روانگی کے بعد سورۂ برأت کی چالیس آیات نازل ہوئیں۔

عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی اہم اعلان کرنا ہوتا تو وہ شخص خود اعلان کرتا یا اس کا کوئی قریبی عزیز اعلان کرتا۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ آیات مبارکہ عطا فرما کر اپنی اونٹنی پر سوار کر کے روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ یوم النحر کو اعلان کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تیزی سے روانہ ہوئے اور دومتہ الحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قافلے سے جا ملے۔ ملاقات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ امیرِ حج مقرر ہو کر آئے ہیں یا مامور، اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مامور اس سال یعنی ۹ھ میں

---

①تفسیر ابنِ کثیر ص:410 و بخاری شریف جلد:2 ص:740.

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمارت میں صدیوں بعد خالص دین ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق مناسکِ حج ادا کیے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ حج دیا اور اس میں حج کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ پہنچ کر ندا دی "یآ ایھا النّاس" اے لوگو! میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا فرستادہ آیا ہوں لوگوں نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کیا پیغام لائے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورۂ برأت کی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں پھر فرمایا کہ میں چار حکم لایا ہوں۔

① اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ معظمہ کے پاس نہ آئے۔

② کوئی شخص برہنہ حالت میں طواف نہ کرے

③ جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔

④ جس کا آنحضور ﷺ کے ساتھ عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک قائم رہے گا اور جس عہد میں مدت کا تعین نہیں اس کی میعاد چار ماہ ہوگی۔ [1]

اس اعلان کو سن کر مکہ کے وہ لوگ جو ابھی تک مشرک تھے۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے اور اس کے بعد ہر طرف سے قبائل جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ اعلان ایک طرح سے جزیرۃ العرب میں بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا کیونکہ اس کے بعد کسی کافر کو مکۃ المکرمہ میں داخلے کی اجازت نہ تھی۔ [2]

۹ھ کے واقعات متفرقہ

اہلِ طائف کا قبول اسلام:

جب اہلِ طائف کو لشکرِ اسلام کی غزوۂ تبوک سے بخیریت واپس آنے کی خبر ملی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے کیونکہ ان کی سرپرست تینوں طاقتیں فنا ہو گئیں تھیں۔

① قریشِ مکہ تھے۔ جن کا غرور خاک میں مل چکا تھا اور انہوں نے بذاتِ خود اسلام کے دامن میں پناہ لے لی تھی۔

② دوسری طاقت یہود کی تھی۔ جو مدینے سے ذلیل و خوار ہو کر نکلے اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ مگر اب خیبر میں بھی وہ ذمی کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔

③ تیسری طاقت اس وقت کی عظیم الشان سلطنت، سلطنتِ رومہ کی تھی۔ خیبر جس کو تبوک کے مقام پر اپنی تمام تر عددی قوت کے باوجود لشکرِ اسلام کے مقابل ہونے کی جرأت نہ ہوتی اور ایک عظیم اور قدیم سلطنت ہونے کے باوجود جنگ سے گریز کیا اور مقابلے کی بجائے اِدھر اُدھر بکھر جانے ہی میں اپنی عافیت تصور کی۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:636. ② ابن ہشام جلد:2 ص:543.

Marfat.com

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوالحلیح اور دوسرے کئی افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ عبد یالیل بن عمرو اہلِ طائف کا وکیل بن کر آیا اس نے اور اس کے ہمراہ دیگر افراد نے اسلام قبول کیا اور پھر اپنی قوم کی طرف سے بھی آنحضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بلاد طے :۔ آنحضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ طے کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے طے کے قریب پہنچ کر حملہ کیا تو قبیلے کا سردار عدی بن حاتم بھاگ گیا۔ عدی بن حاتم ماضی کے مشہور سخی حاتم طائی کا بیٹا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاتم کی بیٹی کو گرفتار کر لیا اور بت خانوں سے بہت سا ساز وسامان اور اسلحہ بھی ساتھ لائے۔

حاتم طائی کی بیٹی نے آنحضور ﷺ سے عرض کی کہ میں بہت بڑے سخی باپ کی بیٹی ہوں مجھ پر احسان کریں جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا۔ مگر چند دن ٹھہر جا کسی معقول اور معزز آدمی کے ساتھ تجھے تمہارے بھائی کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد شام کی طرف سے ایک تجارتی قافلہ آیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے کپڑے اور زادِ راہ دے کر ان کے ہمراہ اسے رخصت فرمایا۔ جب وہ اپنے بھائی کے پاس پہنچی تو بھائی نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو اس نے بتایا کہ آپ ﷺ خُلقِ عظیم کے پیکر، رحم دل اور اعلیٰ درجے کے محسن ہیں۔ یہ سن کر عدی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد بن کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اب سلطنتِ اسلامیہ میں امن وسکون قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسی سال زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ کی وصولی کا حکم نازل ہوا۔

اسی سال اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ فوت ہوا اور آنحضور ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ ①

اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی۔ جس کا آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اگر میری کوئی اور بیٹی (غیر شادی شدہ) بھی ہوتی تو میں وہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا۔

اسی سال حج فرض ہوا۔ اور اسی سال صدیوں بعد مسلمانوں کے زیرِ اہتمام خالص دین ابراہیمی علیہ السلام کے تحت حج ادا کیا گیا۔

اسی سال رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی فوت ہوا اور اس کے کفن کے لیے آنحضور ﷺ نے اپنا کرتہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا۔

---

① طبری جلد:4 ص:1722.

Marfat.com

اسی سال بنی حنیفہ کا سترہ رکنی وفد بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ ان میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ یہ وفد ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوا اور پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ مگر مسیلمہ کذاب کے بارے میں روایات مختلف ہیں جن کی رُو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اکڑ، تکبر اور امارت کی ہوس کے اظہار کی وجہ سے خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر نہ ہوا۔ آنحضور ﷺ نے قولاً، فعلاً اور اچھے شریفانہ برتاؤ کے ذریعے اس کی دلجوئی کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی مگر اس پر کوئی خوشگوار اثر نہ ہوا۔

آنحضور ﷺ اس سے پہلے خواب میں دیکھ چکے تھے کہ آپ ﷺ کے قدموں میں روئے زمین کے خزانے ڈھیر پڑے ہیں۔ جن میں سے دو سونے کے کنگن آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ پر آ پڑے ہیں۔ آپ ﷺ کو دونوں کنگن بہت بھاری اور تکلیف دہ محسوس ہوئے۔ اس سے آپ ﷺ کو رنج ہوا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ ان دونوں کو پھونک دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پھونک دی تو وہ دونوں اُڑ گئے۔ اس کی آپ ﷺ نے یہ تعبیر فرمائی کہ آپ ﷺ کے بعد دو کذاب ہوں گے ایک صاحب صنعاء اسود عنسی اور دوسرا صاحب یمامہ مسیلمہ کذاب۔ چنانچہ جب مسیلمہ کذاب نے۔ (1) اپنے تکبر اور امارت کی ہوس میں کہا کہ اگر محمد (ﷺ) نے کاروبار حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کیا تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ مسیلمہ اس وقت اپنی سالی (حارث بن کُریز کی بیٹی کیسہ) کے گھر میں تھا۔ کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آنحضور ﷺ اس سے مخاطب ہوئے تو مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں تو ہم آپ ﷺ کے اور اس امر (نبوت) کے درمیان تخلیہ کرتے ہیں۔ پھر اپنے بعد یہ ہمارے لیے کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ بھی مانگے تو میں (ﷺ) تمہیں یہ بھی نہ دوں گا۔ اور میں تجھے وہی دیکھتا ہوں جو مجھے خواب دکھلایا گیا ہے اور یہ میرے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری طرف سے تجھے یہی جواب دیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ (2)

مسیلمہ کذاب اس کے بعد واپس یمامہ چلا گیا۔ پھر دعویٰ کر دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے شریکِ نبوت کر لیا ہے۔ چنانچہ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اپنی قوم کے لیے زنا اور شراب حلال کر دی۔ ان سب باتوں کے ساتھ آنحضور ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا رہا۔ اس فتنے میں اس کی قوم اس کی ہم نوا بن گئی اور اس کی آواز پر لبیک کہنے لگی۔ (3) اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ حتیٰ کہ اسے یمامہ کا رحمان کہنے لگے۔

---

(1) بخاری شریف جلد:2 ص:717۔ (2) بخاری شریف حدیث نمبر:1514۔ (3) بخاری شریف جلد:2 ص:717۔

Marfat.com

مسیلمہ کذاب کی گستاخی یہاں تک بڑھ گئی کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو خط لکھا کہ مجھے اس کام میں آپ ﷺ کا شریک کر دیا جائے۔ آدھی حکومت میرے لیے ہے اور آدھی قریش کے لیے۔ آنحضور ﷺ نے جواب میں لکھا کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقیوں کے لیے ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابن نواحہ اور ابنِ اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ ①

دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضور ﷺ نے نجد کی طرف چند سوار بھیجے وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا ہے۔ اس کو مسجدِ نبوی ﷺ کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔

آنحضور ﷺ نے پوچھا اے ثمامہ بن اثال! تیرے خیال میں جو ہم تیرے ساتھ کریں گے وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میرے حال میں خیر ہے اے محمد ﷺ (کیونکہ آپ ﷺ ان لوگوں میں سے نہیں جو ظلم کرتے ہیں) اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو صاحبِ دم کو قتل کریں گے۔ ہوسکتا ہے اس پر قصاص ہو اور وہ اسے مطلوب ہو۔ اگر آپ ﷺ احسان کریں گے تو ایک شکرگزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ ﷺ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہتے ہیں فرمائیں۔ آنحضور ﷺ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسرے دن تشریف لائے اور ثمامہ سے وہی سوال دوہرایا۔ جواب میں پھر اس نے وہی جواب دیا۔ آپ ﷺ پھر اسے چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ تیسرے دن پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور وہی سوال پوچھا۔ ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ثمامہ بن اثال کو کھول دو۔ وہ مسجد کے قریب کھجوروں میں گیا اور غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا اور عرض کی اے محمد! (ﷺ) بخدا روئے زمین پر آپ کا چہرۂ اقدس مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا اور اب آپ ﷺ کا چہرۂ پُرنُور سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ ②

مسیلمہ کذاب بارہ ربیع الاول ۱۲ھ میں یہ عہدِ خلافت صدیقی میں یمامہ کے اندر قتل کیا گیا۔ اس کا قاتل وہی وحشی تھا جس نے سیّد الشھدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

نجران کے عیسائی اور مباہلہ

اسی سال نجران کے نصرانیوں کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا۔ ایک روایت کے مطابق اس وفد میں ساٹھ

---

① مشکوٰۃ شریف جلد:2۔ ② بخاری شریف جلد:2۔ بنی حنیفہ کے وفد کے بیان میں۔

Marfat.com

اور دوسری روایت کے مطابق ستر اشخاص تھے۔ان میں سے چودہ اشخاص نہایت ہی معزز اور سرکردہ تھے اور ان چودہ میں سے تین اشخاص ایسے تھے جو تمام پر حاوی تھے یعنی باگ ڈور انکے ہاتھ میں تھی۔

① عبدالمسیح: اس کا نام عبدالمسیح اور لقب عاقب تھا۔تمام افراد اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔

② دوسرے کا نام الایہم تھا۔جس کے ذمے تمام تر اجتماعات کا انتظام و انصرام تھا۔

③ تیسرے کا نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا۔یہ ان کا اسقف تھا ان تمام پر ممتاز عالم دین ہونے کی وجہ سے فضیلت رکھتا تھا۔یہ بے شمار علوم میں مہارت رکھتا تھا۔وہ مذہبی کتب کی تعلیم دیا کرتا تھا۔اس کی علمی قابلیت کی شہرت قسطنطنیہ تک پھیلی ہوئی تھی۔حارثہ بن علقمہ اپنے علم کی بدولت بخوبی آنحضور ﷺ کی نبوت کی سچائی سے آگاہ تھا۔حارثہ بن علقمہ وفد کے ہمراہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔اس کے بھائی کرز بن علقمہ نے گھوڑے سے گرنے کا سبب پوچھا۔کیونکہ وہ نامور شاہ سوار تھا تو اس نے واضح طور پر اسے بتایا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اس پر کرز نے پوچھا تو پھر ان کی ﷺ رسالت پر ایمان کیوں نہیں لے آتے۔اس پر ابنِ علقمہ نے جواب دیا کہ نجران کے لوگوں نے ہمارے لیے کیا کچھ نہیں کیا ہمیں عزت و توقیر اور اپنے ہاں اعلیٰ مرتبہ عطا کر رکھا ہے مال و دولت کی بنا پر ہم بڑے صاحبِ حیثیت ہیں۔یہ بھی یاد رکھو نجران کے نصرانی برس ہا برس سے ان (ﷺ) کی بعثت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اب جب ان ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے تو اپنے تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔چنانچہ اگر ہم نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تو یہ جاہ وحشمت، مال و دولت اور اعلیٰ مرتبہ ہم سے چھن جائے گا۔چنانچہ یہ وفد آنحضور ﷺ سے ملا اور آپ ﷺ سے لا حاصل بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔آنحضور ﷺ نے فضول بحث کی بجائے قرآنِ مجید کی تلاوت فرمائی تو ابوحارثہ بن علقمہ بے اختیار برملا پکار اٹھا "ما ھذا الکلام البشر" یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کی مخالفت پر مُصر رہا۔آخر کار ان کی فضول بحث اور ہٹ دھرمی سے تنگ آکر نبی کریم ﷺ نے انہیں مباہلے کی دعوت دی اور فرمایا کہ تم تمام لوگ آجاؤ اور میں بھی اپنے عزیز و اقارب کو لے آتا ہوں۔اس پر وفد کے ارکان خاموش ہو گئے اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد انھوں نے کہا اس امر میں تصفیہ کے لیے آپ ﷺ نے ہمیں مباہلے کی دعوت دی ہے اس پر سوچنے کے مہلت درکار ہے۔

دوسرے دن صبح آنحضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر باہر نکلے ان عیسائیوں سے کہا کہ جب میں یہ دعا کروں کہ ہم میں سے جو

Marfat.com

جھوٹا ہو اس پر اللہ کا عذاب ہو تو تم آمین کہنا۔ اس پر نصرانیوں نے پھر کچھ مہلت طلب کی۔ مہلت حاصل کرنے کے بعد وفد کے ارکان صلاح مشورے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ کافی دیر لاحاصل بحث ہوتی رہی مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ آخر انھوں نے عبدالمسیح سے رائے طلب کی اس پر وہ اپنے وفد کے ارکان سے یوں مخاطب ہوا اے گروہ نصاریٰ! تم یہ بات بخوبی جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مگر ہم لوگ اپنے دنیاوی مفادات کی بنا پر ان ﷺ کی نبوت سے انکاری ہیں اب یا تو ان کی نبوت پر ایمان لے آؤ یا اپنے دین کو بچاتے ہوئے واپسی کا رختِ سفر باندھ لو۔ کیونکہ اگر تم نے ان (ﷺ) سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو جس نے کسی بھی سچے نبی سے مباہلہ کی جرأت کی وہ تباہ و برباد ہو گیا اور جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ محمد (ﷺ) بھی اللہ کے سچے رسول ہیں لہٰذا ان ﷺ سے مباہلہ کرنے کا نہ سوچو اور حیلہ سازی سے پہلوتہی کرتے واپس گھروں کو لوٹ چلو۔

دوسرے دن وفد کے ارکان آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ ﷺ سے مباہلہ کرنا نہیں چاہتے۔ آپ ﷺ کو اپنے دین پر چھوڑتے ہوئے ہم گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ مباہلہ نہیں کرتے تو اسلام قبول کرو اور سب مسلمانوں کی طرح ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو یہ بھی منظور نہیں۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑائی کرو یا جزیہ دو۔ انھوں نے کہا ہم کو جزیہ دینا منظور ہے۔ اس کے بعد عرض کرنے لگے کہ آپ (ﷺ) اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جسے مناسب سمجھیں انھیں روانہ کر دیں تاکہ وہ ہماری مالی اور اخلاقی امور میں رہنمائی کریں۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا اور اس طرح نجران کے نصاریٰ کا گروہ گھروں کو لوٹ گیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو دنیا میں قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہتا۔ نجران واپسی کے چند روز بعد نجران کے تمام عیسائی مسلمان ہو گئے۔ (1)

۱۰ ہجری

۱۰ ہجری تک دعوت و تبلیغ کا کام بتدریج پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ مختلف گروہ اور قبائل گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جو قبائل ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے آنحضور ﷺ نے ان کی طرف دعوتِ اسلام کے ساتھ مختلف وفود روانہ فرمائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو علاقہ نجران اور اس کے اطراف کے قریب چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ فرمایا اور انھیں نصیحت فرمائی کہ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اور سختی نہ کرنا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ

---

(1) سراج منیر، تاریخ اسلام از اکبر شاہ جلد:1 ص:131-132.

Marfat.com

نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو اس علاقے کے لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ ان اسلام قبول کرنے والوں میں مشہور قبیلہ بنو حرث بن کعب بھی شامل تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان قبائل کے اسلام قبول کرنے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعلیم و تربیت کے لیے روانہ فرمایا۔ اسی سال قبیلہ ازد کا بھی بیس رکنی وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا اور واپس جا کر اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی اور سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

قبیلہ جرش نے قبیلہ ازد میں اسلام کے فروغ کو دیکھ کر اپنے دو آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اسلام کے بارے میں تحقیق کی غرض سے روانہ کیے۔ جب یہ لوگ آنحضور ﷺ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو عین اسی وقت قبیلہ جرش کی ایک اور قبیلے سے جنگ شروع ہو گئی جس میں قبیلہ جرش کو شکست ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اس جنگ اور قبیلہ کی جرش کی شکست سے آگاہ فرمایا۔ یہ دونوں اشخاص واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو انھیں واقعی شکست خوردہ دیکھا تو قوم کو نبی کریم ﷺ سے اپنی گفتگو سے آگاہ کیا تو پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اسی سال آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موثر انداز سے اسلام کی تبلیغ کی کہ نہ صرف یمن کا مشہور قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا بلکہ یکے بعد دیگرے دوسرے قبائل بھی مدینے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس سال قبیلہ براد، بنو کندہ، حضر موت اور محارب کے وفود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے قرآن پڑھا، دینی تعلیم حاصل کی اور فرائض اسلام سے بہرہ ور ہو کر اپنی اقوام میں واپس گئے۔

اہلِ یمن

۱۰ ہجری تک تقریباً سارا حجاز اسلام قبول کر چکا تھا۔ یمن کا بادشاہ باذان بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے یمن کی حکومت اسی کے سپرد کر دی تھی اور اسی سال اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد آنحضور ﷺ نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملک کے ایک ایک حصے میں حاکم مقرر فرمایا اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زکوٰۃ کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا اور تاکید فرمائی جب تک کوئی مقابلے کی ابتدا نہ کرے تم ہتھیار نہ اٹھانا۔ یمن کے لوگ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مانوس تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ربیع الاول میں تین سو سواروں کے ہمراہ مال گذاری کی وصولی کے لیے روانہ ہوئے اور ساتھیوں کو ادھر ادھر مختلف قبائل سے وصولی کے لیے متعین فرمایا۔ اسی دوران قبیلہ مذحج کی ایک جمعیت نظر آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو جواب میں انھوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کے ہمراہ صف آرائی کر کے بھرپور حملہ کیا، وہ لوگ

Marfat.com

اپنے بیس مقتولین کو چھوڑ بھاگ نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھاگتی ہوئی فوج کا پیچھا نہ کیا۔ کیونکہ لڑائی کرنا اور نہ ہی مالِ غنیمت اکٹھا کرنا مقصود تھا۔ اصل مقصد اشاعتِ دین تھا۔ اہلِ یمن کے بارے میں آنحضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ①

الایمان لیمانٍ وّ الفتنة ھاھنا ھاھنا یطلع قرن الشیطان ٥

ترجمہ: ''ایمان یمنی ہے اور فتنہ اس جگہ ہے اس جگہ (یمن) سے شیطان لعین کے سینگ طلوع ہوں گے۔''

دعوت اور تبلیغ کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی بنیاد پر ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ اس لیے اب ضروری تھا کہ تمام عالم کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصولِ اساسی کا اعلان کیا جائے۔ کیونکہ سورۂ نصر اگرچہ بظاہر فتح ونصرت کی نوید ہے۔ مگر حضرت عبداللہ ابنِ عباس کے مطابق یہ سورۂ مبارکہ نبی کریم ﷺ کے قربِ وفات کا اعلان ہے کیونکہ فتح ونصرت حاصل ہونے پر شکر کرنے کی ہدایت ہونی چاہیے تھی مگر اس سورۂ مبارکہ میں نویدِ اشاعتِ دین کے ساتھ ساتھ اللہ کی حمد وثنا اور توبہ واستغفار کی ہدایت کی جا رہی ہے اور استغفار موت کے لیے مخصوص ہے۔ ② چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ کیونکہ اس سے پہلے آپ ﷺ کفار قریش کی وجہ سے اور بعد میں مذہبی فروغ، انتظامی اور سیاسی معاملات کی نوک پلک سنوارنے میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہے تھے۔ مگر اب کوئی رکاوٹ سدِ راہ نہ تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ نبی کریم ﷺ حج کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اعلان کا ہونا تھا کہ تمام دنیائے عرب شرفِ ہمرکابی کے لیے بادلوں کی طرح امنڈ آئے اور کم وبیش ایک لاکھ ایک دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے آنحضور ﷺ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

حجۃ الوداع

۲۶ ذی القعد ۱۰ھ کو آپ ﷺ نے مکہ کی طرف کوچ کی تیاری فرمائی۔ ③ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ چلنے کا حکم فرمایا آپ ﷺ نے غسل فرمایا، بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہبند باندھا، چادر اوڑھی، قربانی کے سو اونٹ ہمراہ لیے اور ظہر کی نماز کے بعد مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ عصر کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے۔ یہاں آنحضور ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہاں رات بھر قیام فرمایا۔ دوسرے دن دوبارہ

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:422. حدیث نمبر:1524.
② بخاری شریف جلد:2 ص:745.
③ طبقاتِ ابن سعد.

Marfat.com

آپ ﷺ نے غسل فرمایا نماز ظہر سے پہلے آپ ﷺ نے احرام کے لیے غسل فرمایا۔ اس کے بعد اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا تہبند پہنا، چادر اوڑھی، دو رکعت نمازِ ظہر پڑھی۔ اس کے بعد مصلے پر ہی حج اور عمرے کے لیے ایک ساتھ احرام باندھتے ہوئے صدائے لبیک بلند فرمائی۔ اس کے بعد قصوئ اونٹنی پر سوار ہو کر کھلے میدان میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے یہ الفاظ فرمائے لبيك اللّٰهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد و النعمة لك والملك لا شريك لك۔ اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

اس کے بعد آنحضور ﷺ عازم مکہ ہوئے تو برابر سفر جاری رکھا تین ذی الحج بروز ہفتہ آپ ﷺ مکہ کے نزدیک مقام سرف/ ذی طویٰ پہنچے اور رات قیام فرمایا۔ ۴ ذوالحجہ بروز اتوار ۱۰ ھ آٹھ راتوں کے سفر کے بعد صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خاندان بنو ہاشم کے لڑکے آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں گھروں سے باہر نکل آئے۔ آپ ﷺ نے فرطِ محبت سے ان بچوں کو اپنے آگے اور کچھ کو پیچھے بٹھالیا۔[1] اس دوران آپ ﷺ کی نظر کعبہ پر پڑی تو دعا فرمائی اے اللہ اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف عطا فرما۔ پھر آپ ﷺ نے کعبے کا طواف فرمایا۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دوگانہ ادا فرمایا پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بالائی مکہ میں مقامِ حجون کے پاس قیام فرمایا۔ اسی دوران حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جن کو آپ ﷺ نے یمن کی طرف زکوٰۃ اور صدقات کی وصول کے لیے روانہ فرمایا تھا وہ بھی یمنی حاجیوں کے ہمراہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے۔ ان کے پاس قربانی کے جانور بھی تھے۔

بروز جمعرات ۸ ذی الحجہ آنحضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ منیٰ میں قیام پذیر ہوئے۔ دوسرے دن نویں ذی الحج بروز جمعہ صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ کی جانب سے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد عرفہ کو چل پڑے۔ وادی نمرہ میں آنحضور ﷺ کے لیے قبہ تیار تھا۔ یہ کمبل کا ایک خیمہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں قیام فرمایا اور یہ اعلان فرمایا۔

قفوا على مشاعركم فانكم على ارث من ارث ابيكم ابرهيم۔

ترجمہ: ”اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرے رہو تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر ہو۔“

---

[1] نسائی باب استقبال.

Marfat.com

آخری خطبہ

اب آنحضور ﷺ نے یہاں جو خطبہ دیا وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے دائمی، ابدی ضابطہ حیات ہے۔ یہ خطبہ تکمیل انسانی کے لیے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ اخلاق و کردار اور دین و مذہب کی اساس ہے۔ جس میں امیر و غریب، آقا و غلام، بادشاہ اور رعایا گروہ اور فرقہ بندیوں کے تمام امتیازات کی تمام حد بندیاں توڑ دیں۔ عربی و عجمی کا فرق مٹا دیا، جاہلیت کی تمام رسومات کے بت ریزہ ریزہ کر دیئے۔ صدیوں سے ظلم کی چکی میں پسی ہوئی صنفِ نازک کو قدردانی کا تاج بخشا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! میری بات کو غور سے سنو شاید اس مقام کے بعد تم سے کبھی نہ مل سکوں۔[1] تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمھارے لیے آج کا دن، آج کا مہینہ اور یہ شہر جو حرمت والا ہے۔ جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روندی گئی ہے۔ جاہلیت کے تمام خون بھی معاف کر دیئے گئے ہیں۔ اور میں سب سے پہلے ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام سود معاف کر دیئے گئے اور میں سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود معاف کرتا ہوں۔

لوگو! بے شک تمہارا رب ایک اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ ہاں البتہ تقویٰ کے سبب سے۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ خدا نے ہر حق دار کو از روئے وراثت اس کا حق دے دیا ہے۔ اب وراثت کے حق میں کسی کی وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زنا کار کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا حق عورتوں پر ہے اور ان کا حق تم پر ہے۔

اب ایک سچے، ازلی و ابدی مذہب کے بانی حضرت محمد ﷺ جن کی زندگی مبارکہ کا ایک ایک لمحہ ایک ایک ساعت ہدایات باری تعالیٰ کے تحت گذری۔ اپنے دستِ مبارک (زبانِ مبارک) سے وہ ہدایات ربانی اپنی اُمت کے سپرد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور تاکید فرماتے ہیں۔ و انی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصتم بہ کتاب اللّٰہ۔[2] میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کیا چیز ہے؟ ''کتاب اللہ'' لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔ لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرو، پنجگانہ نماز پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ خوشی خوشی اپنے مال سے زکوٰۃ دینا اور حج کرنا، اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا، ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔[3]

---

① ابن ہشام جلد:2 باب حجۃ الوداع۔ ② صحیح مسلم جلد:2 ص:157۔ باب حجتہ الوادع۔
③ ابن ماجہ، ابن عساکر۔

Marfat.com

پھر آنحضور ﷺ نے پوچھا اے لوگو! اللہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تم کیا کہو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا: ''اللّٰھم اشھد ''اے اللہ تو گواہ رہنا۔ ① اے اللہ تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔ عین اس وقت جب آپ ﷺ فرائضِ نبوت اور اس کی شہادت کا ذکر فرما رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

ترجمہ: '' آج میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے مذہب اسلام کو منتخب کر دیا۔'' ②

حضرت قیس بن سلمٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ یہود کے بعض لوگوں نے کہا اگر یہ آیتِ مقدسہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو بطورِ عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے جس جگہ یہ آیتِ مقدسہ نازل ہوئی۔ بروز جمعہ بوقتِ عصر نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ ﷺ میدانِ عرفات میں تشریف فرما تھے۔ ③

خطبہ کے ختم ہوتے ہی حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ ماجدہ نے دودھ کا پیالہ بھیجا جسے آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور پھر اقامت کہی۔ آنحضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اس کے بعد اپنی اونٹنی کو جبلِ مشاۃ کی طرف موڑا اور قبلہ رخ ہو کر اسی حالت میں وقوف فرمایا۔ سورج غروب ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ تشریف لائے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں۔ ④ ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں۔ اس کے بعد ﷺ لیٹ گئے اور طلوعِ فجر تک آرام فرمایا۔ محدثین کے مطابق آنحضور ﷺ حیاتِ مبارکہ کی یہ پہلی شب تھی جس میں آپ ﷺ نے نمازِ تہجد ادا نہیں فرمائی۔ صبح نمودار ہوتے ہی آپ ﷺ نے اذان و اقامت کے ساتھ نمازِ فجر ادا فرمائی، پھر قصویٰ پر سوار ہو کر تکبیر و تہلیل اور توحید کے کلمات ادا فرمائے۔ یہاں دن کا خوب اجالا پھیلنے تک تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر بطنِ مُحَسِّر پہنچے اور سواری کو ذرا تیز دوڑایا، پھر جمرۂ کبریٰ پہنچے اور حضرت فضل بن عباس کو فرمایا کہ مجھے کنکریاں چن کر دو۔ آپ ﷺ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھ موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مناسکِ حج کی تعلیم بھی دیتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

---

① بخاری شریف جلد:2 باب حجتہ الوداع۔ مسلم شریف جلد:2 ص:157۔ ② پارہ 6 سورہ مائدہ آیت نمبر:3۔
③ بخاری شریف جلد:2 ص:730۔ ④ صحیح بخاری جلد:2 حدیث نمبر:1550۔

Marfat.com

ایا کم و الخلو فی الدین فا نما اھلک قبلکم الغلو فی الدین o

ترجمہ: ''مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔''①

اس کے بعد کچھ قدم چل کر آپ ﷺ نے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

لا تاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا حج بعد حجی ھٰذا o

ترجمہ: ''حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا شاید اس کے بعد دوسرے حج کی نوبت آئے۔''②

اس کے بعد آپ ﷺ قربان گاہ میں تشریف لے آئے اور اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ ذبح فرمائے اور بقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیئے چنانچہ بقیہ ۳۷ اونٹ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذبح کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ۳۷ اونٹ یمن سے لائے تھے ان میں ابوجہل کا ایک اونٹ بھی تھا جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ اس طرح آنحضور ﷺ نے سو اونٹوں کی قربانی کی اور اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شریک کیا۔③ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہر اونٹ میں سے ایک ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں پکایا پھر اس میں آپ ﷺ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تناول فرمایا اور شوربہ پیا۔

قربانی سے فارغ ہونے کے بعد آنحضور ﷺ نے سر کے بال منڈوائے۔④ ایک روایت کی مطابق آپ ﷺ نے حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے اور فرطِ محبت سے کچھ بال خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری اور ان کی بیوی حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پاس بیٹھے تھے انھیں عطا فرمائے۔⑤ اور باقی موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دو دو تقسیم کر دیئے۔

آنحضور ﷺ دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لائے، طواف فرمایا، طواف کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ چاہ زمزم کے پاس تشریف لائے۔ یہاں خاندانِ عبدالمطلب اپنے فرض کی ادائیگی میں ڈول سے پانی نکال نکال حاجیوں کو پلا رہے تھے۔ کیونکہ چاہ زمزم سے پانی پلانے کی خدمت خاندان عبدالمطلب کی ذمے تھی۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا یا بنی عبدالمطلب! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھے ایسا کرتے دیکھ کر اور لوگ تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پئیں گے۔ تو میں ضرور اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول سے پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر کھڑے پانی پیا اور پھر منیٰ میں واپس تشریف لائے اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔⑥

آنحضور ﷺ نے منیٰ میں ۱۲ ذی الحج تک قیام فرمایا اور ہر روز زوال کے بعد رمی کے لیے تشریف لے جاتے۔ ۱۳ ذی الحج کو زوال کے بعد آپ ﷺ یہاں سے روانہ ہو کر وادی محصب (اس جگہ کا دوسرا

---

①ابن ماجہ و نسائی۔
②صحیح مسلم و ابو داود۔
③ترمذی شریف جلد:1 ص:301۔
④صحیح مسلم جلد:2 ص:219۔
⑤صحیح مسلم و ابو داود۔
⑥ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد۔

Marfat.com

نام وادی البطح اور خیف بن کنانہ ہے) میں تشریف لائے اور رات کو یہاں پر قیام فرمایا اور پچھلے پہر اُٹھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کر کے صبح کی نماز ادا فرمائی اور پھر انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مدینہ کی طرف واپسی میں جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جس کا نام خم ہے۔ یہ مقام ایک تالاب کے کنارے واقع ہے۔ عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں۔ یہاں آنحضور ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے خطبہ دیا آپ ﷺ نے فرمایا۔

اما بعد الا ایها لناس فانما انا بشر یو شك ان یا تی رسول الله فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین او لهما الله فیه الهدی والنور فخذوا کتاب الله واستمسکو به واهل بیتی اذ کر کم الله ی اهل بیتی

”حمد و ثنا بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے خدا کا، فرشتہ جلد آ جائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت)، میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اہل بیت کے بارے میں تمھیں خدا یاد دلاتا ہوں۔ ①

آخری جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق:

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی حجته یوم عرفة هو علیٰ ناقته القصوی یخطب سمعته یقول یاایها الناس انی ترکت فیکم من ان اخذتم به لن تضلّوا کتاب الله و عترتی اهل بیت.

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے دیکھا، نبی کریم ﷺ کو حج میں عرفہ کے دن وہ اپنی اونٹنی پر تھے، جس کا نام قصویٰ تھا اور خطبہ پڑھتے تھے تو سنا میں نے کہ فرماتے تھے اے لوگو! میں تمھارے لیے ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم اسے پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ کی دوسرا میری عترت یعنی میرے اہل بیت۔“ ②

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا۔

① جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

② الٰہی جو اس سے محبت رکھے تو اس سے تُو بھی محبت رکھ۔

---

① نسائی۔ مسند احمد، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ۔

② ترمذی جلد:2 ص:701-702.

Marfat.com

اور جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے اس سے تُو بھی عداوت رکھ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ارشاد فرمایا اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حج سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے وصولی کر کے سیدھے مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت تھی جو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس زیادہ کا حق تھا۔ کیونکہ ان کے لیے خمس میں اس سے بھی زیادہ حصہ ہے۔① روایت ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ کو اس پر عامل کیا۔ وہ گئے اس لشکر میں پھر انھوں نے مالِ غنیمت میں سے کچھ مال لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بُرا جانا اور چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقرار کیا کہ ملاقات کے وقت آنحضور ﷺ کو خبر کریں گے۔ مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب سفر سے آتے تو پہلے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوتے پھر گھر جاتے۔ غرض جب واپس مکہ پہنچے تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان چار میں سے ایک کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دیکھیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کیا؟ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا (یہ بات ذہن میں رہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں) پھر دوسرا کھڑا ہوا اور وہی کہا اور تیسرا اور چوتھا۔ آپ ﷺ نے سب سے منہ پھیر لیا اور چوتھے سے متوجہ ہوئے اور غضب آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے معلوم ہوتا تھا اور تین بار فرمایا۔ کیا چاہتے ہو تم؟ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اور وہ دوست ہے ہر مومن کا بعد میرے۔②

اب مدینہ کی طرف سفرِ مبارک شروع ہوا مدینہ کے قریب ذوالحلیفہ میں شب بھر قیام فرمایا۔ صبح طلوعِ آفتاب کے وقت یہ مقدس اور محترم قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ مدینہ پر نظر پڑتے ہی آنحضور ﷺ نے یہ الفاظ ادا فرمائے۔

اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ہو علیٰ کل شئی قدیر، ائبون، تائبون، عابدون، و سجدون لربنا حامدون صدق اللّٰہ وحدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ ○

ترجمہ: ”خدائے بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اُسی کی سلطنت ہے۔ تمام حمد وثنا اُسی کے لیے ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے لوٹ کے آرہے ہیں توبہ کرتے ہوئے فرماں بردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی حمد وثنا میں مصروف

---

① ترمذی جلد:2 ص:679. ① صحیح بخاری.

Marfat.com

ہوئے کہ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام قبائل پر تنہا شکست دی۔"[1]

آخری مہم

شہنشاہ روم اگر چہ جنگِ موتہ میں ہزیمت اٹھا چکا تھا۔ مگر اسلام کی تیزی سے بڑھتی ہوئی قوت کو اپنے اقتدار کے لیے مستقل خطرہ محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے دوبارہ غسانی حکمران کو چالیس ہزار کا لشکرِ جرار ہر قسم کے سامانِ حرب سے لیس کیا اور اسے ہدایت کی اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔ مگر جب نبی کریم ﷺ تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مقامِ تبوک پر پہنچے تو غسانی اور عیسائی لشکر کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔

اب نبی کریم ﷺ کی علالت اور جھوٹے مدعیان نبوت کی خبر سن کر اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور سرحدوں پر اپنی فوجوں کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ آنحضور ﷺ بھی بے خبر نہ تھے۔ آپ ﷺ کو تواتر سے نئی صورتحال سے آگاہی حاصل تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے رومی شہنشاہ کی جرأت اور غرور، نیز حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی شہادت جنھیں حدود شام کے عربوں نے شہید کر دیا تھا۔ ان کے قصاص کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سپہ سالار منتخب کر کے حکم فرمایا۔ کہ تم لشکر لے کر اس تیزی سے اپنے باپ کے مقتل کی طرف جاؤ کہ وہاں کے لوگوں کو تمھارے آنے کی خبر تک نہ ہو۔

ان شاء اللہ فتح تمہاری ہوگی اس موقع پر کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سپہ سالار کی نوعمری کی وجہ سے ان کی سپہ سالاری پر نکتہ چینی کی۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری پر نکتہ چینی کرتے ہو اس سے پہلے تم نے اس کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری پر بھی نکتہ چینی کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ سپہ سالاری کے اہل تھے اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔[2]

۲۸ صفر ۱۱ھ کو آنحضور ﷺ کی مرض میں شدت آ گئی۔ مگر آپ ﷺ نے اس کے باوجود اپنے دستِ مبارک سے حضرت اسامہ بن زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا عَلم درست کر کے فوج کو روانہ فرمایا۔ اس لشکر کی شان اس لحاظ سے نرالی تھی۔ کہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک نوعمر سپہ سالار کی زیرِ قیادت روانہ ہو رہا تھا۔ یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا تو آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی تیمارداری کے لیے واپس بلا لیا۔ یہ لشکر مدینہ سے چل کر تین میل دور مقام جرف پر ٹھہر گیا کیوں کہ آنحضور ﷺ کی

---

[1] صحیح بخاری جلد:2 ص:704.

[2] مسلم شریف باب الحج. صحیح بخاری جلد:2 ص:756.

Marfat.com

علالت شدید تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روزانہ اپنے سپہ سالار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر آپ ﷺ کی خبر گیری کے لیے مدینہ تشریف لاتے لشکر اسلام مقام جرف پر ہی قیام پذیر رہا شاید اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا کہ یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں روانہ ہو۔

آنحضور ﷺ کی علالت اور رفیقِ اعلیٰ کی جانب سفر

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو فیض دیدار سے مشرف فرما کر انھیں حسرت اور شادمانی سے الوداع کہہ چکے تھے نیز تکمیل شریعت اور تزکیہ نفس کا عظیم کام اوج ثریا تک پہنچا چکے تھے۔ آپ ﷺ مختلف مواقع پر ایسی باتوں کا اظہار فرما چکے تھے کہ گویا آپ ﷺ کا دنیا سے رخصت کا وقت قریب ہے۔

محرم ۱۱ ھ میں آنحضور ﷺ کو بخار آیا اور یہ بخار شدت اختیار کرتا گیا۔ آپ ﷺ کی علالت کی خبر سن کر جھوٹے مدعیان نبوت نے سر اٹھایا۔ جن میں مسیلمہ کذاب بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب بن حارث یمامہ میں، اسود عنسی یمن میں زیادہ مشہور ہوا۔ اسود عنسی تو نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ایک مرد مجاہد فیروز رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور مسیلمہ کذاب دور صدیقی رضی اللہ عنہ کے ''وحشی'' کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ''وحشی'' کہا کرتا تھا کہ میں دو عظیم لوگوں کا قاتل ہوں۔

حالتِ کفر میں اسلام کے جلیل القدر مجاہد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور حالت اسلام میں سب سے بڑے فتنہ باز مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔

صفر ۱۱ ھ کے شروع میں آنحضور ﷺ کوہِ احد پر تشریف لے گئے اور شہدائے احد جن کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی کیونکہ اس وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے بسی کے عالم میں تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شہدائے احد کے لیے اس طرح دعا فرمائی گویا کہ زندوں اور مردوں سے الوداع ہو رہے ہیں میدان احد سے واپس آ کر ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ مجھے زمین اور زمین میں موجود تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ مجھے یہ خوف اور اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے مگر فکر اور اندیشہ ہے کہ تم دنیاوی مفاد کی طلب میں آپس میں برسرِ پیکار ہو کر آپس میں کشت و خون نہ کرو۔ ①

۱۸۔ ۱۹ صفر ۱۱ ھ کو رات کے وقت آنحضور ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہلِ بقیع کے لیے دعائے مغفرت اور ساتھ ہی انھیں بشارت دی کہ اے اہلِ قبور تم پر سلام ہو اور ہم بھی تم سے آ ملنے والے ہیں۔ واپس تشریف لائے تو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ اس وقت آپ ﷺ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔ ② اس کے بعد پانچ روز آپ ﷺ باری باری ازواج مطہرات کے

---

① صحیح بخاری جلد:1 ص:585. ② ابن سعد و صحیح مسلم.

Marfat.com

حجروں میں جاتے رہے۔ اب آنحضور ﷺ کی بیماری میں روز بروز شدت آ رہی تھی۔ آپ ﷺ روزانہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پوچھتے کہ کل میرا قیام کہاں ہے؟ چنانچہ وہ آپ ﷺ کا منشا سمجھ گئیں اور تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بخوشی آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ ﷺ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں اس حالت میں تشریف لے گئے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر چل رہے تھے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور پاؤں مبارک زمین پر لکیر بنا رہے تھے۔ ①

وصال سے پانچ دن قبل بروز بدھ بخار نے شدت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے پانی ڈالو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو ایک بڑے ٹب میں بٹھا دیا گیا اور آپ ﷺ پر پانی گرانا شروع کر دیا گیا۔ یہاں تک کے آپ ﷺ بس بس فرمانے لگے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ ② اس کے بعد آنحضور ﷺ نے سر پر پٹی باندھی اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ہدایت فرمائے میں تمہیں اس پر چھوڑتا ہوں اور تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں۔ یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنایا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر شریف ظاہر کی جاتی مگر آپ ﷺ کو سجدہ گاہ بنائے جانے کا خوف تھا۔ ③ اس کے بعد آنحضور ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو یا زیادتی کی ہو تو وہ اپنا بدلہ مجھ سے لے لے۔ میں تمہیں انصار کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کیونکہ یہ میرے قلب وجگر ہیں۔ باقی لوگ بڑھتے جائیں گے اور یہ تعداد میں کم ہوتے جائیں گے۔ ان نیکو کاروں سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو درگزر سے کام لینا، اللہ سے ڈرو، غرور اور تکبر نہ کرنا، کیونکہ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ آخرت کی بھلائی متقیوں کے لیے ہے۔

وصال مبارک سے چار دن قبل بروز جمعرات آپ ﷺ کے پاس جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ قلم دوات لاؤ میں تمہیں وہ تحریر لکھا دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے۔ اس پر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ قلم دوات لاؤ اور کچھ نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے یہ الفاظ کہے: قد غلب علیه الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللّٰه، آپ ﷺ کو مرض کی شدت ہے۔ ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ خدا کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔

---

① صحیح مسلم بخاری جلد1 ص:748.
② صحیح بخاری جلد:2 ص:746.
③ بخاری شریف جلد:2 ص:749 و موطا مالک ص:340.

Marfat.com

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحث ومباحثہ شروع ہو گیا اور وہ زور زور سے باتیں کرنے لگے۔ جب شور بلند ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ ①

اس سے ایک دن پہلے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریبی رشتے دار مجھے غسل دیں۔ میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر کچھ دیر کے لیے الگ ہو جانا تا کہ ملائکہ میرا جنازہ پڑھ لیں۔ بعدازاں گروہ در گروہ مجھ پر نماز جنازہ پڑھنا، پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں، بعد میں ان کی عورتیں اسی روز آپ ﷺ نے تین باتوں کی نصیحت فرمائی۔

① یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

② سفرا اور وفود پر اسی طرح نوازش کرنا جس طرح میں اپنی حیات ظاہری میں کرتا رہا ہوں۔

③ تیسری نصیحت راوی بھول گیا البتہ اس کے بارے میں تین مختلف آرا ہیں۔

① غلاموں اور لونڈیوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔

② حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بارے میں ہدایت تھی۔

③ کتاب وسنت کو راہِ ہدایت مان کر اس سے رہنمائی حاصل کرنا۔

اب تک یعنی جمعرات تک تمام نمازیں آپ ﷺ نے خود پڑھائی تھیں اور اس دن مغرب کی نماز بھی آپ ﷺ نے خود پڑھائی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز مغرب میں والمرسلت عرفا پڑھتے سنا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کرلیا۔ ②

اسی دن عشاء کے وقت آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ پر غشی طاری تھی۔ ذرا ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ جواب دیا گیا کہ نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے برتن میں بٹھا کر پانی ڈالو۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا آپ ﷺ اٹھے مگر پھر غشی طاری ہوگئی ہوش آیا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ جواب دیا گیا کہ نہیں آپ ﷺ نے پھر اسی طرح غسل فرمایا۔ مگر پھر غشی طاری ہوگئی۔ ایسا تین بار ہوا آخر آپ ﷺ نے کہلوا بھیجا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ جمعرات عشاء کی نماز سے لیکر آپ ﷺ کی وصالِ مبارک تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین چار بار آپ ﷺ سے عرض کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں۔ آپ ﷺ کسی دوسرے کو نماز کی امامت کے لیے کہہ دیں۔ مگر آپ ﷺ نے ہر بار انکار فرمایا اور فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ③

---

①بخاری شریف جلد:2 ص:749. ②بخاری شریف جلد:2 باب وفات. ③صحیح بخاری جلد:2 ص:746.

Marfat.com

وصالِ پاک سے ایک دن پہلے اتوار کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دوا پلانی چاہی مگر آپ ﷺ کو گوارا نہ ہوئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر پھر غشی طاری ہوگئی اس حالت میں آپ ﷺ کو دوا پلا دی گئی۔ ان دوا پلانے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ شامل نہ تھے۔ ہوش آنے پر آپ ﷺ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ باقی دوا جو لوگ دوا پلانے والوں میں شامل ہیں انھیں پلا دی جائے۔ ①

بروز سوموار آنحضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں صبح کی نماز پڑھ رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ ﷺ مسرت سے مسکرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ باہر آنا چاہتے ہیں فرطِ مسرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے قابو ہو گئے۔ قریب تھا کہ اپنی نماز توڑ دیتے مگر آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ امامت سے پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر آپ ﷺ نے انھیں بھی اشارے سے روکا اور ان کے دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا فرمائی پھر آپ ﷺ حجرہ میں تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا یہ آخری موقع تھا۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چہرۂ اقدس کی زیارت کی۔ ②

اب جوں جوں دن چڑھتا گیا مرض میں شدت آتی گئی۔ آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی خاتونِ جنت سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ آئیں تو اپنے پیارے ابا جان کی حالت دیکھ کر بے چین ہوگئیں اور بے چینی سے بولیں وَا کَرْبَاہ ''ہائے میرے ابا جان کو سخت تکلیف ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تمہارا باپ بے چین نہ ہوگا۔ ③ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا سر پکڑ کر ان کے کان میں سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ ان کے کان میں سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے اس کے بارے میں بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا نبی اکرم ﷺ نے میرے ساتھ آہستگی میں یہ بات فرمائی کہ وہ نبی کریم ﷺ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے۔ میں رو پڑی۔ پھر مجھ سے سرگوشی فرمائی اور مجھے بتایا تم اہلِ خانہ میں سب سے پہلے مجھ سے ملوگی تو میں ہنس پڑی۔ ④ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفاتِ مبارکہ سے صرف چھ ماہ بعد سیّدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا دنیاء فانی رخصت فرما گئیں۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی اور فرمایا۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔ ⑤ اس کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بلایا اور انھیں وعظ و نصیحت فرمائی۔

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:451.
② بخاری شریف جلد:2 حدیث نمبر:451.
③ بخاری شریف حدیث نمبر:1589.
④ بخاری شریف جلد:2 ص:746.
⑤ ترمذی شریف جلد:2 ص:701.

Marfat.com

وفات سے تھوڑی دیر قبل حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے پر سر کی ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے مسواک پر نظر جما کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں۔ انھوں نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے لی اور منہ میں چبا کر نرم کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی نبی کریم ﷺ نے بالکل تندرست آدمی کی طرح مسواک فرمائی۔ [1] اب لمحہ بہ لمحہ نبی کریم ﷺ کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خیبر میں مجھے گوشت میں جو زہر دیا گیا تھا اس کی تلخی میں برابر محسوس کر رہا ہوں اور اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر سے میری جان کٹی جا رہی ہے۔ اس حالت میں اکثر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے: اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ اللہ تعالیٰ بڑے رفیق ہیں۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا حال کیسا ہے؟ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے افاقہ ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے انکا ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا بخدا تم تین روز کے بعد غیر تابع ہو جاؤ گے۔ بخدا میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ عنقریب اس مرض میں وصال فرمائیں گے۔ میں بنی عبدالمطلب کے چہرے موت کے وقت پہچانتا ہوں۔ [2]

سہ پہر کا وقت تھا۔ سینے میں گرگراہٹ محسوس ہوئی ایسے میں آنحضور ﷺ کے لب مبارک ہلے تو پاس بیٹھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ الفاظ سنے الصلوۃ الصلوۃ و ماملکت ایمانکم نماز نماز اور تمھارے غلام۔ [3]

پانی کا بڑا اور کھلا برتن پاس تھا آپ ﷺ بار بار ہاتھ لگن میں ڈالتے اور پھر چہرۂ اقدس پر ملتے، چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے اور کبھی اتار دیتے۔ پھر نزع کا عالم شروع ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد آپ ﷺ نے اچانک انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند فرمائی اور ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگا کر سنا تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا الرّفیق الاعلیٰ اور اسی وقت ہاتھ مبارک جھک گیا اور آپ ﷺ کی روحِ مبارک رفیق اعلیٰ کے پاس پہنچ گئی۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اللّٰھمّ صل علیه و علیٰ اٰله واصحابه صلوٰۃ کثیر اً کثیر اً

یہ سوموار کا دن تھا۔ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ اور سہ پہر کا وقت تھا۔ آنحضور ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال اور ۴ دن تھی۔ وقتِ وصال پاک آنحضور ﷺ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھے۔ [4]

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:747.
[2] بخاری شریف جلد:2 ص:750.
[3] سنن ابنِ ماجہ۔ ابنِ سعد.
[4] بخاری شریف جلد:2.

Marfat.com

حضور نبی کریم، خیر الوریٰ، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصالِ پاک کی خبر سن کر اہل مدینہ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کے لیے زمین و آسمان میں ہر طرف تاریکیاں چھا گئیں۔ ہر دل فگار، چہرہ افسردہ اور ملول تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ بچپن ہی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے وہ اس موقع پر فرماتے ہیں۔ کہ جس دن سے نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے میں نے اس سے مبارک دن نہیں دیکھے اور جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی اس دن سے زیادہ افسوس ناک اور تاریک دن میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔[1]

اس موقع پر بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے تھے۔ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے افسردہ و ملول گھوم پھر کر کہہ رہے تھے۔ کہ جس نے بھی کہا نبی کریم ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر انھوں نے کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔

ان رجالاً من المنافقین زعموا ان رسول ربه کما ذهب هو الله و لیرجعن فیقتطعن ایدی رجال وارجلهم۔

ترجمہ: ”منافقین کے چند لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے ہیں۔ حالانکہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ وہ ﷺ اپنے رب کے پاس اس طرح گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام گئے تھے وہ ضرور واپس آئیں گے اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔“[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی رہائش گاہ مقام سخ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ پھر گھوڑے سے اترے اور مسجد میں داخل ہو گئے اور لوگوں سے کلام نہیں کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کا قصد کیا۔ آپ ﷺ کو دھاری دار یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرۂ پُرنور سے کپڑا اٹھایا۔ پھر آپ ﷺ کے اوپر منہ کے بل جھکے اور بوسہ لیا[3] اور رو پڑے پھر باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا تم میں جو کوئی بھی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا بلاشبہ محمد ﷺ وصال فرما چکے اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا یقیناً اللہ عزوجل ہمیشہ زندہ قائم رہنے والا ہے۔ اس کو موت نہیں پھر سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی۔[4]

ترجمہ: ”اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنیوالوں کو صلہ دے گا۔“[5]

---

① مشکوۃ شریف جلد:2 ص:547. ② ابن ہشام جلد:2 ص:255. ③ ترمذی شریف جلد:1 ص:354 بخاری شریف جلد:2. ④ ترجمہ کنز الایمان. ⑤ پارہ:4 سورہ آلِ عمران آیت:144.

Marfat.com

حضرت فاطمہ الزہرۃ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے اباجان کی دائمی جدائی سے رنج والم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ آہوں اور سسکیوں میں زبان مبارک سے فرما رہی تھیں۔

یا ابتاہ من جنۃ الفردوس مأواہ یا ابتاہ الیٰ جبریل ننحاہ o

ترجمہ: ''ہائے اباجان جنھوں نے پروردگار کی آواز پر لبیک کہا۔ ہائے اباجان جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ ہائے اباجان ہم جبرائیل کو آپ ﷺ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔''[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت اتاری ہے۔ زہری نے ابوسلمہ اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سنی تو سہم گیا اور دہشت سے میرے پاؤں اُٹھتے نہ تھے۔ میں زمین پر گر پڑا۔ کیوں کہ میں مان گیا کہ واقعی نبی کریم ﷺ کی وفات ہو چکی ہے۔[2]

جانشینی کا مسئلہ

آنحضور ﷺ کی تجہیز وتدفین کا مرحلہ ابھی باقی تھا کہ آپ ﷺ کی جانشینی کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ انصار رضی اللہ عنہم ثقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے انہیں امیر مقرر کر لیا جائے۔ جب مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی آگاہی ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر ثقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لیے یہ روانگی نہایت ضروری تھی کیونکہ انصار و مہاجرین کی دو آرا تھیں۔

1. حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کو امیر مقرر کیا جائے۔
2. منّا امیر'' ومن قریشِ امیر''، ایک ہم میں سے امیر ہوگا اور ایک قریش میں سے ہوگا۔ کافی بحث و مباحثے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا۔

تجہیز وتکفین

سوموار کا دن تو پریشانی اور بدحواسی میں گزر گیا۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی دائمی جدائی کا غم کھائے جا رہا تھا۔ نیز تجہیز وتکفین کی بجائے خلافت کے مسئلے میں الجھ گئے تھے۔ پھر رات گزری اور منگل کی صبح ہوئی اس وقت تک آپ ﷺ کا جسدِ مبارک ایک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا

---

[1] بخاری شریف جلد:2 ص:755۔ [2] بخاری شریف جلد:2 ص:753۔

Marfat.com

بستر پر ہی رہا اور اہلِ بیت نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کے قریبی عزیز واقارب نے آپ ﷺ کے کپڑے اتارے بغیر غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جسمِ اطہر کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹے حضرت قثم رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کروٹیں بدلتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ پانی بہا رہے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سینے سے لگائے غسل دے رہے تھے۔ ① غسل کے بعد آنحضور ﷺ کو تین سوتی چادروں کا کفن پہنایا گیا اس میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔ ② دورانِ غسل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کمرے کے دروازے کو اندر سے کنڈی لگا کر بند کر لیا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ثواب و برکت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ دورانِ غسل چادر کا پردہ بھی کیا گیا تھا۔

اب نبی کریم ﷺ کی آخری آرام گاہ کے بارے میں مختلف تجاویز پیش ہوئیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا مگر اس کی تدفین وہیں ہوئی جہاں فوت ہوا۔

قبر مبارک کھودنے کا مرحلہ آیا تو پھر اختلاف پیدا ہوا کہ قبر مبارک لحدی یعنی بغلی کھودی جائے یا صندوقی اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے دی اختلاف مناسب نہیں۔ مدینہ میں اس وقت دو صحابی قبر کھودنے میں ماہر ہیں یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو صندوقی قبر کھودتے ہیں۔ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جو بغلی قبر کھودتے ہیں۔ دونوں کی طرف آدمی بھیجا جائے ان میں سے جو پہلے پہنچ جائے وہ قبر کھودے سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ ③

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف آدمی روانہ فرمائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے پہنچ گئے تو انھوں نے لحدی یعنی بغلی قبر کھودی۔ لحد مبارکہ میں قدرے نمی تھی اس لیے جس بستر پر آپ ﷺ کی وفات مبارکہ ہوئی وہی بستر قبر میں بچھا دیا گیا۔ جنازہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے قریبی عزیز واقارب یعنی خاندانِ بنو ہاشم نے پڑھا۔ اس کے بعد دس دس مہاجرین نے باری باری حجرہ مبارک میں داخل ہو کر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر انصار نے، پھر عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے۔ اس نماز جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ ④

ایک روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سب نماز جنازہ پڑھ لیں۔ تو تھوڑی دیر کے لیے جسمِ اطہر کے پاس سے ہٹ جانا اور جگہ خالی کر دینا تاکہ فرشتے بھی نماز جنازہ پڑھ لیں۔ قبر کی تیاری اور نماز جنازہ میں سارا دن گزر گیا اور بدھ کی رات آ گئی۔ چنانچہ بدھ کی رات کو جسمِ مبارک کو حضرت

---

① طبقات ابن سعد رحمہ اللہ۔ کتاب الفرقات، طبری رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ۔

② صحیح بخاری جلد:1 صحیح مسلم جلد:1۔ ③ صحیح بخاری کتاب الجنائز۔

④ ابنِ سعد باب وفات۔

Marfat.com

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت قثم رضی اللہ عنہ بن عباس اور حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قبر مبارک میں اتارا۔ اور ایک روایت کے مطابق حضرت قثم اور حضرت شقران کی بجائے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر مبارک میں اتارا۔

خاندانِ نبی کریم ﷺ

ا۔ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی رضی اللہ عنہ مکہ کی نہایت ہی پاکباز اور نہایت ہی امیر ترین عورت تھیں۔ اپنی پاکبازی اور پاک دامنی کی وجہ سے مکہ میں ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو اپنا سامانِ تجارت دے کر تجارت کے لیے بھیجا کرتی تھیں۔ آنحضور ﷺ کے عقد میں آنے سے پہلے دو شادیاں کر چکی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے دونوں خاوند یعنی ابو ہالہ بن ضرارہ اور عتیق بن عایذ مخزومی فوت ہو چکے تھے۔ آنحضور ﷺ سے شادی کے وقت آنحضور ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔

نبی کریم ﷺ سے نکاح کے بعد ۲۵ سال بقید حیات رہیں۔ جب تک آپ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آنحضور ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ ان رضی اللہ عنہا کی وفات کے سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اُنس و محبت کا یہ عالم تھا کہ ان رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ایک دفعہ ان کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملنے کے لیے آئیں۔ انھوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی ان کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی جلتی تھی۔ آپ ﷺ کے کانوں میں آواز پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اذن سمجھا۔ جس سے آپ ﷺ گھبرا گئے۔ پھر فرمایا اے اللہ! یہ تو ہالہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک سرخ جبڑے والی ایک بوڑھی عورت کا کیوں تذکرہ کرتے رہتے ہیں جس کو وفات پائے زمانہ گزر گیا۔ ① اس پر آپ ﷺ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو ان رضی اللہ عنہا کی محبت دی ہے۔ ② وہ ایک ایسی ہستی تھیں کہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائیں جب اور لوگوں نے انکار کیا۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب اور لوگوں نے تکذیب کی۔ انہوں نے اس وقت میری مدد کی جب میرا کوئی معین نہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے تمام اولاد ہوئی۔

---

① بخاری شریف جلد:2 باب فضائل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا.
② مسلم شریف باب فضائل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا.

Marfat.com

۱۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کی اولادِ پاک میں سے سب سے پہلے پیدا ہوئے اور سب سے پہلے ہی فوت ہوئے۔ ان کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں ایک روایت کے مطابق ۷ دن زندہ رہے۔ ابنِ سعد کی روایت کے مطابق ۲ سال زندہ رہے اور ابنِ مازس کی روایت کے مطابق سنِ تمیز تک (۴ سال) زندہ رہے آنحضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم انھی کی نسبت سے ہے اور آپ ﷺ کو یہ کنیت بہت پسند تھی۔

۲۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد عمرو بن ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی۔ وہ جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے گرفتار ہوئے اور انھیں اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دے گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ جب وہ مقام ذی طویٰ پر پہنچے تو کفارِ قریش کے کچھ لوگ جو کہ مکہ سے ان رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں تھے۔ ان میں سے ایک بدبخت ہبار بن اسود نے نیزہ مار کر انھیں رضی اللہ عنہا اونٹ سے نیچے گرا دیا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ ابوسفیان بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے کنانہ سے ساز باز کی کہ اگر اس طرح اس لڑکی کو جانے دیا گیا تو اسے ہماری کمزوری سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اسے واپس مکہ لے چلو اور چند دن بعد ذرا سکون ہوا تو اسے مدینہ واپس بھیج دینا۔ چنانچہ کنانہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر واپس مکے چلا گیا۔ چند دن بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تو ایک دن رات کی تاریکی میں کنانہ نے مقام بطن یاجج پر آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا وہ آپ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ پہنچے۔

جمادی الاول ٦ ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، 70 سواروں کے ساتھ ایک سریہ کے لیے روانہ ہوئے تو مقام عیص پر کفار کے ایک قافلے سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ان سے جنگ ہوئی تو نتیجے میں کفار کو شکست ہوئی۔ ان کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھوں آیا کچھ کفار گرفتار ہوئے ان میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب یہ لوگ مدینے پہنچے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دیدی اور نبی کریم ﷺ سے سفارش کی۔ آپ ﷺ نے ان کا مال واپس کر کے انھیں رہا کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ واپس پہنچے لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ دوبارہ نکاح کے تھوڑے ہی عرصے بعد ۷، ۸ ھ میں

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ بنت رضی اللہ عنہا زمعہ اور حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا۔ خود نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں دو اولا دیں ہوئیں۔ ایک بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا اور دوسرا بیٹا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ دوسری عام روایت کے مطابق جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کو بہت محبت تھی صحاح کے مطابق نبی کریم ﷺ ان کو کاندھے پر بٹھا کر نماز پڑھتے رکوع کے وقت اتار دیتے، جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوبارہ اپنے اوپر سوار کر لیتے۔

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرۃ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اور اپنی شہادت کے وقت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے نکاح کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان کے نکاح ہی میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک بیٹا تھا اور بعض روایات کے مطابق ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔

۳۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد ۳۳ قبل نبوت میں پیدا ہوئی۔ اعلان نبوت سے قبل ہی میں ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی۔ [1] اعلانِ نبوت پر ابولہب نے اپنے بیٹے کو انھیں طلاق دینے کو کہا چنانچہ اس نے طلاق دے دی۔ تو نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

ہجرتِ حبشہ کے وقت آپ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھیں۔ کچھ عرصے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس مکہ آئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس طرح ان کو اسلام کی راہ میں دو مرتبہ ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ جس دن حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر جنگِ بدر کی فتح کی خوشخبری دی اسی دن یعنی رمضان المبارک ۲ھ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا مگر وہ چھ سال کی عمر میں ہی وفات پا گئے۔

---

[1] ابن سعد.

Marfat.com

۴۔ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبی کریم ﷺ نے ربیع الاول ۳ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ''ذوالنورین'' یعنی دونوروں والے مشہور ہوئے کیونکہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں (دونور) آئیں۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا شادی کے چھے برس بعد تک زندہ رہیں اور شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

۵۔ سیّدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کی سن ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق بعثت سے ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا سنِ بعثت میں پیدا ہوئیں ایک روایت کے مطابق بعثت سے پانچ برس قبل تعمیر کعبہ کے وقت پیدا ہوئیں۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہا کی ولادتِ باسعادت سنِ بعثت تسلیم کیا جائے تو آپ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شادی کے وقت عمر مبارک پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔

ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی۔ آپ ﷺ پھر خاموش رہے اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا تمھارے پاس مہر کے لیے کچھ ہے۔ اس پر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ایک گھوڑے اور زرّہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زرہ فروخت کرڈالو آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اٹھتالیس درہم میں فروخت کی اور رقم لاکر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈال دی۔

آنحضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بازار سے خوشبو خرید کر لائیں۔ اس کے بعد اپنی بیٹی کا عقد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ میں قریش میں سب سے بہترین شخص سے تمھاری شادی کررہا ہوں۔ شادی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ایک روایت کے مطابق ۲۱ سال ۵ ماہ اور دوسری روایت کے مطابق ۲۴ سال ڈیڑھ ماہ تھی۔

Marfat.com

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ چونکہ بچپن ہی سے آنحضور ﷺ کے زیر کفالت تھے اس لیے بوقت نکاح ان کے پاس رہائش کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس کئی مکانات تھے۔ انھیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رہائش کے مسئلے کا علم ہوا تو انھوں نے اپنا ایک مکان نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر بخوشی ان کی نظر کیا۔ یوں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسمِ عروسی اس مکان میں ادا فرمائی۔

شادی کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی پرسکون تھی مگر کبھی کبھی ناخوشگواری پیدا ہو جاتی تو آنحضور ﷺ دونوں میں صُلح کرا دیتے اور فرماتے کہ مجھے یہ دونوں بہت محبوب ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا نکاح کرنا چاہا آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ سخت غصے میں مسجد میں تشریف لے گئے۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے جس نے ان کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ [1]

آنحضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت وشفقت کی تفصیل لکھنے کے لیے ہزاروں صفحات بھی کم ہونگے۔ یہاں ایک اجمالی ساخاکہ پیش کیا ہے ان رضی اللہ عنہا کے مرتبہ اور مقام کا اندازہ کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے دو ارشادات مبارکہ ہی کافی ہیں۔

① فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

② فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جب کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے ابا جان کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور انھیں نہایت پیار وشفقت سے اپنے پاس بٹھاتے۔ جب کسی غزوے پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا سے ملتے۔ اور غزوے پر واپسی سے سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے ملتے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے جو مشقت ہوتی تھی اس کی شکایت کی اور خدمت کے لیے کسی قیدی خادم کی خواہش کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ مگر آنحضور ﷺ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی حاجت بیان فرمائی۔ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو خبر دی۔ نبی کریم ﷺ اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بستروں میں لیٹ گئے تھے جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میں اٹھنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ آرام کرتے رہو پھر آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک اچھی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے سوال کیا ہے۔ ہم نے

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:459.

Marfat.com

عرض کی۔ جی ہاں ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔ ①

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پانچ اولادیں ہوئیں

① حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ② حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ③ حضرت محسن رضی اللہ عنہ

④ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا ⑤ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت محسن رضی اللہ عنہ تو بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی اور ان سے نبی کریم ﷺ سے محبت کے بارے میں تاریخ، تفاسیر اور سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ خطبہ پڑھتے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ دونوں شہزادے سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے، چلتے تھے اور گر پڑتے تھے، یعنی صغر سنی کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا تو منبر سے اترے اور دونوں کو اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا۔ ②

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو اپنے گھر والوں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور آپ فاطمہ الزہرۃ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ بلاؤ ہمارے اپنے دونوں بیٹوں کو اور ان کو سونگھتے تھے اور اپنے کلیجے سے لگاتے تھے۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بلایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور ان پر ایک چادر ڈال لی اور اِن کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو ان سب پر ایک چادر ڈال کر آپ ﷺ نے عرض کی یا اللہ یہ لوگ میرے گھر والے ہیں۔ ③ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تمھارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک ان میں سے دوسرے سے بڑی ہے وہ جو بڑی ہے اللہ کی کتاب ہے گویا ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ظاہر ہوں گے میرے ساتھ حوضِ کوثر پر سو دیکھو میرے پیچھے ان کے ساتھ کیا کرتے ہو۔ ④

آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ میرا بیٹا امام حسن رضی اللہ عنہ سیّد ہے، یہ صُلح کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں دو مسلمان گروہوں میں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ ⑤

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:440۔ ② ترمذی شریف جلد:2 ص:699۔
③ ترمذی شریف جلد باب مناقب۔ ④ ترمذی شریف جلد:2 ص:703۔
⑤ ترمذی شریف جلد:2۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ، 8 ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ساتویں روز عقیقہ کیا گیا اور سر منڈوایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی۔ رضاعت کے لیے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اُم بردہ حولہ بنت زید انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا اور رضاعت کے معاوضے میں کھجور کے کچھ درخت دیئے گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق رضاعت کا فرض اُم سیف رضی اللہ عنہا کو سونپا گیا۔ اُمِ سیف رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ کے مضافات میں رہائش پذیر تھیں۔ ان کے شوہر لوہار کا کام کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ روزانہ وہاں تشریف لے جاتے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیتے چومتے اور پیار کرتے اور واپس آجاتے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے ۲ مہینے ۱۰ دن میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق ۱۵ مہینے۔ اور ایک روایت کے مطابق ۱۶ مہینے ۸ دن۔ اور ایک روایت ا برس ۱۰ ماہ ۶ دن اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ۱۷۔ ۱۸ ماہ کی عمر پائی اور ان کی وفات ۲۸، ۲۹ شوال ۸ ھ ۲۷ جنوری ۶۲۳ء میں ہوئی۔ آنحضور ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب رضی اللہ عنہ والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد بن ہاشم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلی ہاشمیہ خاتون تھیں۔ یہ خاتون ہاشمیہ میں منسوب ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میانہ قد مائل بہ پستی تھے۔ دوہرا بدن، سر کے بال کسی قدر اڑے ہوئے باقی تمام جسم پر بال، لمبی گھنی ڈاڑھی اور رنگ گندم گوں تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے۔ آنحضور ﷺ نے بچپن ہی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا اعزاز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ آنحضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوالحسن اور ابوالتراب سے مخاطب فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ دلیری، بہادری، شجاعت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ علم وحکمت کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ۔ آنحضور ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ

Marfat.com

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا دو شخص شقی ترین ہیں۔ ایک احیمر جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کو نچیں کاٹیں اور دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر تیری ڈاڑھی کو جسم سے جدا کر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جود وسخا، رحم دلی، کلمہ حق گوئی کے ساتھ ساتھ اسد اللہ غالب اور حیدرِ کرار بھی تھے۔ جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق اور غزوہ حنین آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی روشن مثالیں ہیں۔ جنگِ خیبر میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد پاک کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بہت بڑا اعزاز تھا۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں کہا تھا کہ الٰہی ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو نے خلفائے راشدین کو فرمائی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلفائے راشدین کون تھے یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے وہ میرے دوست ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ دونوں امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آپ رضی اللہ عنہ مشیرِ خاص تھے۔ فقہی مسائل آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ تمام تر مخالفت کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بعض فقہی مسائل کے لیے آپ سے ہی رجوع کیا کرتے تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقام کے اندازے کے لیے ایک حدیث پاک درج کی جاتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے رہتے تھے۔ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا؟ کہ ابا جان آپ ہر وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو کیوں تکتے رہتے ہیں۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جواب دیا۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النظر والی وجہ علی عبادۃٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ اس وجہ سے میں عبادت سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک کو دیکھتا رہتا ہوں۔ ①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ: ''ہم مومنوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے پہچان لیتے اور منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے پہچان لیتے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مومن اور منافق کی پہچان کر لیتے۔'' ②

---

① امام حجر مکی رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ۔
② مسلم شریف۔

Marfat.com

شہادت

۱۶ رمضان المبارک بروز جمعتہ المبارک ۴۰ھ صبح کی نماز کے لیے لوگوں کو نماز کے لیے آوازیں دیتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد میں چھپے ہوئے شخص دروان نے بڑھ کر تلوار ماری۔ مگر وار دروازے کی چوکھٹ یا دیوار پر پڑا۔ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ ابن ملجم نے فوراً آگے لپک کر آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر تلوار کا وار کیا جو بہت شدید اور آنحضور ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق لگا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ اسی زخم کی بدولت ۱۷ رمضان المبارک بروز ہفتہ ۴۰ھ میں وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ازواج واولاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مختلف اوقات میں ۸ شادیاں کیں۔ اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمیت نو شادیاں کیں جن سے ۱۴ لڑکے اور ۱۷ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ لڑکے اور دو لڑکیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اُم البنین بن حر ام کلابیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ جن کے بطن سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جن کے بطن سے حضرت محمد الاصغر رضی اللہ عنہ اور حضرت محی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ سارے بھائی میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ ایک نکاح حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے کیا جن کے بطن سے حضرت محمد الاوسط رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے چھٹا نکاح حضرت خولہ بنتِ جعفر رضی اللہ عنہا سے کیا جن کے بطن سے محمد الاکبر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جن کو محمد بن الحنفیہ بھی کہتے ہیں۔ ساتواں نکاح صہبا بنتِ ربیعہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جن کے بطن سے اُم الحسن رضی اللہ عنہا، زملتہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم صغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں آٹھواں نکاح حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا بنتِ عروہ بن مسعود سے کیا جن سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ نواں نکاح بنتِ امراء القیس بن عدی کلبی رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو کم سنی میں وفات پا گئی۔ اس کے علاوہ اور بھی لڑکیاں تھیں جن کے اسمائے مبارکہ کی اتنی تفصیل نہیں ملتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے حضرت عون رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار کا صحیح حال کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں مدفون ہیں ان کے مزار کی جگہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ کیونکہ خارجیوں کے خوف سے کہ کہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کی لاش کی بے حرمتی نہ کریں ایسی جگہ دفن کیا گیا جس کا عام لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ [1]

---

[1] تاریخ اسلام جلد1 ص:539۔

Marfat.com

۲۔ اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ انھیں یہ فضیلت حاصل ہے کہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے نکاح پڑھایا اور چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔[1]

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے شادی سے پہلے حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی۔ حبشہ سے واپسی کے کچھ دن بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ ان میں سے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ تھا۔ جنہوں نے جنگِ جلولا میں شہادت پائی۔

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بلند قامت اور فربہ اندام تھیں۔ اسی وجہ سے تیزی سے نہ چل سکتی تھیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آیاتِ حجاب ان ہی کی وجہ سے نازل ہوئی۔ اخلاق و عادات، سخاوت اور فیاضی میں آپ رضی اللہ عنہا کو خاص مقام حاصل ہے۔ چونکہ انھیں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں زیادہ عرصہ گذارنے کا موقع حاصل ہوا اس لیے نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات کا وصف آپ رضی اللہ عنہا میں عموماً نظر آتا ہے۔ اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے صرف پانچ احادیث روایت کی ہیں ان کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔

① انھوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔ (واقدی)
② انھوں نے ۵۵ھ میں وفات پائی۔ (حافظ ابن حجر)
③ انھوں نے ۲۳ھ میں وفات پائی۔ (امام بخاری)
④ انھوں نے ۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں وفات پائی۔ (امام ذہبی تاریخ کبیر)
⑤ انھوں نے ۲۴ھ میں وفات پائی (خمیس)

۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے ایک سال بعد اور ہجرت سے ۲ سال ۵ مہینے پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال تھی۔

شادی سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم سے منسوب تھیں۔ حضرت خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کے والدہ اُمِ رومان سے نبی کریم ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی شادی کا ذکر کیا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شادی کا ذکر کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں

---

[1] مسلم شریف۔

Marfat.com

اور میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی اس لیے یہ ناممکن ہے۔ مگر بعد میں جبیر بن مطعم نے خود ہی انکار کر دیا کہ اگر میں نے یہ شادی کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنے سے ان کے گھر میں اسلام داخل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے انکار کے بعد حضرت خولہ بنتِ عقیل رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعے ان کی شادی نبی کریم ﷺ سے ہوئی اور چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک پارہ حریر پر ان کی تصویر نبی کریم ﷺ کے پاس لائے۔ (یعنی قبل نکاح کے) اور فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں۔ ① ہجرت کے ۷ ماہ بعد شوال ۱ ھ میں ۹ برس کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔ تمام اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باکرہ تھیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علمی لحاظ سے تاریخ اسلام میں منفرد اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ تفسیر و حدیث اسرار شریعت اور ادب و انساب میں ان رضی اللہ عنہا کو کمال حاصل تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے بے شمار احادیث روایت کی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ان سے ۱۵۴ احادیث، مسلم شریف میں ۶۸ احادیث روایت ہیں۔ جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب میں ان سے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ۱۷۴ پر تمام محدثین متفق ہیں۔ آنحضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی وہ آپ ﷺ کی لاڈلی اور چہیتی بیوی تھیں۔ ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہدیہ بھیجنے کے بارے میں بار بار ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مت ستاؤ اس لیے کہ مجھ پر کسی عورت کے لحاف میں وحی نہ اتری سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ ②

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا عورتوں پر اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کو طعام پر۔ ③ بیماری کی شدت میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لے کر آپ ﷺ زندگی کے آخری سانس تک آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر رہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کافی لمبی عمر پائی اور ۶۶ سال کی عمر میں ۵۸ ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی عتیق رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اور رات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

---

①ترمذی شریف جلد:2 ص:730. ②ترمذی شریف باب مناقب. ③بخاری شریف جلد:" ص:440.

Marfat.com

۴۔ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حزافہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جو جنگ بدر میں زخمی ہوئی اور انھی زخموں کی وجہ بعد میں فوت ہوئے۔ ①

بیوہ ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے شادی کرنے کو کہا وہ خاموش رہے پھر انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا وہ بھی خاموش رہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت رنجیدہ ہوئے اور اسی رنجیدگی میں خود ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسالت مآب ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کو کہا تو میں خاموش رہا اور میری یہ خاموشی تمھیں ناگوار گزری۔ مگر میری خاموشی کی وجہ رسالت مآب ﷺ کی خواہش تھی جس کا میں راز دار تھا اگر آنحضور ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی نہ کرتے تو میں اس کے لیے آمادہ تھا۔ ②

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں تیزی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقابلے میں ایک تھیں۔ مگر بعض دفعہ باہم رشک و رقابت بھی ہو جاتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے ۴۵ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انھوں نے جمادی الاول ۴۱ھ میں وفات پائی ایک روایت ۲۷ کی بھی ہے اور وہب بن مالک کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی مگر اکثریت کا اتفاق ۴۵ھ میں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائیوں نے جن میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لڑکوں نے قبر میں اتارا۔

۵۔ ام المومنین حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا

قبیلہ بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی شادی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے آنحضور ﷺ نے ۴ھ میں ان رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ مگر آپ رضی اللہ عنہا صرف ۸

---

① زرقانی باب فضائل۔
② سیرۃ النبی ﷺ جلد:2 ص:242۔

Marfat.com

ماہ بعد وفات پا گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مسکینوں پر رحم، مروت اور رحم دلی کی وجہ سے ان کا لقب اُم المساکین مشہور ہوا۔

۶۔ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام مبارک ہند بن سہل اور ماں کا نام عاتکہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو رسالت مآب ﷺ کی رضاعی بھائی بھی تھے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خاوند کے ہمراہ ہجرتِ حبشہ کی اور پھر یہ فضیلت بھی انہی کو حاصل ہے کہ وہ پہلی معزز ومحترم خاتون تھیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے اور انھی زخموں کی وجہ سے جمادی الثانی ۴ ھ میں وفات پا گئے۔ ان کی نماز جنازہ کا بہت اہتمام کیا گیا۔ خود نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز میں ۹ تکبیریں کہیں۔

نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے سہواً ۹ تکبیریں ادا فرمائیں؟ اس پر رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو ہزار تکبیر کا حق رکھتے تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد جب عدت گذر گئی تو رسالت مآب ﷺ نے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا تو انھوں نے چند عذر پیش کیے۔

① میں سخت غیور ہوں۔ ② صاحبِ عیال ہوں۔ ③ میری عمر زیادہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے تمام عذر قبول فرما کر شوال ۴ ھ میں ان سے نکاح فرما لیا۔ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بارے میں سیرت نگاروں اور مورخوں میں کافی اختلاف ہے۔

نمبر ۱: آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۹ ھ میں ہوئی۔ (واقدی عرب کا مشہور مورخ)۔

نمبر ۲: آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۸ ھ میں ہوئی (امام بخاری)۔

نمبر ۳: آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۲ ھ میں ہوئی (ابرہیم حربی)۔

نمبر ۴: آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۱ ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر ہوئی۔ ابنِ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو درست تسلیم کیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ مٹی دی اور فرمایا جس دن اس مٹی کا رنگ سرخ ہو گیا اس دن میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید کر دیا جائے گا۔ چنانچہ کئی سال بیت گئے۔ جب یزید تخت نشین ہوا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوچ کیا تو کچھ دنوں بعد یعنی ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو ایک دن انہوں نے دیکھا کہ مٹی کا رنگ سرخ ہو گیا اور چند دنوں بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔

Marfat.com

روایت ہے سلمہ رضی اللہ عنہا سے انھوں نے کہا میں گئی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ رو رہی تھیں۔ میں نے سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو خواب میں اور ان کی سر اور ریش مبارک پر خاک تھی میں نے سبب پوچھا تو فرمایا میں قتل گاہ حسین رضی اللہ عنہ سے آیا ہوں میرے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا 61، ہجری میں بقید حیات تھیں۔ وقتِ وفات آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۸۴ سال اور تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب کے بعد وفات پائی۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد علم و فضل میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبہ حاصل تھا۔ روایتِ حدیث اور نقلِ احکام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد انھیں فضیلت حاصل تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا بہت ذہین اور معاملہ فہم تھیں۔ صُلح حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہا ہی کے حسنِ تدبر سے مشکل حل ہوئی۔ کیونکہ صُلح حدیبیہ کی شرائط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت افسردہ، مغموم اور بددل بیٹھے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کا حکم دیا۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اداس اور غمگین بیٹھے رہے۔ انھیں قربانی کرنے میں تامل تھا۔ اس پر آنحضور ﷺ نہایت رنجیدہ خاطر ہو کر اپنے خیمے میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اس پر اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت ہی ہوش مندی سے عقل و ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ خود اٹھیں اور قربانی کریں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مشورہ قبول فرماتے ہوئے اٹھے اور قربانی کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو قربانی کرتا دیکھ کر قربانی کرنی شروع کر دی۔

۷۔ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے تھا۔ اور آنحضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی رسالت مآب ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کیوں کہ غلام رہ چکے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا روسائے قریش میں سے تھیں۔ اس لیے انھیں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے شادی کرنا پسند نہ تھا مگر آنحضور ﷺ کے تعمیل ارشاد کے لیے راضی ہو گئیں۔ آنحضور ﷺ نے ۱۰ دینار، ۶۰ درہم، ایک جوڑا کپڑے، ۵۰ مد کھانا، ۳۲ صاع کھجوروں کے مہر کے عوض ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی میں ہمیشہ شکر رنجی ہی رہی مجبوراً حضرت زید رضی اللہ عنہ طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے مگر رسالت مآب ﷺ انھیں بار بار ایسا کرنے سے منع فرماتے۔ مگر ان کے درمیان نبھا نہ ہو سکا اور آخر کار حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سال کے بعد انھیں طلاق دیدی۔

---

[1] ترمذی شریف جلد:2 ص:698.

Marfat.com

آنحضور ﷺ نے عدت کے بعد ان کی دلجوئی کے لیے ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ مگر عرب میں اس وقت دستور تھا کہ متبنیٰ بیٹے کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے آپ ﷺ کو کچھ تامل تھا۔ لیکن چونکہ اسلام نے تمام جاہلیت کی رسم کو ختم کرنا تھا اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

ترجمہ: ''اور اے محبوب یاد کرو جب آپ (ﷺ) فرماتے تھے کہ اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمھیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا۔ اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔ پھر جب زید کی غرض سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمھارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکو (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔''①

آنحضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی ذی القعدہ ۵ ھ یا اس سے کچھ عرصے پہلے کی۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی۔ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبادت میں خشوع وخضوع کے ساتھ مشغول رہتی تھیں، نہایت فیاض تھیں۔

اپنی گذر اوقات کے لیے خود وسائل پیدا فرماتیں۔ اپنا کفن بھی خود ہی تیار کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سالانہ نفقہ بھیجا تو تمام غربا میں تقسیم کر دیا۔ اور اللہ سے دعا کی اے اللہ اس سال کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے عطیے سے فائدہ نہ اٹھاؤں ان کی دعا قبول ہوئی اور اسی سال وفات پا گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ، محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن ابی احمر بن جحش رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا اس وقت ان کی عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان رضی اللہ عنہا کی شادی معافع بن صفوان سے ہوئی جو غزوۂ مریسیع میں قتل ہوا۔ غزوۂ بنی مصطلق میں غنیم کی شکست کے بعد بے شمار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

---

①سورہ احزاب آیت نمبر:38.

Marfat.com

مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت وہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ عرب میں اس وقت یہ رواج تھا کہ غلام یا لونڈی اپنے مالک کو کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کرسکتا تھا۔ وہ چونکہ عرب کے ایک رئیس کی بیٹی تھیں اس لیے لونڈی کی حیثیت سے زندگی گذارنا ان رضی اللہ عنہا کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے آزادی کے لیے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی تو ۹ اوقیہ سونے کی ادائیگی پر بات طے ہوگئی۔ بات طے ہونے کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں۔ میں ایک کلمہ گو اور معزز مسلمان عورت ہوں اور اس وقت بڑی اذیت میں ہوں کیونکہ ایک لونڈی کی حیثیت میرے لئے بڑی تکلف دہ ہے۔ میں اس وقت ایک لونڈی کی حیثیت سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ہوں۔ میں نے ان سے مکاتبہ کیا ہے اور آزادی کے لیے ۹ اوقیہ سونا طے ہوا ہے۔ مگر یہ رقم میرے بس وامکان سے زیادہ ہے۔ آپ ﷺ میری مدد کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس چیز سے بہتر کی خواہش مند نہیں ہو؟ انھوں نے پوچھا کہ اس سے بہتر وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ طے شدہ سونا میں ادا کردیتا ہوں اور تم آزاد ہوکر میرے ساتھ شادی کرلو۔ حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا شادی کے لیے راضی ہوگئیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے انھیں آزادی دلا کر ان کی مرضی سے شعبان ۵ ھ یا ٦ ھ میں ان سے شادی کرلی۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شادی کا پتہ چلا تو انھوں نے کہا چونکہ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے قبیلہ بن مصطلق سے رشتۂ مصاہرت قائم کرلیا ہے اس لیے ہم اس قبیلے کے قیدیوں کو رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق ۷۰۰ غلام اور لونڈیوں نے رہائی پائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا کا یہ مقام ہے کہ ان کی برکت سے سینکڑوں گھرانے آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ اُم المومنین حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا نے ٦۵ برس کی عمر میں ۵۰ ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

۹۔ اُم المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ اور اُمِ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کنیت تھی۔ والد کا نام ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت سے ۱۷ سال قبل پیدا ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا کی شادی عبیداللہ بن جحیش سے ہوئی۔ اعلانِ نبوت پر دونوں میاں بیوی نے اسلام قبول کرلیا۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں عبداللہ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رضی اللہ عنہا رکھا گیا انھی کی وجہ سے ان کی کنیت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہوئی۔ حبشہ میں قیام کے دوران عبداللہ مرتد ہوگیا اور اس نے عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ اختلاف مذہب کی بنا پر دونوں میں اختلاف پیدا ہوا جس کی وجہ سے اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ لیکن دینِ اسلام پر قائم رہیں۔

رسالت مآب ﷺ نے محرم ۷ ھ میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیج کر نجاشی کے

Marfat.com

پاس بھیجا کہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح کر دے۔ نجاشی نے اپنی لونڈی ارسہ کو نبی کریم ﷺ کے پیغام کے بارے میں اطلاع کے لیے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کو چاندی کے دو کنگن اور ایک انگوٹھی دی اور اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ نجاشی نے وہاں پر موجود مسلمانوں کو جمع کیا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں خود نکاح پڑھایا اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے چار سو درہم مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد نجاشی نے تمام حاضرین کی دعوت کی اور کہا کہ یہ رسالت مآب ﷺ کی طرف سے دعوتِ ولیمہ ہے۔ کیونکہ دعوتِ ولیمہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ نکاح کے بعد حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

اُم المومنین حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بارے میں کافی اختلاف ہے۔ کچھ روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۴۲ھ۔ ۵۰ھ۔ ۵۵ھ۔ ۵۹ھ۔ ہے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا کے مدفن کے بارے میں بھی اختلاف ہے کچھ نے مدینہ منورہ اور کچھ نے دمشق تحریر کیا ہے۔

۱۰۔ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا نام میمونہ بنتِ حارث اور ماں کا ہند تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھی۔ انھوں نے طلاق دیدی اور پھر ابورہم بن عبدالعزیٰ سے نکاح کیا۔ ابورہم کی وفات کے بعد ایک روایت کے مطابق اپنے آپ کو آنحضور ﷺ کے لیے ھبہ کر لیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کے لیے آمادہ کیا۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنے غلام اوس بن ہولی رضی اللہ عنہ کو بطورِ وکیل مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ذی القعدے ۷ھ میں مقامِ سرف میں ان کا نکاح نبی کریم ﷺ سے کیا۔

رسالت مآب ﷺ نے عمرہ قضا سے فارغ ہونے کے بعد احرام سے حلال ہونے کے بعد یہ شادی کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ھ میں مقامِ سرف ہی میں وفات پائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام زینب تھا۔ والد حی بن اخطب تھا۔ جو کہ یہود کے مشہور قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا اور ماں کا نام ضرہ تھا جو کہ بنی قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا والد حی بن اخطب مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ فتح خیبر کے بعد جب یہود کی طاقت نیست و نابود ہوگئی اور حی بن اخطب اور اس کا بیٹا قتل ہو گیا اور بے شمار لوگ جنگی قیدی بنے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی دیگر اسیرانِ جنگ کے ساتھ مسلمانوں کی قید میں آئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی

Marfat.com

عنایت فرمائی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے انھیں اجازت دیدی کہ جاؤ اپنے لیے ایک لونڈی پسند کرلو۔ انھوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پسند کیا بعد میں جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہود کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی ہے تو آپ ﷺ نے انھیں حضرت دحیہ کلبی سے واپس لے کر انھیں ایک دوسری لونڈی عطا کردی۔ بعد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے خود نکاح کرلیا۔ خیبر سے واپس روانگی پر مقام صہبا میں رسمِ عروسی ادا فرمائی اور جو کچھ سامان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوتِ ولیمہ ادا کی گئی۔ وہاں سے روانہ ہونے پر آپ ﷺ نے انھیں خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواجِ مطہرات میں داخل ہوگئیں۔ ①

رسالت مآب ﷺ کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بطور لونڈی عطا کر کے واپس لینا بظاہر مستحسن قدم نہ تھا۔ مگر ایسا کرنا اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے ضروری تھا کیونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد خاوند اور بھائی قتل ہو چکے تھے اور یہود کے نامور سردار کی بیٹی اور بیوی تھیں اس فرطِ غم کے عالم میں ان کے لیے ایک کنیز بن کے رہنا مشکل تھا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کی خاندانی عزت، حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے انھیں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے واپس لے کر پہلے آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا۔ یہ کارروائی اخلاقی، سیاسی اور مذہبی لحاظ سے موزوں تھی کیونکہ اس قسم کے طرزِ عمل سے اہلِ عرب کو اسلام کی طرف کشش ہوئی۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کو تفسیر اور تاریخ (واقدی) کی کچھ کُتب میں کچھ اور ہی معنی پہنائے گئے اور پھر غیر مسلموں مورخوں نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرایہ میں بیان کیا۔ اس سے پہلے بھی یہ لوگ حضرت زینب بنتِ حجش رضی اللہ عنہا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کذب وافترا باندھ چکے تھے۔ آنحضور ﷺ نے صرف ان کی دلجوئی اور ان کے خاندانی وقار کی بحالی کے لیے ان سے شادی کی تھی۔ ابوداؤد کی شرح مارزی میں یہ قول نقل ہے کہ۔

ما فی من انتھا فی مرتبتھا و کو نھا بنت سید ھم

ترجمہ: ''چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہودی کی صاحبزادی تھیں اس لیے ان کا کسی اور کے پاس بطورِ لونڈی جانا ان کی توہین تھی۔''

آنحضور ﷺ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ان کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا ایک اونٹ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو اس پر انھوں نے کہا کہ میں اپنا اونٹ اس یہودیہ کو دے دوں اس پر آنحضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سخت ناراض ہوئے اور دو

---

① بخاری شریف جلد:2 ص:654.

Marfat.com

ماہ تک ان کے پاس نہ گئے۔[1] ایک بار آنحضور ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے دیکھا وہ رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی انھوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ اس لیے تم کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کی دو لونڈیاں تھیں۔ ایک کا نام حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حاکم مصر مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھی اور ان ہی کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

دوسری لونڈی ریحانہ بنتِ زید رضی اللہ عنہا تھیں جن کا تعلق قبیلہ یہود سے تھا اور قید ہو کر آئی تھیں۔ آنحضور ﷺ نے انھیں اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ کی دو اور لونڈیاں بھی تھیں جن میں ایک کا نام جمیلہ رضی اللہ عنہا اور دوسری کا نام درج نہیں۔

دایہ

رسالت مآب ﷺ کی دایہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ ایک حبشی کنیز تھیں اور انا بھی۔ یہ آپ ﷺ کے والد کے ترکے میں ملی تھیں۔ آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ کی وفات کے وقت بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہم سفر تھیں اور جب آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو ابواء کے مقام پر دفن کیا گیا۔ اُم ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لیکر مکہ آئی تھیں۔ جب آپ ﷺ نے حضرت خدیجتہ الکبری رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انھیں آزاد کر کے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیدیا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ انھی کے بطن سے تھے۔ رسالت مآب ﷺ انھیں ماں، ماں کہہ کر پکارتے اور جب انھیں دیکھتے خوش ہوتے اور ماں ماں کہہ کر پکارتے۔ آپ ﷺ اکثر فرماتے کہ ہمارے خاندان کی بس یہی تو ایک نشانی باقی ہیں۔

خادم

یوں تو ہر صحابی رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہے لیکن ان میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنے آپ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی ہمہ وقت خدمت میں وقف کر رکھا تھا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ جلد:2 ص:248.

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابتدائے اسلام میں ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور مکہ مکرمہ میں اشاعتِ اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر ۷۰ سورتیں زبانی یاد تھیں۔ ① حضور ﷺ نے فرمایا قرآن چار اشخاص سے سیکھو۔ جن میں ایک آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ② آپ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہنے کی بنا پر حُسنِ صورت و سیرت اور عادات میں آنحضور ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ دورانِ سفر خواب گاہ و مسواک کا اہتمام آپ رضی اللہ عنہ کے ذمے تھا۔ جب آپ ﷺ مجلس سے اٹھتے تو آپ ﷺ کے نعلینِ مبارک اور عصاء مبارک لیکر آگے آگے چلتے پھر آپ ﷺ مجلس میں بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ کے نعلینِ مبارک اتار کر رکھ دیتے اور اُٹھتے وقت پھر سامنے لاکر رکھ دیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فقہ حنفی کے بانی اوّل ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے فقہ کی روایات کا سلسلہ اُنھی سے منسلک ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خلوت وجلوت میں موجود رہتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور رسالت مآب ﷺ کے گھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ اُم عبد بنت ود ین کی آمدورفت دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص اہل بیت میں سے ہے۔ ③

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنہیں دنیائے اسلام موذن رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک سے جانتی ہے۔ ایک حبشی غلام تھے۔ مکہ میں اسلام لائے۔ قریش کے بے انتہا مظالم برداشت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹاکر اوپر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے مگر آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے احد احد ہی نکلتا۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کردیا۔ اُس دن سے انہوں نے اپنے آپ کو رسالت مآب ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کردیا۔

آنحضور ﷺ کا تمام خانگی انتظام ان ہی کے ذمہ تھا۔ تمام تر خرید وفروخت، رقم کا بندوبست، قرضہ کا حصول، قرض کی ادائیگی، مہمان نوازی وغیرہ ان ہی کے فرائض میں شامل تھی۔ ④ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں ہے۔ ⑤

---

①بخاری شریف جلد:2 ص:1092.

②بخاری شریف جلد:2 کتاب المناقب و ترمذی شریف جلد:2 ص:710.

③بخاری شریف جلد2 کتاب المناقب ترمذی شریف جلد:2 ص:709.

④ابو داو جلد:2. ⑤بخاری شریف جلد:2.

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ چھوٹی سی عمر میں آپ رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتی ہوں کہ میرا یہ بیٹا آپ ﷺ کی خدمت کرے۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔ انہوں نے دس سال آپ ﷺ خدمت کی۔ لوگوں کے پاس آنا جانا، وضو کے لیے پانی لانا اور چھوٹے چھوٹے گھریلو کام کرنا ان کے ذمہ تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا میں سے کوئی اُنہیں کوئی چیز لانے کے لیے بھیجتیں تو آپ رضی اللہ عنہ بچپن کے فطری تقاضوں کے مطابق راستے میں کھیل کود میں مصروف ہوجاتے اور وہ چیز لانا ہی بھول جاتے یا بہت دیر لگا دیتے۔ مگر پھر بھی کوئی آپ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دس سال آنحضور ﷺ کی خدمت کی مگر اس ساری مدت کے دوران آپ ﷺ نے کبھی مجھے اُف تک نہ کہی۔

رسالت مآب ﷺ کی شادیوں کے اغراض و مقاصد

رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنی پوری جوانی کا زیادہ عرصہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رفاقت میں گذارا جو کہ ایک بوڑھی عورت تھیں۔ اور اُن رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے دوسری شادی کا تصور تک نہیں کیا۔ اُن رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بچوں کی دیکھ بھال کے لیے آپ ﷺ نہایت پریشان اور کبیدہ خاطر تھے۔ اس لیے اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ مگر جوں ہی آپ ﷺ بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچے تو کیا وجہ تھی کہ پے در پے نو شادیاں کر ڈالیں۔

رسالت مآب ﷺ کا کوئی قول یا فعل حکمِ الٰہی اور حکمت و دانائی سے خالی نہ تھا۔ یہ شادیاں عام شادیوں کے مقررہ مقاصد (یعنی جنسی اور برائے پیدائش اولاد) سے بالاتر، عظیم مقاصد اور عظیم المرتبت تھیں۔

اسلام سے قبل عرب معاشرہ تہذیب وتمدن، اخلاقی اقدار سے قطعی عاری تھا۔ خصوصاً عورتوں کے معاملہ میں، چنانچہ ایک مہذب معاشرہ کے قیام کے لیے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تربیت بھی نہایت ضروری تھی۔ چونکہ اسلام مردوں اور عورتوں کو مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں دیتا اور عورتوں کی تربیت کرنا بھی نہایت ضروری تھا۔ اب نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ شادیاں کر کے نہ صرف عورتوں کی اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا کے ذریعے تربیت کریں بلکہ عرب کی جاہلانہ اور فرسودہ روایات اور رسومات کو ختم کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف عمر اور قابلیت کی عورتوں کا انتخاب

Marfat.com

فرمایا پھر انہیں تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، احکام شریعت اور اسلامی تہذیب و تمدن سے اس طرح آراستہ فرمایا کہ وہ شہری، دیہاتی، بوڑھی، جوان، بچیوں اور عورتوں کی تربیت کر سکیں۔ چنانچہ سیرت اور تاریخی کتب گواہ ہیں کہ اُن امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی کا ہر لمحہ اُمتِ رسول پاک ﷺ تک پہنچایا۔ اور ایک نبی ﷺ کی بیویاں ہونے کا حق صحیح معنوں میں ادا کیا اور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور افعال و اقوال اُمتِ مسلمہ تک پہنچائے۔ اسلامی تاریخ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت و بلند حوصلگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور شرم و حیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، دلیری اور جان نثاری کو انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں میں ایک بلند ترین مقام حاصل ہے۔ یہ وہ اسلامی ستون تھے جنہوں نے ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کا زندگی بھر ہر لمحے میں بھرپور ساتھ دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے ساتھ شادیاں کر کے ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم فرمایا۔ کیونکہ عربوں میں قبل از اسلام سے رشتۂ مصاہرت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ صرف نبی کریم ﷺ سے پیار و محبت بلکہ رشتۂ مصاہرت کی بدولت بھی اسلام کے مشکل ترین لمحات میں ہمیشہ سینہ سپر رہے اور اپنی بہادری، فہم و تدبّر و فراست، فداکاری و جان نثاری کی عمدہ ترین مثالیں قائم کیں۔ نبی کریم ﷺ کے رشتۂ مصاہرت کی بدولت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور احترام نقش تھا۔ جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ کے بعد ان کی خلافت ہے۔

اسی رشتۂ مصاہرت کی بنا پر جب آپ ﷺ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اُن کا تعلق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ آہستہ آہستہ موم ہو کر اسلام کی آغوش میں پناہ گزیں ہو کر سیف اللہ بنے۔

رسالت مآب ﷺ نے ابوجہل کے بعد اسلام کے سب کے بڑے دشمن ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے 7ھ میں شادی کی تو اس کے بعد ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مقابل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر خود بھی اسلام کے دامن میں پناہ لی۔

رسالت مآب ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اسی رشتۂ مصاہرت کی بنا پر قبیلہ بنو المصطلق اور بنونضیر نے آپ ﷺ سے محاذ آرائی ترک کر دی اور تاریخ کے اوراق میں پھر کسی محاذ آرائی یا جنگی کاوشوں کا ان قبائل کی طرف سے سراغ نہیں ملتا۔

نبی کریم ﷺ کا ترکہ

آنحضرت ﷺ کے پاس جو بھی چیز آتی آپ صدقہ و خیرات فرما دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وصالِ مبارک

Marfat.com

سے ایک دن پہلے تمام غلاموں کو بھی آزاد کر دیا۔ گھر میں سات دینار پڑے تھے وہ بھی خیرات کر دیئے۔ اپنے ہتھیار تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہبہ فرما دیئے۔

زمین: فدک اور خیبر کی زمین کی نسبت اختلاف ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی ملکیت تھے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ''يُرِيْدُ۔

ترجمہ: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ [1]

چنانچہ جب آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے باغِ فدک (جو کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اہل بیت کی کفالت کے لیے مختص تھا) کے لیے کہا تو اُنہوں نے اسی حدیث مبارکہ کو جواز بنا کر انکار کر دیا۔ علامہ کمال میسم عکرانی نہج البلاغہ کی شرح خامس میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

يا خيرة النساء وابنته خير الآباء والله ما عدوت راى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولا عَمِلْتُ الا بامره

ترجمہ: ''اے خواتینِ عالم کی سردار! اے تمام باپوں کے تاجدار کی لختِ جگر! خدا کی قسم میں نے حضور ﷺ کی رائے سے ذرا تجاوز نہیں کیا میں نے وہی کچھ کیا جس کا حضور ﷺ نے حکم دیا۔'' اس کے بعد آپ نے عرض کیا۔

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا خذ من فدك واخذت الحمد عليه بهِ.

ترجمہ: ''حضور ﷺ فدک سے اپنی ضروریاتِ زندگی (خوراک) لیا کرتے تھے اور باقی کو مستحقین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے''

اور مجاہدین کو سواریاں اسی سے مہیا فرماتے اور میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں وہی کچھ کروں گا جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر سیّدہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا پختہ وعدہ کر لیا۔

اس کے بعد علامہ کمال الدین لکھتے ہیں جس سے امام بخاری کی روایت کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔

و كان يا خذ فيد فع فلتها اليهم منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعد كذلك.

---

[1] بخاری شریف جلد:2.

Marfat.com

ترجمہ: ''یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا وہ فدیہ وغیرہ کا غلہ لیتے۔ وہ اہلِ بیعت کے افراد میں حسبِ ضرورت پیش کرتے آپ کے بعد والے خلیفہ بھی اسی طرح کرتے رہے۔''①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پھر خیبر اور فدک کے بارے میں سادات نے مطالبہ کیا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت ۱۰۰ھ میں اس زمین کو سادات میں تقسیم کر دیا۔ رسالت مآب ﷺ کے پاس مخریق نامی یہودی نے مدینے میں چند باغ وصیتاً ہبہ کیے تھے۔ ان کے بارے میں مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اُسی وقت مستحقین میں تقسیم فرما دیئے تھے۔ مگر یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔②

جانور

نخیف: یہ ایک گھوڑا تھا جو کہ ابی بن عباس رضی اللہ عنہ کے باغ میں رہا کرتا تھا۔③

عفیرہ: یہ ایک گدھا تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسالت مآب ﷺ نے اپنے ساتھ اس پر بٹھایا تھا۔ ایک اور مرتبہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ اس گدھے پر بٹھایا تھا۔④

قصویٰ: یہ وہی اُونٹنی تھی جس پر آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر بیٹھ کر دیا تھا۔

تیہ: یہ ایک خچر تھا جو شاہِ مصر مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔

سفید خچر: آپ ﷺ کے پاس ایک سفید خچر بھی تھا جو کہ ایلہ کے بادشاہ یوحنا بن روبہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔⑤ فتح مکہ کے موقع پر یہ خچر آپ ﷺ کے پاس تھا۔ جنگِ حنین میں بھی آپ ﷺ اسی پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

اسلحہ

تلوار: رسالت مآب ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں۔ جن کے نام آنے والی سطور میں درج ہیں:

① عصب	② ذوالفقار	③ قلعی	④ تبار
⑤ حتف	⑥ مخذم	⑦ معاثور	⑧ قضیت

ایک کا نام دستیاب نہیں ہو سکا۔

---

① شرح نہج البلاغہ جلد:5 ص:107.
② بخاری شریف جلد:2 ص:191.
③ بخاری شریف جلد:2. ص:93.
④ بخاری شریف جلد:2 ص:144.
⑤ بخاری شریف جلد:2 ص:97.

Marfat.com

زرہیں: رسالت مآب ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں۔ جن کے نام:

① ذات الفضول ② ذات الوشاح ③ ذات الحواشی

④ سعدیہ ⑤ فضة ⑥ تبرا ⑦ خزیق تھے۔

کمانیں:۔ نبی کریم ﷺ کے چھ کمانیں تھیں۔ جن کے نام:

① زوراء ② روحا ③ صفراء ④ بضاء ⑤ کتوم ⑥ شداد تھے۔

ترکش: نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ہی ترکش تھا جس کا نام فور تھا۔

ڈھال: نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ہی ڈھال تھی جس کا نام زلوق تھا۔ اس کے علاوہ چھ برچھیاں تھیں۔

تبرکاتِ مقدسہ

حضور نبی کریم ﷺ کے تین جُبّے تھے۔ اور دو سفید عَلَم تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو موئے مبارک عطا فرمائے جو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس موئے مبارکہ کے علاوہ نعلین مبارک جن میں دو تسمے لگے ہوئے تھے اور ایک لکڑی کا پیالہ بھی تھا۔ جسے چاندی کی تاروں سے جوڑا گیا تھا۔

مہر مبارک:۔ حضور نبی کریم ﷺ کی مہر مبارک میں تین سطریں کندہ تھیں۔ ایک سطر میں محمد (ﷺ) ایک سطر میں رسول (ﷺ) اور ایک سطر میں اللہ (عزوجل)۔ (سب سے اوپر اللہ، پھر رسول اور نیچے محمد تحریر تھا) یہ مہر آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ مدینہ منورہ میں ایک کنواں تھا۔ آنحضرت ﷺ اکثر اس کی منڈیر پر بیٹھ کر پاؤں کنوئیں میں لٹکا کر بیٹھ جاتے تو کنوئیں کا پانی جوش محبت میں اُچھل اُچھل کر آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو چھوتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اکثر اس کنوئیں پر تشریف لاتے اور اپنے آقا ﷺ کی طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے۔ ان کی عادت تھی کہ اکثر انگوٹھی کو کبھی ایک اُنگلی میں پہنتے اور کبھی دوسری میں اور یہ عمل مسلسل کرتے رہتے۔ چنانچہ وہ اسی طرح انگوٹھی کو پہن اور اُتار رہے تھے کہ بے دھیانی میں انگوٹھی کنوئیں میں گر گئی۔

خلافتِ عثمانیہ کے دور میں ترکوں نے کنوئیں کو پانی سے خالی کر کے تمام ریت، مٹی اور پتھروں کو نکال کر اس ملبے کو مختلف چھلنیوں سے چھانا تو انگوٹھی برآمد ہوگئی۔ جو آج کل استنبول کے ایک عجائب گھر میں موجود ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس دن انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری اُسی دن ان کے خلاف

Marfat.com

بغاوت کی ابتدا ہوئی یعنی شورش شروع ہوگئی۔

کملی مبارک اور تہبند:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے پیوند لگی موٹی چادر مبارک نکالی اور فرمایا کہ اس چادر مبارک میں نبی اکرم ﷺ کی روحِ پاک قبض ہوئی تھی۔ نیز اُنہوں نے کہا کہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے موٹی چادر نکالی جو یمن میں بنائی جاتی ہے اور اس طرح ایک اور چادر نکالی جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے۔ ①

حُلیہ مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ میانہ قد تھے۔ مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے تو تمام میں دراز قد نظر آتے، اور مجلس میں بیٹھے ہوتے تو آپ ﷺ کا شانہ مبارک تمام بیٹھنے والوں میں اونچا نظر آتا۔

رنگ مبارک سفید سُرخ تھا، رُخ مبارک روشن مانندِ آفتاب تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی بہت ڈھونڈی مگر نہ ملی۔ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی روشنی میں مجھے سوئی نظر آ گئی۔

رسالت مآب ﷺ کی پیشانی مبارک چوڑی اور ابرُو پیوستہ تھے۔ چہرۂ مبارک تابناک، خوبصورت ساخت، نہ توندلے پن کا عیب، نہ گنجے پن کی خامی، جمالِ جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، دندان مبارک موتیوں کی لڑیوں کی مانند، سامنے کے دو دانت کشادہ تھے۔ ② جن سے دورانِ گفتگو نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ گردن اُونچی، سر بڑا، سینہ کشادہ، سر کے بال نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے بال اکثر شانے تک لٹکتے رہتے تھے بالوں میں تیل لگاتے اور ان کے درمیاں کنگھی (یعنی مانگ نکالتے) فرماتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ کی آنکھیں سرمگیں، لمبی پلکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾

"آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔" ③

آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے، مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینے پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر بقیہ جسم بال سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت۔ چلتے تو قدرے جھٹکے سے پاؤں اٹھاتے اور یوں چلتے گویا کسی ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے۔ تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔

---

①بخاری شریف جلد:2 ص:178۔ ②بخاری شریف جلد:2 ص:98۔
③پارہ:27 سورہ نجم آیت:17۔ ترجمہ: کنز ایمان۔

Marfat.com

آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی، سب سے بڑھ کر جرأت مند، سب سے زیادہ صادق، سب سے زیادہ عہد پیمان کے پابند، سب سے زیادہ نرم طبیعت، سب سے زیادہ شریف تھے۔

جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا، جو جان پہچان کے ساتھ ملتا وہ محبوب رکھتا، گویا ہر ایک ہی کہہ سکتا تھا کہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ جیسا نہیں دیکھا۔ ①

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ رنگ چمکدار نہ خالص سفید نہ گندم گوں وفات کے وقت تک سر اور چہرۂ مبارک کے بیس بال بھی سفید نہ ہوئے تھے۔ ②

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دوسرے لوگ روشنی اور نور میں دیکھتے ہیں مجاہد نے سورۂ نمل ''الَّذِی...... فِی السّٰجِدِیْنَ'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ ③

کہ نبی کریم ﷺ اپنے پیچھے بھی ایسے ہی دیکھتے جیسے اپنے سامنے کی طرف دیکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی سماعت بہت تیز تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ تم آسمان کے چرچرانے کی آواز نہیں سنتے جبکہ میں سنتا ہوں۔ ④

ایک دن چودھویں کا چاند نکلا ہوا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کبھی چاند کو دیکھتے اور کبھی چہرۂ اقدس کو۔ آخر بولے اور یوں کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے بچپن میں آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پالنے میں لیٹے ہوئے تھے اور چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ چاند کی طرف دیکھ کر خوش ہوئے اور خوشی سے ہاتھوں کو اِدھر اُدھر ہلانے لگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جس جس طرف ہاتھ لے جاتے چاند بھی اسی طرف گھومنے لگتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے چچا جان میں پالنے میں بھی عرشِ مُعلی پر کاتبِ تقدیر جو کچھ لکھتا تھا میں اس قلم کے چلنے کی چرچراہٹ کی آواز سنتا تھا۔ ⑤

رسالت مآب ﷺ کے پسینہ مبارک میں نہایت ہی فرحت آمیز خوشبو تھی۔ ⑥ چہرۂ مبارک پر پسینے کے قطرے موتی کی طرح ڈھلکتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے سے پہلے ہی ہم آنحضور ﷺ کے بدن کی خوشبو سے ہی پہچان لیتے تھے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں۔ ⑦ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جس راستے سے گذرتے وہ راستہ جسمِ

---

① اگرچہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ آیتِ مبارکہ واقعہ معراج کے بارے میں ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کی بھی تفسیر ہے کہ یعنی آنکھ نہ بہت بڑی، نہ چھوٹی اور نہ بھینگا پن کا احساس۔

② ابن ہشام جلد:1. ③ بخاری شریف جلد:1. ④ خصائص کبری جلد:1. ص:131. ترمذی و ابن ماجه.

⑤ تفسیر خزائن العرفان علي كنز الایمان. ⑥ مسلم شریف. ⑦ ابنِ سعد.

Marfat.com

اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور ہم جان لیتے کہ آپ ﷺ اس راہ سے گذرے ہیں اور اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں۔ ①

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بچپن میں آنحضور ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک تھی اور ایسی خوشبو تھی کہ گویا آپ ﷺ نے اسے کسی عطار کے عطردان سے نکالا ہو۔ ②

رسالت مآب ﷺ کے سر اور چہرۂ مبارک پر بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے ③ صرف کنپٹی اور سر کے چند بال سفید تھے۔

اس کے علاوہ ڈاڑھی مبارک میں چند بال سفید تھے۔ رسالت مآب ﷺ کی بغل مبارک سفید تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کے وقت ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوا دیکھا تو آپ ﷺ بغل کی سفیدی نظر آ گئی۔ ④

رسالت مآب ﷺ کی جلد مبارک نرم و نازک تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنا ہاتھ مبارک میرے چہرے پر پھیرا تو مجھے ایک لذت آفرین ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک کھڑی اور بلند تھی۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے ہاتھ میں دیا تو آپ ﷺ کا ہاتھ مجھے برف سے زیادہ ٹھنڈے اور مشک سے زیادہ خُوشبو دار محسوس ہوا۔ ⑤ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک حریر سے زیادہ نرم تھے۔

رسالت مآب ﷺ کے تمام اعضا میں تناسب اور حُسن تھا۔ ہاتھ فربہ اور قوی تھے، پیٹ اور جسم ہموار تھا، کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ تلوؤں میں گڑھا نہ تھا بلکہ ہموار تھے۔

رسالت مآب ﷺ کی مہرِ نبوت کی جگہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کے مطابق دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت تھی۔ جس کا رنگ آپ ﷺ کے جسم اقدس کے رنگ کی مثل تھا۔ اس میں دو سطریں تحریر تھی اوپر کی سطر میں لا الہ اللہ اور نیچے کی سطر میں محمد رسول اللہ تھا۔ ⑥

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اس کے فوراً بعد میں وہاں جاتی تو سوائے پاکیزہ خوشبو کے کوئی چیز نہ پاتی۔ میں نے اس کا ذکر رسالت مآب ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم واقف نہیں ہمارے اجسام کی نشو و نما جنتی ارواح پر ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے جسموں سے خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔ ⑦

---

① دارمی رحمۃ اللہ علیہ و بیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔ ② مسلم شریف جلد نمبر 2۔
③ بخاری شریف جلد 2۔ مسلم شریف جلد 2۔ ④ بخاری و مسلم شریف۔
⑤ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔ ⑥ خصائص الکبریٰ جلد 2 ص 200۔ ⑦ خصائص الکبریٰ جلد 1 ص 201۔

Marfat.com

حضرت مجاہد بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ کو کبھی احتلام نہ ہوا۔ کیونکہ احتلام شیطان لعین کے وسوسے سے ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس شیطانی وسوسوں سے پاک اور مبرا تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضور نبی کریم ﷺ کی اوصافِ حمیدہ بیان کرنے میں مشہور تھے۔ وہ فرمایا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک ماہِ تمام کی مانند چمکتی، قد زیبا، درمیانہ قامتی سے کسی قدر متجاوز، مگر طویل قامتی سے کم، سر مبارک بڑا اور بال قدرے خمیدہ تھے۔ جو اکثر کانوں کی لوؤں سے متجاوز ہوتے، رنگ نکھرا ہوا، چمکدار، پیشانی کشادہ، اَبرو باریک دونوں ابروؤں کے درمیان رگ تھی جو غصے کے وقت اُبھر آتی، ناک مبارک باریک، درمیان سے اٹھی ہوئی اور نورانی تھی۔ ریشِ مبارک گھنی، آنکھوں کی پتلیاں سیاہ، رخسار دراز، دہن مبارک فراخ، دانت آبدار اور سامنے سے کشادہ، حلق سے لے کر سینے تک بالوں کی لکیر، گردن چاندی کی طرح صاف، تمام اعضا میں تناسب اور حسن تھا۔

ہاتھ فربہ اور قوی تھے، پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ سینہ مبارک چوڑا اور بڑا ہوا تھا، اندام قوی تھے۔ کل جسمِ اطہر پُر نور تھا، سینے مبارک پر بالوں کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے، کلائیاں لمبی، ہتھیلیاں چوڑی اور انگلیاں فربہ تھیں۔ تلوؤں میں گڑھا نہ تھا۔ جب چلتے تو قدرے جھکے ہوئے اور وقار کے ساتھ تیزی اور سرعت سے چلتے۔ جب التفات فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ، نگاہیں سوئے زمین پر رہتیں، دیکھنے کا انداز گوشۂ چشم سے تھا۔[1] رسالت مآب ﷺ کے جسمِ اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ جماہی نہیں لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رحمت عالم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ جب آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لائیں اور پسینہ پونچھ کر اسے شیشی میں جمع کرنے لگیں۔ اسی دوران آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے اُمِ سلیم کیا کر رہی ہو؟ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کر رہی ہوں تاکہ ہم اسے خوشبو کے طور پر استعمال کریں۔[2]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھے رسالت مآب ﷺ نے یمن کی طرف زکوۃ و صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا تو میں ایک دن لوگوں سے خطاب کر رہا تھا اور یہودی علماء ہاتھوں میں ایک کتاب پکڑے کھڑے تھے اور اس کی عبارت کے کسی مقام کو دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ابوالقاسم ﷺ کے اوصاف بیان کریں۔ میں نے کہا کہ رسالت مآب ﷺ نہ طویل القامت ہیں، نہ پست قد، بال نہ گھنگریالے ہیں نہ لٹکے ہوئے، بال سیاہ رنگ کے ہیں۔ سر مبارک بڑا آپ ﷺ کا رنگ مائل بہ سرخی ہے۔ مضبوط اندام انگلیاں بھری ہوئی، حلق سے ناف تک بالوں کی

---

(1) ابن سعد رحمہ اللہ، ترمذی رحمہ اللہ، بیہقی، رحمہ اللہ، طبرانی رحمہ اللہ۔
(2) مسلم شریف۔

Marfat.com

سیدھی، لکیر پلکیں دراز، دونوں ابرو ملی ہوئے۔ پیشانی چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ ہے۔
آپ ﷺ کی رفتار کے دوران جسم میں جھکاؤ سا معلوم ہوتا ہے جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے آپ ﷺ کے یہ اوصاف بیان کیے تو ایک یہودی نے کہا کہ ہماری کتاب میں یہی اوصاف تحریر ہیں۔ پھر یہودی عالم نے کہنا شروع کیا کہ جب محمد ﷺ آنکھ کھولتے ہیں تو اس میں سرخ ڈورے نظر آتے ہیں۔ ریش مبارک اور دہن فراخ اور خوبصورت، دونوں کان مکمل ہیں، اور جب آپ ﷺ تخاطب فرماتے ہیں تو پوری طرح متوجہ ہوتے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے یہ اوصاف اپنے اسلاف کی کتابوں میں پائے ہیں۔ اور ہم نے پڑھا ہے کہ آپ ﷺ خدا کے گھر اس کے حرم مقام امن سے مبعوث ہوں گے پھر آپ ﷺ اس حرم کی جانب ہجرت فرمائیں گے۔ جس کو آپ ﷺ نے حرم قرار دیا ہوگا۔ اس نئے حرم کے لوگ جہاں آپ ﷺ ہجرت فرمائیں گے۔ آپ ﷺ کے انصار ہوں گے جو عمرو بن عامر کی نسل سے ہوں گے۔ جو باغات اور زمینوں کے مالک ہوں گے۔ ان سے پہلے یہود ان چیزوں کے مالک ہوں گے۔ میں نے کہا کہ یہی صورت واقعہ ہے اس پر یہودی عالم نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں۔ [1]

گفتگو

رسالت مآب ﷺ کی گفتگو شیریں اور دل آویز تھی۔ نہایت ٹھہر ٹھہر کے گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ آپ ﷺ طبیعت کی روانی، لفظوں کے نکھار، فقروں کی جزالت، معنی کی صحت اور تکلف کی دوری کے ساتھ جامع کلام فرماتے۔ ایک ایک فقرہ اس طرح الگ الگ ہوتا کہ سننے والے کو یاد ہو جاتا۔ بوقتِ ضرورت ایک ایک بات کو تین تین مرتبہ ادا فرماتے۔ آپ ﷺ کی آواز بلند تھی۔ ہاتھ سے اشارہ فرماتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے، دورانِ تقریر ہاتھوں پر ہاتھ مارتے، دورانِ خطاب مسرت کی کیفیت ظاہر ہوتی اور جبڑہ مبارک کھل اٹھتا بس یہی آپ ﷺ کی ہنسی تھی۔
اہلِ مکہ کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو عجمی یعنی ''گونگا'' کہتے۔ مگر جب رسالت مآب ﷺ کی گفتگو سنی تو حیرانگی سے آپ ﷺ کو شاعر کہا کیونکہ آپ ﷺ کی گفتگو پر مغز، مدلل اور لفظوں کے نکھار کے ساتھ ساتھ جامع تھی۔

لباس

رسالت مآب ﷺ کا عام لباس چادر قمیص اور تہبند تھا۔ ابنِ ماجہ کے مطابق آپ ﷺ نے منیٰ کے بازار سے ایک پاجامہ خریدا تھا جس سے قیاس کیا جاتا تھا کہ آپ ﷺ نے اسے بھی استعمال فرمایا ہوگا۔

---

[1] ابنِ سعد، ابنِ عساکر رحمہ اللہ ماخوذ خصائص الکبریٰ جلد:2 ص:208-209.

Marfat.com

عمامہ کبھی دوش مبارک پر اور کبھی دونوں شانوں کے بیچ پڑا رہتا تھا عمامہ اکثر سیاہ ہوتا تھا۔ [1] اور عمامہ کے نیچے ٹوپی کا استعمال فرماتے تھے ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے یمنی چادر جس پر سرخ دھاریاں ہوتی تھیں وہ بھی استعمال فرمائی۔ روایت ہے واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا سو پوچھا انھوں نے کہا تو کون ہے؟ کہا میں نے کہ میں واقد بن عمرو ہوں کہا واقد نے پھر روئے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور کہا کہ تمہاری صورت ملتی ہے سعد رضی اللہ عنہ سے اور سعد رضی اللہ عنہ بہت بڑے آدمیوں میں تھے، دراز قد اور انہوں نے بھیجا نبی کریم ﷺ کی طرف جبہ ریشمی کا، اس میں سونا بُنا ہوا تھا۔ سو پہنا اس کو رسول اللہ ﷺ نے اور چڑھے منبر پر پھر بیٹھے یا کھڑے ہوئے۔ یعنی راوی کو شک ہے سو صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو چھونے لگے اور کہنے لگے ہم نے نہیں دیکھا آج کی مانند کوئی کپڑا کبھی۔ سو فرمایا آپ ﷺ نے کیا تعجب کرتے ہو۔ [2] وہ جبہ بالکل ریشم کا نہ تھا بلکہ ریشم کے تار اور اس طرح کچھ دور دور سونے کے تار بُنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سیاہ سرخ سبز اور زعفرانی رنگ کے کپڑے بھی پہنے، مگر آپ ﷺ کو سفید رنگ سب سے زیادہ پسند تھا۔ رسالت مآب ﷺ کا بچھونا چمڑے کا ہوتا تھا جس میں روئی کی بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ چارپائی بان کی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے مختلف سلاطین کے ارسال کردہ قیمتی کپڑوں کے تحائف بعض مرتبہ استعمال فرماتے۔

عبا: آپ ﷺ نے نوشہ دانی عبا جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف لگی ہوئی تھی وہ بھی استعمال فرمائی اور بعض اوقات شامی عبا بھی استعمال فرمائی جس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور وضو کے وقت ہاتھ آستینوں سے نکالنا پڑتا۔ [3]

کمبل: رسالت مآب ﷺ کے پاس ایک پیوند لگا کمبل تھا۔

نعلین: رسالت مآب ﷺ کی نعلین مبارک آج کل ہوائی چپل کے قریب قریب تھے یعنی چمڑے کا تلا اور اس پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ [4] نجاشی نے آپ ﷺ کی خدمت میں سیاہ موزے بھیجے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ بھی استعمال فرمائے۔

انگوٹھی: رسالت مآب ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے مختلف ممالک کے سلاطین اور قبائل کی طرف وفود روانہ فرمائے اور ضرورت پیش آئی کہ ان پر مہر لگائی جائے تاکہ تحریر مستند ہو اور جن کی طرف تحریر روانہ کی جارہی ہے ان کے لیے بھی قابل قبول ہو۔

چنانچہ چاندی کی انگوٹھی بنوائی گئی جس پر اوپر تلے تین سطروں میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی مہر بھی تھی اور انگوٹھی بھی آپ ﷺ اسے داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ [5]

---

[1] ترمذی شریف جلد:1 ص:147. [2] ترمذی شریف جلد:2 ص:414.
[3] ترمذی شریف. [4] ترمذی شریف جلد:1 ص:627. [5] ترمذی شریف جلد:1 ص:219.

Marfat.com

غذا: رسالت مآب ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے روئے زمین کے تمام خزانے عطا فرما دیئے تھے۔ مگر آپ ﷺ کے صبر وقناعت کا یہ عالم تھا کہ پوری زندگی مبارک میں چپاتی نہیں کھائی، سادہ غذا کھاتے تھے، اکثر اوقات کھجور کے چند دانوں یا ستو پر گزارا ہوتا تھا۔ وہ بھی اکثر کھانے کے اوقات میں کوئی سوالی آجاتا تو اپنا کھانا اسے عطا فرما دیتے۔ بعثت سے پہلے بھی جب آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے کئی کئی دن اللہ کی عبادت (غور وفکر) فرماتے۔ اس وقت بھی کبھی کھجور اور پانی اور کبھی ستو اور پانی ہمراہ لے جاتے۔ تاہم چند کھانے آپ ﷺ کو بہت پسند اور مرغوب تھے۔ سرکہ، شہد، حلوہ، روغن زیتون، اور کدو آپ ﷺ کی پسندیدہ غذا تھی۔ اس کے علاوہ عربوں میں ایک کھانا جو کہ گھی پنیر اور کھجور کو ملا کر بنایا جاتا تھا اسے حمیس کہتے تھے وہ بھی آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔ ایک کھانا جو جَو کے آٹے کو پیس کر ہانڈی میں ڈالا جاتا پھر اس میں روغن زیتون زیرہ اور کالی مرچ ڈال کر پکایا جاتا تھا یہ بھی رسالت مآب ﷺ کو مرغوب تھا۔ شہد، کھجور، ستو پتلی ککڑیاں بھی آپ ﷺ کو پسند تھیں۔ گوشت میں دنبہ، مرغ، بٹیر، اونٹ، بکری، بھیڑ، خرگوش اور مچھلی آپ ﷺ کو پسند تھا۔ ①

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو دیت کا گوشت بہت پسند تھا۔ ٹھنڈا پانی کشمش، کھجور اور دودھ بہت پسند تھا۔ شربت کے طور پر کشمش، کھجور اور انگور کو پانی میں بھگو دیا جاتا اور اسے کچھ دیر بعد لکڑی کے پیالے میں نوش فرماتے۔ رسالت مآب ﷺ دستر خوان پر جو بھی کھانا آتا تھا کھا لیتے ہاں اگر ناپسند ہوتا تو اس میں ہاتھ نہ ڈالتے لیکن اسے بُرا نہ کہتے۔ مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر تناول نہ فرماتے۔ کھانا ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے۔ ② البتہ گوشت کو کبھی کبھار چھری سے کاٹ کر کھاتے ③ رسالت مآب ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ کسی کی طرف سے خوشبو کا تحفہ کبھی رد نہ فرماتے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مردوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے کہ جس کا رنگ نظر نہ آئے اور خوشبو پھیلے عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے کہ جسکا رنگ نظر آئے مگر خوشبو نہ پھیلے۔ ④

سواری: رسالت مآب ﷺ نے گھوڑے، خچر، گدھے اور اونٹ کی سواری فرمائی۔ البتہ آپ ﷺ کو گھوڑے کی سواری بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ کے گھوڑے کا نام طیف اور سنجہ اور گدھے کا نام حفیر تھا، خچر کا دُلدُل اور اونٹنی کا نام قصویٰ اور غضباء تھا۔ آپ ﷺ باقاعدہ گھڑ دوڑ کا اہتمام فرماتے۔ گھڑ دوڑ کے لیے باقاعدہ مشق کرائی جاتی۔ گھڑ دوڑ کے اہتمام کا انتظام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ آپ ﷺ اونٹوں کی دوڑ بھی منعقد کروایا کرتے تھے۔

---

① ترمذی شریف جلد:1 ص:625.
② ترمذی شریف وابن قیم رحمہ اللہ۔
③ بخاری شریف.
④ ابو داود کتاب اللباس.

Marfat.com

معمولاتِ روز وشب

ترمذی نے شمائل میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے اپنے دن بھر کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

پہلا حصہ: ایک حصہ عبادت الٰہی کے لیے مختص فرمایا۔

دوسرا حصہ: عام خلق کے لیے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات، ان کی تربیت اور بیرونی وفود سے ملاقات کے لیے تھا۔

تیسرا حصہ: اپنی ذات یعنی اپنے اہل خانہ کے لیے مخصوص فرمایا۔

آقائے دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ صبح نمازِ فجر پڑھ کر جائے نماز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کے سورج پوری طرح طلوع ہو جاتا۔ [1] اس کے بعد دربارِ نبوت کا وقت شروع ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پاس آکر بیٹھ جاتے اور ہر قسم کی گفتگو ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جاہلیت کے قصے بیان کرتے شعر پڑھتے، ہنسی خوشی کی باتیں ہوتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ انھیں دینِ اسلام سے متعلق تربیت فرماتے۔ مواعظ ونصائح اور ہدایات فرماتے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم ہوتی، وظائف اور خراج کی تقسیم ہوتی، مختلف وفود سے ملاقات ہوتی۔ [2]

یہی دربارِ رسالت تھا جہاں دنیائے عرب میں ایک انوکھی سلطنت کی بنیا درکھی گئی جس کا محور مساوات، تقویٰ، رواداری، عدل وانصاف، حقوق العباد اور حقوق اللہ تھا۔ اسی جگہ عرب کے اجڈ اور گنوار باشندے پروانہ وار آئے اور جہان کی نگہبانی کی تربیت پا گئے۔ اسی دربار میں عبداللہ بن ابوقحافہ آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بن گئے۔ عمر بن خطاب آئے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بن گئے۔ عثمان بن عفان آئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ذوالنورین بن گئے۔ علی بن ابی طالب آئے تو حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ اور اسد اللہ غالب رضی اللہ عنہ بن گئے۔ بلال حبشی آئے تو غلامی سے مؤذن رسول ﷺ بن گئے۔ سماک بن خرشہ آئے تو ایک کھوجی سے ابودجانہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔ زید بن حارث آئے تو غلامی سے لشکرِ اسلام کے سپہ سالار بن گئے۔

خالد بن ولید آئے سیف اللہ بن گئے (یعنی اللہ کی تلوار۔ اور اس تلوار کو کوئی توڑ نہ سکا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ شہادت کے رتبے سے محروم رہے) غرض ایک طویل فہرست ہے کہ غلام آئے تو قیصر وکسریٰ کی دولت کے مالک بن گئے۔ غرض یہ مقدس ومحترم دربار جود وسخا اور عطا کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جس میں تمام بنی نوعِ انسانی کے لیے رحمت ہی رحمت تھی۔

---

[1] بخاری شریف، ماخوذ سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جلد:2۔

[2] بخاری شریف باب عشاء۔

Marfat.com

جب سورج کچھ بلند ہو جاتا تو چاشت کی کبھی چار کبھی آٹھ رکعت ادا فرما کے گھر تشریف لے جاتے اور گھریلو کاموں یعنی پھٹے کپڑوں کو سینا، جوتے مرمت کرنا اور دودھ وغیرہ دوہتے۔ ①

نمازِ عصر پڑھ کر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک ایک کے پاس تشریف لے جاتے اور تھوڑی تھوڑی دیر قیام فرماتے، پھر جس زوجہ محترمہ کی باری ہوتی وہاں قیام فرماتے اور تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن وہیں پر جمع ہو جاتیں اور یہ صحبت نماز عشاء تک جاری رہتی، پھر نماز عشاء سے واپس آ کر سونے کی تیاری فرماتے، چونکہ نمازِ عشاء کے بعد رسالت مآب ﷺ کو گفتگو کرنا پسند نہ تھی۔ ② سوتے وقت رسالت مآب ﷺ عام طور پر کوئی سورۃ (بنی اسرائیل، زمر، حدید، حشر، صف، تغابن، جمعہ)، پڑھ کر سوتے اور یہ الفاظ ادا فرماتے:

اللّٰھم باسمک اموت واحیی

ترجمہ: ''اے اللہ تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور زندہ ہوں گا۔''

ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر سوتے۔ دورانِ سفر جب آرام فرماتے تو دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ مبارک اس پر ٹیک کر سوتے جب گہری نیند سوتے تو کسی قدر خراٹے کی آواز آتی۔ آدھی رات یا رات کے سہ پہر کو یہ الفاظ زبان مبارک سے ادا فرماتے ہوئے اٹھتے۔

الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد اماتنا الیہ النشور۔

ترجمہ: ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے موت کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف حشر ہوگا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ مسواک فرماتے پھر وضو کرتے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا اور وہاں اس غرض سے قیام کیا کہ دیکھوں رسالت مآب ﷺ رات کو کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ قریباً رات ڈھلے اُٹھے، مسواک فرمائی، وضو کیا پھر نماز شروع کی۔ میں بھی وضو کر کے آپ ﷺ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی جانب پھیر دیا تیرہ رکعت پڑھ کر آپ ﷺ سو رہے یہاں تک کہ سانس کی آواز آنے لگی۔ صبح اذان ہوئی آپ ﷺ اُٹھے، فجر کی سنتیں ادا فرمائیں اور پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔

معمولاتِ نماز

رسالت مآب ﷺ نے ابتدا میں ہر نماز کے لیے نیا وضو فرمایا۔ مگر بعد میں ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ آقائے دو جہاں ﷺ سنتیں اور نوافل زیادہ تر گھر ہی میں ادا فرماتے۔ صبح اذان کے ساتھ ہی

① بخاری شریف ماخوذ سیرۃ النبی ﷺ از شبلی نعمانی رحمہ اللہ جلد:2. ② بخاری شریف باب عشاء۔

Marfat.com

بستر سے اٹھتے اور فجر کی دوسنتیں نہایت اختصار کے ساتھ ادا فرماتے اور یہاں تک اختصار فرماتے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے بعض اوقات دل میں خیال آتا کہ آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ پڑھی ہی نہیں۔ فرض کی دو رکعتوں میں عموماً طویل سورتیں پڑھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازہ ہے کہ آپ ﷺ ۶۰ سے ۱۰۰ آیات تک پڑھتے تھے۔

ظہر: نماز ظہر میں فجر کی نسبت تخفیف فرماتے اور پہلی رکعت میں الٓمٓ تنزیل السجدہ کے برابر سورۃ پڑھتے اور دوسری رکعت میں یہ مقدار نصف ہو جاتی۔

عصر: عصر کی پہلی رکعت میں ظہر کی دوسری رکعت کے برابر قیام فرماتے اور دوسری رکعت میں پہلی رکعت کے نصف کے برابر مقدار رہ جاتی۔

مغرب: مغرب کی نماز میں والمرسلت اور سورۃ طور پڑھتے۔ ①

عشاء: عشاء کی نماز میں والتین وزیتون اور اسی کے برابر سورتیں پڑھتے۔

تہجد: نماز تہجد میں سورۃ بقرہ، ال عمران اور سورۃ نساء جیسی بڑی بڑی سورتیں تلاوت فرماتے۔ ②

جمعہ: نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ یُسبح للہ ما فی السمٰوٰت اور دوسری رکعت میں اذا جاءك منافقون اور کبھی سبح اسم ربك الاعلی اور کبھی ھل اتاك حدیث الغاشیۃ تلاوت فرماتے۔

عیدین: عیدین میں پچھلی دوسورتیں یعنی سبح اسم ربک اور ھل اتاك حدیث الغاشیۃ تلاوت فرماتے۔

چاشت: مکہ مکرمہ میں بھی رسالت مآب ﷺ نمازِ چاشت خانہ کعبہ ہی میں ادا فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ نماز قریش کے ہاں بھی جائز تھی۔ ③ اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں ادا فرماتے۔

عبادت شبانہ

رسالت مآب ﷺ کی راتوں کی عبادت کے بارے میں مختلف روایات ہیں ایک روایت تو پیچھے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ ایک دوسرے راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ساری رات عبادت میں مشغول رہتے اور وہ راوی شاید قرآن کی اس سورۃ۔

يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝۳

---

① مسلم شریف جلد:1 ص:177۔
② مسلم شریف کتاب الصلوۃ۔
③ مسلم شریف کتاب الصلوۃ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ ”یعنی اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے (اے کملی والے) رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلو۔“① سے استدلال واستناد کی وجہ سے کہتے۔

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کچھ دیر سوتے اور پھر اُٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے، پھر سوتے اور پھر اُٹھ کر عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ آدھی رات کو اُٹھ کر ۱۳ رکعتیں ادا فرماتے۔ جبکہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۹ رکعتیں روایت کی ہیں۔ غرض ہر راوی نے اپنے اپنے مشاہدات کے مطابق رسالت مآب ﷺ کی عبادتِ شبانہ کے بارے میں بیان فرمایا ہے مگر مفسرین متفقہ طور پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کو فوقیت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اکثر راتوں کو اُٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپ ﷺ بستر پر موجود نہ تھے مجھے شبہ ہوا کہ شاید آپ ﷺ کسی دوسری بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ میں اُٹھی اور اندھیرے میں ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی پیشانی مبارک خاک پر ربِ کائنات کے حضور جھکا رکھی ہے اور مصروفِ دعا ہیں۔ مجھے اپنے شبہے پر بڑی ندامت ہوئی۔ کبھی کبھی آپ ﷺ راتوں کو اُٹھ کر قبرستان تشریف لے جاتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر اُم المومنین رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے گئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت فرما رہے ہیں۔

دیگر سنتیں ونوافل

رسالت مآب ﷺ فرائضِ پنجگانہ کے علاوہ کم از کم ۳۹ سنتیں ونوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔ جن کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

دو صبح، چار چاشت، چھ ظہر، چھ عصر (۴ سنت پہلے اور ۲ سنت بعد از نماز)، دو مغرب، چھ عشاء، دوبارہ تیرہ عشاء و وتر۔ یہ آپ ﷺ کا معمول تھا تمام سنتوں میں آپ ﷺ صبح کی دو رکعتوں میں بہت پابندی فرمایا کرتے تھے۔②

تلاوتِ قرآن

رسالت مآب ﷺ قرآنِ مجید کی تلاوت روزانہ فرماتے اور تلاوت کا وقت عشاء کے بعد کا تھا۔ ماہِ رمضان میں آپ ﷺ کی عبادات میں ذوق وشوق کا بہت اضافہ ہو جاتا نیز آپ ﷺ کی سخاوت اور فیاضی انتہا کو پہنچ جاتی۔ ماہِ رمضان میں حضرت جبرائیل امین آتے اور آپ ﷺ کو قرآن سناتے۔ جب

---

①پارہ:29 سورہ مزمل آیت:1-3۔ ترجمہ کنز الایمان۔ ②زرقانی شرح مواهب.

Marfat.com

رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ ﷺ رات بھر جاگتے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے بالکل لاتعلق ہو جاتے اہلِ بیت کو جگاتے۔ ① اور آخری عشرے ہی میں اعتکاف بیٹھتے۔ ②

روزہ

دنیا کے تمام مذاہب میں تکمیلِ روحانیت کے لیے ترک غذا یعنی روزے کو ضروری قرار دیا ہے۔ روزہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دستور رہا ہے۔ ہندوستان میں تو ریاضت کش جوگی حدِ افراط سے بہت آگے نکل گئے وہ کئی کئی دن بغیر کچھ کھائے پیے ریاضت میں مصروف رہتے ہیں قبل از اسلام جتنے مذاہب تھے ان کے ہاں بھی روزے کا تصور کسی نہ کسی طرح موجود تھا۔ وہ مذاہب جو خالصتاً احکام باری تعالیٰ پر تھے اگرچہ انھوں نے احکاماتِ شرعی میں ردو بدل کر رکھا تھا جیسا کہ یہود و نصاریٰ مگر روزے ان مذاہب میں بھی فرض تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض تھے تا کہ تمھیں پرہیز گاری ملے۔'' ③

روزے ۱۰ شوال ۲ ھ کو فرض کیے گئے۔ ④ روزہ عبادت قدیمہ ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں میں فرض تھے اگرچہ احکام و ایام مختلف تھے مگر اصل روزے تمام امتوں پر فرض تھے بعض روایات کے مطابق یہ رسالت مآب ﷺ مکی زندگی میں بھی کئی مہینے متواتر روزے رکھتے تھے اور مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد تو روزہ داری آپ ﷺ کے معمول میں تبدیل ہوگئی مگر لگا تار نہیں۔

یہود عاشورہ ۱۰ محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عاشورہ کا روزے رکھتے تھے۔ ⑤ مگر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کی فضیلت نفلی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے علاوہ پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے سوائے شعبان کے۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا سب روزوں سے افضل رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد محرم کے روزے ہیں۔ ⑥

---

① ابو داود شہر رمضان. ② بخاری شریف جلد:1 ص:803.
③ پارہ: سورہ بقرہ آیت:183.
④ خزائن العرفان علی کنز الایمان تفسیر آیت نمبر:183. در مختار۔ ترمذی شریف جلد:1 ص:293.
⑤ ترمذی شریف جلد:1 ص:282.
⑥ ترمذی شریف جلد:1 ص:678.

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک مرد نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ رمضان المبارک کے بعد آپ ﷺ کس مہینے کے روزے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تجھ کو بعد رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہیں تو روزہ رکھ محرم میں اس لیے یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس میں ایک دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی ایک قوم پر یعنی بنی اسرائیل پر کہ اسی مہینے میں نجات دی انھیں فرعون سے اور رجوع ہونے کا دوسری قوم پر شاید اشارہ ہو شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر۔ ① حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا روزہ رکھنا عاشورہ کے دن ایسا گمان رکھتا ہوں میں اللہ سے کہ کفارہ ادا کر دے میرے اگلے سال کے گناہوں کا۔ ② حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ عاشورہ کا دن، اس کو یہودی عید شمار کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تم بھی اس دن روزہ رکھو۔ ③

نبی اکرم ﷺ شوال کے آغاز میں ۶ دن اکثر روزوں میں گذارتے۔ ④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ایک مہینے میں روزے رکھتے ہفتے، یک شنبے اور دوشنبے کو اور دوسرے مہینے میں سہ شنبے اور چہار شنبے اور پنجم شنبے کو۔ ⑤

رسالت مآب ﷺ کبھی کبھی صوم وصال بھی رکھتے تھے یعنی کئی کئی دن تک ایک روزہ رکھتے تھے۔ درمیان میں مطلق افطار نہ کرتے تھے۔ یا کبھی برائے نام کچھ کھا لیتے تھے۔ لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تقلید کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر آپ ﷺ کیوں کئی کئی دن تک روزہ افطار نہیں فرماتے۔ ارشاد ہوا کہ تم میں مجھ سا کون ہے مجھے تو ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا پلاتا ہے۔ ⑥

زکوٰۃ

رسالت مآب ﷺ بعثت سے پہلے بھی بہت زیادہ خیرات وصدقات دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلی وحی کے موقع پر اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شہادت دی کہ بخدا اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ ضرورتمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کے دامن بھر دیتے ہیں اور مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں۔

---

① ترمذی شریف جلد:1 ص:678-679۔
② ترمذی شریف۔
③ بخاری شریف جلد:1 ص:798۔
④ ترمذی شریف جلد:1 ص:283۔
⑤ ترمذی شریف جلد:1 ص:280۔
⑥ مسلم شریف باب صوم، ترمذی شریف جلد:1 ص:289۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ نے ساری حیاتِ مقدسہ میں زکوٰۃ نہیں دی۔ کیونکہ زکوٰۃ کے لیے لازمی ہے ایک مخصوص رقم اثاثہ، زیور دیگر مالِ ومتاع سال بھر مالک کے قبضے میں رہیں۔ مگر آپ ﷺ کے جُودوسخا کا یہ عالم تھا کہ چند درہم بھی رات بھر آپ ﷺ کے پاس جمع نہ ہوئے۔ دنیا جہاں کے خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں تھے مگر رات سے پہلے پہلے سارا مال مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔ پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ٦ یا چند زیادہ درہم آپ ﷺ کے پاس بچ رہے صبح اٹھ کر اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں ان دراہم کی موجودگی کی وجہ سے ساری رات سکون سے نہیں سوسکا۔ چنانچہ صبح سویرے سب سے پہلے انھیں خیرات کیا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ خراج کی رقم بہت زیادہ آگئی اللہ کے محبوب ﷺ شام تک تقسیم فرماتے رہے مگر رقم پھر بھی بچ گئی۔ تو آپ ﷺ نے مسجدِ نبوی ہی میں آرام فرمایا باہر تشریف نہ لے گئے۔ صبح حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع دی کہ تمام مال تقسیم ہو گیا ہے پھر آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔

حج

قبل از اسلام قریش اور دیگر قبائل ہر سال حج ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے بھی مکی زندگی میں تمام حج ادا فرمائے ہوں گے۔ مگر مکی زندگی میں ادا کردہ حج کی تعداد کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ترمذی کے مطابق آپ ﷺ نے مکی زندگی میں دو حج ادا فرمائے۔ [1] جبکہ حاکم اور ابنِ ماجہ نے یہ تعداد تین لکھی ہے مگر زرقانی نے سب روایات کو مُرسل قرار دیا ہے۔ [2]

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک حج یعنی ١٠ھ کو حجۃ الوداع فرمایا۔ رسالت مآب ﷺ نے ہجرت کے بعد صرف ٤ عمرے ادا فرمائے جو کہ احادیث اور روایات سے متفقہ طور پر ثابت ہیں یہ تمام عمرے ذی القعد کے مہینے میں ادا فرمائے۔ سوائے ایک عمرہ جو آپ ﷺ نے حجۃ الوادع کے ساتھ ادا فرمایا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ٤ عمرے کیے۔ ایک عمرہ حدیبیہ کی قضا دوسرا آئندہ سال اور اسی عمرے کی قضا ذی القعد میں تیسرا عمرہ غزوۂ حُنین کے بعد یعنی عمرہ جعرانہ اور چوتھا حج کے ساتھ۔ [3]

---

[1] ترمذی شریف جلد:1 ص:300.

[1] شرح المواہب جلد:8 ص:164.

[3] ترمذی شریف جلد:1 ص:301 بخاری شریف جلد:2 ص:716.

Marfat.com

حج، عمرہ اور طواف

مکہ مکرمہ سلطنتِ سعودیہ عرب کی مغربی سمت سرزمینِ حجاز کی ایک ایسی وادی میں واقع ہے جس کے چاروں اطراف پہاڑ ہیں مکہ مکرمہ کا ہموار نشیبی علاقہ ''بطحاء'' کے نام سے موسوم ہے۔ جبکہ مشرقی حصہ کو ''معلاۃ'' (بلند جگہ) کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ حجون کے نام سے بھی معروف ہے۔

حجون دراصل ایک پہاڑ ہے جس کے دامن میں ''جنت المحلاۃ'' مشہور قبرستان ہے۔ مغربی اور جنوبی سمت کا علاقہ مسفلہ ''نشیبی زمین'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسالتِ مآب ﷺ کی جائے پیدائش علاقہ ''محلاۃ'' میں ہے اور وہیں آپ ﷺ ہجرت تک قیام پذیر رہے۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے تین بنیادی راستے محلاۃ، مسفلہ، شبیکہ ہیں۔

مکہ مکرمہ سطحِ سمندر سے تین سو میٹر بلند ہے اور یہ کرۂ ارض کا وسط اور درمیانی مقام ہے۔ قرآنِ مجید میں مکہ مکرمہ کے مختلف نام ہیں (چند تحریر کر رہا ہوں)۔

① مکہ: سورۂ الفتح آیت ۲۴
② الکعبۃ: سورہ مائدہ آیت ۹۷
③ بکۃ: سورۂ آلِ عمران آیت ۹۴
④ البیت الحرام: سورۂ مائدہ آیت ۹۷
⑤ اُمّ القریٰ: سورۃ الانعام آیت ۹۲ سورۂ شوریٰ آیت ۷
⑥ البلدۃ: سورۂ نمل آیت ۹۱

اُمّ القریٰ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اس شہر باعظمت کا نام اُمّ القریٰ ہونے کی چار وجوہ علماء نے بیان کی ہیں:

① یہ قدیم ترین شہر ہونے کی وجہ سے اُمّ القریٰ یعنی بستیوں کی ماں کہلایا۔
② اس کا مرتبہ و مقام دوسری بستیوں کے مقابلے میں ویسا ہی بلند و بالا ہے جس طرح ماں کا مقام اور مرتبہ بلند ہے۔
③ چونکہ سارے عالم (مسلمان) نماز میں اپنا رُخ اس کی طرف کرتے ہیں اُم کے معنی قصد کرنے اور رُخ کرنے کے بھی ہیں۔
④ یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس سے بقیہ زمین کو پھیلایا گیا۔ جدید اور قدیم تحقیقات کے مطابق یہ خشک زمین کے وسط میں واقع ہے۔

یہ شہر پُرامن تاریخ کے ہر دور میں امن و امان کا گہوارہ رہا، باوجودیکہ اس شہر پر مختلف مذاہب کے

Marfat.com

پیروکاروں کی اجارہ داری رہی مگر اس کی امن وسلامتی کی ہر فرقے نے پاسداری کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اس وقت ارشاد فرمایا میں تمھارے ساتھ ایک گھر بھی اتار رہا ہوں جس کا طواف اس طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اردگرد نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے اردگرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کے وقت اس کو اُٹھا لیا گیا تھا۔

انبیائے کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں اس کا حج، عمرہ اور طواف کرتے رہے۔ باوجودیکہ اس جگہ سے واقف نہ تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ چکے تھے واپسی پر چلتے چلتے ''ثنیہ'' کے مقام پر ایسی جگہ پہنچے جہاں ماں بیٹا آپ کو دیکھ نہ سکیں۔ باوجودیکہ وہ بھی اصل جگہ سے ابھی واقف نہ تھے پھر بھی آپ نے بیت اللہ کی طرف رُخ کیا اور ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا فرمائی۔ ①

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! میں اپنی اولاد میں سے بعض کو بے زراعت میدان میں تیرے محترم گھر کے پاس آباد کر رہا ہوں۔'' ②

''عند بیتك المحرّم'' سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ بیت اللہ کا وجود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھا۔ گو کہ عمارت کا ڈھانچہ منہدم ہو گیا تھا، لیکن اس کی بنیادیں باقی تھیں اور اتنی مضبوط تھیں کہ ہزارہا سال گذر جانے کے باوجود بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی پر دوبارہ عمارت کھڑی کی۔ سورۂ بقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ

ترجمہ: ''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔'' ③

جب گھر مکمل ہو گیا تو ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

ترجمہ: ''اور میرا گھر صاف ستھرا رکھ۔ طواف والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔'' ④

گویا اب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا کہ عام لوگوں کو حج کرنے کی طرف بلائیں۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں حج، عمرہ اور طواف کرتے رہے ہیں اگرچہ وہ اس جگہ (یعنی بیت اللہ) سے واقف نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوبارہ تعمیر سے اللہ تعالیٰ کے گھر کی عمارت مکمل ہو گئی تو پھر باقاعدگی سے حج عمرہ اور طواف شروع ہو گیا۔ جو قیامت تک ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

---

① بخاری شریف حدیث نمبر: 3364.
② سورہ ابراہیم آیت نمبر: 37.
③ سورہ بقرہ آیت نمبر: 127.
④ سورہ الحج آیت نمبر: 25-26.

Marfat.com

حج اور عمرہ میں ''طواف'' کو بنیادی حیثیت حاصل ہے یہ طواف حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور حجرِ اسود کا بوسہ لے کر طواف کا آغاز کرتے ہیں۔

یہاں ایک عجیب وغریب اور نہایت لطیف نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو تمام کام داہنے ہاتھ/ دائیں طرف سے کرنے کے احکامات ہیں۔ مثلاً کھانا دائیں ہاتھ سے، وضو دائیں ہاتھ سے شروع کرنا، کپڑے پہنتے ہوئے پہلے دائیں طرف کا حصہ پہننا، نماز میں دایاں ہاتھ، بائیں ہاتھ پر باندھنا، نماز کے بعد پہلے دائیں طرف سلام پھیرنا اور پھر بائیں طرف وغیرہ وغیرہ۔

یعنی ایسے بے شمار کام ہیں جو ہم روزمرہ زندگی میں دائیں ہاتھ سے کرتے ہیں۔ یعنی دائیں ہاتھ/ دائیں طرف کو بائیں ہاتھ/ بائیں طرف پر فضیلت حاصل ہے۔ مگر طواف شروع کرتے ہیں معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے کیوں کہ طواف بائیں ہاتھ/ بائیں طرف سے شروع کیا جاتا ہے۔ طواف کو بائیں ہاتھ یعنی گھڑی کی سوئیوں کی مخالف سمت سے شروع کیا جا رہا ہے۔ اس بائیں ہاتھ/ بائیں طرف سے شروع کرنے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

طواف کو بائیں ہاتھ/ طرف سے شروع کرنے کی روحانی حکمتیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ ناچیز ان کا مکمل احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۞

ترجمہ: ''کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔''[1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے دربار میں ہیں فرعون سوال کرتا ہے تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟[2]

جواب میں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی یعنی تمام ملائکہ، جن وانس، چرند پرند، حیوانات، نباتات اور جمادات کو ان کے لائق یعنی جیسی صورت ہونی چاہیے تھی ویسی ہی عطا فرمائی۔ پھر اُسے راہ دکھائی۔

مفسرین نے راہ دکھائی کے کئی معنی بیان کیے ہیں یعنی دکھائی/ سمجھائی/ سجھائی۔ میرے نزدیک بہترین معنی سجھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کو اس لائق بنایا کہ کسی چیز کو پکڑ سکے۔ پاؤں کو اس قابل کیا کہ چل سکے۔ ایک بچہ ہے۔ اسے چلنے کا طریقہ تو ہم سکھاتے ہیں، اُسے کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔ لیکن پاؤں پر وزن بچہ خود ڈالتا ہے یہ تو تھی ایک انسان کی بات۔ ایک جانور کے بچے کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر چلنا کون سکھاتا ہے؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے زبان عطا فرمائی مگر اسے اور دیگر حیوانات، چرند، پرند کو زبان سے بولنے کا کام لینے کا

---

[1] پارہ:16 سورہ طٰہٰ آیت نمبر:50۔ [2] سورہ طٰہٰ آیت نمبر:49۔

Marfat.com

طریقہ کون سکھاتا ہے؟ آنکھ دیکھنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اب ہر ذی رُوح کو کس نے بتایا کہ آنکھ سے دیکھنے کا کام لینا ہے کھانے پینے کا نہیں۔ کان سننے کے لیے عطا فرمائے ہر ذی رُوح کان سے سننے کا کام لیتی ہے کوئی بھی کان سے بولنے کا کام نہیں لے سکتی ہے تو ان تمام جسمانی اعضاء کے استعمال کا طریقہ ہر ذی رُوح کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی ''سجھایا'' دکھایا، سمجھایا ہے اور ذی رُوح کے شعور میں یہ چیز ثبت فرمادی ہے۔

اسی طرح کائنات میں ہر مادی چیز کے بھی اس کی ہر سکنات کا طریقہ کار اور گردش کے راستے متعین فرمادیئے ہیں۔ یعنی انہیں اپنے سفر کی راہ ''سجھا'' دی ہے وہ راہ کیا ہے؟ بائیں سے دائیں طرف کو حرکت پذیری یا سفر کا آغاز یعنی بالکل کعبہ شریف کے طواف کے مطابق۔

اسلام دینِ فطرت ہے کیونکہ یہ انسانی عقل، مزاج اور فطرت کی ضرورتوں کے عین مطابق ہے بالکل اسی طرح اسلام کی عبادات بھی قانونِ قدرت کے مطابق ہیں۔

Marfat.com

طوافِ کعبہ اور نظامِ شمسی میں مماثلت

Similarity between Circling of Ka'aba and our Solar System.

کعبہ المشرفہ کا طواف بائیں سے دائیں طرف شروع ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں سیدھے ہاتھ کی بجائے الٹے ہاتھ کی طرف سے جس کا مندرجہ بالا تصویر سے اندازہ کر سکتے ہیں نیز جو حجاجِ اکرام بذاتِ خود یہ فریضہ ادا کر چکے ہیں ان کے مشاہدے میں بھی آتا ہے۔

اگر آپ نظامِ شمسی پر غور کریں تو نظامِ شمسی کا انداز بھی یہی ہے یعنی بالکل جیسے کعبہ شریف کا طواف کیا جاتا ہے۔ سورج جو تمام سیاروں کا مرکز ہے اور تمام سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں یہ گردش بھی بائیں طرف سے شروع ہوتی ہے اور اپنے اپنے مدار پر سورج کے گرد جاری ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کعبہ کا طواف جاری ہے۔

Marfat.com

سورج ایک ایسا روشن ستارہ ہے۔ اس کی بیرونی سطح کا درجہ حرارت اندازاً چھ ہزار سینٹی گریڈ ہے۔ یہ نظامِ شمسی کے تمام سیاروں کے لیے حرارت اور روشنی کا سرچشمہ ہے۔ تمام سیارے جو سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اس گردش کو جدید سائنس نے مصنوعی سیاروں سے لی گئی تصویروں سے واضح کر دیا ہے کہ یہ گردش بالکل طوافِ کعبہ شریف کی طرح ہے۔

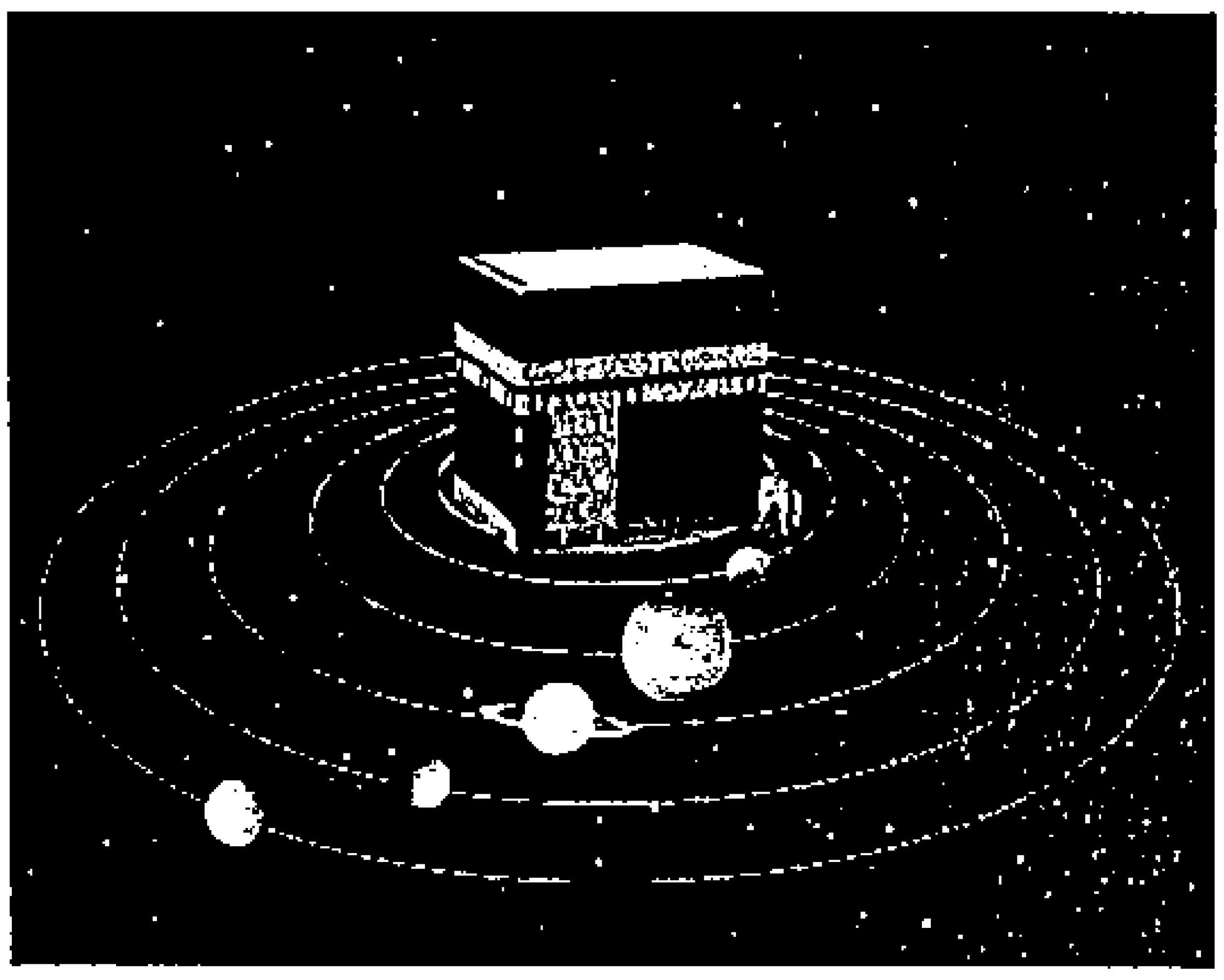

اس تصویر کے ذریعے جو کہ مصنوعی سیاروں کی مدد سے ماہرین نے کھینچی ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ سیارے بالکل طوافِ کعبہ شریف کے اصول کے مطابق Move from Left to Right یعنی بائیں سے دائیں طرف حرکت پذیر ہیں۔

کہکشاؤں کی گردش

کائنات:۔ مادے پر مشتمل کئی بلین کہکشاؤں کا مجموعہ ہے۔ ان لاتعداد کہکشاؤں میں سے ایک کہکشاں (اب تک سائنس جسے معلوم کر سکی ہے) ملکی وے (Milky Way Galaxy) ہے۔ یہ کہکشاں کئی بلین ستاروں، گیسوں اور گرد و غبار کے بادلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کہکشاں کی گردش بھی بالکل کعبہ شریف کے طواف جیسی ہے۔ (The Movment of Glaxies is Same as Sircling of Ka'aba) جیسا کہ درج ذیل تصویر سے ظاہر ہے۔

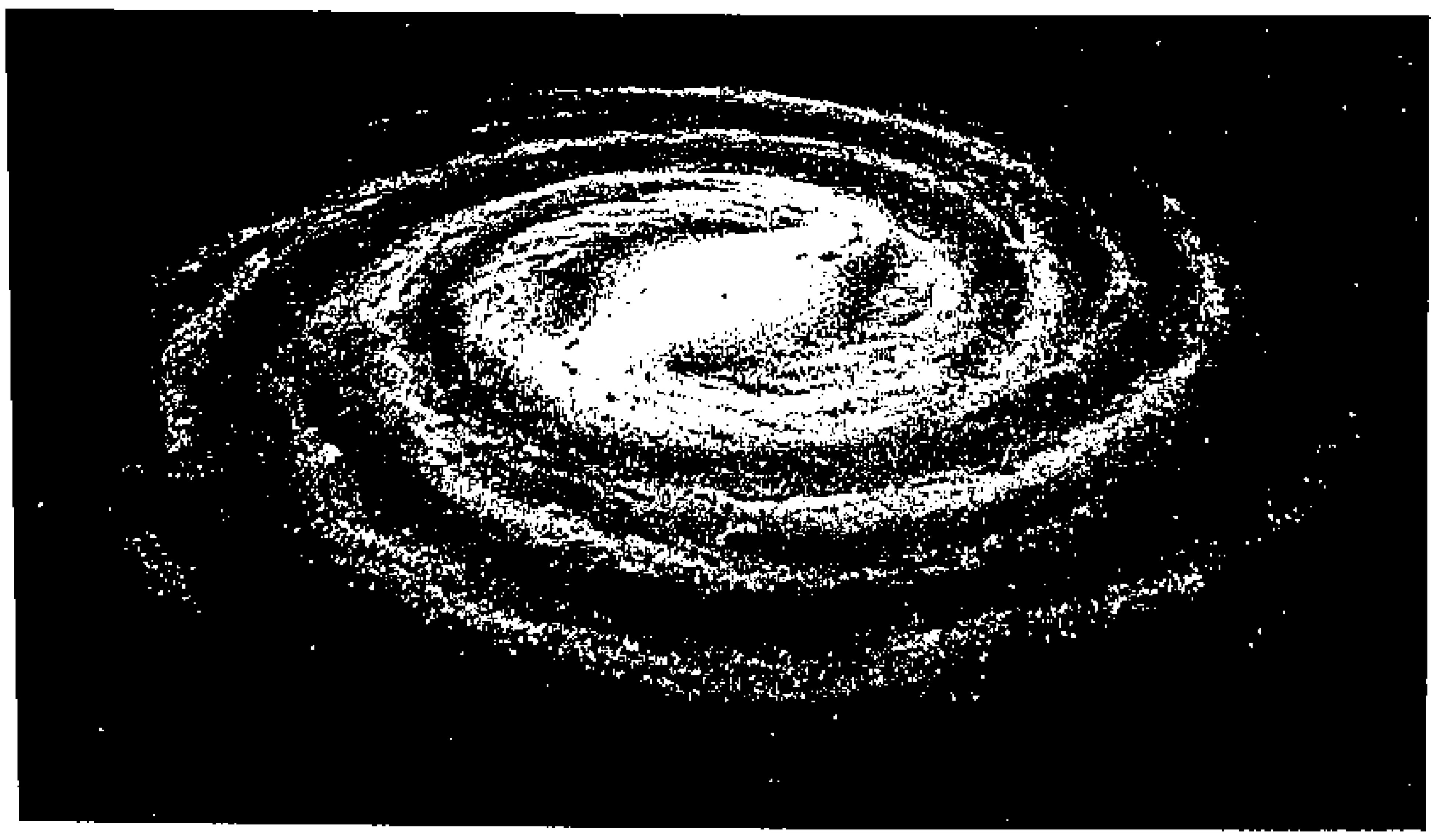

Marfat.com

طوافِ کعبہ اور انسانی جسم میں گردشِ خون

Cirling of Ka'abaa and Blood Circulation in human body

دل

دل جو کہ انسانی جسم کے اندر بائیں جانب پسلیوں کی محفوظ پناہ گاہ میں چھپا ہے۔ یہ انسانی جسم جسے انسانی بدن بھی کہتے ہیں۔ یہ بدن دل کی ''مملکت'' ہے۔ بدن گویا ایک شہر ہے اور اس شہر کے ارباب پیشہ ہاتھ ہیں۔ یعنی:

① بدن..........سواری ② ہاتھ پاؤں..........خادم

③ حواس..........جاسوس ④ خواہش..........مال کی نگہبان

⑤ غصہ..........کوتوال ⑥ دل..........بادشاہ

⑦ عقل..........وزیر[1]

دل ہی تمام اچھائیوں کا محور اور منبع ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا یَنْجُوْ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

ترجمہ: ''نجات صرف اسے نصیب ہوگی جو گناہوں سے پاک دل لے کر آیا۔''[2]

گویا کہ آخرت اور بخشش اور نجات کے لیے دل کا پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ دل کو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور سعادت کی تلاش اس کا کام ہے اور اس کی سعادت اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے۔

اگر انسان شیطان لعین کی اطاعت کرے گا تو اس سے دھوکا دہی، خیانت، جعل سازی، مکر و فریب، اور حرام کاری جیسے اوصافِ خبیثہ دل میں پیدا ہوں گے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے دل کو زنگ آلود کر دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: ''کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔''[3]

یعنی اپنے اعمالِ بد کی شامت سے اُن کے دل زنگ خوردہ اور سیاہ ہوگئے ہیں۔

---

① کیمیائے سعادت امام غزالی رحمہ اللہ باب: مسلمان کی پہچان

② اکسیر ہدایت امام غزالی رحمہ اللہ ص: 22

③ پارہ: 30 سورہ المطففین آیت: 14

Marfat.com

جب انسان شیطان کے مکروفریب میں نہ آئے تو اس میں دانائی، معرفت، حلم، حکمت، علم، صلاحیت، حُسنِ اخلاق اور بزرگی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

انسانی جسم میں تمام تر فوقیت دل کو حاصل ہے اب یہ دل اُس خالقِ کائنات نے جسم میں بائیں جانب رکھا ہے۔

(یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے) دل کا کام گردشِ خون کو رواں دواں رکھنا ہے اور

The circulation of blood in human body is same as
as circling of Ka'aba means from left to right.

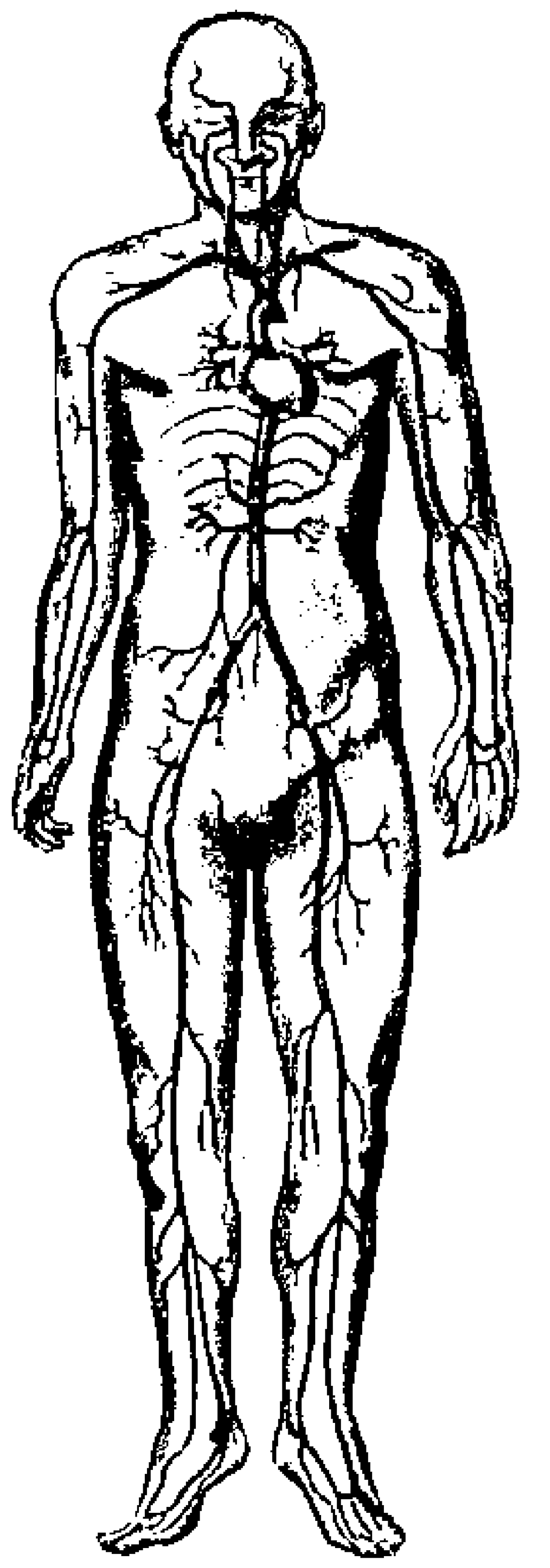

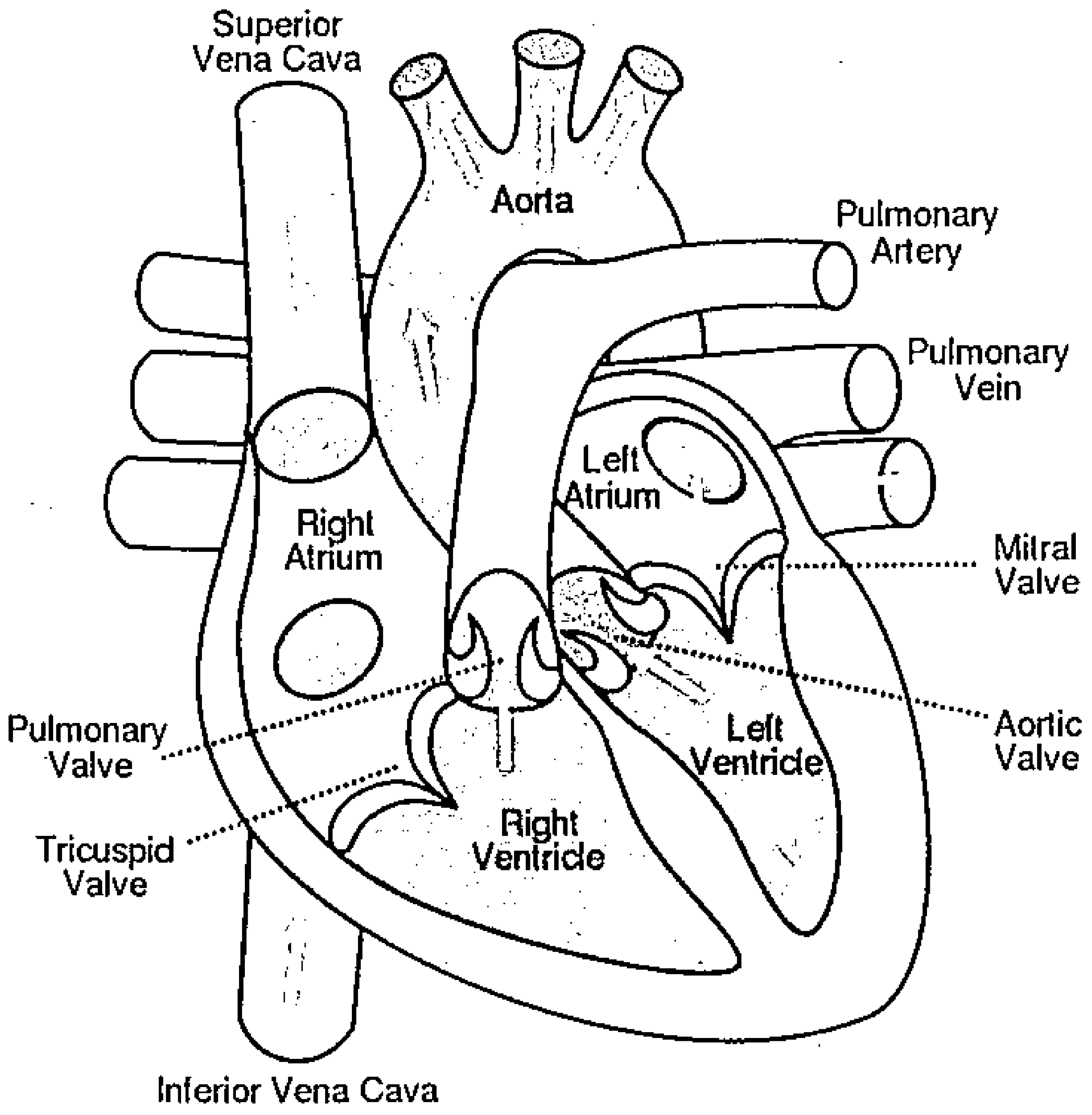

خون کی یہ گردش بھی بائیں سے دائیں طرف سفر کرتی ہے، بالکل طوافِ کعبہ شریف کی طرح۔ یہ گردشِ خون دل سے مختلف شریانوں، رگوں اور وریدوں میں بائیں سے دائیں طرف رواں دواں ہے جن کی لمبائی تقریباً چھ لاکھ کلومیٹر تک ہے دنیا میں آج تک کوئی ایسا پمپ نہیں بنایا جاسکا جو اتنے فاصلے تک کسی مائع کو پہنچا سکے۔ بلاشبہ دل اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا شاہکار ہے۔

Marfat.com

سپرم (نطفہ) کی حرکت

Movement of Sperms Towards Ovum

سپرم (نطفہ) میں موجود کروموسوم بھی مادہ انڈے کی طرف بائیں سے دائیں یعنی Left to right حرکت کرتے ہیں۔

جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے۔

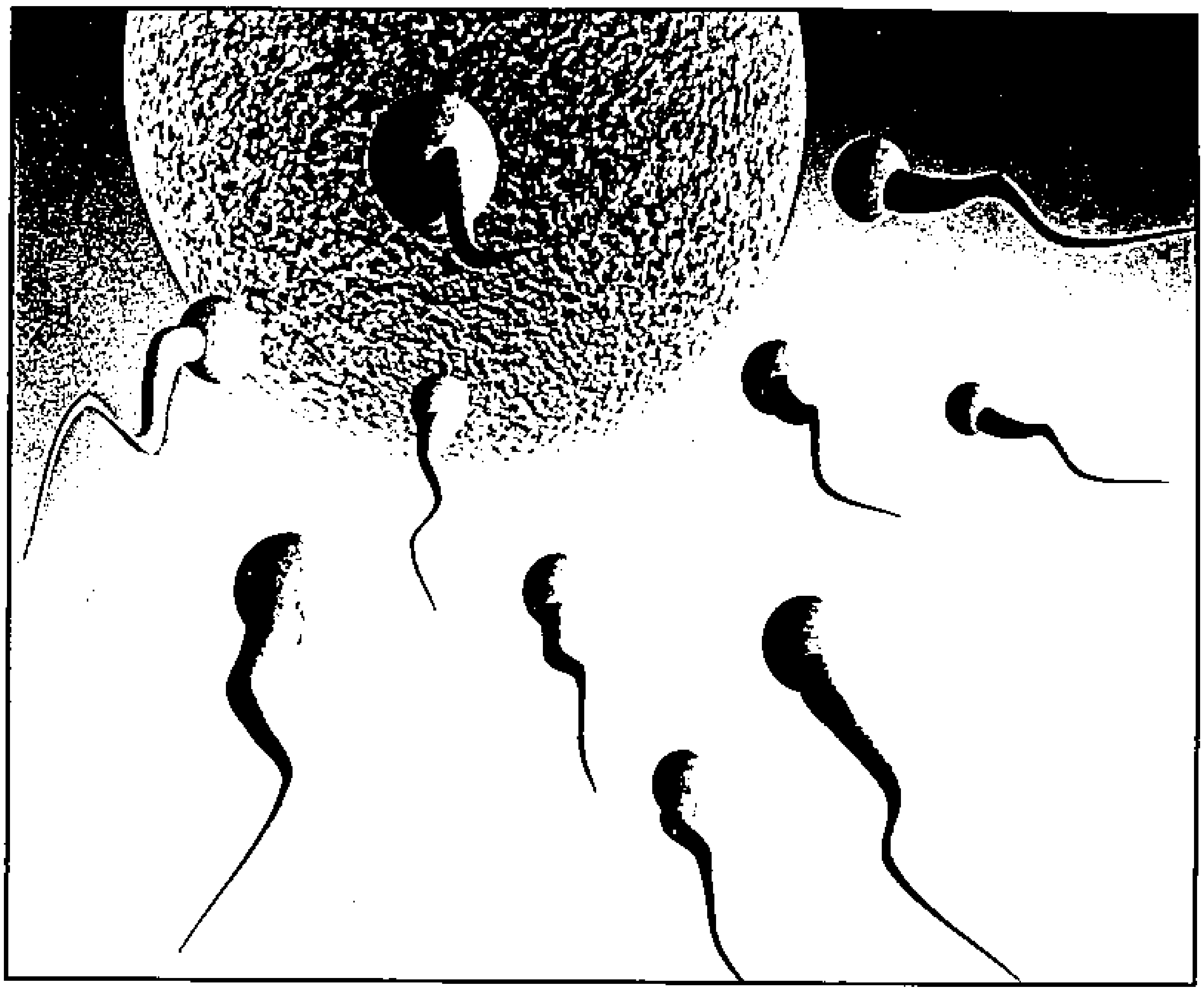

سمندری طوفان کی حرکت

Movement of Cyclone

زمین پر گرد وغبار، آندھی اور طوفان آتے رہتے ہیں۔ جب کسی جگہ گرمی کی شدت بہت بڑھ جاتی ہے تو وہاں ہوا کا درجہ حرارت بہت کم ہو جاتا ہے تو یہ کم دباؤ والی جگہ پر بڑے بڑے گرد وغبار کے بگولے اٹھتے ہیں جنہیں گرد باد اور منقلب گرد باد کہا جاتا ہے آپ اگر غور سے مشاہدہ کریں تو یہ گرد وغبار کا بگولہ بڑی تیزی سے بائیں سے دائیں طرف کو تیزی سے گھومتا ہوا آسمان کی طرف بلند ہوتا جاتا ہے۔

Marfat.com

سمندر میں بھی یہ گرد باد آتے ہیں جو کہ طوفان کی شکل اختیار کرتے ہیں اور اس طوفان کی حرکت بھی بائیں سے دائیں طرف کو ہوتی ہے۔

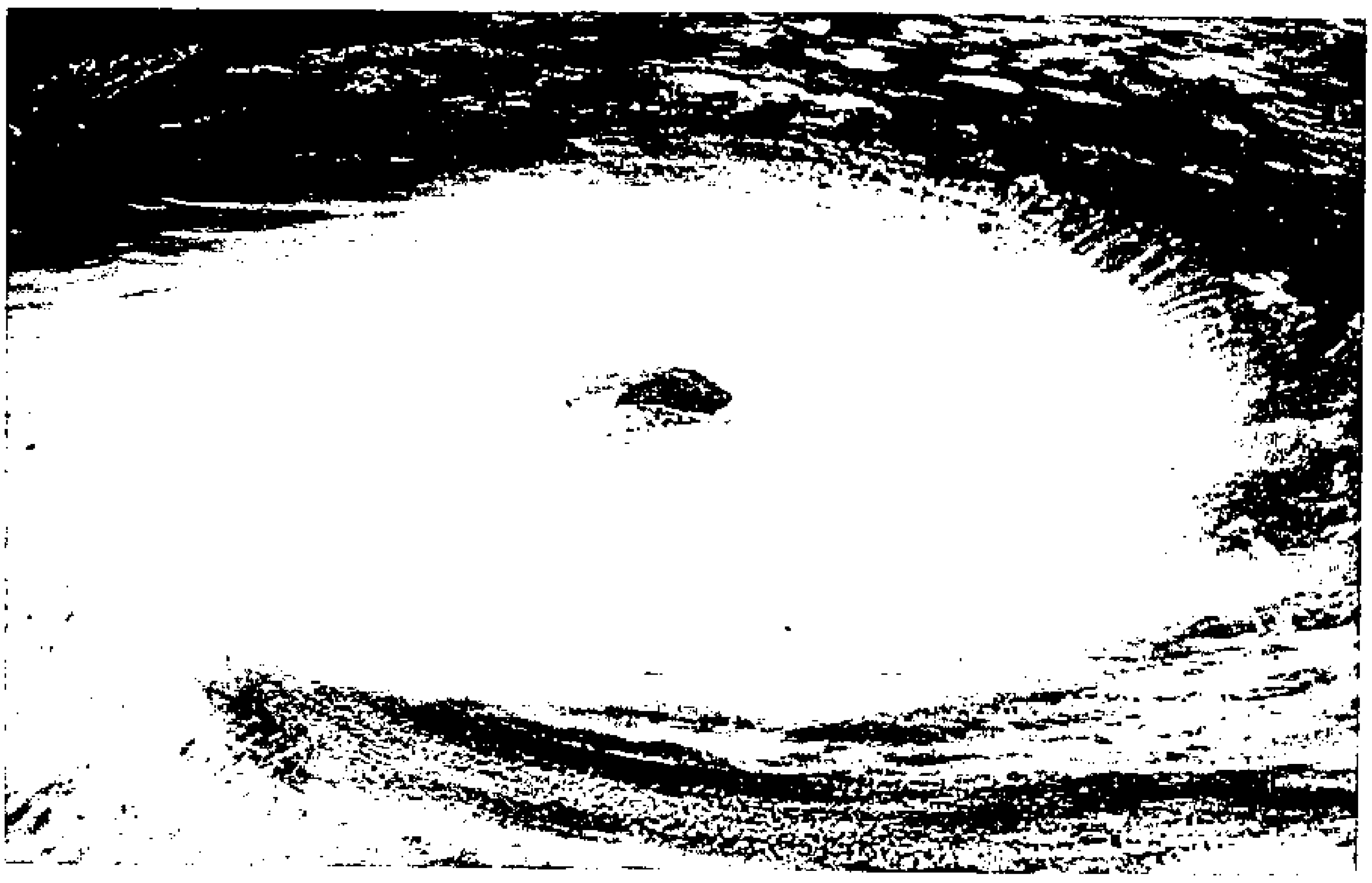

یعنی ان زمینی اور سمندری طوفانوں کی حرکت بھی طوافِ کعبہ سے مماثلت رکھتی ہے۔

ایٹمی ذرات کی حرکت

Movement of Electron

ایٹمی ذرات (الیکٹران) بھی اپنے مرکز نیوکلئیس کے گرد بائیں سے دائیں طرف حرکت پذیر ہیں جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے۔

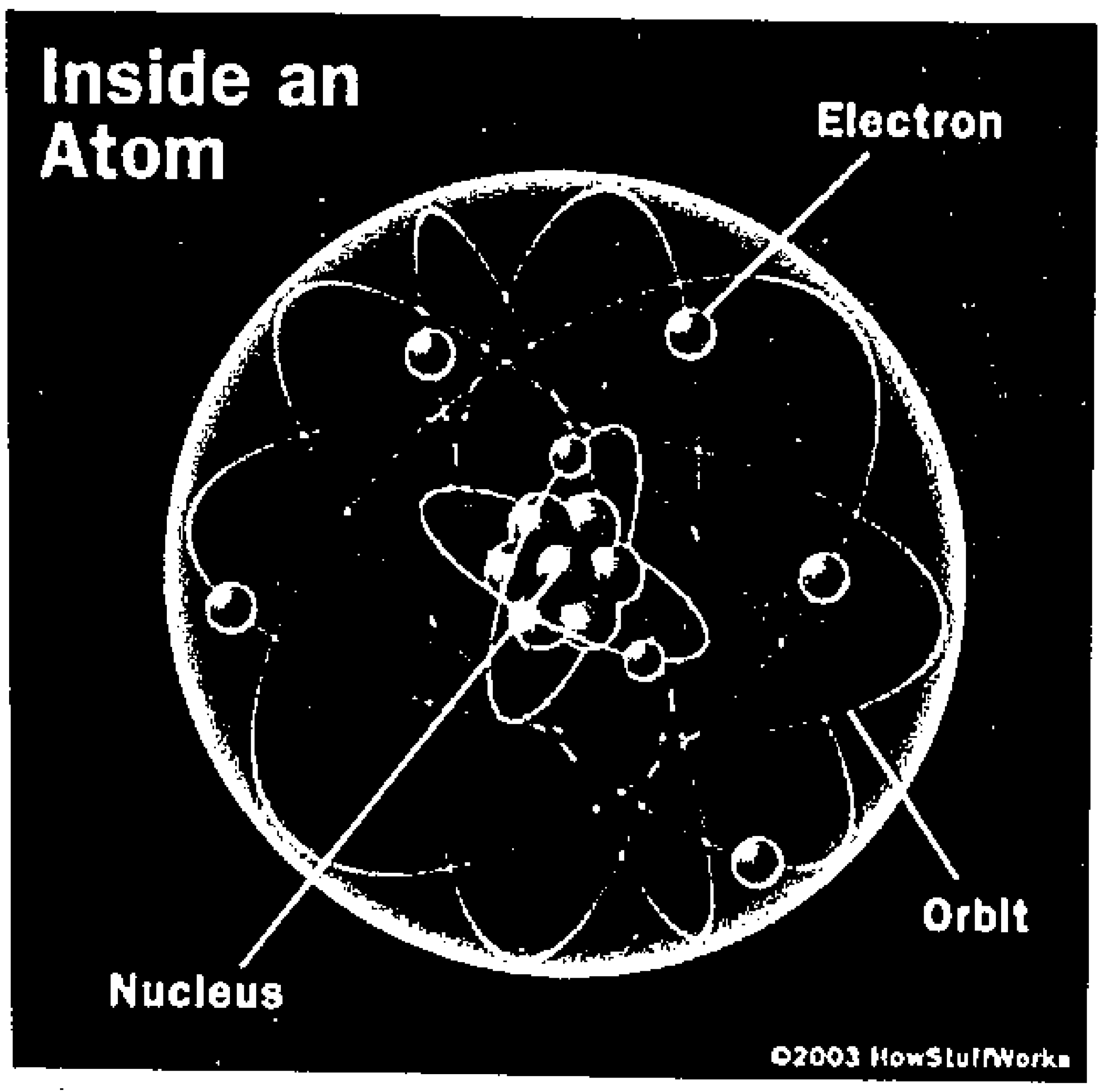

یعنی ان کی حرکات بھی طوافِ کعبہ شریف کی طرح ہے۔

Marfat.com

راکٹ اور میزائل کی حرکت

Movement of Rocket & Missiles

آپ نے آئے دن خبروں میں سنا ہوگا اور اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ آج فلاں ملک یا ہمارے ملک (پاکستان) نے ایٹمی میزائل کا کامیاب تجربہ کیا ہے یا فلاں جگہ پر راکٹ کا حملہ ہوا ہے شادیوں بیاہوں میں ہوائیاں بھی خوشی کے اظہار کے طور پر اڑائیں جاتی ہیں۔ ان تمام کے چلنے میں یعنی ہوائی راکٹ اور میزائل میں ایک چیز مشترک ہے کہ ان کی آسمان کی طرف اڑنے کی سمت ہمیشہ بائیں جانب ہوتی ہے یعنی اس کا زاویہ جو کہ فائر کرتے وقت 90 درجے ہوتا ہے تو یہ فائر ہوتے ہی 110/120 درجے کی طرف اپنے نشانات کی طرف سفر کرتی ہے یعنی بالکل طوافِ کعبہ شریف کی طرح۔

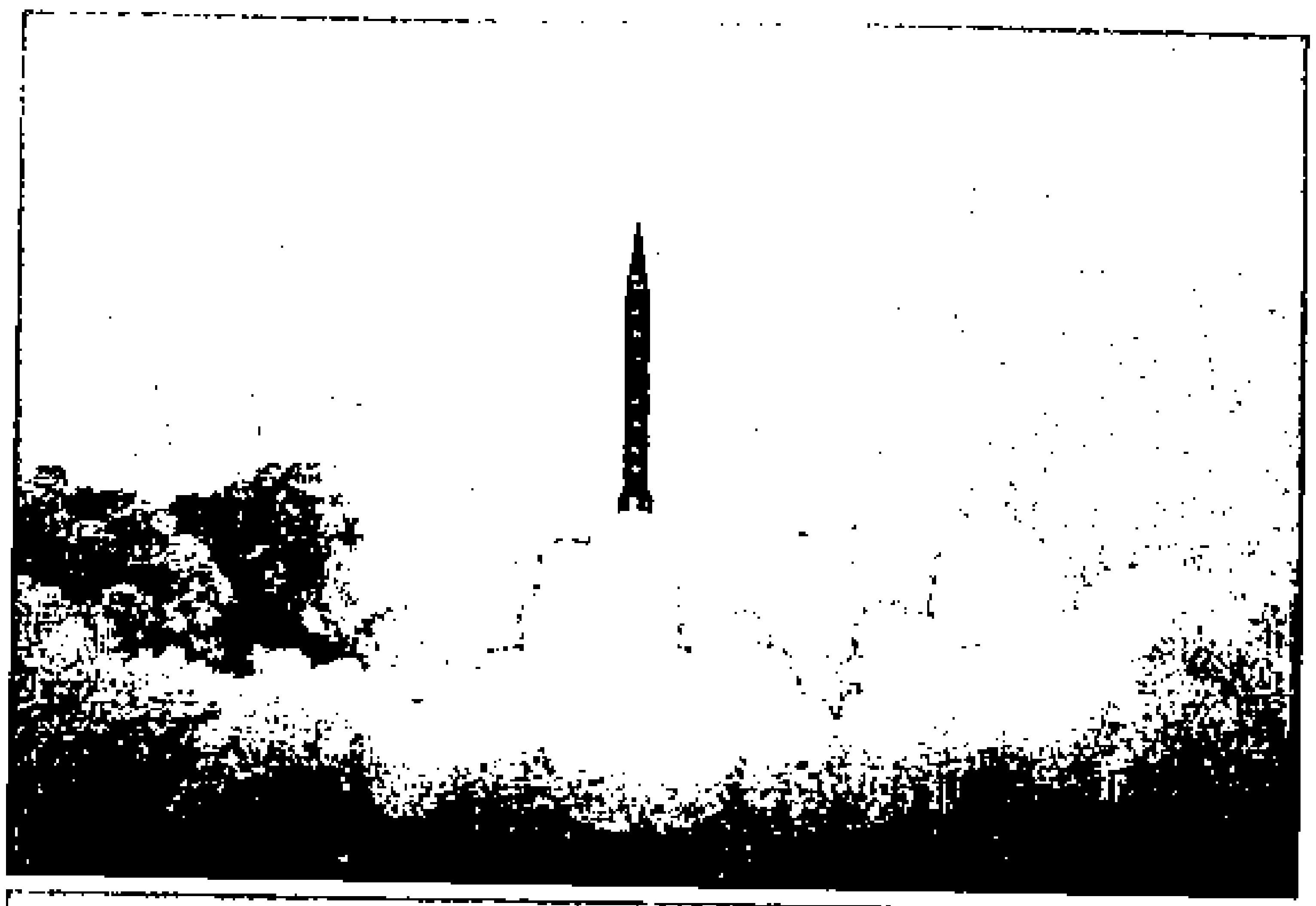

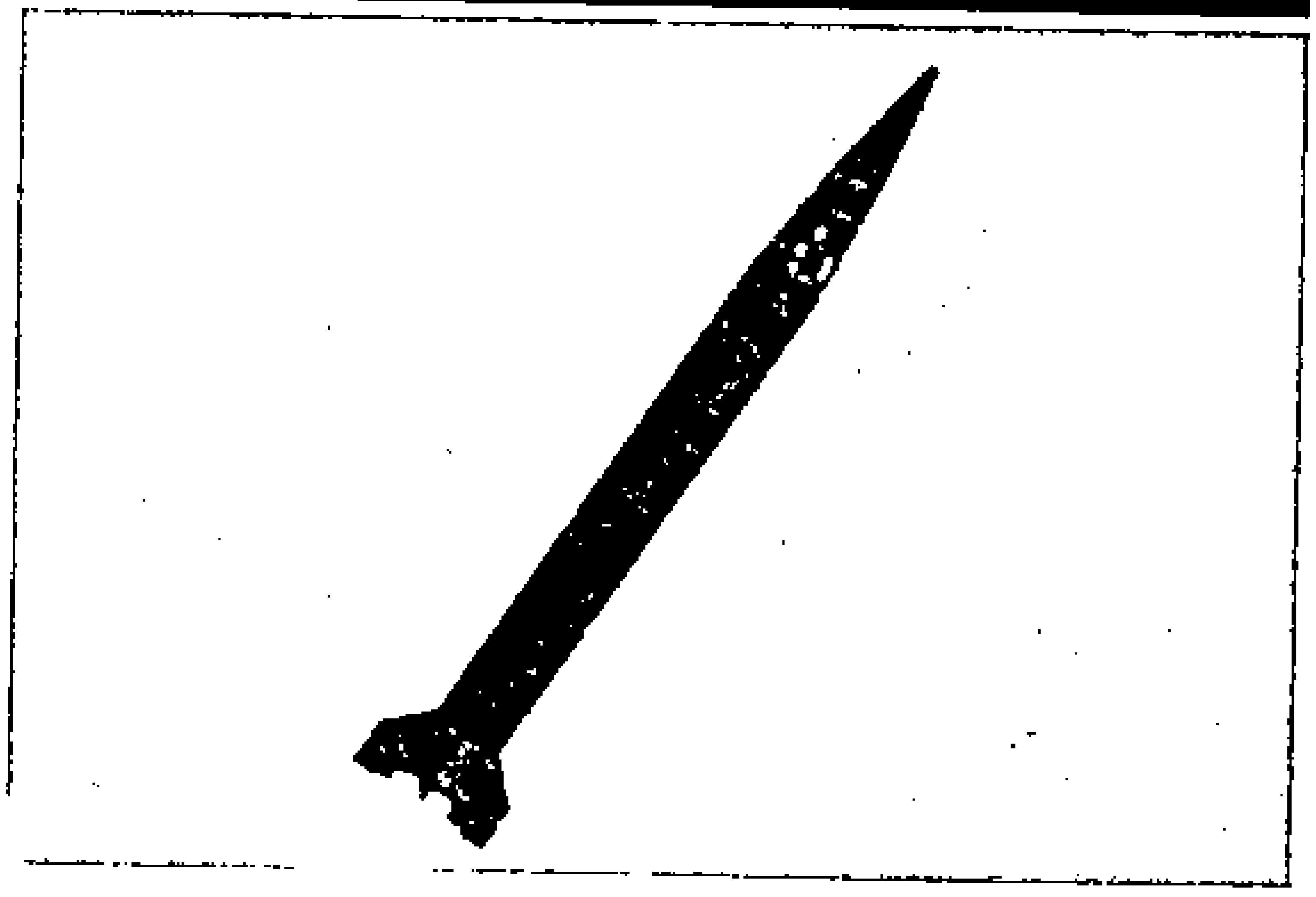

مندرجہ بالا امثال سے یہ وضاحت کرنا مقصود ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔

لفظ ''فطرت'' اُردو اور عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں:

① قدرتی مادہ ② پیدائشی وصف ③ وہ بات جو خمیر میں ہو

طوافِ کعبہ اور دیگر کائنات میں موجود اجسام کا آپس میں گہرا فطری تعلق ہے اور یہ طواف ایسے ہی دائیں سے بائیں طرف منتقل نہیں ہوا بلکہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جو خالقِ کائنات ہے اس نے ہزاروں بھید پوشیدہ

Marfat.com

کر رکھے ہیں۔ جن میں سے چند سائنس (عقلِ انسانی) نے معلوم کیے ہیں اور سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان سے لے کر تمام معلوم اجرام فلکی عین طوافِ کعبہ بائیں سے دائیں Left to Right کی طرف حرکت پذیر ہیں اور طوافِ کعبہ شریف اور ان کے درمیان گہری مماثلت ہے۔

نئی اسلامی ریاست کا انتظام

جب سرور کونین، تاجدارِ عرب وعجم، محبوب کبریا ﷺ کی عمر مبارک ۶۰ سال سے تجاوز کر گئی۔ اس وقت تک نئی اسلامی ریاست کی حکومت کے تمام امور بذات خود سرانجام دیتے تھے۔ یعنی عمال کا تقرر موذنین اور ائمہ کا تقرر، محصلین زکوٰۃ و جزیہ، غیر قوموں سے مصالحت، فوجوں کا انتظام، قبائل سے خانہ جنگی، نومسلموں کے انتظامات اور مسائل وغیرہ۔ مگر اب اسلامی ریاست کی وسعت کے پیشِ نظر ریاست کے مختلف علاقوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے آپ ﷺ نے عمال کا تقرر فرمایا اور اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات اٹھائے۔

گورنروں کا تقرر

ریاست میں امن وسکون اور قیامِ عدل کے لیے رسالت مآب ﷺ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گورنر مقرر فرمایا۔

① حضرت عتاب بن اسیر رضی اللہ عنہ............والیِ مکہ

② حضرت شہر بن بازان رضی اللہ عنہ............والیِ صنعاء

③ حضرت بازان بن ساسان رضی اللہ عنہ............والیِ یمن

④ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ............والیِ صنعاء

⑤ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بن امتبہ المخزرمی............والیِ کنندہ رصدف

⑥ حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ............والیِ خضرت موت

⑦ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ............والیِ ذبید عون کنندہ

⑧ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ............والیِ جند

⑨ حضرت عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ............والیِ نجران

⑩ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ............والیِ تیمہ

⑪ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ............متولی اخماس یمن

⑫ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ............والیِ عمان

⑬ حضرت علا رضی اللہ عنہ بن خزرمی............والیِ بحرین

Marfat.com

ان مقرر کردہ گورنروں کا فرض تھا کہ وہ صوبے کا حکومتی نظام درست رکھیں۔ فصل، مقدمات، تحصیل خراج کے علاوہ سب سے اہم ذمہ داری اشاعتِ اسلام تھی۔ رعایا کو سنن وفرائض کی تعلیم وتربیت دیں۔ نیز اہلِ عرب کے دلوں کو مسخر کرنے کے لیے نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ پیش آئیں۔ اگرچہ سیاست اور حکومت کے اقتدار میں دونوں کا ساتھ قریباً ناممکن ہوجاتا ہے اور سرکش لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے سختی بھی استعمال کرنا پڑتی ہے۔ مگر رحمت للعالمین ﷺ گورنروں کو بار بار صلہ رحمی کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو والی مقرر فرماتے ہوئے انھیں نصیحت فرمائی۔

ترجمہ: ''آسانی پیدا کرنا، دشواری پیدا نہ کرنا، لوگوں کو بشارت دینا، انھیں وحشت زدہ نہ کرنا، باہم اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔''①

محصلینِ زکوٰۃ و جزیہ

اگرچہ عالمِ عرب کا خلوص اور جذبہ ایمانی بڑا مستحکم اور منظم ہوچکا تھا۔ وہ خود رسالت مآب ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنی بساط سے بڑھ کر زکوٰۃ و صدقات پیش کرتے تھے اور غیر مسلم جنھوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا تھا وہ بھی رسالت مآب ﷺ کی شفقت و مہربانی، انصاف پروری اور حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر نہایت اخلاص سے جزیہ ادا کرتے تھے۔ مگر ایک وسیع ملک کے انتظام و انصرام کے لیے یہ طریقہ کافی نہ تھا۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے یکم محرم ۹ ھ کو صدقہ و زکوٰۃ اور جزیہ کی وصولی کے لیے ہر علاقہ قبیلہ کے لیے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے۔ اس وقت تک وقتی طور پر خود روسائے قبائل بھی اپنے اپنے قبیلے کے محصّل تھے۔ مگر اب رسالت مآب ﷺ نے مختلف قبائل اور شہروں کے لیے درج ذیل محصلین کا تقرر فرمایا:

① عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ .... طے بنی اسد
② ابوجہیم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ .... بنولیث
③ مالک بن تیرہ رضی اللہ عنہ .... بنوخزلہ
④ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ .... شہر مدینہ
⑤ رافع بن کلیث رضی اللہ عنہ .... جہینہ
⑥ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ .... حضر موت
⑦ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ .... بنوسعد
⑧ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ .... صوبہ یمن
⑨ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ ...... بنوکلاب
⑩ محمد بن جزالاسدی رضی اللہ عنہ .... محصل خمس
⑪ عبداللہ بن اللبیتہ رضی اللہ عنہ .... بنوذبیان
⑫ عینیہ بن حسن فراری رضی اللہ عنہ .... بنوتمیم
⑬ صفوان بن صفوان رضی اللہ عنہ .... بنی عمرو
⑭ ایک ہذیلی رضی اللہ عنہ .... بنوہذیم
⑮ بریرہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ .... عفاء اسلم
⑯ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ .... شہر نجران

---

①مسلم شریف جلد2۔ کتاب الایمان۔

Marfat.com

⑰ عباد بن بشیر الاسملی رضی اللہ عنہ......سلیم وخزینہ ⑱ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ......شہر خیبر
⑲ زیرنان بن بدر رضی اللہ عنہ......بنو سعد ⑳ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ......صوبہ یمن
㉑ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ......بنو فزارہ ㉒ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ......بحرین
㉓ بسر بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ......بنو کعب ㉔ عمرو بن سعد بن عاص رضی اللہ عنہ......تیماء [1]

ان محصلین کا تقرر صوبہ (علاقہ) کی وسعت کے مطابق تھا۔ بعض بڑے صوبوں کے لیے دو دو محصلین کا تقرر کیا گیا ان محصلین کو باقاعدہ طور بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال میں زکوٰۃ کی مقدار کیا ہو گی؟ چھانٹ کر مال لینے یا حق سے زیادہ وصول کرنے کی اجازت نہ تھی۔

عربوں کی اصل دولت بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلے تھے جو وہ جنگلوں میدانوں اور پہاڑوں میں چرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی اکثریت خود آ کر زکوٰۃ کے جانور محصلین کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اور جو بوجہ مجبوری خود حاضر نہ ہو سکتے محصلین خود پہاڑوں جنگلوں میں جا کر زکوٰۃ کے جانور وصول کرتے اور جن جانوروں کی وصولی سے منع فرمایا گیا تھا اس سے مکمل اجتناب کرتے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں پہاڑ کے ایک درّے پر بکریاں چرا رہا تھا کہ دو شخص اونٹ پر سوار آئے اور کہا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے قاصد ہیں اور زکوٰۃ وصول کرنے آئے ہیں۔ میں نے انھیں شیر خوار بچے والی بکری پیش کی تو انھوں نے لینے سے انکار کر دیا کہ ہمیں ایسا جانور وصول کرنے کی اجازت نہیں میں نے انھیں دوسرا بکری کا بچہ دیا تو وہ لے کر چل پڑے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی پاکدامنی، نیک نیتی، اسلام سے بے پناہ محبت اور اللہ کے محبوب اور سرکار دو جہاں ﷺ کے اتباع کی وجہ سے ہر قسم کے ناجائز مال کی حصول یابی سے مکمل احتراز کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود رسالت مآب ﷺ معمولی سے معمولی کمزوری پر خود ان کا محاسبہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ابن اللبیتہ رضی اللہ عنہ صدقات و زکوٰۃ وصول کر کے واپس آئے اور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں وصول کردہ مال پیش کیا اور عرض کی کہ یہ مال آپ ﷺ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ اس پر آپ ﷺ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ یہ ہدیہ تمھیں گھر بیٹھے ہوئے کیوں نہیں ملا؟ چنانچہ اسی غصے میں ایک بہت سخت خطبہ دیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قسم کا مال وصول کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔ [2]

خاندانِ نبوت پر ہر قسم کا صدقہ زکوٰۃ کا مال حرام قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ خاندانِ نبوت کا کوئی فرد صدقہ خیرات کی وصولی کا محصل بھی مقرر نہیں کیا گیا۔ صرف ایک مرتبہ حجتہ الوداع سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا گیا مگر یہ تقرری عارضی اور وقتی طور پر تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے جو آلِ محمد ﷺ کے لیے جائز نہیں۔

---

① نسائی شریف جلد:2 ص:693۔ ② مسلم شریف جلد:2 ص:176۔

Marfat.com

عمال کا تقرر آپ ﷺ خود فرماتے تھے لیکن اگر خود کسی نے عامل محصل مقرر کرنے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے سختی سے نامنظور فرمایا۔ عمال کا بقدرِ ضرورت معاوضہ مقرر کیا گیا جس کے لیے رسالت مآب ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص میری مقرر کردہ شرح سے زیادہ وصول کرے گا وہ مالی خیانت کا مرتکب ہوگا۔ عمال کا شرح معاوضہ حدیث کی رو سے یہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من کان لنا عاملاً فلیکسب زوجةً فان لم یکن له خادم فلیکتب خادماً وان لم یکن له مکان فلیکتب مکاناً ومن اتخذ غیر ذالك فهو غال.

ترجمہ: ''جو شخص ہمارا عامل ہے اسکو ایک بی بی کا خرچ لینا چاہیے اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر کا اگر مکان نہ ہو تو مکان کا لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہوگا۔''①

سلطنت کے ذرائع آمدن

رسالت مآب ﷺ نے دنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے ذرائع آمدن زکوٰۃ اور جزیہ تو سالانہ تھے۔ دیگر ذرائع صدقہ، خراج اور مالِ غنیمت تھے۔

ا۔ مالِ غنیمت:

غنیمت کا مال صرف فتوحات کے موقع پر حاصل ہوتا تھا۔ پہلے پہل تو رئیس افواج مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ خود لیتا تھا اور بقیہ جو حصہ افواج کے ہاتھ لگتا تھا انھی کا ہاتھ ہوتا تھا اور اس کی تقسیم کا کوئی نظام نہ تھا۔ مگر غزوۂ بدر کے بعد مالِ غنیمت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کے واضح احکامات آگئے اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

ترجمہ: ''اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول ﷺ وقرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔''②

یعنی مال خواہ قلیل ہو یا کثیر اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس میں سے چار حصے افواج کے لیے مختص ہوئے یہ تقسیم اس طرح تھی کہ سوار کو تین حصے اور بعض روایات کے مطابق دو حصے اور ایک حصہ پیادے کو ملتا تھا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں میں تقسیم ہوگا ان میں سے ایک حصہ جو کل مال کا پانچواں حصہ

---

①ابوداود جلد:2 باب ارزاق العمال.
②پارہ:10 سورہ انفال آیت:41.

Marfat.com

ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور ایک حصہ آپ ﷺ کے اہل قرابت کے لیے ہے اور تین حصے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے مختص ہیں۔ ①

۲۔ زکوۃ:

زکوۃ صرف مسلمانوں پر فرض تھی۔ جو کہ پانچ مدوں پر مشتمل تھی۔

① نقدروپیہ ② سونا چاندی ③ پھل اور پیداوار

④ مویشی ماسوائے گھوڑوں کے ⑤ اسباب تجارت۔ ②

پیداوار کے سلسلے میں جس زمین کو بارش (بارانی) یا بہتے ہوئے پانی کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہو اس کا دسواں حصہ (عشر) اور جس کو آبپاشی کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہو (کنواں، ٹیوب ویل اور نہریں) اس کا بیسواں حصہ مقرر تھی۔ نقدروپیہ سونا چاندی وغیرہ اڑھائی فیصد، دیگر تفاصیل قرآن وحدیث اور فقہ میں موجود ہیں۔

۳۔ جزیہ:

جزیہ غیر مسلم اقوام سے ان کی بیرونی دشمنوں سے حفاظت کے لیے لیا جاتا تھا۔ یعنی جزیہ کی ادائیگی کے بعد غیر مسلموں کی جان مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے تھی تاہم اس کی مقدار مقرر نہ تھی۔ ذمی کی مالی حالت کو پیشِ نظر رکھا جاتا تھا۔ رسالت مآب ﷺ کے زمانے میں عام طور پر ہر بالغ مرد سے ایک دینار وصول کیا جاتا تھا عورتیں اور بچے مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کی سب سے زیادہ امداد بحرین سے آتی تھی۔

خراج

خراج غیر مسلم رعایا کے کاشت کاروں سے مالکانہ حقوق کے عوض وصول کیا جاتا تھا۔ جو پیداوار کا ایک مخصوص حصہ باہمی مصالحت سے طے کر کے وصول کیا جاتا تھا۔ فتح خیبر کے موقع پر نصف پیداوار پر صلح ہوئی پھلوں وغیرہ کے لیے تیار ہونے پر رسالت مآب ﷺ کئی صحابی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے وہ پھل دیکھ کر اس کی پیداوار کا تخمینہ لگاتے۔ وصولی کے وقت شک وشُبہ کو دور کرنے کے لیے اس میں سے ایک تہائی بھر کم وصول کیا جاتا۔

۵۔ فئی:

وہ مال جو کفار سے بغیر جنگ کے حاصل ہوتا اسے فئی کہتے ہیں۔ مثلاً کسی مقام پر حملہ کیا جاتا تو دشمن

---

① تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان تفسیر آیت نمبر:41 سورہ انفال.
② ابوداود باب کتاب زکوۃ.

Marfat.com

بغیر جنگ کیے اپنا مال واسباب چھوڑ کر بھاگ جاتا۔ جزیہ اور خیرات کی رقم سپاہیوں کی تنخواہوں اور دیگر جنگی مصارف پر خرچ کی جاتی تھی۔ نیز بوقتِ ضرورت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنی خدمات رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ جنگ سے جو کچھ حاصل ہوتا آپ ﷺ اسی وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس ترتیب سے تقسیم فرما دیتے کہ اہل وعیال والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو حصے اور مجرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک حصہ ملتا۔ سب سے پہلے ان صحابہ میں تقسیم کیا جاتا جو پہلے غلام رہ چکے تھے ہر ایک کا نام باقاعدہ طور پر ایک رجسٹر پر لکھا جاتا تھا باری باری نام پکارے جاتے اور تقسیم کا عمل مکمل کیا جاتا۔

جاگیریں

عربوں کا ذریعہ معاش تجارت، گلہ بانی اور لوٹ مار تھا صرف مدینہ اور طائف میں کچھ رقبے پر کاشت کاری کرتے تھے۔ اسلام نے ان کے طرز زندگی کو بدل دیا جس کی بدولت وہ لوٹ مار اور ناحق قتال سے رک گئے اور اس کی بجائے اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے دل و جان سے مشغول ہو گئے۔ باہمی قتل وغارت کی بجائے مجاہدانہ سرگرمیوں میں حصہ لے کر دنیاوی اور اخروی زندگی کے حصول کے لیے کوشاں رہنے لگے۔ عرب کا اکثر حصہ ریگستانی پتھریلا اور بنجر تھا۔ جو علاقہ سرسبز و شاداب تھا اس پر غیر عربوں کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ اسلام کی آغوش میں پناہ لینے کے بعد سرسبز و شاداب علاقہ غیر ملکیوں کے پنجہ استبداد سے آزاد ہو گیا۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے اس ناقابلِ کاشت اور بنجر علاقے کو قابل کاشت بنانے کے لیے خاص اقدامات فرمائے۔ بنونضیر اور بنوقریظہ کے وہ نخلستان جو کہ خالصتاً آپ ﷺ کی ملکیت تھے اس کا کافی حصہ مہاجرین اور انصار میں تقسیم فرما دیا۔ خیبر، ذوخیوان، ایلہ، ذرع اور نجران کی زمینیں چند شرائط پر مالکان ہی کے پاس رہنے دیں۔

حضرت وائل بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ اور بنورفاعہ کو جاگیریں عطا فرمائیں۔

رسالت مآب ﷺ کی فیاضی اور دریا دلی کی شہرت سے لوگوں نے دور دور سے آ کر جاگیروں کے حصول کے لیے درخواستیں کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے نہایت دُوراندیشی سے ملک کو غذائی لحاظ سے خود کفیل بنانے کے لیے اعلان فرمایا۔

من احیا ارضاً میتةً فھی له ، من احاط حائطاً علی ارض فھی له .

ترجمہ: ”جس نے افتادہ (غیر آباد) زمینوں کو آباد کیا اور اس کی مِلک ہو گئی۔ جس نے کسی زمین کو گھیر لیا وہ اس کے ملک ہو گئی۔“

لوگوں سے مزید فرمایا:

Marfat.com

من سبق عیناً ما لم یبعته الیه مسلم فهو له.

ترجمہ: ''جو شخص ایسے چشمے پر قبضہ کرے جو کسی مسلمان کی ملکیت نہیں تو وہ اس کا ہے۔ اس اعلان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوڑ دوڑ کر چشموں کی حد بندی کرنے لگے۔''

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ نے نمک کی کان عطا فرمائی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اپنا گھوڑا دوڑاؤ جہاں تک تمہارا گھوڑا دوڑ سکے وہ علاقہ تمہاری ملکیت ہوگا۔ اس وقت رسالت مآب ﷺ کی فیاضی، سخاوت، دریا دلی سے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فائدہ اٹھایا۔ اس فیاضی میں بھی آپ ﷺ نے دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

رفاہِ عامہ اور پبلک سے تعلق رکھنے والی کسی چیز یعنی چشمہ، زمین اور چراہ گاہ کی ملکیت کسی کو نہ دی بلکہ اسے قدیمی حالت پر ہی چھوڑ دیا۔

مذہبی انتظامات

مذاہبِ عالم کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ایک بات خصوصی طور پر نظر آتی ہے کہ ان مذاہب میں مذہبی فرائض کے لیے یا تو خاندان مخصوص تھے جیسا کہ یہودیت میں تھا کہ ان کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک خاندان مخصوص تھا اور اس خاندان سے تعلق رکھنے والے شخص کے علاوہ دوسرا کوئی شخص یا خاندان مذہبی فرائض ادا نہیں کرسکتا تھا۔ عیسائیت میں یہودیوں کی طرح خاندان مخصوص نہ تھا۔ مگر آہستہ آہستہ ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگیا تھا جو مذہبی فرائض سرانجام دیتا تھا۔ چنانچہ لازمی ہوگیا کہ صرف یہی مخصوص طبقہ مذہبی فرائض سرانجام دے گا۔

ہندو مذہب میں مذہبی فرائض کی ادائیگی صرف براہمنوں اور پنڈتوں کا حق تھا۔ غیر برہمن کسی مذہبی خدمت کی انجام دہی کا استحقاق نہ رکھتا تھا۔ ہندو مذہب نے تو عام زندگی کے مختلف پیشوں کو مختلف ذاتوں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اور تمام انسانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا۔

۱: براہمن:

جن کے ذمے مذہبی فرائض کی ادائیگی تھی۔

۲: ویش:

یہ طبقہ حکمرانی کرنے کا حق دار تھا دیگر کسی بھی ذات سے تعلق رکھنے والا حکمران بننے کا حق دار نہ تھا نیز فوجی خدمات بھی یہی طبقہ سرانجام دیتا تھا۔

Marfat.com

۳: کھشتری

ان کے ذمے کاشتکاری کرنا تھا۔

۴: شودر

یہ سب سے نچلی اور حقیر ذات تصور کی جاتی تھی۔اس کا کام صرف مندرجہ بالا ذاتوں کی خدمات سر انجام دینا تھا۔ اگر کسی شودر کے کان میں کسی "وید" کی آواز پڑ جاتی تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا تھا۔

یہ شرف صرف اسلام نے انسانیت کو بخشا کہ ہر وہ شخص جس نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیا وہ ہر رتبے کا مستحق ٹھہرا خواہ یہ رتبہ مذہبی ہو، سیاسی ہو، انتظامی ہو یا علمی ہو یعنی زندگی کے ہر شعبے میں اسے ہر طرح کے فرائض سر انجام دینے کا حق حاصل ہے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک عام شخص سرِ عام خلیفہء وقت سے سوال کرتا ہے کہ امیر المومنین آپ نے جو قمیص پہن رکھی ہے مال غنیمت سے حاصل کردہ کپڑا جو آپ کا حصہ تھا یہ قمیص آپ کا قد لمبا ہونے کی بنا نہیں بن سکتی تو آپ نے کیسے بنائی اور جب تک اس کی وضاحت نہیں کرو گے ہم پر تمھاری اطاعت واجب نہیں چنانچہ خلیفہ وقت کو وضاحت سے بتانا پڑا کہ میں نے بقیہ کپڑا اپنے بیٹے سے لیا اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی تصدیق کی۔

رسالت مآب ﷺ نے نئی تشکیل شدہ اسلامی ریاست میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح مذہبی معاملات میں بھی نمایاں انتظامات فرمائے۔

تعلیم و تربیت

ہر مسلمان واعظ بھی تھا، محتسب بھی تھا۔ داعیٔ مذہب میں اور ماہرِ شریعت بھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسالت مآب ﷺ نے سب سے پہلے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی اور درس گاہ صفہ قائم فرمائی۔ جہاں نہ صرف مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ عرب کے ہر قبیلہ سے ایک ایک جماعت آتی اور آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہ کر اپنے آپ کو مکمل طور پر دین اسلام سے آگاہی حاصل کرتے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اسلامی رنگ میں رنگتی تھی۔ ①

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عرب کے ہر قبیلے کا ایک ایک گروہ، وہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ سے مذہبی امور دریافت کرتا اور دینی امور میں مہارت حاصل کرتا تھا۔ وہ دس یا بیس دن آپ ﷺ کی خدمت میں رہتے فقہ کے ضروری مسائل پر عبور حاصل کرتے اور پھر

---

①تفسیر خازن تفسیر سورہ توبہ۔

Marfat.com

واپس اپنے اپنے قبائل میں جا کر لوگوں کو اسلامی عقائد فقہ اور امور جہاں بانی کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیس دن دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر تمام ضروری مسائل کی تعلیم و تربیت حاصل کر چکے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا:

ارجعو الیٰ اھلیکم فعلمھم و مر و وصلوا کما رأیتمو نی اصلی

ترجمہ: ''اپنے خاندان میں واپس جاؤ ان میں رہ کر ان کو شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو۔''[1]

درس گاہ صفہ ایک مستقل درس گاہ تھی یعنی اسلام کی پہلی یونیورسٹی تھی۔ جہاں نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ عرب کے ہر قبیلے کے گروہ آتے بلکہ کچھ غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو مستقل طور پر اس درسگاہ کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو تمام دنیاوی تعلقات سے آزاد کر رکھا تھا اور شب و روز زہد و عبادت اطاعتِ رسول ﷺ اور خدمت علم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

اصحاب صفہ میں عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مفلس و نادار تھے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ جس کو گردن سے باندھ کر گھٹنوں تک چھوڑ دیتے تھے کہ چادر اور تہبند دونوں کا کام دیتا تھا۔ تاہم یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن کر لانے اور انہیں بیچ کر اپنی مفلسی اور ناداری کے باوجود آدھی رقم خیرات کر دیتے۔ جبکہ آدھی اپنے کھانے پینے میں استعمال کرتے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیاتِ طیبہ کے ایک ایک لمحہ کو آنکھوں سے دیکھ کر اپنے آپ کو فیض یاب کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدولت نبی کریم ﷺ کی دنیائے فانی سے رخصت کے بعد آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک لمحے کو دنیا میں روشناس کرایا اور ان کی سیرت و کردار سے نہ صرف عالم اسلام بلکہ دیگر اقوام عالم میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہوئے۔

درسگاہ صفہ کے علاوہ کچھ اور جگہیں بھی تھیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کو تعلیم حاصل کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے:

ترجمہ: ''کہ اصحاب صفہ میں سے ستر شخص رات کو ایک معلم کے پاس جاتے اور صبح تک درس میں مشغول رہتے تھے۔''

عربوں میں اگرچہ تعلیم کی کمی تھی مگر پھر بھی کافی لوگ پڑھے لکھے تھے۔ مگر جب اسلام آیا تو رسالت مآب ﷺ نے سب سے زیادہ توجہ تعلیم کی طرف دی اور اس خصوصی توجہ کی مثال ہمیں جنگِ بدر میں نظر آتی ہے کہ سرور کونین ﷺ نے نادار قیدیوں کے ذمے فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔

---

[1] بخاری شریف، بحوالہ سیرۃ النبی ﷺ جلد:2۔

Marfat.com

مساجد کی تعمیر

اسلامی نظامِ حیات میں مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔رسالت مآب ﷺ کے دور میں اور بعد میں بھی مسجد نبوی ﷺ نہ صرف نماز پنجگانہ بلکہ موجودہ نظام کے مطابق ایوان صدر کی حیثیت کی حامل بھی تھی۔ یہاں تمام مذہبی، سیاسی، اور اقتصادی اور عدالتی امور طے کیے جاتے تھے،ملکی اور غیر ملکی وفود سے ملاقاتیں بھی مسجد میں کی جاتی تھی۔

ہر قبیلہ یا خاندان جب اسلام قبول کرتا تو اسے سب سے پہلے مسجد کی ضرورت پیش آتی تھی کیونکہ مسجد میں نہ صرف اجتماعی طور پر یعنی باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا بلکہ ان کی تمام اجتماعی و انفرادی زندگی گزارنے کے لیے تعلیم وتربیت کی ضرورت ہوتی۔ نیز ان کی اجتماعی اور اتحادی قوت کی ترقی میں اضافے کے لیے مرکزی حیثیت مسجد کو حاصل تھی۔اسی بنا پر رسالت مآب ﷺ نے ہر قبیلہ اور ہر محلہ کو مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اسی حکم کے تحت آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں مدینہ منورہ میں درج ذیل 17 مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔

① مسجد بنی عمر	② مسجد جہینہ	③ مسجد بنی ساعدہ
④ مسجد اسلم	⑤ مسجد بنی سلمہ	⑥ مسجد غفار
⑦ مسجد بنی رائح	⑧ مسجد بنی عبید	⑨ مسجد بنی رزیق۔[1]
⑩ مسجد بنی خدارہ	⑪ مسجد بنی امیہ و (انصار کا ایک قبیلہ)	⑫ مسجد بنی بیاضہ
⑬ مسجد بنی الحبلی	⑭ مسجد بنی عصیہ	⑮ مسجد ابی محصیلی
⑯ مسجد بنی دیار	⑰ مسجد ابی بن کعب	

غرض ان قبائل میں مساجد کی تعداد ۲۱ کے قریب ہے۔[2] مزید براں جوں جوں اسلام کی روشنی پھیلتی گئی مدینہ سے باہر اور عرب کے گوشے گوشے میں مساجد کی تعمیر ہوتی گئیں۔مسجد نبوی ﷺ کے بعد پہلا جمعہ قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں ادا کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا (بحرین کے ایک شہر جعراثی،تقریبا چار ہزار لوگ رہائش پذیر تھے) میں پڑھا گیا۔[3] اس کے علاوہ روایات میں بے شمار مساجد کے نام ملتے ہیں ان میں کئی مساجد ایسی بھی تھیں کہ جہاں سرورِ کونین ﷺ نے کسی جگہ نماز ادا فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرکاً وہاں مسجد تعمیر کر لی اس کے علاوہ مساجد کو اشخاص کی طرف بھی منسوب کیا جاتا تھا۔

---

① ابو داود رحمہ اللہ۔ کتاب المراسل۔ ② سیرۃ النبی ﷺ جلد:2 از شبلی نعمانی رحمہ اللہ۔
③ بخاری شریف جلد:2 ص:385۔

Marfat.com

ائمہ کا تقرر

رسالت مآب ﷺ نے مساجد کی تعمیر کے ساتھ ہی ائمہ کرام کا تقرر بھی فرما دیا۔ اس تقرری میں آقا و غلام، امیر و غریب اور چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی بلکہ ایک باضابطہ اصول کے تحت تقرر کیا جاتا تھا۔ حضرت ابی سعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله۔ یؤم القوم اقرأهم لکتاب الله فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم السنة فان کانوا فی السنة سواء فهجرةً فان کانوا فی الهجرة سواء فسنة.

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ کلام (قرآن) پڑھا ہوا گر اس میں سب برابر ہوں تو جو سنت میں سب سے زیادہ واقف ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو جس نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جس کی عمر سب سے زیادہ ہو۔''[1]

چنانچہ اسی اصول کے تحت نبی کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے۔ ان کے امام حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ تھے۔ جب قبیلہ جرہم نے اسلام قبول کیا تو ان کے امام عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ تھے جو کہ حافظِ قرآن تھے اور ان کی عمر سات یا آٹھ سال تھی۔[2]

جب مدینہ منورہ کے اطراف اور جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل گیا اور نئی تشکیل شدہ اسلامی ریاست کو انتظامی امور کے تحت مختلف صوبوں میں تقسیم کیا گیا تو عمال کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ یہی عمال امام بھی تھے مگر کچھ قبائل اور صوبوں میں یہ دونوں عہدے علیحٰدہ علیحٰدہ بھی عمل میں لائے گئے۔ مثلاً عمان میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عامل تھے اور حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ امام مقرر تھے۔[3]

احادیث و سیرت کی کُتب میں تمام مساجد کے ائمہ کے نام تفصیلاً نہیں ملتے البتہ سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی کی جلد اول سے کچھ نام دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے یہ تفصیلات ابوداؤد، بخاری، نسائی، مسند احمد جیسے محدثین سے حاصل کی گئیں ہیں۔

---

① مسلم شریف.
② سیرۃ النبی ﷺ از علامہ سید سلیمان ندوی جلد:2.
③ فتوح البلدان.

Marfat.com

مقام	نام امام
مدینہ منورہ:	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ.........ہجرت سے پہلے انصار رضی اللہ عنہ کے امام تھے۔
مدینہ منورہ:	حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ.........ہجرت سے پہلے مہاجرین کے امام تھے۔
مدینہ منورہ:	حضرت ابنِ مکتوم رضی اللہ عنہ.........ہجرت کے بعد جہاد کے موقع پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوات میں تشریف لے جاتے تو وہ نابینا ہونے کی وجہ سے مدینہ ہی میں قیام پذیر ہوتے تھے اس سبب سے امام مقرر فرمادیے جاتے۔
مدینہ منورہ:	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ.........آپ ﷺ کی عدمِ تشریف آوری پر مسجدِ نبوی ﷺ میں امامت فرماتے۔
بنوسالم:	حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
بنوسلیمہ:	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
مسجد قبا:	ایک انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ قریبی قبیلے کے سردار تھے
بنوجرم:	حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن مسلمہ
بنوجرم:	حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر
بنونجار:	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، بن حویرث
مکہ معظمہ:	حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ
طائف:	حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ
عمان:	حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ انصاری

موذنین کا تقرر

رسالت مآب ﷺ نے اذان کے لیے کوئی خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقرر نہیں فرمایا تھا البتہ بڑی مساجد یعنی مسجد الحرام اور مسجد نبوی ﷺ میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقرر فرما دیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مؤذن مقرر فرمائے۔ جبکہ مسجدِ نبوی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ مؤذن مقرر فرمائے گئے اور اس کے علاوہ مجموعی طور پر اذان کے لیے مخصوص فرد یا افراد کو مقرر نہیں فرمایا گیا تھا۔

Marfat.com

اللہ کے حضور التجا اور اظہارِ تشکر

اے رحیم و کریم، اے خالق و مالک ارض و سما، اس تصنیف میں مجھ سے جو کوئی بھی غلطی سرزد ہوئی ہو تو اس کے بدنتیجے سے مجھے اور مطالعہ کرنے والے کو محفوظ فرما۔ اے میرے اللہ! میری اس محنت کو اپنے حضور قبول و منظور فرما کر ثمرات خیر سے نواز کے میرے اس عمل کو ضائع ہونے سے بچا لے۔ اے میرے اللہ! تو اس کتاب کو نقص و سقم سے بچا کیونکہ میرے پاس طاقت اور سامان نہیں، صرف تیری ذات ہی اس کو نقائص و معائب سے بچا سکتی ہے۔

الٰہی! امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، ابن ماجہ رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، امام ابوداود، حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ، ابنِ اسحاق رحمہ اللہ، ابنِ قیم رحمہ اللہ، امام زرقانی رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، امام حجر مکی رحمہ اللہ، ملا منصور پوری رحمہ اللہ، امام احمد بن جنبل رحمہ اللہ، ابنِ جریر رحمہ اللہ، امام خمیس رحمہ اللہ، امام محمود آلوسی رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، دارمی رحمہ اللہ، بیہقی رحمہ اللہ، طبرانی رحمہ اللہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ، حاکم رحمہ اللہ، بلاذری رحمہ اللہ، ابنِ سعد رحمہ اللہ، ابنِ ہشام رحمہ اللہ، ابنِ خلدون رحمہ اللہ، امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ، پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کی روحوں پر اپنی رحمت نازل فرما کر ان کے درجات کو بلند فرما اور سیّد اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی، ایم اے راحت صاحب، ڈاکٹر راشد صاحب المصری، محمد فرحت صاحب انڈیا، مفتی لطیف صاحب، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری صاحب، علامہ طاہر القادری صاحب اور مولانا اکرم صدیقی صاحب کے درجات بلند فرما کر ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے کیونکہ ان بزرگ ہستیوں کی تحقیقات سے رہنمائی اور محنتوں کے طفیل یہ گنہگار اس کتاب کو مرتب کرنے کے قابل ہو سکا۔ آمین

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر گزار ہوں جس نے مجھے اس کتاب کو تصنیف کرنے کی توفیق بخشی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ.

Marfat.com

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم مسلم شخصیات کی زندگی پر مستند کتابیں

ان کتابوں کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے!

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد حسین ہیکل
حیات حضرت ابراہیم علیہ السلام	محمد رضی الاسلام ندوی
حیاتِ حضرت خضر علیہ السلام	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (مع قصہ یاجوج ماجوج)	نوید احمد ربانی
حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	کامران اعظم سوہدروی
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	حافظ ناصر محمود
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ ناصر محمود
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	حافظ ناصر محمود
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مع دیوانِ شمس تبریز	راجہ طارق محمود نعمانی
سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	علامہ شبلی نعمانی
حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عبدالسلام ندوی

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم تاریخی شخصیات

شاہکار سوانح عمریاں

ان کتابوں کو اپنی لائبریری کی زینت بنائیے!

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	(فاتح مصر)	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	(اللہ کی تلوار)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
محمد بن قاسم	(فاتح سندھ)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
طارق بن زیاد	(فاتح اندلس)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
سلطان محمود غزنوی	(بت شکن)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
عماد الدین زنگی	(عظیم فاتح)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ	(عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)	عبدالرشید عراقی
صلاح الدین ایوبی	(فاتح بیت المقدس)	ہیرلڈلیم/مترجم: محمد یوسف عباسی
امیر تیمور	(جس نے دُنیا ہلا ڈالی)	ہیرلڈلیم/مترجم: محمد عنایت اللہ
چنگیز خان	(دہشت اور جنون کا نشان)	ہیرلڈلیم/مترجم: سیّد ذیشان نظامی
سقراط	(عظیم فلسفی)	کورا میسن/مترجم: آنسہ صبیحہ حسن
سکندر اعظم	(عظیم فاتح)	انجم سلطان شہباز
شیر شاہ سوری	(شیر دِل بادشاہ)	انجم سلطان شہباز
سلطان محمد فاتح	(فاتح قسطنطنیہ)	ڈاکٹر محمد مصطفےٰ صفوت
حیدر علی	(سلطنت خداداد کا بانی)	نریندر کرشن سنہا
خلیفہ ہارون الرشید	(پانچویں عباسی خلیفہ)	راجہ طارق محمود نعمانی
اورنگ زیب عالمگیر	(شہنشاہِ مغلیہ سلطنت)	رئیس احمد جعفری
ابن خلدون	(مؤرخ، فقیہ، فلسفی اور سیاستدان)	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
عمر خیام	(فارسی شاعر اور فلسفی)	سیّد سلیمان ندوی
امیر خسرو	(فارسی و ہندی شاعر، ماہر موسیقی)	سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی سے متعلق **36** تاریخی تصاویر کے ساتھ

حیات محمد ﷺ

چند نمایاں خصوصیات

- پہلی مرتبہ عربی سے اُردو آسان اور سلیس ترجمہ
- احادیث و واقعات کی مکمل تخریج کے ساتھ
- عوام الناس میں مشہور چند واقعات کا تحقیقی پس منظر
- نایاب تاریخی تصاویر، شجروں اور نقشوں سے مزین
- دیدہ زیب سرورق کے ساتھ حسین ایمبوز جیکٹ
- دُنیا کے بہترین کاغذ پر طباعت اور مضبوط جلد بندی
- اساتذہ، طلباء اور دوست و احباب کو دینے کیلئے ایک بہترین تحفہ

مصنف: **محمد حسین ہیکل**

مترجم: ابوالفضل شہزاد محمد خان

تخریج: نوید احمد ربانی

ہدیہ عوامی ایڈیشن:-/999 روپے

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ پر جتنا زیادہ لکھا گیا ہے اتنا دنیا کی کسی شخصیت کے حوالے سے نہیں لکھا گیا۔ کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصر کے مایہ ناز ادیب، نامور مفکر اور جدید طرز نگارش کے بانی ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مغرب کے اسلام دشمن مستشرقین کے بے بنیاد جھوٹے الزامات اور مذہبی عصبیت سے بھرپور اعتراضات کا جواب دینے کے لئے لکھی، اس کے ساتھ ساتھ نئی مسلمان نسل کے لئے پند و نصائح بھی کئے ہیں تاکہ ان کی کردار سازی ہو سکے۔ مصنف نے علمی نقطہ نظر سے قرآن و حدیث کی روشنی میں ٹھوس اور مدلل جواب دیئے ہیں۔ مستشرقین سکالرز کی سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتابوں میں غیر مصدقہ، بے بنیاد اور غیر مستند واقعات کی تردید کی ہے۔ اُمت مسلمہ کے نوجوان کو پیغام دیا ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن و حدیث کا علم حاصل کریں اور کتاب سیرت کا بغور مطالعہ کریں تاکہ غیر مسلم جو پروپیگنڈا کرتے ہیں اس کا مدلل جواب دے سکیں۔ کتاب کا ترجمہ بڑی سلاست سے کیا گیا ہے اور مترجم نے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان کی اس کاوش سے حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ پر اردو میں لکھی گئی تصانیف میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے جن سے یقیناً عامۃ المسلمین بھی مستفید ہوں گے۔ کتاب 31 ابواب اور 647 صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں حضور اکرم ﷺ سے وابستہ مقامات اور اشیاء مبارکہ کی رنگین تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ حیات محمد ﷺ کا ڈیلکس ایڈیشن بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے، جس کی قیمت -/1800 روپے ہے۔ دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ مجلد کتاب کو بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم نے شائع کیا ہے۔ (تبصرہ نگار: بشیر واثق، روزنامہ ایکسپریس، سنڈے میگزین، 30 ستمبر 2012ء)

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ھول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جتنے نبی گزرے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو ایسے معجزات سے نوازا گیا جن کو دیکھ کر لوگ اُن پر ایمان لائے، مجھ کو جو معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے وہ ﴿قرآن﴾ ہے۔ (اس کا اثر قیامت تک رہے گا) اس لئے مجھے اُمید ہے کہ روزِ قیامت میرے پیروکار (دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے فرمانبرداروں کی نسبت) زیادہ ہوں گے۔ (الحدیث)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "فضائل القرآن" کا پہلا اُردو ترجمہ

فضائل القرآن

اُردو ترجمہ

معجزۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف:

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: نوید احمد ربانی — فوائد تحقیق وتخریج: علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نظرثانی: مفتی وشیخ الحدیث ابو عبدالسلام محمد اکرم جمیل

ناشران

بک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائیرز

Marfat.com

الشجرة النبوية

تبرکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تاریخی دستاویز

جس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرۂ نسب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے عزیز واقارب کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں

تالیف: یوسف بن عبدالہادی مقدسی رحمہ اللہ

تحقیق وتخریج: ابو ادیب محی الدین دیب

ترجمہ: نوید احمد ربانی نظرثانی: پروفیسر سید امیر کھوکھر

بک کارنر

شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائرز

Marfat.com

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو ہو کر لکھی گئیں پیاری پیاری نعتوں کا حسین گلدستہ
پیارے پیارے اسلامی بھائیوں کی پرزور فرمائش پر جنہیں
معروف نعت خواں نے اپنی خوبصورت آواز دے کر امر کر دیا۔

میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قیمت:-/250 روپے

دو حسین انتخاب — **100** — دو حسین کتابیں

مشہور نعتیں

قیمت:-/250 روپے

انتخاب

سید ذیشان نظامی عفی عنہ

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

امام نسائی کی شہرہ آفاق کتاب

فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم

اردو ترجمہ

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف: امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: نوید احمد ربانی تحقیق وتخریج: علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نظرثانی: ابوصالح محمد سلیمان نورستانی (فاضل مدینہ منورہ یونیورسٹی)

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران:

بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882

Join us on Facebook: www.facebook.com/bookcornershowroom

Marfat.com

مشہور و معروف قلم کار حافظ ناصر محمود کی معرفت و تصوف پر شاہکار تصانیف

عاشق رسول ﷺ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، واقعات، تعلیمات، اوصاف اور کمالات کا تذکرہ، جو اقلیم عشق کے امام، تاریخ فقر و عرفان میں یکتائے روزگار اور فنافی الرسول ﷺ کے بلند مقام پر فائز ہو کر حیات جاوداں پا گئے

عاشق رسول ﷺ

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

دوسری صدی ہجری کی شہرۂ آفاق عارفہ کی سوانح حیات، واقعات، فرمودات، مناجات، تعلیمات، کرامات، اوصاف اور کمالات کا تذکرہ

رابعۃ العدویۃ

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

امام ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

کتاب الاوائل

اُردو ترجمہ

سب سے پہلے

دُنیا میں سب سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا حسین گلدستہ

ترجمہ: ابو صالح محمد سلیمان نورستانی

فوائد تحقیق و تخریج: نوید احمد ربانی

افادات: ڈاکٹر محمد بن ناصر عجمی

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بُک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بُک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

أئمہ تلبیس

نبوت کے جھوٹے دعویدار

یعنی ان مشہور دجالوں کے حالاتِ زندگی جنہوں
نے عہد رسالت سے لے کر آج تک الوہیت،
نبوت، مسیحیت، مہدویت اور اس قسم کے
دوسرے جھوٹے دعوے کر کے ملت اسلامیہ میں
رخنہ اندازیاں کیں اور اسلام کے حق میں
مارہائے آستین ثابت ہوئے۔

تالیف: ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوری
تصحیح و تخریج: نوید احمد ربانی تقدیم: پروفیسر سید امیر کھوکھر

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ
ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

قادیانیت ایک فتنہ

ادارہ بک کارنر جہلم کے بانی و ناشر **شاہد حمید** کی برسوں کی محنت

صفحات 704 قیمت -/600 روپے صرف

علمائے اہل سنت بریلوی، علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کے منتخب نادر مضامین پر مبنی تحقیقی کتاب پہلی دفعہ ایک کتاب میں یکجا!

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ	حضرت مولانا حبیب اللہ امرتسری ؒ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ
حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ	حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی ؒ	حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب ؒ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ
حضرت سید پیر مہر علی شاہ گیلانی ؒ	حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ	بطل حریت آغا شورش کاشمیری ؒ	حضرت سید امین گیلانی ؒ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ	مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ	حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ	ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم)
علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ	حضرت مولانا ظفر علی خان ؒ	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ؒ	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حضرت علامہ غلام ربانی چشتی حنفی ؒ	حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ	شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر ؒ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ؒ	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ	حضرت مفتی نظام الدین شامزئی ؒ	ڈاکٹر محمد ذاکر عبدالکریم نائیک
حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ	حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ	حافظ زبیر علی زئی حفظہ

کتاب ایک نظر میں

★ تاریخ مرزا ★ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں ★ قادیانی مرتد پر قہر خداوندی ★ مرزا قادیانی اور نبوت ★ مرزا قادیانی کی غلطیاں ★ مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی ★ آئینۂ قادیانیت ★ مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال ★ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت ★ ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے ★ مرزائیت حضرت علامہ محمد اقبال ؒ کی نظر میں ★ مرزائیوں سے چند سوال ★ ختم نبوت کے تقاضے ★ فتنۂ قادیانیت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں ★ قادیانیت نے عالم اسلام کو کیا عطا کیا؟ ★ مرزا غلام احمد سے مرزا ناصر احمد تک ★ قرآن اور ختم نبوت ★ مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ ★ مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ ★ مرزائیت کی اسلام دُشمنی ★ قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟ ★ مرزا غلام احمد قادیانی کا عبرتناک انجام ★ اشتعال انگیز تحریریں ★ قادیانی پیشگوئیوں کا انجام ★ وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

Marfat.com

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
سیرت
میرے حضور ﷺ کی
مرزا محمد نواز بیگ

Marfat.com